خاموشی

عین حکمت ہے خموشی صفت غنچہ بہ گل
منھ سے نکلا جو سخن نکہت برباد ہوا
حرف خاموشی بہار زندگانی چاہیے
غنچہ ساں منھ میں زباں بے زبانی چاہیے
چاہیے جو بقا نطق سے بہتر ہے خموشی
ہے طول حیات فقرا جس نفس میں
یہ صدا آتی ہے خموشی سے
منھ سے نکلی ہوئی پرائی بات
حفظ لساں سے ہوں میں مشہور خلق
نطق خموشی ہے قلم کی طرح
جو چاہو تو ہم سوکھے لو چپ چاپ ایں ہم ایسے
گویا زباں نہیں ہے اپنے دہن کے اندر
کون سنتا ہے کسی کی خلق بے بہرہ ہے
بات دل کی دل میں رکھو کچھ نہ بولا چاہیے
خموش رہنے میں وہ لطف ہے کہ غنچہ صفت
ہزار ہوں جو زبانیں تو گفتگو نہ کریں
بہ ہر روں

امیر — " — " — آتش — امیر — آتش — بحر — "

خاکساروں کا ترے شوق میں اٹھتا تھا غبار	رہ گیا ہے یہ وہی عرش معلےٰ بن کر	نظم
ہوئی کدورت دل دور خاکساری سے	اس آئینہ میں جلا رکھتے ہیں غبار سے ہم	"
جھکوں جو اہل تبختر سے خاکسار نہیں	فلک سے دیکھے رہے جو یہ وہ غبار نہیں	"
رگ گردن پہ جسکو ناز ہو تو جھک کے مل اُس سے	یہ وار ایسا ہے جو تسمہ نہ گردن میں لگا رکھے	"
ناصر ہر ایک جنس سے ہے تو حقیر تر	ذرہ کو بھی نہ دیکھ حقارت کی آنکھ سے	ناصر
جو افتادہ ہیں وہ ایذائے موذی سے رہیں ایمن	الجھتے کس نے دیکھا خار سے صحرا کے دامن کو	نساخ
نساخ اپنی اپنی سمجھ میں بقول ذوق	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں	"
خاکساری سے نہیں بہتر جہاں میں کوئی شئے	خلق میں سب سے بڑا رتبہ ہے آدمزاد کا	"
بغیر سرنگونی جمع زر سے خاک ہو حاصل	زوال دولت قاروں کا باعث گنج قاروں ہے	
نہ خاکساری کی عادت چھٹے گی کامل سے	فلک پہ ابر جو پہنچا ہے تو بھی آب گرے	نسیم
خاکساری وہ ہے کہ ذروں پر	روز باران نور ہوتا ہے	"
طبیعت میں ہے اپنے انکساری	لکھا ہے نسخۂ اکسیر دل پر	واسطی
بشر کو چاہئے گزرے نہ خاکساری سے	کیا ہے خاک سے پیدا خدا نے انساں کو	"
بشر کو خاکساری ہے مناسب	حقیقت خاک ہے اس آدمی کی	"
ہستی کی گر ہوس ہے تو جھک جھک کے رکھ قدم	باعث فنا کا ہے یہ ابھرنا حباب کا	
لیجا کے بگولے نے یہ کی دشت میں تعلیم	بے خاک نشیں ہونے کی عزت نہیں ملتی	وقار
درۃ التاج مہر ہے ذرہ	اوج پر شان خاکساری ہے	"
نہ اترا مرے تن سے جامۂ خاک	وقار اپنی اسی میں آبرو ہے	"
پیش خدا وہ خلق سے زائد ہے ہر طرح	جو شخص اپنے آپ کو سمجھا ہے سب سے کم	"
غیرت تخت ہے ہم خاک نشینوں کو زمیں	صورت چتر ہے یہ گنبد گرواں سر پر	"
قطرہ سے بحر ذرہ سے خورشید ہو گیا	اونچا کیا ہے مجھ کو مرے انکسار نے	"
جب خاک ہوا میں تو ملا رتبۂ اعلےٰ	سمجھا تھا تخت ثرےٰ عرش بریں تھا	"
خاکساری میں وطن حاصل ہے مجھ کو سلطنت	ہے مجھے تخت سلیماں چھانوں پائے مور کی	وطن
خاکساری جس کو ہے سلطانی ہے اس عالم منے	کاسۂ خاکی اسے جیوں چینیٔ فغفور ہے	ولی
اے ولی تیغ غم سوں خوف نہیں	خاکساری بدن پہ جوشن ہے	"
سرکشی رکھتا ہے کیوں رکھ خاکساری پر نظر	آئے گی اک روز خاک دوست دشمن زیر پا	"
خاکساری سے دلا ہوتی ہے سرسبزی نصیب	خاک میں دانہ ملے جب کشت دہقاں سبز ہو	ہرچند
خاکساری چاہئے مرنے سے پہلے زیست میں	کیوں غرور زندگی ہے مر کے ہونا خاک ہے	"
کیوں مرتبہ بلند نہ ہو انکسار کا	جھکنا ہی فیض ہے شجر باردار کا	ہزبر
ذرۂ ناچیز تاباں خاکساری سے ہوا	منکسر ہونے سے اسکو ہو گیا حاصل فروغ	ہوش
خاکساری گردخواری کو نہ کیوں کردے فنا	آدم اشرف ہو گیا ہوتے ہی پیدا خاک سے	یکتا
اوج شان خاکساری کے حضور	چرخ گیا اور چرخ کی بنیاد کیا	

؎ کو ۱۲ ؎ میں ۱۲ ؎ مانند ۱۲ ؎ سے ۱۲

بے بہروں میں بہروں کی طرح بیٹھئے اے بحر	کانوں کو خدا رکھے خرافات سے محفوظ	بحر
نہ کرحق میں بزرگوں کے کڑی بات	کہیں گے لوگ چھوٹا منہ بڑی بات	”
متانت ہے بہت کم بولنے میں	خموشی دو گھڑی ہو دو گھڑی بات	”
دُر دہن کے لئے خاموشی مناسب ہے	یہی ہے قفل نہیں جس میں کیل کا کانٹا	”
جو بات کی انسان نے معلوم ہوا حال	منہ کھلتے ہی دروازہ کھلا عیب و ہنر کا	”
لطف خاموشی کے آگے ہیچ ہے	خوشنوائی، خوش بیانی، کوئی ہو	بیدل
زمانہ مکر و دغا سے بھرا ہے اے پرتو	ہزار بات سنے ایک بھی کہا نہ کرے	پرتو
ایک صورت پر بسر کرتے ہیں ارباب سکوت	شست و شو سے پاک دیکھا پیرہن تصویر کا	تسلیم
ہائے بے دیکھے رکھا کرتی ہے کیا کیا کچھ زبان	دیکھئے سب کچھ۔ نہ کہئے کچھ بھی، آنکھوں کی طرح	ثاقب
جو کچھ کھویا وہ کھویا بات کہہ کر	جو کچھ پایا وہ پایا خامشی میں	”
بو رنگ غنچہ ملا ہے ہمیں دہن خاموش	شکایت چمن روزگار کیا کرتے	جرار
دہن ہے بند جبتک راز دل پوشیدہ ہے اپنا	کھلے حال اسکا کیا جس گھر کا دروازہ مقفل ہے	”
ہرگز کسی کے سامنے کچھ تذکرہ نہ کر	آگاہ ہے خدا ترے ہر ایک حال کا	خلیل
بولنے سے چمن دہر میں رسوائی ہے	بو نہ چھوٹے دہن غنچہ جو خاموش رہے	”
واں گالیوں پہ منہ ہے ہمیشہ کھلا ہوا	یاں مہر خامشی مرے لب پر لگی ہوئی	داغ
سرتاقدم زبان ہیں جوں شمع گو کہ ہم	پر یہ کہاں مجال کہ کچھ گفتگو کریں	درد
بے زباں ہے بد زبان سوسن	اس چمن میں کسے مجال سخن	”
وصف خاموشی کا کچھ کہنے میں آسکتا نہیں	جس نے اس لذت کو پایا ہے سدا خاموش ہے	”
کہے ایک جب سن لے انسان دو	کہ حق نے زباں ایک دی کان دو	ذوق
بات آوے نہ تو چپ رہ کہ گماں کے نزدیک	سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی میں	سودا
پوچھے بھی وہ تو ہم نہ کہیں آرزوے دل	وہ بات کیوں کہیں جو ہو اپنے دہن سے دور	”
ہوں تو چراغ راہ ہنر زیر آسماں	لیکن خموش ہو کے سر شام رہ گیا	”
کر اختیار کم سخنی تو بھی اے شفق	ڈھکتی ہے آدمی کے خموشی ہزار عیب	شفق
مرغان نوا سنج کو صیاد نے پھانسا	محفوظ رہے ہم لب خاموش کے باعث	شہید
سپر بدنامیوں کی خامشی ہے	کہ حرف آتا نہیں اپنی زباں پر	صابر
جب اس زمانہ میں قدر ہنر نہیں طاہر	تو پھر سکوت ہی بہتر ہے خوش بیاں کے لئے	طاہر
لب خاموش نے سکھائی بات	کہ نہ کہنا کبھی پرائی بات	”
میں نے سو بار آزمائی بات	منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات	”
خاموش رہنا چاہئے دنیا کی شورنگاہ میں	سنتا کسی کی اے ظفر یاں کون شور و غل میں ہے	ظفر
نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو	خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہئے	غالب
حق کہو تلخ۔ جھوٹ بولو گناہ	بس خموشی سخن سے بہتر ہے	قدر
خامشی سے ہوا ایسا ہیں عزیز ہر دل	مثل تصویر کسی پر کبھی دو بھر نہ ہوا	”
نکلے نہ نیک و بد کبھی منہ سے خدا کرے	مہر سکوت قفل دُر خیر و شر رہے	”

خاموشی

خاموشی بھی کچھ طرز لطیف ہے کہ قاصر — قاصر

جس میں نہ تصنع نہ تکلف

کرنا پڑے ہیں خامشی میں لیکن — ”

سو حرف ہرزہ گو نہ سمجھے — میر

اس کو کبھی مصلحت اب

خاموشی ہی میں ہم نے دیکھی کہا زباں سے — ”

ہر اک سے حال دل کا مدت اے جرس بہتر

نہ ہو ہرزہ سرا اتنا خموشی ضبط نفس بہتر — ”

نہیں اس قافلہ میں اہل دل جنبش لب سے

بلند آتش جہاں ہووے ہوائے ضبط نفس بہتر — منت

تو اپنی فہم ناقص میں وہاں خموشی زبان کی

کہتی ہے بار بار خموشی زبان کی — مومن

محرم ہوں راز دار ہوں اپنے بیان کی

یہ حالت ہے تو کیا حاصل بیاں سے — مصحفی

کہوں کچھ اور کچھ نکلے زباں سے

آگے کسی کے بات نہ کیجو کہ مثل شمع — میر

ہوجاتی ہے نکلتے ہی منہ سے پرائی بات

جو کہ چپ ہیں بر سے ہیں وہ کم یاد رہے — ناسخ

تو بھی کم گوئی کو کر اپنا شعار و عادت

بچے آفات دہر سے انساں

خموشی سے رہے جو غنچہ لب بستہ و دست گلچیں سے

ہمیشہ

خلق

عوام الناس سے مت رکھ توقع آدمیت کی — رشک
کہ اکثر گرگ و روباہ و شغال و گربہ و سگ ہیں

جو اچھے ہیں وہ اچھا جانتے ہیں ساری خلقت کو — افسوس
ہے خوبی جنہیں وہ ہر دم بڑھاتے ہیں مروت کو

منظور گر فلاح ہے دنیا و دین کی — برقی
انساں کو چاہیئے کہ خود اپنا ادب کرے

کرتا رہے محاسبۂ نفس روز و شب — "
تا نیک و بد سے اپنے سدا مطلع رہے

جو جذبہ ہائے نفس ہیں روکے انھیں مدام — "
رستے اگرچہ تو ذرا دیکھ کر چلے

اک بادشاہ وقت سے قوت میں بڑھ گیا — "
وصف جب کہ داخل معمول ہو گئے

پر دل میں کبھی اپنے یہ خطرہ نہ آنے دے — "
دنیا میں اس کی قدر ہو اور آبرو بڑھے

سمجھیں بھلا جسے اہل جہاں اسکی راہ میں چلے — "
جو کرتے ہیں کہ اس کی خلق خدا پوجا کرے

نیکی کی دلفریبی میں آتا ہے اس سے فرق — "
ترغیب بدی میں جیسے کوئی پارسا پھنسے

فطرت کے اعتدال نے جس دل میں گھر کیا — "
سب لوگ اس کے بندۂ بے دام ہو گئے

بے خوف

ہمیشہ چپ ہی رہے جو ہو صاحب جوہر — نساخ
کس قدر لطف خموشی ہے طبیعت کو پسند

ایک چپ رہنے سے لاکھوں راحتیں موجود ہیں — نسیم
بزم عالم میں ہے خاموشی سے اے ناسخ فروغ

ملا ہے یہ گل صد برگ سے سبق ہم کو — "
خموشی میں ملا گوہر صدف کو

جتنے روشندل ہیں وہ سب رہتے ہیں مہر سکوت — ناسخ
گالیاں دیکے وہ قائل ہوئے میں چپ جو رہا

ہمیشہ لشکر آفات سے رہے محفوظ — نظم
بن گئے خامشی ولی نہ ملے گوہر مراد

خاموش اگر رہا ہے ولی تو عجب نہیں — وقار
سچ کہا ہے کسی نے اے یکتا

خامشی ہی سے تو ملتی ہے جہاں میں دولت — وہبی

زبان تیغ کو دیکھا ہے بیشتر خاموش — وزیر
ہم نشاں تک بھی نہیں رکھتے دہان گور کا

مٹ گیا جھگڑا ہوا احساں لب خاموش کا — ولی
گو سراپا ہے زبان کرتی نہیں گفتار شمع

ہزار ہوں بھی زبانیں تو گفتگو نہ کریں — "
نہ پایا کچھ ہوئے جس وقت وا لب

کچھ زبان شعلہ سے کار بیاں ہوتا نہیں — "
خامشی سے کبھی بہتر کوئی تقریر نہیں

نصیب جس کو ہوا ہے حصار خاموشی — یکتا
حیرت کے باج اور ہے سب قیل و قال محض

غواص کا ہمیشہ خموشی کمال ہے — یم
ایک چپ لاکھ کو ہرا تی ہے

لب صدف کے جو ہوئے بند تو گوہر پایا

خُلق

وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو — آصف رح
حیف کی جا ہے نہ ہووے نرم و چرب اسکی زباں

لازم نہیں وہ بات کہ دشمن ہوں تیرے دوست — آتش
جس آنکھ میں نہیں ہے مروت وہ کور ہے

ملتے ہیں جھک کے ہر کس و ناکس سے بے سبب — امیر
سنکر کسی کی بات کو کیوں مانئے برا

گفتگو باعث تسخیر جہاں پیدا کر — "
شرف ذات اسی میں ہے جو ہے نیک صفات

خلق جس میں کہ نہ ہو اس کو بشر کیا کہئے — "
کس کام کی وہ آنکھ مروت نہ جس میں ہو

خالی جو خلق سے ہے وہ کس کام کا بشر — "
کی عمر دشمنوں میں بسر ہم نے عمر بھر

نہ کوئی بات ہو جس میں کہ آدمیت کی — "
حیواں کے برابر ہے نہیں جسمیں ہے جوہر

کچھ شک نہیں کہ خلق سے ملنا ضرور ہے — "

وہی ہے پھول جس میں رنگ و بو ہو — "
پرورش پایا ہوا یہ آدمی ہے شیر کا

وہ کام کر کہ تجھ سے ہو بیگانہ آشنا — "
خواہاں نہیں ہیں ہم قدح بے شراب کے

اہل ریا کا خلق ملاقات عید ہے — "
آفاق میں کروڑ ہیں باتیں۔ دہن ہزار

اسم اعظم ہو وہ تاثیر زباں پیدا کر — "
دہر میں معدن یاقوت نہیں ہر پتھر

یوں تو ہے گھاس بھی جنگل میں بشر کی صورت — "
بیکار بزم میں قدح بے شراب ہے

کانٹا مری نظر میں ہے جو پھول بو نہ دے — "
کانٹوں میں پھول دانتوں کے اندر زباں رہے

مرے حساب نہیں ہے وہ نسل آدم سے — "
انسان سمجھتے ہیں ہم انساں کو ادب سے

جو اس سے اختلاف کرے حق سے دور ہے — اکبر

بے خوف کاربند ہو اس اصول پر
پروا ہو معترض کی نہ انجام کار کی
عزت ہے حق کی حق سے نہ اس کے نتیجہ سے
خلق کی باتوں سے بیگانوں کو اپنا کیجئے
امید یہ نہیں کوئی بر وقت کام آئے
نہ بیٹھو امتیازی بنکے بجز اس سے ہے کیا حاصل
نیک طینت کیجئے کس طرح سے بد اصل کو
آدمی سنگدلوں پر کبھی نرمی نہ کرے
سیکھو یہ طریق آدمیت
یہ ہونٹ نہ بولیں کلمۂ بد یہ دعا ہے
درشتی چھو نہیں سکتی انہیں جو نرم طینت ہیں
سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
جبکہ سیرت نہ ہو کب بھائیگی صورت ہم کو
ادب انسان کو وہ دولت لطف الٰہی ہے
عقل کہتی ہے ادب ایمان ہے
حسن اخلاق کو بنا زیور
سب تجھے آنکھ کا کہیں تارا
جو کوئی خوش وضع خوش اخلاق ہے
جہاں انسانیت نہ ہو یہ کچھ بھی
بار خاطر ہوکے صحبت میں کسی کے رہئے مت[1]
شست و شو ظاہر کی لے زاہد بہت کرتا ہے کیوں
آدمیت جس میں ہو کہتے ہیں اس کو آدمی
اپنا کرلیتا ہے ہر غیر کو ہر نیک سرشت
جو بو نہیں تو نہیں خلق کے گل دستار
خلق سے پیش آ تو سب پر فتح پائے
یوں رہا پاس ادب راہ طلب میں مانع
مساوی ہوکے اعداد ادب سے یہ ملا رتبہ
جھکا جو سر تو زمانہ میں سرفراز ہوا
کسی کو دیجئے ایذا یہ کب ہے کام اپنا
کیا کرم ہوگا وہ جس میں نہیں خلق و کرم
شرافت ہے حسن عمل سے خلیل
پاؤں کا کام یہاں آنکھ سے لینا ہے ضرور
بے ادب روح جسم خاکی میں

بے فکر زندگی کا اسی کو مزہ ملے	بزمی
ایماں کے فیصلہ کا متبع سدا رہے	"
یہ بات گوش دل میں ترے جانشیں رہے	"
چال وہ چلئے کہ دل میں راہ پیدا کیجئے	بحر
واقف نہیں زمانہ مروت کے ڈھنگ سے	"
کہ دنیا دار ہو تو مل چلو اعلیٰ سے اسفل سے	"
غیر ممکن ہے کہ رانگا سیم تانبا زر لگے	"
رو رہے آنکھوں کو جو تل بھر بھی مروت رکھے	"
جو چال چلو اسے نبا ہو	"
یہ کان سنیں کوئی نہ الزام کسی کا	"
تہی ہے استخواں سے جسم میرے شمع بالیں کا	"
سرخ و سپید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا	بیان
جا سے لیجائے گی کیا مٹی کی مورت ہم کو	"
کہ جو خوگر ہے اس کا اسکے سر پر تاج شاہی ہے	بیدل
یہ نہیں جس میں ہے وہ بے جان ہے	تائب
تاکہ اقبال سے ہو نیک اختر	"
گل کے نزدیک دل سے ہو پیارا	"
اس سے گردیدہ تمام آفاق ہے	تراب
وہ تو حیوان شکل آدم ہے	"
بلکہ یوں رہئے کہ جیسے پانی پر اترائے پھول	"
جامۂ دل کو بد اخلاقی سے دھونا چاہئے	"
اس کو حیواں کہئے جو اخلاق انساں چھوڑ دے	"
آزمایا ہے ملا کر کے لبن پانی میں	ترکی
گلاب سے کہیں خوشرنگ ہیں انار کے پھول	ثاقب
یوں ہے املا ایک خلق و خلق کا	"
پاؤں تو پاؤں کبھی سر بھی اٹھا کر نہ چلے	"
کہ گھیرا سبعہ سیارہ نے ساتوں آسمانوں کو	"
ادب سے پائی فلک نے ترقی معکوس	"
لیا نہ بھول کے دشمن سے انتقام اپنا	جنون
خوئے نیک و بد سے خلقت بخیر ایسی نہیں	"
جبیں پر کہاں شیخ و سید کھدا ہے	خلیل
بے ادب منزل تسلیم کو پہونچے کیونکر	خاطر
گر ادب ہی نہیں تو جان نہیں	رمز

خلق

اخلاق سے ہے کہنا تمیز ہے تو یہ ہے	
خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے	رنگین
اخلاق سے منور ہر بزم دلبری ہے	
اخلاق سے مصفا آئینۂ دلی ہے	"
بہبودی و سعادت اخلاق کے ثمر ہیں	
خوشنودی و مسرت اخلاق کے ثمر ہیں	"
دنیا ہے چند روزہ کچھ کیجئے بھلائی	
کچھ خدمت خلائق کچھ طاعت خدائی	"
اخلاق نخل دیں کی اک شاخ پرثمر ہے	
انسان کا محافظ اور دافع ضرر ہے	"
اخلاق ہی کا یہ فضل و کرم ہے	
اخلاق ہی ضیا خورشید صبحدم ہے	افسر
گلزاروں کا ہے حسن خلق سے اوج	
قدر پھولوں کی رنگ و بو سے ہے	راسخ
بشر کو چاہیئے پاس دل بشر رکھے	
کسی کا ہو کے رہے یا کسی کو کر رکھے	سودا
کیسی ہے تو کیا ہے وہ وحشت خاک سودا	
خاطر جب کسی کی اس سے ملال آیا	محو
عیب پوشی ہے آدمی کو ضرور	
وہ خطا پوش ہے چھپا دے گا	اکبر

[1] لہ مثنی ۱۲۔ لہ مت۔ ۔ ۱۲

خلق

چھوٹا خدا کے واسطے کچھ بڑا نہیں
دو دن اگر کسی سے کوئی کام آ پڑے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

شاعر	شعر
مصحفی	اس سے کیا بہتر ہے دنیا میں جو حاصل ہو تجھے
	ہمیشہ ہے رضامند اُس سے خالق
	گزار اپنے دن عمر کے چند روز
مضطر	کوڑی نہ صرف ہوگی عالم مطیع ہوگا
	خلق سے ہے بعید یہ سید
	حلم و تواضع و ہنر و داد و دیا دخلق
ناسخ	حسن اخلاق سے ہے قدر بشر دنیا میں
	ادب ہے جامۂ انسانیت کہ اُس کو تمیز
	ظہیر راہ فنا میں نہیں مجال کلام
نصیر	نہ کر ظالم دل آزاری جو دل منظور ہے لینا
	جو ہوگا مرد معقول اس کو ہوگا پاس ہر اک کا
	اے ظفر ہے جہاں میں خلق کہاں
نظیر	اخلاق ہی بہتر علی احمد ہے ہر اک سے
	مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
	وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
ناصر	تمیز نیک و بد خلق ہے رویہ سے
	جھک جائے اس سے پہلے جھکے جو کہ آپ سے
	دشمن جاں کو ہو جو دوست بنانا منظور
واسطی	کر نہ آداب میں کمی قنبر
	جس چال کو کہ چار کہیں واہ واہ وا
	اچھے وہی ہیں سب سے اچھے خیال جنکے
=	مومن نہ توڑ رشتۂ زنار برہمن
	کیمیائے خُلق کیا کافی نہیں
	بدلتی جبر سے ہے کوئی خوئے بد بھی کبھی
=	نہیں تعلیم اعلیٰ سے بھی جب اخلاق ربانی
	نہیں گر آدمی میں آدمیت اور ہمدردی
	ہو حکومت یا نہ ہو اخلاق اعلےٰ چاہیئے
=	خاک کا پُتلا ہے آدم جو کوئی اچھی کہے
	خوش سیرتی ہے جس سے کہ ہوتا ہے اعتبار
	پست سے گفتگو ہے کیا معتبر ہے صورت
	شریف مرد شرافت سے منہ نہ پھیرینگے
	ظاہر میں گرچہ رکھتے ہیں اہل ریا خلوص
	بے ادب کو نہ ادب ہے نہ بلاؤں کا ہے ڈر

شعر	شاعر
اچھا خلق اچھی طبیعت اچھی خو اچھا مزاج	سرور
جو رکھے خلق سے نیک اپنے اخلاق	″
باخلاق و آداب و لطف و کرم	″
اخلاق سے بھی بڑھکر دولت نہیں ہے کوئی	سیفر
چھوڑ دوں طرز محبت کیونکر	سید
جس شخص میں یہ وصف نہیں وہ بشر نہیں	شفق
پھر گھر کیا ہے وہ جب آپ گھر سے نکلا	شاداں
وگرنہ خلقت انسان بھی ایک حیواں ہی	صادر
چلے چلو سر آداب کو جھکائے ہوئے	ظہیر
کسی کا دل جو ہاتھ آیا تو دلداری سے ہاتھ آیا	ظفر
اگر دُور آپ کو کھینچے گا نا معقول کھینچے گا	″
اب تو خلقت کا اور ہے نقشہ	″
باقی نہیں دنیا میں بڑا بول رہا ہے	علی احمد
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں	غالب
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں	″
عیاں حقیقت انسان ہے چلن کے بیچ	فیض
اُس سے کرے غرور جسے کچھ غرور ہو	قلق
حسن اخلاق سے بڑھکر نہیں کوئی تسخیر	قاسم
جس کو جو کچھ ملا ادب سے ملا	قنبر
وہ چال وہ چلن وہ رویہ اُٹھایئے	قطب
آوارہ پھرتے ہیں جو وہ ہی پھنگے تنکے	کمال
مت کر وہ بات جس سے کوئی دلشکستہ ہو	مومن
کیوں عبث میں طالب دُنیا رہوں	محب
ہزاروں کھیل رہے ہیں شکار پردے میں	″
تو پھر کس بات میں ترجیح ہے عالم کو جاہل پر	″
فضیلت حضرت انسان کو پھر کیا اور حیواں پر	″
اہل دل ہوتے نہیں اس دار ہستی میں خراب	″
عالم خاک میں برسوں تئیں وہ بات رہے	میر
ہے چوب خشک بو جو نہ ہووے اگر کے بیچ	″
ہے ایک سوکھی لکڑی جو بو نہیں اگر میں	″
وفا کے بدلے جفا کام ہے رذالوں کا	یکش
ایسا خلوص بھی ہے تو کس کام کا خلوص	″
شانہ کیسا تری زلفوں سے لگا جاتا ہے	مصحفی

[illegible]

لے جن کا ۱۲ ۔ سے میں ۱۲ ۔ لے ہو ۱۲ ۔ سے برسوں تک

مدارا ترک مت کر اے حیا دوست	مدارا ہے حصار آشنائی	ولی
سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا	سرخ و سپید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا	ہمایوں
آدمیت نہ ہو جس شخص میں کچھ بھی ہمدم	پھر وہ حیوان سے بدتر ہے مت انساں سمجھ	ہمدم
حسن اخلاق ہے چلتا ہوا جادو یکتا	غیر ممکن ہے نہ ہو اس کا اثر دشمن پر	یکتا
خمیدہ ہو کے ہر شاخ ثمر بھی بیخ کی جانب	اشارہ کر رہی ہے یوں جھکو اپنے بزرگوں سے	״
حسن یوسف سے سوا ہے حسن خلق	اک جہاں اس کے خریداروں میں ہے	یوسف

خوشی و غم

دنیا میں کون غم ہے نہیں جس کے بعد عیش	آئی بہار خشک جو گلزار ہو چکا	امیر
بے غم ہیں عیش کب چمن روزگار کے	کھٹکے ہیں کوچۂ رگ گل میں بھی خار کے	״
شادی کی رکھ اُمید جو غم کا ہو سامنا	بعد سواد شب ہے ظہور رُخ صبح	״
باغ عالم میں جو راحت ہے تو پھر رنج بھی ہے	تا کمر گل ہیں تو یاں تا سر زانو کانٹے	آتش
جو نہ دے رنج کسی کو اُسے ہوتا نہیں رنج	پاؤں پر میرے نہیں پانے کے قابو کانٹے	״
شادی و غم سے ہے عالم کا مرقع تو ام	سرخ تصویر ہے کوئی کوئی تصویر سپید	״
رنج یاں جنکو ہے آتش اُنہیں راحت ہے وہاں	اے خوشا حال جو دُنیا سے خفا جاتے ہیں	״
غم و شادی کی حالت دیکھ عالم کے مرقع میں	کوئی تصویر روتی ہے کوئی تصویر ہنستی ہے	״
زمانہ شادی بے غم کسی کو دے یہ کیا ممکن	بنے تخت عروسی بھی تو چوب نخل ماتم کا	اسیر
دورنگی رنج و راحت کی ہٹی کب اِس گلستاں میں	وہی ہنسنا ہے پھولوں کا وہی رونا ہے شبنم کا	״
ہے بعد وصل ہجر کا ہم کو کمال رنج	ہر عیش کا جہاں میں ہے آخر مآل رنج	״
دولت ہے جہاں خار خلش اُسکے ہے ہمراہ	اک بیخ ہے لوہے کی بھی سونے کے کلس میں	״
عیش سے توام ہے غم۔ ہے زخم سے ظاہر اسیر	چہرۂ خنداں ہے لازم دیدۂ خونبار کو	״
بغیر غم نہیں عالم میں قدر عشرت کی	خزاں کے بعد بہاراں سے ہے چمن کی بہار	״
کسی کا نفع ہے اِس باغ میں کسی کا زیان	خزاں ہماری ہے غسال و گورکن کی بہار	״
راحت ہے غم جو فضل خدا ہو شریک حال	آتش میں گر کے آنچ نہ آئی خلیل پر	״
دہر میں اپنی خوشی سے ہے خوشی	دل اُداس اپنا ہے تو محفل اُداس	״
رنج راحت ہے فقط رنگ شرافت کے سبب	خندہ زن ہوں مثل گل پیراہن صد چاک میں	״
آدمی کیوں طالب راحت ہے دَور چرخ میں	چین دانہ کو بزیر آسمان ملتا نہیں	״
تنگیٔ غم دل کو آخر باعث راحت ہوئی	اِس قدر سمٹی پریشانی کہ جمعیت ہوئی	״
رتبہ ہے غم سے باغ جہاں میں نشاط کا	قدر بہار کیا ہے جو فصلِ خزاں نہ ہو	״
رنج و راحت باغ عالم میں ہے باہم اے اسیر	پہلوئے گل میں جگہ دیکھی ہمیشہ خار کی	״
غم و شادی میں ہوئی عمر دو روزہ آخر	کبھی گلزار کی کھائی کبھی زندان کی ہوا	״
شادی کے واسطے ہے یہاں غم کی احتیاج	پھولوں کو بہر خندہ ہے شبنم کی اِحتیاج	״

خوشی و غم

خوشی

لہ نہ ۱۲ ۲ مٹی ۱۲ ۳ نہ ۱۲

خوشی و غم

مصرع اول	مصرع ثانی
خوشی اور غم دونوں ہی جا بجا ہیں تو ہم	کسی کا برا ہے کسی کا بھلا ہے
کہاں کے شادی کہاں کے خوشی [illegible]	یہاں ہر اک [illegible]
عیش و آرام کے اسباب نظر آتے رہے	اپنے جینے کے نہ دنیا میں اسباب دیکھے
اب غم کے بعد خوشی کا زمانہ ہے	ہے شب [illegible] ثنا دیا نہ ہے
خوشی کو آج کمک ہے نہ [illegible]	[illegible] غم رنج و الم سب آشنا نکلے
زمانہ میں کوئی شادی نہیں ہے بے کھٹکے	شب وصال ہے [illegible] کے ہیں
ہم [illegible] کے ہوتے ہیں راحت و رنج جتنے	[illegible]
رنج رہتا ہے کسی کا نہ کسی کی راحت	[illegible]
مرنے کی کچھ خوشی نہ ہوئی سخت غم ہوا	جوانی کی [illegible] عشق ختم ہوا
حد سے افزوں جو خوشی ہو تو پھر انجام ہے غم	جب ہنسی آئی زیادہ ہوئے آنسو پیدا
[illegible] کا رنج ہے [illegible] کے لئے راحت یہاں	سانپ کے واسطے [illegible]
کیا یاد نہیں ہے اسے تکلیف کے ایام	پھر [illegible] عیش [illegible] غم
کس شوق سے [illegible]	لیتی ہے مزہ [illegible] عیش [illegible] غم
حق تو یہ ہے وہ اچھے ہیں [illegible]	جن کو نہیں [illegible] عیش [illegible] غم
ایک کی زحمت سے [illegible]	[illegible]
اک طرف شور [illegible] ہے عیش و خوشی	اک طرف آہ و درد و ماتم ہے
[illegible]	دوست کو اپنے تو دیتا نہیں [illegible]
کب تک [illegible] کے لئے پھرتا ہے [illegible]	ہے جہاں کی [illegible] خوشی و شادمانی چند روزہ
وقت ہی کی بات تو ہے وقت گزشت [illegible]	کوئی خوش ہے ہے کہیں [illegible] غم و آلام کا
رنج سے صورت [illegible]	عید دیکھو پس ماہ رمضان ہوتی ہے
کبھی ہے مرگ کا رونا کبھی نشاط حیات	[illegible]
بسر کی صورت تصویر بے دل ہم نے دنیا میں	خوشی آئی [illegible] پاس غم آیا
واقف حیات و مرگ کے جھگڑے سے [illegible]	جینے کی کچھ خوشی نہیں مرنے کا غم نہیں
شادمانی کا مزہ کیا [illegible] جب تک [illegible]	[illegible]
تکلیف ہے [illegible] خوشی کی [illegible]	[illegible]
[illegible] اگر مر کے وہاں تک پہنچے	کہ نہ تکلیف وہاں ہوگی نہ راحت ہوگی
خاک آسائش لحد میں [illegible] راحت ہوگی	[illegible] قیامت ہوگی
کس نے خوشی سے زیر فلک عمر کی بسر	خنداں [illegible] چاک گریبان [illegible]
بہار کی کبھی شادی کبھی خزاں کا ہے غم	یہاں ہیں عشرت [illegible]
مقام دہر بھی طرفہ طلسم حیرت ہے	کسی کو رنج و الم ہے کوئی یہاں محظوظ
خزاں جب آئیگی کمبخت تو پھر کیا لینا	خوشی سے زیست کے ایام [illegible]
کبھی خوش ہے دل اور کبھی [illegible]	زمانہ کا جیسے ہے پست و بلند
جہاں [illegible] اندوہ و عشرت ہیں	کہیں صبح عشرت کہیں شام غم

دل صد چاک ہے گل خنداں	شادی و غم جہاں میں توام ہے	درد
نہ سمجھا درد ہم نے بھید یاں کی شادی و غم کا	سحر خنداں ہے کیوں روتی ہے کسکو یاد کر شبنم	″
جہاں میں عرصۂ عشرت سے سوا دہ چند ہی غم کا	اگر ہے عید کا اِک دن تو عشرہ ہے محرم کا	ذوق
ہو خوشی بے رنج سو یہ ہے زمانہ سے بعید	نوش دے بے نیش یہ زنبور خانہ سے بعید	سودا
چمن دہر میں توام ہیں سدا شادی و غم	خندۂ گل نہ رہے گریۂ شبنم سے دُور	″
اِس باغ میں اِک گل کو خنداں جو کہیں دیکھا	سو غنچے کی واں صورت دیگر نظر آئی	″
گل دیکھے جو سو غنچے نظر آئے ہزاروں	خوش لٹھینگے کم اس باغ میں مغموم بہت ہیں	″
عیش آلودۂ افسوس ہے اِس جا کہ حنا	جس کو پہنچی تو اُسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا	″
خوشی دو دل کو اِک جا پر نہ دیکھا میں زمانہ میں	چمن میں گل اگر خنداں ہے تو بلبل بھی نالاں ہے	″
لاکھ شادی ہو نکل آتا ہے غم کا پہلو	نالہ پوشیدہ ہے آواز میں شہنائی کی	سفیر
آج جو عیش میں ہے کل ہے مقید غم کا	اِک طرح پر نہ کبھی حال کسی کا ہوگا	سید
سب کے لئے جہان میں ہیں شادی و ملال	وہ کونسا چمن ہے کہ جس کو خزاں نہیں	شفق
غم و عیش توام ہیں باغ جہان میں	جو شبنم ہے گریاں تو گل خندہ زن ہے	″
عیش دنیا میں ہے غم عقبے	نفع کو دیکھ اور ضرر کو دیکھ	″
ضد اشیاء سے ہے ظاہر نیک و بد	عیش کی خوبی جہاں میں غم کے ساتھ	شاہ
دور عالم میں مقدم کیوں نہ سمجھیں غم کو ہم	اے شہیدی ماہ ماتم سے شروع سال ہے	شہیدی
اندوہ دائمی سے کٹے کس خوشی سے عمر	گر مجھ کو غم نہ ہو طرب گاہ گاہ کا	″
میری قسمت میں نہ لکھتا اِس قدر گو رنج و غم	سادہ رہ جاتا نہ دفتر منشی تقدیر کا	″
رنج میں بھی عیش کا لطف رہا عمر بھر	روز دکھاتی رہی گردش ایام رقص	طاہر
بزم عالم میں بہم شادی و غم ہیں دونوں	ایک ہنستا ہے ظفر ایک ہے گریاں روتا	ظفر
خوش کوئی کیا ہو ہمیشہ کہ خوشی ہے گاہ غم	ہاں مگر وہ جو کہ ان دونوں کو سمجھے ایک سا	″
جب عشرت و نشاط کا موسم گزر گیا	تو کیا گزر نہ جائینگے رنج و محن کے دن	″
غم و شادی بھی اِک جا ہی زمانہ کی دورنگی سے	ہنسی شدت سے جب آتی ہے تب آنسو نکلتے ہیں	عاشق
رنج و راحت ہیں زمانہ میں ملے	شاد کوئی کوئی ناشاد ہوا	″
رفع الم حاصل لذات دنیوی	ہے عیش کی طلب سے جہاں میں بنا رنج	″
ہے جو یہ صبح تو وہ شام نہیں	عیش و غم دونوں کو دوام نہیں	″
کوئی غم ایسا نہیں جس میں نہ ہو سامان عیش	نغمۂ شادی ہے پیدا نالۂ مزمار سے	عزیز
زحمت ہے گویا بجر جہانِ خراب میں	آرام کچھ ہر آئینہ اِس پار پارہ ہے	فدا
سچ پوچھئے تو عیش کا باعث ہی رنج ہے	مزا نہ ہو تو جینے میں کچھ بھی مزا نہ ہو	فروغ
آنکھ رونے کے لئے ہے لب ہنسی کے واسطے	عیش و غم کے ہیں یہ سامان آدمی کے واسطے	فوق
عیش و غم توام اگر ہیں عالم اسباب میں	تو کف افسوس زیبا ہے جلاجل کے لئے	قدر
ہائے اس میخانہ میں توام ہے شادی غم کے ساتھ	قہقہہ شیشہ کا دیکھا دیدۂ پرنم کے ساتھ	″
کبھی ہنسے کبھی روئے فلک کے نیچے ہم	یہاں گزر گئے برق و سحاب کی مانند	″

خوشی و غم

جہاں وہ چند روز کا یہ جاں کے ساتھ ہے [illegible] رنج	قلق
کیونکہ زیادہ عیش سے مجھ کو نہ بھائے رنج	″
صبح عیش اپنی شب غم ہمیں دکھلائیگی	
[illegible] ہوا کرتے ہیں اکثر محظوظ	گویا
لطف رنج کے بعد ہے روزگار میں	
راحت کے ساتھ رنج بھی ہے شبنم بہار میں	
ہنسنے پہ گل کے روتی ہے شبنم سے یکساں یاں غم و خوشی	میر
ہوتی ہے دل کی جمعیت سے [illegible] کی شادی ہے	
[illegible] نکالے [illegible] ہم نے پایا	″
شادی سے غم جہاں میں ہے چند دم [illegible] رہا ہے	″
ہے عید اک دن تو دس روز [illegible] ہی کی جا تھی	
جہاں تنگ [illegible] سے رہا خوش	″
کوئی دن میں تکلف [illegible] میں تو سن اسے ہم	
ہوا ہوں فرط اذیت سے میں [illegible] مجھ کو نہیں	″
بغیر رنج و خیال نشاط [illegible] زیادہ دہر میں	
وقت خوشی دیکھا نہ اک دم [illegible] شبنم رو دیئے	″
خندۂ صبح چمن پہ مثل [illegible] وہی ہو فرق	
شادی و غم میں جہاں کے ایک سے دن [illegible] محرم رو دیئے	
عید کے دن ہنستے تو دس دن [illegible] دم زیست	منشی
غم رہا دل میں کبھی عیش رہا [illegible]	
یہ جو چلی کبھی جہان سے خالی نہ ہوئی	

راحت [illegible]

لے ہونگے ۲ نہ۔

خوشی و غم

راحت تھی ابتدا میں تو ایذا اخیر میں
خوشی کو کیا کوئی ڈھونڈھے کہ نام کو بھی نہیں

اے مصحفی عشرت میں کہ عسرت میں بسر ہو
اے دل تمام عمر یہاں کون خوش رہا

ہیں رنج و راحت ایک اُسے جس کے کان میں
خوشی کے ساتھ ہم آغوش غم نہ کیونکر ہو

چمن دہر میں تنہا نہیں بے رنج کے گنج
خوشی کے بعد ہے غم غم کے بعد ہو شادی

خوشی میں غم کا ہے ڈر غم میں ہے خوشی کی اُمید
خوشی حیات کو لازم ہے گرچہ ہو موہوم

جہاں کے شادی و غم در گزر ہیں
اس جہاں میں نہیں جز رنج مآل شادی

کیا بزم روزگار میں نادر ہے نام عیش
عیش و عشرت کی تمنا حسرت و ارمان عبث

شادی و غم ہیں زمانہ میں بہم بے کم و کاست
وہ کون ہے جس کو کہ نہیں رنج و الم

مخلوط ہی ملتے ہیں جہاں ملتے ہیں
نہیں خوشی کو قیام مانا الم کو کیسے دوام جانا

راحت گزران ہے رنج بھی ہے گزران
شادی سے نہ شاد ہو نہ غم سے غمگیں

میں نے دیکھا ہے سرور اور الم توام ہیں
توام جہان میں دل انساں ہے اور غم

رہتا ہے روز و شب کی طرح باہم اتصال
شادی و رنج ازل سے ہیں بہم میرے ساتھ

ہو نشاط یا غم ہو اپنی اپنی قسمت ہے
میں سمجھتا ہوں کہ شادی کا سرانجام ہے غم

نوائے شادی و غم دونوں یوں ہیں دوش بدوش
شادی و غم کو یہ مانا کہ بہم ہیں لیکن

غم و شادی کو میں ایسا ہی سمجھا جس طرح کوئی
ہنسنے کے ساتھ زخم نے کی خونفشانیاں

گہے غم کا ہے عالم گہ خوشی کا
ہے مرے قہقہہ کے ساتھ ساتھ نالہ بھی

گل جو ہنستے ہیں تو کیوں روتی ہے شبنم باغ میں
گویا میں حرف عطف ثواب و عذاب تھا

وہ ہو گئی ہے ہمارے دیار سے رخصت
ہے اپنے تو نزدیک مساوات کا عالم

گذرے خوشی کے ساتھ جو اک دم بہت ہے یاں
صوت قفس ترانۂ گلزار ایک ہے

محب گلوں ہی کے پہلو میں خار ہوتے ہیں
گل بھی رہ کہتے ہیں یہاں نوک سر خار کو تیز

بتا رہی ہے یہ لیل و نہار کی صورت
عروج میں بھی ہے اندیشۂ زوال مجھے

کہ ایک سانس پہ پھولا حباب رہتا ہے
ملول اس سے نہ اس سے شاد ہوں میں

گرتے ہیں خاک پہ گل شاخ پہ خنداں ہوکر
غمگیں جو سیکڑوں ہیں تو ہیں پانچ چار خوش

چار دن کا عیش یا رنج فنا کچھ بھی نہیں
ساتھ ہی ملتے ہیں اے دوست میں کہتا ہوں راست

وہ کون ہے مسرور رہے جو ہمیشہ
ہیں شادی و غم مہر جہاں میں توام

جہاں میں شادی و غم ہیں توام الم تجھے کیوں اے دل حزیں ہے
دونوں اے مہر اس لئے ہیں یکساں

ہیں شادی و غم جہاں میں توام ناداں
کیونکہ دنیا ہے وہ جا شادی و غم توام ہیں

لاکھوں جو نعمتیں ہوئیں پیدا شکم کے ساتھ
شادی کے ساتھ غم ہے تو شادی ہے غم کے ساتھ

زخم کی طرح سر لب ہوئے خنداں پیدا
چاہیئے بُرا کس کا گرچہ ہے بھلا اپنا

مل رہے ہیں کف افسوس جلا جل ایسا
کہ پس گیا گل نغمہ کف جلاجل پر

سیکڑوں دہر میں گریاں ہیں تو خنداں دو چار
لگا لے خون دامن میں کہ ناخن پر حنا رکھے

سچ کہتے ہیں کہ رنج خوشی کا مآل ہے
رہے پھر حال کیا یکساں کسی کا

صدائے خندہ سے رہتی ہے توام فریاد
گلشن عالم میں گر شادی و غم توام نہیں

منیر
مصحفی
محب
مجروح
ماہ
مقبول
مہر
ناسخ
نشاط
نظم
وزیر

زمانہ کی نہ گردش اک طرح یکساں ہی رہتی ہے / کبھی شادی کبھی غم ہے سماں کہ ان میں توام کا — ہرچند

ہے کسی کو غم کوئی دلشاد ہے اس دہر میں / رات بھر روتی ہے شبنم گل ہے خنداں باغ میں — ״

شادی و غم جہان میں توام ہے / لیک غم ہے بہت خوشی کم ہے — ہوش

خود غرضی

کوئی زمانہ پائے جو ہوتا شریکِ درد / پائے تو اس زمانے میں مطلب کے پائے دوست — آفاق

کام مطلب سے کسی کے نہیں رکھتے صاحب / تم کو منظور فقط اپنی ہی خود کامی ہے — انشار

رونا ہے تو اسی کا کوئی نہیں کسی کا / دنیا ہے اور مطلب مطلب ہے اور دنیا — اکبر

بے سبب کوئی کسی کا دہر میں طالب نہیں / ہے شبِ تاریک میں مطلوبِ خاص و عام شمع — اسیر

لگائیں تو دل حیف کس سے لگائیں / جسے دیکھیے خود غرض آشنا ہے — اطہر

سب کی نظروں سے گرے رہتے ہیں اربابِ غرض / سب کی آنکھوں میں وہ ٹھہرے جو یہ حاجت رکھے — بحر

اتحاد اہل غرض سے نہیں رکھتا کوئی / ایک دن مل کے نہ محتاج و تونگر بیٹھے — ״

سمجھ مطلق نہیں اہل غرض کو / کسے محتاج سائل جانتا ہے — ״

نہ رکھ امید اقارب سے نہ کام آئینگے مشکل میں / کہ سب ناخن ہیں عاجز و رشد عقد انامل میں — ״

غرض جس سے نکلتی ہے بشر وہ کام کرتا ہے / اسی میں خوب جی لگتا ہے جس میں مطلبِ دل ہو — ״

یکساں ہیں فقیر اور امیر اہل غرض کو / جس گھر سے کہ امید بر آئی وہ ہے دربار — ״

رفتار رہرو و یارہ مقصد میں ایک ہے / ثابت ہوا یہ گبر و مسلماں کو دیکھ کر — ״

اہل مطلب کی کوئی حرکت نہیں ہے معتبر / ہر طرح بندے ہیں یہ کم نور گویاں حال کے — پرتو

اہل حاجت کس قدر رہرو پڑے ہیں دیکھئے / جس سے کچھ ملتا ہے بنجاتے ہیں اس کے پالکے — ״

بحر جہان میں کون غرض آشنا نہیں / خود غرضیاں تو کوئی نیا ماجرا نہیں — ״

کل یہ در تک بھی عداوت سے نہ آنے دینگے / آج اٹھ اٹھ کے جو محفل میں بٹھاتے ہیں مجھے — تسلیم

خود غرض انسان سے بڑھ کر کوئی دنیا میں نہیں / خود سمجھ لیں ہو گا مستوجب یہ کس الزام کا — تمنا

جو ہیں اربابِ غرض ان کا نہیں پنہاں ہے حال / اپنے مطلب کے لئے لیتے ہیں تدبیریں نکال — ״

یہ غرض وہ ہے کہ جس کو الغرض ہے اپنی فکر / سب کے آگے ہے یہ پھیلائے ہوئے دست سوال — ״

جتنی ایجادیں ہوئی ہیں ہے ضرورت ان کی ماں / جس سے ہو پوری غرض طالب وہی چلتے ہیں چال — ״

خود غرض سے نہیں امید وفا کی ترکی / کیونکہ رکھتا ہے سدا اپنے ہی وہ کام سے کام — ترکی

بے غرض اہل دنیا فقرا سے کب ملے ہیں / مشکل پڑے تو ہووے مشکلکشا سے ملنا — تراب

اہل دنیا کی غرض لگتی ہے جب درویش سے / کہتے ہیں اپنے حصول مدعا کے واسطے — ״

عبرت کی جا ہے دیکھیے احباب کا جو حال / مطلب کے آشنا ہیں غرض اپنے کام سے — جنون

زمانہ یار ہے مطلب کا دوستی کیسی / طریق کار بر آری ہے آشنائی کا — جویا

باپ بیٹوں میں نہ الفت کا اثر ہے باقی / جس کو دیکھا گلِ مقصود کا شیدا دیکھا — حیرت

افسوس اہل دیں بھی مانند اہل دنیا / خود کام خود نما ہیں خود بیں ہیں اور خودآرا — حالی

خود غرضی

اہل دنیا ہیں تمام اہل غرض کے بندے — خلیل

پڑ گئی جب کوئی مشکل تو خدا یاد آیا — داغ

بیگانہ کو دیکھا ہر اک یگانہ دیکھیں

اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھیں — ״

جس کو دیکھا غرض غرض کا ابی

دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھیں — سودا

تجھے جو سمجھے ظالم اس سے تو دشمنی ابتک ہے

خدا جانے بلا کیا لالچی یہ تیری خود کامی — تمیز

تجھ کو خاص مطلب ہے نہ عوام سے کام

ہر کوئی ہے مجھ کو اپنے کام سے کام — سید

ہزار کوئی تو نظر آیا نہ بشر دنیا میں

بے غرض تو نظر آیا نہ بشر دنیا میں

جس کو دیکھا اسے مطلب ہی کا خواہاں پایا — سفیر

خود غرض دنیا میں کہلاتا ہے جو

ہو خدا کی مار اس انسان پر — شفق

اپنے مطلب کے سوا کوئی نہیں بات اچھی

ہٹ گیا اہل زمانہ کی ملاقات سے دل — عادل

اپنے مطلب کی بہت باتیں بناتے ہیں جو

ایسے یاروں کو سمجھتے نہیں ہم یار کبھی — عیش

بحر جہاں میں ملتا نہیں کوئی بے غرض

پایا یہاں ہر اک کو غرض آشنا غرض

جس کو دیکھو

خوشامد

کیوں خوشامد میں کروں قاصد تیری
بھیجدو نیکا نامہ اپنا دو رشک ہے
خوشامد یہ میسر دوں کا جو اپنے لئے میں ملتا ہے
بڑا کامل ہی نا تو کام کیا دینا ہنر خالی
جو کہئے تو جھوٹی کا جو سنئے تو بھی
خوشامد بھی کام ہے عجب چیز پانی
خوشامد سے کر لیں کمال طبیعت اہل انسان کی
خوشامد سے تسخیر کیا انسان ہو یکی پیشانی
چاپلوسی کا ہے دشمنوں کی کا کار دار انگیز ہے
پاؤں کہ کبر پر رکھ اس کوئی کار ہیں ہو
اہل دنیا کو وہ انسان کے لئے ہیں
اور خوشامد ہم اس کو غرض ہی نہیں
کلام ہے دنیوی کا خوشامد کیسا کا غلام ہے
ما لک خوشامد سے ہر اک شخص کا کیا راضی ہے
دل خوشامد سے جن دیا نا بھوت بلا راضی ہے
آدمی جن و پری خلق اس لئے سدا راضی ہے
جو خوشامد سے کر خوش ہے خدا راضی ہے

اپنا مطلب

جس کو دیکھو خود غرض نا آشنا
دُنیا میں اندنوں ہے محبت غرض کا نام
سب اپنی غرض کے آشنا ہیں
از رُوئے تجربہ ہوا ظاہر کہ اہل دہر — تسلیم
اپنی اپنی فکر ہے ہر شخص کو
جو طالبان زر ہیں ہوئے کب وہ آشنا
اپنے مطلب کا زمانہ ہے ہر اک ہے خود غرض
دوست بنجاتے ہیں دشمن یار بنجاتے ہیں غیر — "
ہوتا ہے یہاں مہر کوئی کب اپنا
ہم نے سب آشنا غرض کے پائے
مطلب کا زمانہ ہے غرض کا بندہ — حالی
گریہ دیکھا ہے اور خندہ دیکھا
مطلب کے یار یار سارے ہیں مہر
تیرے لے خود غرض عمل جھوٹے ہیں — سودا
ٹکسال سے باہر ہیں یہ سکے نادان
اے خود غرض غرض کے پھندے ہیں برے
ایسے دھندوں میں تم نہ پھنسنا ہرگز — سلیمان
اپنی اپنی ہی ہر انسان یہاں کہتا ہے
اہل دُنیا تو ہیں غرض کے مُرید
وہی ہیں قابل اُلفت جو بے غرض ہیں محب — شائق
آشنا اپنی غرض کے ہیں محبت کا ہے نام
قوم میں تو عدل و رحم و دوستی یکسر نہیں
نہیں خطرہ سے خالی صحبت اہل غرض ہرگز — فدا
سکیں برادر و زن و فرزند و آشنا
زمین کی سیر کی اور آسمان کو دیکھا
دوست دُنیا میں نہیں کوئی کسی کا بے غرض — نظیر
سچ ہے دُنیا میں نہیں ہوتی محبت بے غرض
ارباب غرض کی بات سُنکر
ابنائے زمانہ ہیں غرض کے بندے
یہ مٹھی بھر اپنے اونچے ہونے کے لئے
جو کوئی ہو آپ مطلب آشنا
وقار اپنے دم سے میں رکھتا ہوں مطلب
سچ تو یہ ہے آدمی سا کوئی خود مطلب نہیں

کیجئے کس سے محبت آجکل — عجیب
غیر از غرض نہیں ہے کوئی آشنا کبھی — فدا
کوئی نہ کسی کا آشنا ہے — "
رکھتے نہیں ہیں مردم بیکار سے غرض — قطب
کون کرتا ہے کسی کے واسطے — "
نا آشنائے محض ہیں یہ مطلب آشنا — مہر
فارغ البال آدمی ہو یا کہ ہو وہ تنگ حال — "
درمیان آتا ہے جب حرف غرض اے نیک فال — "
مطلب ہاں ڈھونڈھتے ہیں ہم سب اپنا — "
سچ ہے دنیا ہے اور مطلب اپنا — "
تو اپنی زندگی نہ کر ان میں خراب — "
دنیا کا عجب ہم نے دھندا دیکھا — "
جس کو دیکھا غرض کا بندا دیکھا — "
اور اون کے جو پھل چاہے وہ پھل جھوٹے ہیں — "
سچ کہتا ہوں جو سیم و عمل جھوٹے ہیں — "
بندے ہیں جو خود غرض وہ بندے ہیں برے — "
سچ کہتا ہوں تم سے میں یہ دھندے ہیں برے — منتھی
خویش اپنا نہیں کوئی نہ برادر اپنا — محب
اور ہم اُن کو آشنا سمجھے — "
بشر کو چاہئے ہر خود غرض بشر سے بچے — "
کون کس کا دوست ہے سب آشنا کہنے کو ہیں — "
یار سب اپنی غرض کے ہیں کوئی یار نہیں — "
پٹک دیتے ہیں آئینہ کو سنگیں دل کبھی سل پر — "
مطلب کے اپنے سب ہیں جو دیکھا جہان میں — "
غرض کہ اپنی غرض کا جہان کو دیکھا — "
ہو گئی جب صبح شمع مردہ کا کچھ غم نہیں — ناسخ
کیا شب تیرہ میں وہ رشک قمر آتا ہے یاد — "
کرے لیجے یک بیک نہ باور — نسیم
جھکنا نہ کہیں دغا کریں گے تجھ سے — نظم
رکھنے کو گلے پہ پاؤں ہونگے تیار — "
اس سے چشم حاصل مطلب عبث — وقار
نہ طالب کسی کا نہ شیدا کسی کا — "
کی عبادت بھی تو حور و لقا کے واسطے — وزیر

اپنا مطلب ہو تو مطلب کی خوشامد کیجیے	اور نہ ہو کام تو اس ڈھب کی خوشامد کیجیے	نظیر
اولیا انبیا اور رب کی خوشامد کیجیے	اپنے مقدور غرض سب کی خوشامد کیجیے	״
بڑے عاقل بڑے دانا نے نکالا ہے یہ دام	خوب دیکھا تو خوشامد ہی کی آمد ہے تمام	״
عیش کرتے ہیں وہ جن کا خوشامد کا مزاج	جو نہیں کرتے وہ رہتے ہیں ہمیشہ محتاج	״
ہاتھ آتا ہے خوشامد سے مکان ملک و تاج	کیا ہی تاثیر کی اس نسخے نے پائی ہے رواج	״
خوب دیکھا تو خوشامد کی بڑی کھیتی ہے	غیر کیا اپنے ہی گھر بیچ یہ سکہ دیتی ہے	״
میٹھی میٹھی ہیں خوشامد کی تو پیاری باتیں	ہاں مگر زہر سے بدتر ہیں یہ نیاری باتیں	״

خوش مزاجی

شکل تصویر ہوں ہر رنگ میں شاد	کبھی رونا مجھے آتا ہی نہیں	تسلیم
تو لطف خدا سے جو خوش حال ہو	تو دل مائل حسن اعمال ہو	تائب
خوش حالیوں سے اپنی موج شمیم گل ہوں	رہتا ہوں ذکر بن کر یاران ہم وطن میں	ثاقب
جو صحبت یاران طریقت میں بسر ہوں	بڑھ کر ہیں وہ دن عمر کے عیسیٰ و خضر سے	״
جو مصیبت میں رہا کرتے ہیں خوش	جائیں گے دنیا سے ہنستے بولتے	״
خوش مزاجی سے رہے دل کو مسرت ہردم	شاد و بشاش رہے اور طبیعت ہردم	شفق
جو کہ دنیا میں ہیں خوش باش شریف و لائق	ان کی ہوتی ہے ہر اک ملک میں عزت ہردم	״
خوش مزاجی سے ہر اک کام ہو پورا تیرا	تازگی دل کو ملے اور ہو طاقت ہردم	״
خوش مزاجوں کی تو دنیا میں ہو تعریف سدا	بدمزاجوں پہ ہو نفرین و ملامت ہردم	״
بدمزاجی سے رہو دور خدارا یارو	یاد رکھو یہ ہے خادم کی نصیحت ہردم	״
آسودگی دل سے ہے آزادمنش خوش	ظاہر میں ہے گو فرق بڑا شاہ و گدا میں	״
باغ عالم میں شگفتہ دل ہیں ہم پیری میں بھی	کون کہتا ہے خزاں میں پھول کھلتے ہی نہیں	میکش
نور دل کو ہوئی خوشی پیدا	جب کوئی غم نیا نظر آیا	نور
ہم رہا کرتے ہیں ہر حال میں خوش اے یکتا	رنج کہتے ہیں کسے اور مصیبت کیسی	یکتا

خوف خدا

دبے نہ سامنے فرعون کے کبھی موسیٰ	خدا سے باک ہے جن کو کسی سے باک نہیں	اسیر
نہ آندھی سے ڈریئے نہ بھونچال سے	خدا کے غضب سے ڈرا کیجیے	بحر
کب ہول باز پرس قیامت سے ہوگی بند	وہ آنکھ خوف حق سے جو وقت سحر کھلے	ترکی
اے مسلماں گر ترے دل میں خدا کا خوف ہے	توبہ کر اپنے گناہوں سے اور عصیاں چھوڑ دے	تراب
وہاں یہ بال بال اپنا بتا دیگا حال اپنا	غضب سے حق تعالیٰ کے بہت اس وقت ڈرتا ہے	״
حیرتی کی دعا ہے کہ جو دنیا سے سفر ہو	انجام ہو بہتر مری عمر گزراں کا	حیرت

خوف خدا

جس جگہ پاؤں ٹھہرتا نہیں ہزاروں کا حال کیا ہوگا وہاں ہم سے گنہگاروں کا	حیرت
ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب سے اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا	درد
کیوں نہ ہو خوف خدا جب ہو یقین آئے گی اک دن قیامت آئے گی	رونق
زینت ہے خوف حشر میں مجھ کو گناہ کا نقشہ پلٹ گیا مرے روئے سیاہ کا	صابر
گرچہ ہو دشمن جاں سارا زمانہ ظفر ہاں مگر چاہیے اللہ کا انسان کو خوف	ظفر
ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا	״
عزیز خوف الٰہی سے عفو کی ہے امید کہ رنگ زرد بھی ہے نامۂ سیاہ کے ساتھ	عزیز
غضب سے خدا کے جو ڈر کر ہے روتا سیاہی کو عیبوں کی وہ دھو رہا ہے	علی احمد
اس جہاں میں خوف حق سے جو سدا روتا رہا ہے یقیں اس اشک سے ٹھنڈا سفر ہو جائیگا	״
خدا کا خوف کہاں ہے کیوں نہ انساں خوف کی جا ہے کرنا ہے حساب تجھے خاک میدان قیامت میں	ذوق

استقامت

لہ میں ۱۲ سے آرام ۱۲

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہائے قائم نہ تری آنکھ پسیجی لیکن	ابر روتا ہے سدا خوف سیہ کاری سے	قائم
خدا کا خوف جوانی میں مجھ کو آتا ہے	مرے شباب پہ عالم ہے پارسائی کا	قطب
طبیعت پر نہیں کچھ ذکر عقبیٰ سے ملال آتا	نہیں دلمیں تمہارے خوف رب ذوالجلال آتا	مہر
کبھی بھول کر بھی وحشت نہ کیا خیال فردا	میں رہا اسی سے غافل کہ جو کام تھا ضروری	وحشت
غافلو خوف خدا کچھ نہیں رکھتے ہو بھلا	تب ہی احوال کھلے گا ذرا مر تو دیکھو	ہمدم
روز پرسش سے ذرا دل میں رکھو خوف و خطر	اس قدر دنیا میں تم عقبیٰ کا ڈر مت چھوڑ دو	״

دروغ گوئی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دعویٰ باطل ہے انسان کو ہلاکت کا سبب	حال کیا آخر انا الحق سے ہوا منصور کا	اسیر
فریبوں سے عبث امید ہے مطلب برآری کی	گہر بیدھے گیا کب سوزن مژگاں سے آنسو کا	״
جی اٹھا ہیں گو بنا کر بات قاصد نے کہی	صدق سے بہتر دروغ مصلحت آمیز ہے	״
چرچا بہت دروغ کا ہے زیر آسماں	شاید کہ ماٹ نیل کا شاید بگڑ گیا	״
جھوٹ اور غیبت کی عادت ہے بری	اس سے سب بچوں کو نفرت چاہئے	افضل
سچ کہو سب کی بھلائی ہیں رہو	جھوٹ، چغلی سے عداوت چاہئے	״
جھوٹ کی بھول کر نہ ڈالو خو	جھوٹ ذلت کی بات ہے آخ تھو	اسمٰعیل
ہے بڑا جھوٹ بولنے والا	آپ کرتا ہے اپنا منہ کالا	״
فائدہ تم کو کچھ نہ دیگا جھوٹ	جائیگا اک روز بھانڈا پھوٹ	״
جھوٹ کا پکا جو تجھ کو اے زبان ہو جائیگا	ایک دن ہونا ہے جو کچھ وہ عیاں ہو جائیگا	انجم
صبح کاذب روسیہ ہے صبح صادق روسپید	وقت پر چھپتا نہیں کھلتا ہے سب کا جھوٹ سچ	بحر
کلۂ باطل سے جھنڈے پر نہ چڑھ	قصۂ منصور سن۔ کچھ دھیان کر	״
یاوہ گوئی آدمی کرتا ہے روٹی کے لئے	جان لو دو لقمۂ ابنائے دنیا جھوٹ سچ	״
اعتقاد ارباب دنیا سے ہمارا اٹھ گیا	منہ میں دو دو زبانیں دلمیں کیا کیا جھوٹ سچ	״
ایسے جھوٹے ہو کبھی سچ بھی اگر ہو بولتے	اعتبار آتا نہیں صاحب تمہاری بات کا	״
تمام جرم کا دنیا میں بادشاہ ہے جھوٹ	خدا اپناہ میں رکھے بڑا گناہ ہے جھوٹ	حفیظ
کبھی عروج صداقت بغیر کیا ممکن	یہ جان لو کہ ترقی کا سد راہ ہے جھوٹ	״
ہے جھوٹے پہ اللہ کی بس ہر گھڑی لعنت	کاذب کو کیا کرتے ہیں سب لوگ ملامت	عادل
جو جھوٹ کا عادی ہے وہ ہے خوار ہمیشہ	دنیا میں کبھی ہوتی نہیں کذب کی عزت	״
موت سے بدتر سمجھتا ہوں میں جھوٹی بات کو	زہر کھا لوں خوف آتا ہے قسم کھاتے ہوئے	عاشق
نہیں ممکن کبھی فروغ دروغ	ہو سکے گا کبھی نہ جھوٹ کا سچ	عیش
کبھی جھوٹا آدمی تو نہیں ذی وقار ہوتا	وہ ہمیشہ سب کے آگے ہے ذلیل و خوار ہوتا	گہر
کہو بات مانے کیسے کوئی جھوٹے آدمی کی	کہے سچ بھی وہ تو جھوٹا ہے برا شمار ہوتا	״
کوئی نیک سمجھے اچھا کسی جھوٹے کو بھلا کیا	کہ بدوں میں بھی تو جھوٹا ہے برا شمار ہوتا	״

دشمن پنہاں سے انساں کیوں نہ دھوکے میں پڑے	چاہ اگر خس پوش ہو اس کا پتا ملتا نہیں	اسیر
کون ایسا دل اپنے دشمن کو نہیں پہچانتا	چشم گربہ تیز پڑتی ہے کبوتر باز پر	″
دشمن سے کچھ ضرور مروت نہیں اسیر	لازم ہے تلخ بات کا دینا جواب تلخ	″
وہ کون ہیں جو دوستی کرتے ہیں دشمنی	ہم کو تو دشمنوں سے محبت پسند ہے	
غیر کی منت پر اے اختر نہ جا	عجز اس کا گھات سے خالی نہیں	اختر
دشمن سے آرزو جسے مہر و وفا کی ہے	اس ناسمجھ کی عقل پہ رحمت خدا کی ہے	افسوں
عداوت کا شعلہ یہاں مشتعل ہے	جلا ایک کا دل ہوا دوسرا خوش	بحر
حال قابیل کا ہابیل سے پوچھے کوئی	وہ زمانہ ہے کہ بھائی ہے عدو بھائی کا	″
اپنے بیگانے ہو گئے شاید	دشمنی نام ہے محبت کا	تسلیم
میرے جو دوست ہیں وہی کرتے ہیں دشمنی	بوتے ہیں کانٹے مہر و محبت کی راہ میں	
ایسے چمنستاں میں بسر میری ہو کیونکر	بیگانہ جہاں سبزہ ہو شمشاد کھنچا ہو	″
سر جھکا جب پاؤں کی جانب تو غافل آئی موت	دیکھا دشمن کی تواضع پر نہیں لازم گھمنڈ	ثاقب
ہو جائے نشانہ نہ کہیں دیکھ خبردار	دشمن کی تواضع میں ہے تاثیر کماں کی	″
فریب عجز دشمن تجھکو کردے گا تہ و بالا	جھکیں جس گھر کی دیواریں وہ ہی برباد ہوتا ہے	″
حرص و ہوا اجل غم اموات دوستاں	خالق بچائے لاکھ ہیں دشمن بشر کے ساتھ	جوشش
دشمن جاں ہے زبس جوشش یہ گردوں میرا	منتشر کیوں نہ کرے ہوش یہ گردوں میرا	″
تجھے گرگ پئے یوسف جاں جملہ برادر	پردیس میں کیا رنج کروں ہجر وطن کا	جرار
چوکتے وہ لوگ ہیں کب وقت پر	جن کو ہوتا ہے عداوت کا مرض	جنوں
اعدا کے قرب سے نہ کرے خوف آدمی	بتیس دانت منہ میں ہیں دشمن زباں کے	طاہر
اپنے دشمن کو نہ کہتر کبھی سمجھے انسان	اس سے غافل نہ کبھی آن میں رہنا بہتر	عالم
پھر نہیں ممکن کہ لطف یک دلی باہم رہے	جب کسی انساں سے آجائے دل انساں میں فرق	عاشق
دیکھو عاجز ہر کسی سے دوستی	ہاں کسی سے دشمنی اچھی نہیں	عاجز
دوستی ہے وجہ عزت و آبرو	دشمنی سے آدمی ہوتا ہے خوار	
سمجھ لو دوستی کو تندرستی	عداوت کا مرض ہوتا برا ہے	″
عداوت مصیبت ہے آفت ہے ایک	کسی سے نہ عاجز عداوت کرو	
کیا برا زمانہ ہے جگر کا مرے بھوکا	تشنہ ہے فلک بھی تو بہت دن سے لہو کا	فدا
دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی ترست	اے قدر تم نے حال سنا ہے خلیل کا	قدر
گرے گا آپ عدو ٹال جائیے اے قدر	کہ منہ کی کھاتا ہے چوکا ہوا نشانے کا	″
عدو کی تواضع سے غافل نہ رہنا	کہ جھکنے میں اس کے ہے خنجر کی صورت	منتہی
معدوم دوست دشمن انساں ہیں بیشمار	پیدا اگرچہ بہت ہیں کوئی داد گر نہیں	محب
بچایا مسخ صورت سے جہاں میں رحم نے ورنہ	عداوت سے یہی انساں بشکل مار ہوجاتا	″
راحت قلب ہے اسی کو نصیب	جو عدو کو بھی آشنا جانے	
کسی سے رکھ کے کین بے سبب لینا ہے کیا تم کو	کسی سے دشمنی کرکے ملے گا کیا بھلا تم کو	مہر

دشمنی

خندۂ زخم و لب سوفار کرتا ہے خون / [illegible] دشمنی میں دشمنی — نسیم

بہتر [illegible] بدگہر کو ہے عیش پاک طینت سے — ناسخ

عداوت [illegible] دانائی مرہم — =

[illegible] دشمن [illegible] — ناسخ

[illegible] دشمن [illegible] — =

[illegible] دشمن [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

دل

دل آشنا اور نا آشنا ہے / [illegible] — معروف

[illegible] — =

[illegible] دل — [illegible]

دل

دل شکنی نہ کر جان کے دل گھر ہے خدا کا
زنہار کسی دل کو تو ناشاد نہ کرنا — تراب

بے خطرہ ہو کے دیکھ تماشائے دل تراب
کیا کیفیت ہے کیا ہی تجلی ہے طور پر — "

صورت اوس کی نظر پڑی ہے تراب
صاف اس دل کا آرسی سا ہے — "

رتبہ بڑھا نہ اوس کو مرے دل سے لگ گیا
مشہور گر زمانہ میں بھی جام جم ہوا — "

نقش اللہ کا ہے تم دل پہ چکیدہ ہے تراب
لوح دل پر تو مرے یار کی صورت کا بھی — "

کس طرح بے نقش رہے وہ دل
ہو لگا جس میں خار دنیا کا — "

لگا اس دل کو آئینہ طلعت
ہو نہ جس میں غبار دنیا کا — "

کر نہیں سکتا ہوں میں مفتون بھی کو دل
قلندرانہ کر ہو باغ ارم میں دیدہ اور — "

مومن کے دل کو کہتے ہیں سب خانہ خدا
بار دیگر یہ بنا کر ہے خیر البیوت ہے — "

اے آسمان معاف رکھ ان محبوبوں کا اب
شادی کا سے کام کا دل اندر دیکھیں نہیں — جرأت

شاعر	مصرع	مصرع
آصف	ڈھونڈھا مارا سب جگہ آخر لگا دل میں پتہ	دَیر میں پتھر تھا اور کعبہ میں کیا تھا خاک تھا
انور	حال نیرنگ جہاں اس میں نظر آتا ہے	جام جم میں کیا ہے جو آئینۂ دل میں نہیں
افسوس	دل سے بھی کہیں آتی ہے اغیار کی آواز	تو سن تو ہے اس گھر میں اسی یار کی آواز
"	اپنے دل کا تو آشنا ہو اگر	راز کھل جائے تجھ پہ ہر دل کا
اسیر	فقرا سے یہ ہے سیدھا مراد سے اُلٹا	راستی ہے تو یہ ہے دل کی کجی ہے تو یہ ہے
"	دل ہی ٹوٹا تو کہاں قالب خاکی کو قیام	قلعۂ چار عناصر کا یہی پھاٹک ہے
"	جو دل ہو معتدل اعضا کو فیض عام ملتا ہے	اگر سلطان ہو عادل خلق کو آرام ملتا ہے
"	رہے دُرست طلسم حیات یا ٹوٹے	کسی کا دل نہ کبھی ہم سے اے خدا ٹوٹے
افسر	خضر سے بھول کے پوچھیں گے نہ راہ کعبہ	دل دیوانہ کو ہم قبلہ نما دیکھیں گے
"	خانۂ دل کبھی خالی نہیں جاتا تجھ سے	کبھی تو ہے مرے دل میں کبھی جلوہ تیرا
انجم	جو تصور کیا وہی دیکھا	دل بھی آئینہ ہے سکندر کا
"	بیت العتیق کعبہ ہے بیت الشرف ہے دل	اسمیں خیال ماہوش و مہ رُخاں رہا
"	دل رہنمائے مسلک راز و نیاز ہے	یہ خانقاہ رسم و رہ سالکاں رہا
"	جیسی زیست ہماری گزری دشمن کی بھی یوں نہ بسر ہو	انجم حضرت دل کی بدولت ہم نے مصیبت کیا کیا دیکھی
"	جز یار اس میں غیر کے رہنے کی جا نہیں	اے آرزو دل ہے یہ مہمان سرا نہیں
"	سینکڑوں خواہشیں اور ایک دل پُر ارماں	عمر کس طرح سے ہوتی ہے بسر دیکھیں تو
امین	ہیں خانہ دل کی عظمت ہے لازم	کسی دوست کا یہ بنایا ہوا ہے
بیان	جھانک ٹک اے باغ دل میں اپنے بیاں	اس چمن میں بھی کم بہار نہیں
"	بیاں محفل بہ محفل ڈھونڈھتا تھا جسکو کاش اُسکی	میں اپنے دل کی خلوتگاہ ہی میں جستجو کرتا
باقی	دل میں دنیا کا تماشا دیکھا	موجزن کوزہ میں دریا دیکھا
بیدل	رکھا کرتے ہیں دل کو آئینہ سا صاف دل والے	یہ کیا معنے کہ دل ہو اور پھر دل میں کدورت ہو
"	خوشی کے نام سے دُکھتا ہے رنج کا کیا ذکر	وہ دل جو مشق ستمہائے روزگار رہا
"	اپنے دل کو کرے جو آئینہ	میرے نزدیک وہ سکندر ہے
پرتو	دنیا میں نرم دل سے ہیں سخت دل زیادہ	بتیس دانت تو ہیں اور اک زباں دہن میں
تراب	تراب جلوہ گہ حق تو دل ہے مومن کا	کرتا ہے آئینہ ناحق مقابلہ دل کا
"	کیونکر نہ رکھے صاف تراب آئینۂ دل	جس دل میں نظر پڑتے ہیں مولا کے تماشے
"	قلب مومن عرش و کعبہ تینوں یکساں ہیں تراب	مرد صاحب دل ہے وہ جس کا خدا سے دل لگا
"	جو دل کو نہ جانے کعبۃ اللہ	کہیو نہ تراب اُس کو حاجی
"	عجیب سیر و تماشا نظر پڑے اس کو	جو اپنے دل کی طرف دیدۂ خیال رکھے
"	حق نے گھر اپنا کہا مومن کا دل کیا جانے	خوبی اُس چھوٹے مکاں کی اس مکیں سے پوچھئے
"	خوبی اس عرش کی زیادہ مجھے پڑتی ہے دکھ	خانۂ دل دیکھنے میں گو نہایت تنگ ہے
"	جائے خالی میں بسے ہیں دیو بھوت	دل میں گر حق ہے تو کیا وسواس ہے
"	صحت قلب تو آساں نہیں مشکل ہے بہت	آہ دل ہو نہ کسی شخص کا بیمار خدا

سلہ ذرا ۱۲ سلہ کرتا ہے ۱۲

جب آکر کسی نے اٹھایا تو اٹھے	جہاں لے کے بیٹھا ہمیں دل ہمارا	تعشق
وقت پیری یاد اگر روز حساب آیا تو کیا	ہوش میں اب تو دل خانہ خراب آیا تو کیا	تسلیم
پھاڑ کھاتا ہے جو زردار سزا ہے تیری	کیوں شب و روز تو لے دل سگِ دنیا سے لپٹ	"
سارے عالم کو بنایا دوست ہم نے خلق سے	اب کوئی دل کے سوا اپنا عدو باقی نہیں	"
کیونکر متوجہ طرف دل نہ رہیں ہم	اس آئینہ میں جلوہ نما اور ہی کچھ ہے	"
دل کو اپنے جو غور سے دیکھا	صاف طور اس میں ہے تجلی کا	جوش
جویا نظر نہ آئے کبھی شکلِ دلربا	جب تک تمہارا آئینۂ دل میں زنگ ہے	جویا
جو دل ہے آئینہ ہے تمہارے ظہور کا	ذرہ میں آفتاب چمکتا ہے نور کا	"
ہے رشتۂ دل بھی تار برقی	ہوتی ہے خبر معاً وہاں کی	"
بن گیا آئینہ شاہد مقصود جلیل	دل روشن جو خیالِ رخ روشن میں رہا	جلیل
یہ دل جس کو سمجھے ہیں یک قطرۂ خوں	وہ دریا ہے جس کا کنارا نہیں	"
ہائے کیا حسرتکدہ تھا دل ہمارا اے جلیل	ہوگیا دو روز میں آباد بھی برباد بھی	"
دلِ انسان میں عجب جلوہ نظر آتا ہے	آنکھیں کھلجائیں کرے غور جو انسان ملیں	"
جنکو دل شگفتہ ملا ان کا قول ہے	جنت کی کچھ بساط نہیں دل کے سامنے	"
مسرت ہو کہ عسرت ہو گدائی ہو کہ شاہی ہو	خدا کی سمت لازم ہے رجوع قلب انساں کو	جرآر
بے صبر و خرد کاہل و غافل نظر آیا	یہ دل مرا ہر نقص میں کامل نظر آیا	جوہری
سب رنج و غم و ہر دیا دل کو خدا نے	صد شکر کہ وہ اس کے بھی قابل نظر آیا	"
ہوش و خرد و تاب و تواں عشق سے بھاگے	ثابت قدم اس راہ میں اکدل نظر آیا	"
ظلم پر ظلم سہے اُف نہ نکالا منہ سے	دل جسے سمجھے تھے وہ سینہ میں پتھر نکلا	"
جوہری گرچہ ہوئے رمزِ جہاں سے واقف	اس میں کیا کیا ہے یہ کچھ بھید نہ جانا دل کا	"
وہ ڈھائے کعبہ کسی کی کرے جو دل شکنی	یہ دل خدا کا نہیں گھر تو گھر یہ کس کا ہے	"
عیاں سر بسر حال عالم ہے دل پر	تجھے جوہری جامِ جم ہے تو یہ ہے	"
یہ بضاعت ہے سکندر کی نہ صنعت جم کی ہے	جام و آئینہ کوئی شئے اور ہے دل اور ہے	"
جانچتا ہوں وسعت دل حملۂ غم کے لئے	امتحاں ہے رنج و حرماں کی فراوانی تجھے	چکبست
دل نہیں روشن تو ہیں کس کام کے	سو شبستاں میں اگر روشن ہیں جھاڑ	حالی
عید اور نوروز ہے سب دل کے ساتھ	دل نہیں حاجز تو دنیا ہے اُجاڑ	"
کعبہ اگر پہنچ نہ سکے دل کی دید کو	دلبر قریب ہے تو نہ عزم بعید کر	حسن
نسخۂ دل کو سرسری مت دیکھ	سینکڑوں علم اس کتاب میں ہیں	"
صورت نہ ہم نے دیکھی حرم کی نہ دیر کی	بیٹھے ہی بیٹھے دل میں دو عالم کی سیر کی	"
ہے حریم دل میں حق آتا نہیں کوئی ادھر	قصد کعبہ کا کیا کرتے ہیں اکثر آدمی	حق نما
تو کہتا ہے آئینہ حیرت ہے مجھکو	وہ دل ہے مرا جو مرے رو برو ہے	"
جس طرف جاؤں ادھر طعن ہے تشنیع ہے	کس طرف جاؤں میں اے اللہ دل کے ہاتھ سے	حسرت
چھان کر دیر و حرم کی خاک یہ عقدہ کھلا	دل کے ویرانہ میں اس کی جستجو درکار ہے	حفیظ

دل

اسلام و کفر دونوں کا اس دل سے ہی ظہور
بتخانہ ہے یہی یہی بیت الحرام ہے — خاموش

ڈھونڈتے پھرتے ہیں اسکو جا بجا خوشدل عبث
کب وہ اپنے دل کے گوشہ میں بھلا ملتا نہیں — خوشدل

اسی دل میں خوشدل ہے دنیا کی سیر
یہ ہے جام جم جام جم کی قسم — "

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گذار دے — داغ

دل مرا باغ دل کشا ہے مجھے
دیدہ جام جہاں نما ہے مجھے — درد

یہ حسرت زدہ ہے یہ فرقت زدہ ہے
نہیں دل ہمارا کیا نے کرت بل — ذاکر

رہا کرتی ہیں لاکھوں آرزوئیں دل کے گوشے میں
اسی شیشے میں ہم نے بند کر رکھا ہے عالم کو — "

ہوئے دیر و کعبہ میں حیران جب کر
وہ دل میں ہے جس کی ہمیں جستجو ہے — "

کعبہ و دیر کی جب خاک بہت سی چھانی
دل کے پہلو میں نظر آیا ٹھکانہ تیرا — "

دل نے ہمیں تو صاحب کشور بنا دیا
اس آئینہ نے آج سکندر بنا دیا — "

دیکھو

دل

خدا سنگِ حوادث سے بچائے شیشۂ دل کو
فزوں تر ہے حبابِ بحر سے بھی یہ نزاکت میں — سخن

جگہ ہی نہ تھی کیا تجھ کو اور اس کے سوا
ہمارا دل ہی ترا جلوہ گاہ ہوتا تھا — "

جس نے کہ دل کو گھر ترا سمجھا تو پھر اُسے
کعبہ ہو یا کہ دیر کم از رہگذر نہیں — "

عالم کی دید کو تو مرا دل بھی کم نہیں
کچھ غم نہیں جو پاس مرے جامِ جم نہیں — "

نقص سے جس کا دل ہوا ناقص
انتہا اُس کی انتہا ناقص — عشرت

نہ دیر و حرم میں کسی کو ملا تو
جو پایا تو بس خانۂ دل میں پایا — سرور

بنا کعبہ کی ابراہیم سے ہے
ہے جلوہ گاہ خاص کبریا دل — سعید

مرا دل وادیٔ ایمن سے بھی روشن زیادہ ہے
خیال اُس میں جما ہے جب سے اُس کے روئے تاباں کا — شائق

وہیں وہ موجود ہے پر آنکھ سے پوشیدہ ہے
ہنر کی تقدیر سے فضل ہی اب تقدیرِ دل — "

رہِ حقیقتِ دل ہے سفرِ عشق میں درکار
آئینہ ہے چہرۂ اسرار صفائی و تری کا
ہے چار سو — تشنہ

دیکھ لیتا ہوں اگر آئینۂ دل کو کبھی
صاف آتا ہے نظر روئے مصفا تیرا — راکب

یہ کھنڈر دل کی تجلی سے رہا ہے معمور
دلِ ویران کدہ اک وادیٔ ایمن نکلا — راسخ

دین و دنیا کے ہیں مزے دل میں
وسعت دو جہان ہے گویا — "

ڈھونڈتا کیوں ہے جو ہر ذاتی
دیکھ کہسارِ دل میں ہے یہ لعل — سید

کہتی ہے اس کو خلقِ خدا خانۂ خدا
سو جان سے کس طرح نہ ہو سید فدا دل — "

ہر وقت کشورِ تنِ خاکی پہ ہے عمل
اس سلطنت کا شاہ نہیں ماورائے دل — "

قلوب المومنین عرشِ خدا ہے
کسی کا بھی نہ تو ہرگز ستا دل — "

ہے موجِ معرفت مرے دریائے قلب میں
شبنم کا مرتبہ ہے یہاں رودِ نیل کا — "

خودی کے مس کو سونا بےخودی کا
بنا دیوے گا ہے یہ کیمیا دل — سالک

مرتبہ کعبہ کا دل سے بڑھ نہیں سکتا کبھی
پاس ہر انسان کے ہے اللہ کے گھر کا جواب — "

قدر سمجھے وسعتِ دل کی نہ شیخ و برہمن
ورنہ دونوں کے لئے ہم کعبہ ہم تبخانہ ہے — سودا

بیکس کوئی مرے تو جلے اُس پہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغِ غریبان کی گور کا — "

کب دل شکستگاں سے کر عرضِ حال آیا
ہے بے صدا وہ چینی جس میں کہ بال آیا — "

نہ درد دل ہی کے کہنے کی مجھ میں ہے طاقت
نہ چپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہے — "

دل نا آشنائے نالہ سے صد رہ جرس بہتر
نہ ہو مژگاں جو خوں آغشتہ اُن سے خار و خس بہتر — "

اپنا ہنر دکھائیں گے ہم تجھکو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا — "

تیرے سخن کو میں لب و چشم نا صحا
مانوں ہزار بار اگر دل سے بس چلے — "

ساغرِ دل خوں سے مالا مال رہتا ہے مرا
اہلِ دل گر مست رہتے ہیں تو ایسے جام کے — "

بہ از آئینہ خانہ ہے یہ منعم
جو تجھ سے ہو سکے تعمیرِ دل کی — "

دل کی شکست و ریخت کی میرے تو لے خبر
ہر گھر کی ویرانی کو تعمیر شرط ہے — "

جہاں سے کندنِ دلِ سخت کا رہے فرہاد
وگرنہ کوہ کنی زور آزمائی ہے — "

باغِ جہاں میں آ کر کیا پھل نہ ہم نے پایا
اک دل ملا کہ جس میں ہیں سینکڑوں پھپھولے — "

جو گذری رات میرے پر کسے معلوم ہو تجھ بن
دلِ پروانہ کا جز شمع کوئی راز کیا جانے — "

دل کسی سے کہ جب پلٹتا ہے
دین و دنیا سے جی اچٹتا ہے — "

جھانک تو اپنے دل کو یار عزیز
تیرے ہی دل میں دونوں ہیں عالم — سوز

اس دل میں کائنات خدا کی ہے مختفی
دوزخ بھی ہے یہی یہی گھر ہے بہشت کا — "

تجھے وہم ہے عرش پر ہے خدا
ترے دل سے تو عرش تک راہ ہے — "

بنیادِ دل کی نورِ الٰہی سے ہے بنی
کعبہ اگر بنا تو بنا سنگ و خشت کا — "

دل کا آئینہ وہ رہیں نکلا
ہم نے سو بار آزما دیکھا — ہیراج

نگینہ ہے دل مضطر ہمارا نقشِ قدرت کا
خدا جانے نظر آئے گلِ باغِ جہاں کیسا — "

مطلعِ دل سے ہوئیں پیدا شعاعیں نور کی
سایۂ خورشیدِ وحدت کا گزر ہونے لگا — "

دن رات یاں ہے پیشِ نظر نورِ کبریا
کعبہ کی اصل کیا ہے مرے دل کے سامنے — "

عیاں ہے آئینۂ دل پہ حالتِ کونین
ہمارے سامنے اب جامِ جم رہے نہ رہے — "

ا سے بنادے گا ۱۲ سے غریبوں ۱۲ سے مجبیر ۱۲ سے تیر۔ بغیر ۱۲

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہے چار سوئے دل میں مجھے لامکاں کی سیر	کیا دیکھوں کائنات کو میں چار سو عبث	شہید
ہے حال دو جہاں کا مرے دل پہ منکشف	ہرگز نہیں ہے دل سے کبھی جامِ جم زیاد	"
خلوت دل میں ہے اے شیخ و برہمن وہ یار	کعبہ و دیر کے ہو درپئے تعمیر عبث	"
غرض فہمیدنی ہیں مستیاں اور ولولے دل کے	مرے اللہ یہ جوش و خروش اک قطرۂ خوں میں	"
دل پھٹ کے چاک چاک ہوا اس کے ہاتھ سے	ہے سوزنِ مسیح سے اس کا رفو عبث	"
شیخ کعبہ کی ہے تعمیر میں مصروف عبث	کسی ٹوٹے ہوئے دل کا ہے بنانا اچھا	"
طوف دل ہر کسی کا کام نہیں	شیخ یہ مسجد الحرام نہیں	"
اے شیخ و برہمن حرم و دیر کی تعمیر	سچ پوچھو تو دل کی نہیں تعمیر سے بہتر	"
جز دیر و حرم کوئی ترا گھر نہیں پاتا	میں خانۂ دل سے تجھے باہر نہیں پاتا	"
دل مرحوم بھی تھا مجمع ہشیاری و مستی	مقابل جامِ کیخسرو کے رُوکش جامِ جم کا تھا	"
دل ہوا جب آشنا رمز فنا فی اللہ کا	ہے وہی رہبر ہوا حائل جو اپنے راہ کا	"
دل صاف ہے وہ جس میں کہ ایماں کا نور ہے	اندھا ہے جس کی آنکھ میں نور بصر نہیں	شیر
فیصلہ ہوتا ہے نیکی و بدی کا ہر دم	دل کو اس جسم میں چھوٹی سی عدالت سمجھو	شاد
ہم تو انساں ہیں فرشتے بھی پھنسے ہیں زاہد	مدعی یوں نہ ہو پہلو میں دل انساں رکھکر	صابر
کی غور تو اسی میں ہے سارے جہاں کی سیر	دل اپنا آئینہ ہے طلسم خیال کا	"
دل وہ ملے کہ جلوۂ دیدار جس میں ہو	آنکھیں وہ ہوں جو دیکھیں تماشائے آفتاب	طاہر
دل نہیں کر سیر دو عالم آنکھ رکھتا ہے اگر	ساغر جمشید کو پتھر سے اے میخوار توڑ	"
داغ کھائے ہیں تو زیبا ہے تعلی دل کو	چاند سورج سے فروغ فلک پیر ہوا	"
ہے وہ دل ہی میں تمہارے تم اگر ڈھونڈ ہو اُسے	پھرتے ہو ناحق بھٹکتے اے ظفر چاروں طرف	ظفر
دیکھ اس جامِ جہاں میں ہے تماشائے جہاں	اک ذرا غور سے تو دل کے نظر کر اندر	"
جو دل کہے وہ سچ ہے سوا اس کے اے ظفر	قائل نہ استخارہ کے ہم ہیں نہ فال کے	"
صحبت دل میں بسر ہوتی ہے جن لوگوں کی	محفل عام انہیں گوشۂ تنہائی ہے	عزیز
اپنے پہلو میں نہ کیوں شیشۂ دل رکھیں عزیز	اس میں ہم کیفیت ساغر جم دیکھتے ہیں	"
شکستہ چین جبیں نے کیا ہے شیشۂ دل	ادھر نمود ہوئی موج اُدھر حباب نہ تھا	"
زہے وسعت غنچۂ دل کہ اس میں	ہزاروں گلستاں سمائے ہوئے ہیں	"
دیکھا جو عزیز اپنے دل صاف میں ہم نے	آیا وہ نظر جامِ جہاں بیں میں نہ جم کو	عزیز
عزیز آئینہ دل کیا طلسم حیرت افزا ہے	صفا جب کہ ہو پیدا جوہر ادراک ہو جائے	"
دل سب سے تہی ہو کے بنا ہے محل دوست	اُجڑا ہے یہ گھر پہلے پھر آباد ہوا ہے	"
جب نہ نکلی زندگی بھر کوئی حسرت اے عزیز	ہم نہ سمجھے ہم نے دل خالق سے پایا کس لئے	"
کوئی آباد نہیں اس کے تصور کے سوا	ہے جو اپنا دل ویراں وہ مقامِ ہو ہے	"
نشہ کے لئے بنتا اگر دلِ انساں	بجائے بادہ نہ اس شیشہ میں لہو ہوتا	"
دل کو نہ ہلا عرش معلّیٰ ہے تو یہ ہے	کعبہ ہے تو یہ مسجد اقصیٰ ہے تو یہ ہے	"
گاہ دیر و گہ حرم میں گہ کلیسا لے گیا	اس دل کافر نے رسوا دربدر اچھا کیا	عاشق

دل

کچھ غرض آرزوئے خورش کی بھی اگر ہو درمیاں — عاشق
پھر تو سمجھو اسے عزیز وہ بے غرض
دل کو تب تک تم نہ سمجھو اس کا جو عاشق یہ صاف ہو — "
زنگ کدورت اس کا جو آئینہ دار دل
ہر شے عیاں ہو ایسا ہو آئینہ کون دکھاں — "
دل نہیں ہے جلوہ گاہ عرصۂ کون و مکاں
جام جم سے بہتر اپنے یہ ایاغ آیا ہے ہاتھ — "
کیونکر نہ دل صاف کی ہم اپنے کریں قدر
ہم اک کو یہ آئینہ میسر نہیں ہوتا — "
یہ دل ہے عرش معلّیٰ اسے ستاؤ نہیں — "
یہ خدا ہی کا گھر ہے خدا کی جا ٹھہرے
وہ دل کیا کہ جس دل میں رقت نہیں — "
وہ کیا آنکھ جس میں بصارت نہیں
کیا ہے وہ دل کہ جس کو نہیں آرزوئے دوست — "
کیا ہے وہ جسم جو نہ بنے خاک کوئے دوست
جو کچھ چھپا ہوا اسی دل میں نہاں ہے — "
اس آئینہ میں سیر دو جہاں ہے
دل وہ دل ہی نہیں جس دل میں تری یاد نہ ہو — "
گھر وہ گھر ہی نہیں جس گھر میں تو آباد نہ ہو
خانۂ تن کی دل سے قدر ہوئی
رتبۂ قصر جہاں نما کے سے

دیکھو

دل

مطمئن ہے دل انساں تو ہے گلزار جہاں
فرط حیرت سے ہو تصویر جو دیکھے رضواں
مضطرب ہے دل انساں تو ہے دوزخ گلزار
کر جسے دیکھ کے یاد آئے خدائے غفار — مہر

یاں بیم و رجا و شوق و حرماں اس میں
کیا کیا ہیں بھرے حسرت و ارماں اس میں — "

یارب مرا دل بھی ہے عمرو کی زنبیل
موجود ہے ہر طرح کا ساماں اس میں — "

دل وہ طلسم خانہ ہے آنکھیں جہاں کی
سیر اس میں پس مکان میں دونوں جہان کی — "

ہے یہی دل جو کہ ہے تاریکی امکاں کا باعث
اگر ہو نور عرفاں کا تو کاشف اسرار ہوتا ہے — "

دیکھئے جب دل نا رسا کا ہے حال دیا
وہ دکھاں وہ سے کہ آتا ہے بیاباں سال دیا — "

میں اوج بام حقیقت پہ پھر چڑھ جاؤں
اگر ذرا بھی مجھے دے سہارا دل — "

دل ایک آئینہ ہے کہ اس میں سب دیکھ
صاف ایسا کہ آئینہ سکندر دیکھ — "

دل اسکے آئینہ میں ہے لطف اسے کیا
کر نہ عرفاں کی ضیا جب جلا دیکھیا — "

دل

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
دل کو یہ آرزو ہے کہ ہو عالم آشنا	سارے جہان کی ہے ہوا اس حباب میں	عاشق
وہ دن کو مشتعل ہے یہ ہر وقت مشتعل	نسبت کہاں ہے مہر کو دل کے چراغ سے	"
بنانا کعبہ و بت خانہ شیخ و برہمن کیا ہے	بناؤ کعبۂ دل کو یہی تعمیر بہتر ہے	"
ڈھونڈھتے ہیں جسے جہاں میں ہم	خانۂ دل میں ہو مکیں نہ کہیں	عاقل
ہوتا نہ مکدر گر اس عالم خاکی سے	عینک کی طرح دل بھی آنکھوں سے لگا ہوتا	"
زندگی بھر جسے ڈھونڈھا اسے پایا دل میں	جو نہ دیکھا تھا کبھی ہم نے وہ دیکھا دل میں	عالم
عام ہے جس کا خوان لطف و کرم	قصر دل میں وہ میہمان نکلا	"
دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں	روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں	غالب
میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں	مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے	"
لن ترانی کی صدا طور پہ موسیٰ نے سنی	دیکھتا دل ہی میں گر دیکھنے والا ہوتا	فروغ
نازکی میں کوئی اس دل کے مقابل نہ ہوا	بات کا یہ بھی کسی کی متحمل نہ ہوا	"
کھل گئی دل کی حقیقت کھل گئی	مل گیا تیرا ٹھکانہ مل گیا	"
اب صفائی کی کونسی صورت	دل تو آئینہ مکدر رہے	قطب
عبث تلاش ہے دیر و حرم میں اے قربان	ہے اپنے آئینۂ دل میں یار کی صورت	قربان
کسی کا ساتھ روز بد میں کیا دیگا کوئی قدرت	فقط دل کو شریک حال پایا رنج و راحت میں	قدرت
دل خیالات کا ہے آئینہ	جملہ حالات کا ہے آئینہ	کمال
بنایا کعبہ ابراہیم نے اس کا یہ باعث ہے	کہ بننا سخت مشکل تھا کسی سے کعبۂ دل کا	گویا
ہویدا ہے سواد منزل مقصود زاہد کو	نہ پہنچا کعبہ کو جو نابلد ہے وادی دل کا	"
تماشا یک جہاں کا ہے میسر مجھ کو گھر بیٹھے	بغل میں دل ہے لائق تیرے کوئی جام ہے جم کا	لائق
دل ہے کیا کوئی سمندر ہے بخود حیران ہوں	اپنی مشت خاک ہے یارب کہ آتش خانہ ہے	"
کعبہ و دیر میں گر یار نہ ہووے تو نہ ہو	کیجے لازم ہے کسو دل میں ٹھکانا اپنا	"
رہے لائق تو ملازم ہر دم	دل سے بھی کوئی مکاں ہے بہتر	"
کب ہے قرین عقل بجز دل کے برہمن	ڈھونڈھے ہے صنم کو ہو کے جو دیوار و سنگ میں	"
جو دل ہیں مصفا وہ کدورت نہیں رکھتے	آتا نہیں رنج و محن آئینہ کے اندر	لاعلم
کیا ڈھونڈھتا ہے وادی ایمن میں بوالہوس	جس کی تلاش ہے وہ دل پر محن میں ہے	مہر
دیر و حرم میں مہر جو ڈھونڈھا نہیں ملا	پردہ نشیں وہ خانۂ دل میں مقیم تھا	"
پہلو میں تو جو اے دل خانہ خراب تھا	سیماب کی طرح سے مجھے اضطراب تھا	"
گھر تھا زبس کہ بیم و رجا کا دل حزیں	ہر روز میرے واسطے روز حساب تھا	"
کیا جستجو ہے دیر و حرم میں ہے کیا تلاش	غافل خدا کا گھر تو دل پاکباز ہے	"
دل انساں ہے وہ اے مہر عجائب خانہ	ایسا دیکھا نہیں دنیا میں کوئی کاشانہ	"
ساحت عرصۂ محشر ہے نہیں وسعت دل	اس کو ماپے وہ مساحت میں نہیں پیمانہ	"
موجزن دل میں رہا کرتا ہے دریائے خیال	جام جمشید کے مانند ہے اس کا یہ حال	"
دل نہ کہئے اسے ہے قدرت رب الاکبر	غافلو عالم اکبر ہے نہیں یہ اصغر	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دل مطمئن کچھہ مدد کر ہماری	بہت ہم یہاں خیر و شر دیکھتے ہیں	مہر
نظر سوئے کعبہ ہے دل پر نہیں ہے	کہاں تو ہے اور ہم کدھر دیکھتے ہیں	"
کعبہ سے رُتبہ ہے بالاتر دل آگاہ کا	چاہیے پوشیدہ نظروں سے مکاں اللہ کا	"
طور ہے یہ دل صفائے قلب نور اللہ کا	نُطق میں عالم ہے گفتار کلیم اللہ کا	"
یاس ہے غفلت ہے یاں دامن دل آگاہ کا	خواب میں بھی کب خیال آتا ہے عزوجاہ کا	"
دل ازل سے مطلع الانوار ہے	اس جگہ خلوت گزیں تو ہی تو تھا	"
سخت نافہم ہے وہ نادان ہے	بات مانے جو آدمی دل کی	ماہ
دل ہے اللہ کا گھر اس میں جگہ ہے اسکی	دیر کیا چیز ہے کعبہ و کلیسا کیسا	"
حسرت و یاس و غم و درد بکھیڑے کیا کیا	ایک دل اور ہیں ساتھ اس کے بکھیڑے کیا کیا	"
کینہ و بغض و حسد ہم نہیں رکھتے دل میں	ہر کدورت سے ہے آئینہ مصفا اپنا	"
طریق عشق میں ہے رہنما دل	پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل	میر
کعبہ پہونچا تو کیا ہوا اے شیخ	سعی کر تو پہنچ کسی دل تک	"
دُنیا و دیں میں دل کو کسی سے نہ ہو لگاؤ	یہ شیشہ جس جگہ رہے یارب ادھر رہے	مُنیر
دل ہی میں پاتا ہوں جلوہ یار کا	طور پر کیوں جاؤں کچھہ موسیٰ نہیں	مضطر
میں ٹھیس لگنے دوں کس طرح شیشۂ دل کو	درست ہوتا نہیں جب یہ چور ہوتا ہے	"
صاف رکھتا ہوں ہر اک شخص سے میں دل اپنا	یہ وہ آئینہ نہیں جس میں کدورت ہوگی	"
سیر کونین اس میں کرتا ہوں	کتنی واسع ہے یہ گلی دل کی	"
دل کو بیدار کر کمال کے ساتھ	چھوڑ خواب و خیال کی باتیں	"
دل میں وہ نکلے جسے ڈھونڈھتے ہیں عالم میں	دیکھیں غفلت کا اگر پردہ اٹھا کر دل میں	"
آئینہ دل کی خبر لے ارے غافل	سُن ہوتے ہیں کیا کیا سخن آئینہ کے اندر	"
ہزاروں حسرت و ارماں ہیں میرے دل میں نوحہ گر	الٰہی آدمی ہوں یا میں کوئی غم کی محفل ہوں	"
دل کو کیا ہے صاف یہ دل بے جِلا نہیں	لگ جائے جس کو زنگ یہ وہ آئنا نہیں	"
سیر اور طیر ہے کونین کی جس میں حاصل	میرے خالق نے وہ نایاب دیا دل مجھکو	"
بے نشاں کا بھی نشاں ڈھونڈھ ہی لایا جاکر	لامکاں بن گیا اللہ رے ہمت دل کی	"
ہم نے دیکھا قلب کو جس وقت صورت دیکھ لی	کیا چھپا رکھا تھا خالق نے بدن میں آئینہ	"
چارہ سازی خاک ہو قلب شکستہ کی مرے	ٹوٹ کر جڑتا نہیں پھر لے رفوگر آئینہ	"
جدا ہوں خلق سے میں ہے مرا مکان دل میں	مری زمین بھی دل میں ہے آسمان دل میں	"
ہائے رے غفلت کہ پردہ آنکھہ سے اُٹھتا نہیں	ڈھونڈھتے پھرتے ہیں جس کو وہ حریم دل میں ہے	"
سارے عالم سے ہے دل اپنا بلند	اس سے اونچا عالم بالا نہیں	"
پہنچا ہوں کہاں تک دل روشن کی بدولت	حاصل ہے سفر در وطن آئینہ کے اندر	میکش
جسے کہتے ہیں سب انسان کا دل	ارے ناداں وہی دیر و حرم ہے	محبوب
نہ دے اس میں جگہ نادان دُنیا کے بکھیڑوں کو	خدا کا خاص خلوت خانۂ آرام کا دل ہے	"
تماشا خدائی کا اس سے عیاں ہے	دل اب غیرت جام جم دیکھتے ہیں	"

دل

دل نہ ہوتا تو یہ تحقیق نہ ہوتی ہرگز
دل زمانہ کا ہے باعث تو زمانہ دل کا — محبوب
[illegible] رویت دیدار سے محروم ہے کیوں
[illegible] دل بیتاب [illegible] دل کا — =
[illegible] نافہم سمجھتے [illegible] دل کا — =
حال جانا ہے تو دل والوں سے [illegible]
صفائے دل کی [illegible] آئینہ — [illegible]
چراغ صبح [illegible]
ذرا سے دل میں [illegible] — [illegible]
کرۂ آسمان و زمین [illegible] دل
ہمیشہ [illegible] دنیا [illegible] کی طرح — =
[illegible] عیب [illegible] دل ہے کس کا
صفا صورت آئینہ [illegible] دیکھتے ہیں — نظیر
بہت اس زمانہ میں [illegible]
ہزاروں حسرتیں [illegible] لیکن [illegible]
[illegible] دل [illegible] — نشاط
پردہ [illegible] حقیقت [illegible] ہو گئے
دل ہی [illegible] خدا ہو گیا — =
[illegible] تجلی گاہ [illegible] یزداں کا
[illegible] موسیٰ عمراں کا

دو وزین

دل

یہی بت خانہ و کعبہ یہی ہے عرشِ اعظم بھی
نہیں اگر یہ پرے غافل ہم اپنے دل کو دیکھ

ہمدم تو تصور تو ذرا یار کا کر دیکھ
آئینہ مرے دل کا ہے تصویر کے لائق

دنیا

کہاں تک جائے انسان آن سے نکل کر
زمیں فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

دل کو بہت خراب کرے گی یہ زالِ دہر
بھولا ہے ماہِ مصر زلیخا کی چاہ پر

اہل دنیا کیوں فلک سے ہیں فراغت کے طلب
برہمن و شیخ نہیں تضاد و قضا سے بیر

فسانہ ماہِ کنعاں کا ہے عبرت کے لئے کافی
یہ وہ دنیا ہے جس میں رشک ہے بھائی کو بھائی پر

سب یہاں کا کارخانہ بازیِ طفلانہ ہے
کچھ کیا اعتماد اس دہرِ بے بنیاد پر

روز و شب اہلِ دنیا کو دیکھا عمر بھر
لئے زشت ہے ہم کو بجا اعمالِ ما و ز او پر

رشک ہے ہم کو جہاں میں طبع عمر عبث
راحت کی سے جو ہے غم و محنت تمام روز

دُور بیں پہنچے ہے چشمِ دل آگاہ کو کب
یار سو کوس پہ گر ہو تو نظر آئے قریب

دل کے آغوش میں وہ راحتِ جاں رہتا ہے
بندہ خانہ میں خداوند جہاں رہتا ہے

دل اگر رہبرِ اقلیمِ معانی ہو جائے
مرتفع بُعدِ مکانی و زمانی ہو جائے

چاہیئے گوشۂ دل وادیِ ایمن ہو نہ طور
جلوہ گاہ اس کا بھلا دشت و جبل کیا ہوگا

کیوں آیا باغِ دہر میں کیا جانتا تھا میں
کر دے گا زندگی دل خانہ خراب تنگ

مجھ کو یا رب تو عطا کر دلِ نالاں دو چار
دل ہیں دو چار تو ہر دل میں ہوں ارماں دو چار

دل پُر درد تو شیشہ کی طرح ہے نازک
ہائے پھر صبر کی چھاتی پہ دھروں سل کیونکر

جو دل کو کاٹ کے پھینکیں تو آرزو نہ کریں
جو پاؤں کاٹ کے بیٹھیں تو جستجو نہ کریں

اس نصیحت کوں اے گوشِ جاں سوں سن
دل کو اپنے مکانِ غم مت کر

چراغِ دل اگر گل ہے تو کر جیوں گل اُسے روشن
کہ یہ تحفہ ہے سالک کوں نزگ حق کے لجانے کا

دل کو گر مرتبہ ہو درپن کا
مفت ہے دیکھنا سریجن کا

دل ہے آئینہ دو رو اپنا
دوست دشمن سے ایک سا ہو نہیں

پھر گزر نور کا ہو خاک وقار
جبکہ دل منزلِ سویدا ہے

نہیں جڑتا ہے پھر نہیں جڑتا
شیشۂ دل اگر شکست ہوا

دل جس سے ہٹا اپنا وقار اس سے ہٹا بس
شیشہ سے جو کٹتا ہے شجر پھر نہیں لگتا

دیکھیے شگفتگی دلِ پُر نور کی اگر
پروانہ ہو نثار تو بلبل فدائے دل

کعبۂ دل میں اگر ڈھونڈو تو پاؤ یار کو
کرتے ہو کیوں اس کی اپنے آپ سے باہر تلاش

رائگاں نقدِ محبت کو نہ یہ کھوئیگا ہوش
دل کو خالق نے بنایا ہے امینِ اخلاص

جو طوافِ دل کریں ہیں جانتے ہی وہ نہیں
راہ کعبہ کی ہے کیا اور کیا ہے بتخانہ کی راہ

گو دیر و حرم خوب ہے جا شیخ و برہمن
ٹک پردۂ دل کی بھی بھلا آڑ تو دیکھو

بس نہ بھٹکو ادھر اُدھر ہمدم
یار نزدیک دل میں بستا ہے

دیر و کعبہ کا دُور رستہ ہے
یار نزدیک دل میں بستا ہے

کعبہ کو جا کے شیخ کرے گا تو کیا بھلا
دل غیرتِ حرم ہے ادھر آ اُدھر نہ جا

غافل ہے دیر و کعبہ میں کیا اپنے دل میں دیکھ
ممکن نہیں ہے یار کا پانا ادھر اُدھر

ڈھونڈھے ہیں شیخ و برہمن دیر و کعبہ میں جسے
خانقاہ دل میں اس بت کا مجھے درشن ملا

درِ دل چھوڑ کے جا دیر و حرم میں بیٹھے
آہ کچھ شیخ ہی سمجھا نہ برہمن سمجھا

سیرِ جہاں جو تجھ کو سکندر ضرور ہے
دل فخرِ جامِ جم ہے ادھر آ اُدھر نہ جا

ایک سے ایک ہیں انسان کے اعضا بہتر
لیکن ان سب پہ ہیں دل اور جگر خاص الخاص

جاویں تلاشِ یار میں دیر و حرم کو لوگ
لازم ہے اپنے دل ہی میں ہم جستجو کریں

دیر و کعبہ تو نہ جا دل کی طرف راہی ہو
کوچۂ یار کی وہ راہ نہیں راہ ہے یہ

پھر آئے دیر و کعبہ جس کی خاطر وہ ملا دل میں
رہا شیخ و برہمن کے نہ کام اب دین و مذہب سے

گو سے، نہ، نزدیک، یجانے کا

نظر آتا ہے سراپا یہ زمانہ باطل	صفحۂ خاک غلط دفتر ایام غلط	اسیر
دفتر عالم ایجاد کو ہم دیکھ چکے	ہے جو آغاز صحیح اس کا تو انجام غلط	״
ہے حدیثوں سے عیاں دار المحن ہے دنیا	فکر راحت ہے غلط خواہش آرام غلط	״
نام صحت نہیں اس میکدۂ عالم میں	خم غلط شیشہ غلط۔ بادہ غلط۔ جام غلط	״
اہل زمانہ مہرے ہیں چوپڑ[1] کے یہ جہاں	گھر سینکڑوں ہیں پر کوئی رہنے کا گھر نہیں	״
مثل گل خنداں نہ ہو یہ باغ جائے فکر ہے	کونسا غنچہ ہے جس کا سر گریباں میں نہیں	״
غیر ممکن ہوں سب اچھے عالم ایجاد میں	ایک یوسفؑ ہے خلف یعقوبؑ کی اولاد میں	״
شکست غم سے ہے کس کو نجات دنیا میں	وہ کون کاسہ سر ہے کہ جس میں بال نہیں	اسیر
دل میں بدوں کے خواہش دنیائے ہیچ ہے	ہے آشیان چغد مکان خراب میں	״
کیا ہو اُمید نفع کی بازار دہر میں	گردش سے کوئی خالی دکاں نہیں	״
باغ ہستی میں نہ سمجھو کوئی شے بیفائدہ	سایہ تو ہے سرو کا پھل گرچہ قبضہ میں نہیں	״
ہوا ثابت ہوائے گلشن امکاں مخالف ہے	رہے گھر میں تو کیوں ہو تفرقہ بادام توام[2] میں	״
اجتماع دین و دُنیا کر سمجھکر اختیار	دونوں جانب حق نہیں دونوں طرف باطل نہیں	״
قدر دنیا اہل دُنیا نے بڑھائی اے اسیر	منہ لگایا ہے بہت کتوں نے اس مردار کو	״
اُڑاتا ہے غم دُنیا جو اس اہل دنیا کو	پریشاں جس طرح کرتی ہے صرصر ریگ صحرا	״
لذت دنیا نہیں ہے لائق کام و دہن	کون کھا سکتا ہے اس حلوائے زہر آلود کو	״
کوئی صورت دفتر عالم میں بے معنی نہیں	صاحب دل چشم معنی آشنا پیدا کرے	״
چھوڑکر دین کو دُنیا کا طلبگار نہ ہو	کہ یہ دولت ہے جو فانی تو وہ دولت باقی	״
آوارگی ضرور نہیں باغ دہر میں	ہر نخل پا بدامن عزلت کشیدہ ہے	״
آیا جو خاک پر وہ اسیر محن ہوا	جالی ہماری قبر کی گویا کہ جال ہے	״
بدل بدل کے دکھاتی ہے صورتیں دُنیا	فریب دیتی ہے کیا کیا یہ پیر زال مجھے	״
بے ہنر مسند نشیں اہل ہنرور خراب	عقل انساں سے خدا کا کارخانہ دور ہے	״
کوئی شے آفاق میں بیکار اے ساقی نہیں	سنگ سے حاصل ہے شیشہ اور مے انگور سے	״
زال دُنیا کے فریبوں میں نہ آنا اے اسیر	بیسوا ہے قحبہ ہے مکارہ ہے دلالہ ہے	״
محیط دہر میں ہم جنس سے امید نہیں	تباہ موج ہوئی دم بخود حباب رہا	״
اے دل کمال ابلق ایام شوخ ہے	جمنے نہ دے گا یہ کبھی پٹڑی سوار کی	״
ہوں رہرو عدم مجھے دُنیا سے کام کیا	دو روز دیکھنے کو یہ میلا ٹھہر گیا	״
دیکھتا ہوں جس کو میں اب مکر سے خالی نہیں	بیشتر شیروں میں کسدن حیلۂ روباہ تھا	״
اصل کیا دنیائے دوں کی زہر ہے اس کا مزہ	تخم حنظل سے کسی نے تلخ پھل پایا تو کیا	״
دریا میں عیاں ہے حال امواج	عالم ہے یہاں رواروی کا	״
دنیا بسان چاہ ہے انساں برنگ دلو	دم بھر کو جو یہاں سبک آیا گراں ہوا	״
زنجیر تعلق سے مرا پاؤں تو نکلے	ہے فاصلہ دو گام کا ہستی سے عدم تک	״
جان کر باطل نہ ہم آئے فریب دہر میں	صورت ساحر تماشے اس نے دکھلائے بہت	״

دُنیا

ممکن ہے کہ جائے طبع دنیا سے کبھی — غیر

ہے دم سگ کی طرح ہر وقت یہ مردار کج

دنیا ہے بیوفا کدھر اے دل میں یہ تیرے ہوس

کوفہ میں اور یار وفادار کی تلاش — اسیر

سفلہ طینت لذت دنیا پہ مرتے ہیں اسیر

آب ہے ان کو شیر و شکر کی طمع

مور و مار جو مزہ دنیا میں نادان ہیں اسیر — ״

چاہتے ہیں جو مزہ دنیا میں شیریں ثمر کوئی پھل نہیں

تخم حنظل ہے توجہ تو ہے ضرر میرا — ״

گردوں تنگ نگاہ دنیا ہے نوجواں ہوتی

کر زال بیوہ دنیا ہے آبرو ت کا ہے قحط — ״

گلشن ہستی میں یہ نشو و نما ملتا نہیں

نخل کو پانی ہے توقف کیوں نہ ہو — ״

منزل تاریک دنیا میں عدم کا راستہ ملتا نہیں

اس اندھیرے میں ثبات نہیں

چھوڑ دو دنیا اسے ثبات نہیں — ״

کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

سچ تو ہے نفرت کے قابل ہیں یہ اہل جہاں — ״

آفتاب آسمان کا رخ ادھر کیونکر ہو

کتنا دنیا میں تو ن ہے کہ اس سے خفق ہو — ״

رنگینی بہار شام کو وقت سحر کی آبرو

زوال

دنیا

میخانۂ آفاق پہ عشرت سے نظر کی
لبریز نہیں مے سے یہاں ساغرِ عمر تک — امیر

عین ماتم جانتا ہوں عشرتِ دنیا کو میں
جسم فرسودہ ہو جو نکلے گی ان آبلہ — ″

اہلِ دنیا سے ہمیشہ آتشِ ایذا نہیں ہوتی
مردمِ دنیا نمک تھے ہیں دل صد پارہ تھا — آتش

زالِ دنیا تنگ کرتی ہے نہایت ہی مجھے
ہے مگر اس بیوہ کا کیا بدن فولاد کا — ″

باغِ عالم کی ہوا آتش نہ راس آئی مجھے
دوست جس گل کا رہا میں وہ مرا دشمن رہا — ″

دنیا پہ تھوکتے نہیں مردانِ راہِ عشق
نامرد دیکھیں آنکھوں پہ اس پیرزن کے لعم — ″

ایک سے ایک ہے تماشا رنگ رنگ
دیدنی ہے جہاں رنگا رنگ — ″

عالمِ ایجاد بھی طرفہ طلسمِ خاک تھا
کاسہ گر مٹی تھا مٹی کاسہ مٹی چاک تھا — ″

آخر کار ہے ملک سے جہاں کے چلنا
سیر کرتا نہ رہے کوئی تماشا باقی — ″

صانع ہے وہ یہ صورتیں ہیں اس کی صنعتیں
اللہ ہے قدیم یہ عالم جدید ہے — پیر زل

زالِ جہاں کے مکر کو ہم جانتے ہیں خوب
لکھی ہے اپنی موت اسی بیوا کے ہاتھ — امیر

زالِ جہاں کو منہ نہ لگائیں گے ہم کبھی
قحبہ ہو زن تو مرد کو لازم طلاق ہے — ″

دل اپنا جواں طبع جواں بخت جواں ہے
کیا ربط ہو پیرِ فلک و زالِ جہاں سے — ″

پدر ہے قاتلِ فرزند جس میں یہ وہ دنیا ہے
پسر کے خون سے جوہر ہوئے ترِ تیغِ رستم کے — ″

سنبھلنے دیتی ہے کب ابلقِ ایام کی شوخی
اُکھڑ جاتے ہیں آسن شہسواروں کے یہاں جھکے — ″

خدا جانے یہ کس کی جلوہ گاہِ ناز ہے دنیا
ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے محفل کی — ″

دلیلِ زشتیِ دنیا ہجومِ اہلِ دنیا ہے
کثافت سے زمین خالی نہیں ہوتی ہے منزل کی — ″

زن مریدوں کو رہے زالِ جہاں کی خواہش
گھر میں مردوں کے یہ مردار نہ آنے پائے — ″

ملا نہ قلزمِ ہستی میں امن مثلِ حباب
پھری ہوئی رہی ہم سے ہمارے گھر کی ہوا — ″

کوئی نعمت نہیں اس خوانِ جہاں میں بیکار
ذائقہ ہو تو نہ میٹھا نہ سلونا ہے عبث — ″

جبتک کہ ہم جہاں میں قائم ہیں سب جہاں
جب ہم نہیں جہاں میں گویا جہاں نہیں — ″

دنیا سے کچھ غرض نہیں ہم کو ملال کیا
نازل بلائے خانہ رہے زن مرید پر — ″

دھوکے دینے مجھے کیا آئی ہے اے زالِ جہاں
تیرا چہرہ ہے رخِ خوک سے بدتر مجھکو — ″

جمعِ نعمت ہائے دنیا ہے خرابی کی دلیل
شہد کے باعث سے لٹ جاتا ہے گھر زنبور کا — ″

نعمت الوانِ دنیا سے بھرا ہر دم شکم
دوستی کرتا رہا میں عمر بھر دشمن کے ساتھ — ″

ہوئے کب لذتِ دنیا سے واقف
بسر کی زندگانی داغ کھاکر — ″

عالمِ اسباب میں لازم سبب ہے بہرِ رزق
کھل گیا کیسہ سے عقدہ خاطرِ دلاک کا — ″

دنیا میں مناسب نہیں عشرت کا ارادہ
غم خانہ میں کیا کیجئے تدبیرِ تبسم — ″

سوائے سیلِ حوادث ہے خاکِ دنیا میں
نہ ایک دم کو مکاں صورتِ حباب بنا — ″

توقع رکھہ نہ دینداری کی ہرگز اہلِ دنیا سے
نشاں الفاظِ مہمل میں نہیں ہوتا معانی کا — ″

مردِ عالی قدر سے دنیا کریگی کیا خلش
پائے راکب کو نہیں صحرا میں کھٹکا خار کا — ″

ایک دم کی زندگی اس غم کدہ میں ہے محال
موت ہے انساں کا جانا آبِ حیواں کی طرف — ″

اہلِ دنیا کی ہے نادانی جو ہوں راحت طلب
کیسی دنیا میں تماشائے چمن کی آرزو — ″

یہ ترک کر رہی ہے شہ مرداں سے پیر کو
حقیقت چمن دہر سے جو ہو آگاہ
نہیں بننے کا سودا ہم سے اس بازار عالم میں
ظاہری بازیٔ ایام ہے باطن سے خلاف
یہ عروس فاحشہ آتی نہیں دل کو پسند
دُنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا
ملتا ہے کیا جو آتش مرتے ہیں اہل دُنیا
بحر ہستی سا کوئی دریا ہے بے پایاں نہیں
نہیں اک مرد کو دنیا سے مطلب
باغ عالم میں وہ چلتی ہے ہوا وحشت خیز
عیش کچھ ہوتا اگر غم کدۂ دُنیا میں
طالب نہیں ہے دولت دنیا کا دل مرا
طالب کو اپنے رکھتی ہے دُنیا ذلیل وخوار
دشمنی ہے عوض دُوستی یاں اے آتش
گلشن دہر بھی ہے کوئی سرائے ماتم
اہل دُنیا نقل سے دنیا کے ہوں سرگرم سعی
یہ ناگوار طبیعت ہے نعمتِ دُنیا
کیا سمجھ کر بحر ہستی میں کروں راحت طلب
دنیا کو بہت ذلیل پایا میں نے
دنیائے دنی محل آفات بھی ہے
دنیا میں جسے جو پیش آیا اکبر
دنیا کرتی ہے آدمی کو برباد
دین سے اتنی الگ حد فنا سے یوں قریب
غریبوں سے لپٹ جاتی ہے دُنیا فکر ناں ہو کر
پایا ہوا ہے دہر کو گلشن انبساطِ دل
کار دُنیا شوق سے کرتے رہو لے دوستو
خوش نصیبی زال دُنیا کی تعجب خیز ہے
ہر طرف بننے بگڑنے کا یہاں دَور ہے
اس تجارت گاہ دنیا کا کہوں کیا تم سے حال
یہی خوشیاں رہینگی دہر میں ایسے ہی غم ہونگے
اکبر عروس دہر سے چشم وفا نہ رکھ
کریں کس پہ ہم دارِ فانی پہ تکیہ
یہ زینتِ دُنیا ہے کہ مٹی پہ ہے پنّی

دُنیا کا خواستگار ہے جو زن مرید ہے — آتش
گُل مُراد چننے تو ہر ایک کیاری سے — ″
عداوت کی ہے ارزانی محبت کی گرانی ہے — ″
دانہ ہوتا ہے عیاں دام نہاں ہوتا ہے — ″
زال دنیا کی نہیں منظور دامادی مجھے — ″
شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست — ″
اک دو وجب زمین پر اور دو وجب کفن پر — ″
آسمان نیلگوں سا سبزۂ ساحل کہاں — ″
مریں نامرد اس زن پر ہزاروں — ″
صورت بید ہو مجنوں جو شجر پیدا ہو — ″
رُوح قالب میں خوشی سے نہ سمائی ہوتی — ″
اس سیم تن کا وصل ہے تحصیل زر مجھے — ″
زر کی طمع سے چھانتے ہیں خاک نیارئے — ″
درد سر ہی سبب صندل پیشانی ہے — ″
شبنم اس باغ میں جب آئی تو گریاں آئی — ″
بوجھ سر پر ہو تو جلد اٹھے قدم مزدور کا — ″
نوالہ حلق میں اپنے ہے استخواں ہوتا — ″
دیکھتا ہوں روز و شب دریا میں ہیں پیچ و تاب موج — ″
بے غیرت و بے ذلیل پایا میں نے — اکبر
فکر رُوزی محل آفات بھی ہے — ″
بس اس کے مطابق اس کی حالت بھی ہوئی — ″
افکار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد — ″
اس قدر دلچسپ پھر کیوں رنگ دنیا کر دیا — ″
امیروں کے مقابل آتی ہے حسن بتاں ہو کر — ″
کھلتے ہیں کب گُل مراد گلشن رُوزگار میں — ″
لیکن اس کے ساتھ بگڑا کار دیں تو کچھ نہیں — ″
چاہیے جانے کے نہ قابل تھی مگر چاہی گئی — ″
چشم عبرت کے لئے دُنیا محل غور ہے — ″
کارخانے سب خدا کے ہیں ہمارا نام ہے — ″
مگر اک وقت آئیگا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے — ″
دارا و جم کی جب نہ ہوئی تیری ہو چکی — ″
کریاں آشنا بھی تو نا آشنا ہے — ″
بچوں کے سوا کون ہے اس کا متمنیٰ — ″

دنیا

فریب دید بن ہے دنیا کی قوت نابینیں نہ دکھلایا
پردۂ دوئی میں ان سے کھیلنا ہی غضب ہے اس کی ناپائداری کا — اکبر
قید ہستی کی سے سرفرن ہو کر رہا ہو جائے
نکہت گل بنے گلشن سے رہا ہو جائے — اثر
بہشت گل بنے گلشن سے کرتی ہے نفرت
اہل رغبت سے سرکار ہے دنیا — امیر
بڑی پارسا ہے ہیبت سے بھاگتی ہے مدام
اپنے مستوں سے پیار ہے دنیا — ″
کس قدر پیر ہے پر اترتی جاو — ″
امیر اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ بھولنا
بڑی عیار ہے مکار ہے یہ دنیا — ″
کوئی مہمان سرا ہے یہ دنیا
جو ہے اس گھر میں وہ مسافر ہے — ″
عجب تقدیر پائی ہے امیر اس دار دنیا نے
نہیں آتا پھر اس گھر میں جو اس گھر سے نکلتا ہے — ″
کبھی سونی نہیں ہوتی ہے یہ سرائے دنیا
اور بس آگئے دو چار جو مہمان گئے — ″
خضر بھی عمر میں دنیا سے بڑی ہے — ″
یہ بڑھیا سب ری کی دنیا یوں اپنی زندگی
اس غم کدہ میں سرکتی ہے اپنی زندگی
تیری یہ بیجے روز برز رہ جائے عیدگاہ

یادِ دنیا

دنیا

کھلا بھید ہم پر کوئی اس بات کا
کہ ہے یہ تماشہ طلسمات کا — اسمٰعیل

اُٹھے اس چمن میں عجب پیچ پیچ
کہ جلتے مسافر اُکھڑے ہوئے [illegible] — =

کہ [illegible] چارہ مرغ گرسنہ
بلا [illegible] دام اور دانہ بہت ہیں — =

بکھرنے [illegible] پریشاں ہے سودا
سمجھ [illegible] خواب [illegible] کھل گئی — =

اس کھیل [illegible] کی حقیقت [illegible]
[illegible] دنیا ہے کہ [illegible] آب نہیں — =

[illegible] منزل میں [illegible] نمائش [illegible]
زوال دنیا کی نمائش [illegible] لوٹ — =

اچھے [illegible] کا وضو [illegible] ہے سب
[illegible] دنیا کو [illegible] طلب — راقمی

ہمیشہ رہی [illegible] ہستی کا ہے
کیا کھول کیا حصول ہستی کا ہے — =

روح قید بلا میں پھنسی ہے
بے وفا [illegible] دنیا نہیں اے دولت مند — =

[illegible] کہ اس زوال کا [illegible]
ذوق ہستی نے دی یہاں تکلیف — =

تھے عدم میں بڑی فراغت سے — اقبال

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
بار دنیا جس کے سر پر ہے اُسے راحت کہاں	چُور رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا	امیر
دُنیا کا حال اہل عدم سے یہ مختصر	اک دو قدم کا چہرۂ امید وبیم تھا	"
امیر صانع قدرت کا کھیل ہے دُنیا	بنا بنا کے مٹائی ہیں صورتیں کیا کیا	"
دین کی فکر کروں ہائے میں کس وقت امیر	کبھی دُنیا کے بکھیڑوں سے فراغت ہی نہیں	"
دنیا ہے طرفہ میکدۂ بے خودی امیر	سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں	"
نہیں ہے مزرع آفاق میں تن پروری اچھی	کہ ناداں ہوگی پرسش حشر میں ایک ایک دانے کی	امانت
آنکھ دُنیا میں جو وا کی تو نہ کچھ حال کھلا	ضعف ہے خواب ہے غفلت ہے کہ بیداری ہے	"
برسوں کیا نظارہ جہانِ خراب کا	آنکھیں ہوئیں جو بند تو عالم تھا خواب کا	"
باغ جہاں میں رنج ہے ثمرہ ریاض کا	پتھر برستے ہیں شجر بار دار پر	"
آدمی سے یہ لپٹتی ہے بلا کی صورت	تف ہے دُنیا پہ عجب طرح کی تھکاری ہے	"
گلشن فانی نہیں رہنے کی جا	ڈر ہے گلچیں کا تو کھٹکا خار کا	احمد
چمن خار خار ہے دُنیا	خون صد نو بہار ہے دُنیا	اقبال
زندگی نام رکھدیا کس نے	موت کا انتظار ہے دُنیا	"
ہے نسیمِ جہاں خزاں پرور	دیکھنے کو بہار ہے دُنیا	"
کوئی دُنیا سے کیا بھلا مانگے	وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے	انشا
یہ عارضی بہار ہے دُنیا میں چار دن	پھولیں بہت نہ رنگ پہ اپنے چمن کے پھول	اخگر
باغ جہاں میں ناز کریں کیا حباب پر	حال آئینہ میں گل ہیں تو عکس چمن کے ہیں	افضل
ہائے دنیا تھی کہ اک تصویر تھی	مٹ گئی تصویر حسرت رہ گئی	اختر
کھٹکا خزاں کا باغِ جہاں میں لگا رہا	دیکھا کبھی نہ گلشن دُنیا بہار پر	"
مقام یوں ہوا اس کارگاہِ دُنیا میں	کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آکے چلے	انیس
ساتھ جاتا نہیں کچھ جُز عمل نیک انیس	اس پہ انسان کو ہے خواہش دنیا کیا کیا	"
کھانے کو رزق رہنے کو گھر اور لحد کو جا	دنیا میں ایک جان کو کیا کیا نہ چاہیے	"
باطل سے اتفاق اُسے حق سے نفاق ہے	دنیا کے خواستگار پہ عقبیٰ بھی شاق ہے	افسوں
باغ عالم کا یہی اسلوب ہے	کوئی طالب ہے کوئی مطلوب ہے	انجم
عجیب حال ہے دنیا پرست لوگوں کا	معاد کا بھی خیال اور فکر جاہ بھی ہے	"
خالی خلش سے پایا نہ دُنیا میں کوئی شے	دیکھا تو گل کے ساتھ چمن میں بھی خار ہے	احد
روتے روتے عمر آخر ہوگئی شبنم کی طرح	مثل گل اس گلشن ہستی میں جو خنداں ہوا	انور
مرد ہوں مجھے نفرت کیوں نہ ہووے دُنیا سے	جو کہ اس کا طالب ہے وہ مرید ہے زن کا	"
آئے عدم سے جائیں گے پھر جانب عدم	دُنیا کی سیر کرلیں پھر آئیں گے یاں کہاں	"
جائے شادی نہیں ہے باغ جہاں	کیوں نہ دل تنگ ہو زمانہ سے	"
دیکھکر ہر ایک شے کو ہوتی ہے حیرت بہت	عالم اسباب کیا ہے اک عجائب خانہ ہے	افسر
حبّ دنیا کی یہ ہے اونٹے مثال	ابتدا شیریں ہے اور انجام تلخ	"
گلستان جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی	مگر جو گل کے جویا ہیں انہیں کیا خار کا کھٹکا	اسمٰعیل

اعتبارِ عالم فانی نہیں اصلا دلا
اک شئے پسند خاطر اپنے تو یاں نہ آئی
رہیگا عالم اسباب کا یہیں اسباب
ہے دگرگوں رنگ اس محفل میں خاص و عام کا
دنیائے دُوں بھی بھول بھلیاں سے کم نہیں
زینت رنگ بقا چاہتے ہیں نقش فنا
بنائے خانہ دُنیا ہوئی ہے بے بُنیاد
اہل دُنیا کی کرامت کو سمجھ نٹ بدھیا
آدمی دَورِ ایام کا شکوہ نہ کرے
کون خارستان دُنیا سے گیا ثابت قبا
دنیا بنی تو خوب نہ پایا مگر ثبات
جلوۂ ارباب دُنیا دیکھئے
زینت و لہو و تفاخر سے نہ مالوف رہو
کاہش نے ہم کو حرف غلط سا مٹا دیا
حوروں کا رنگ جمنے نہیں دیتی سامنے
وحشت سرائے دہر میں اپنا یہ رنگ ہے
کچھ حقیقت نہیں کیا مال ہے دُنیائے دُورنگ
کیا امیروں کا محل تاک لیا دُنیا نے
شیخ دنیا کی حلاوت پر ہے وست انداز تو
مین العدمین آدمی ہے
کبھی نہ ایسے تماشے دکھائے دنیا نے
مال دنیا کی حلاوت میں بشر غافل نہ ہو
موافقت ہے خبیثات کو خبیثوں سے
پاک رکھ قلب کو آلودگیٔ دُنیا سے
دیکھو دنیا کی حلاوت پہ نہ گر مثل مگس
فکر دنیا میں عبث مرتے ہو جنت کو چلو
گنبد چرخ کو فانوس خیالی سمجھو
دین و دنیا کے بکھیڑے میں بھٹکتے پھرتے ہیں
جو طلبگار ہیں دنیا کے بڑے اُن کے دماغ
باغ عالم میں نہیں بے ثمروں کو کھٹکا
نہ پھلے گی تجارتِ دُنیا
بے خرد جو ہیں وہ خوش ہوتے ہیں دُنیا دیکھکر
لیل و نہار پر ہوئی فتح و ظفر کسے

قبر کی تعمیر کیجے قصر و ایواں چھوڑئے
باقی جہاں کا دیکھا بازار چلتے چلتے
کوئی اٹھا کے نہ لیجائے گا زمیں سر پر
دَورِ ساغر ہے نمونہ گردش ایام کا
انسان کیا ملک بھی جو آیا بھٹک گیا
اس مرقع کا دکھائی دیا نقشہ الٹا
قیام خیمہ گردوں کا بے طناب ہوا
دار پر منصور کرتا ہے تماشا جھوٹ سچ
اس ضعیفہ کا لہو ہے صفت شیر سفید
گل بھی پرزے پرزے اپنا جیب و داماں لیچلا
ایجاد اور عالم ایجاد دیکھئے
سوانگ ہے یہ بھی تماشا دیکھئے
ہم کو قرآن سے ثابت ہے کہ دُنیا ہے یہی
اپنا نشان نگینۂ ہستی میں نام ہے
دنیائے پیر زال بڑی شوخ و شنگ ہے
گھر ہم کو مثل روزن دیوار تنگ ہے
شیر مردانِ خدا ہیں یہ سگ ابلق ہے
کوئی دن گھر میں فقیروں کے بھی مہمان رہے
یہ عقیق البحر کا سبحہ قطار مور ہے
دُنیا اک بیچ کی سرا ہے
کہ چار روز تو ہم غم دے بہل جاتے
اشرفی اک دن خلش دکھلائیگی زنبور کی
عزیز رکھتی ہے دُنیائے دوں کمینوں کو
شیشۂ مے ہے بغل میں جو ہے دُنیا دل میں
شربت خالص نہیں یہ نیش بھی ہے نوش میں
بحر سب کچھ ہے وہاں اور یہاں کچھ بھی نہیں
غیر دوران سری دورجہاں کچھ بھی نہیں
اس دو راہے میں ہمیں راہ سفر ملتی نہیں
اپنے سر سارے زمانہ کی بلا لیتے ہیں
ڈھیلے چلتے ہیں انہیں پر جو بھلا کرتے ہیں
ہے یہاں نفع میں ضرر اے دل
طفل رونا بھول جاتے ہیں تماشا دیکھکر
ہاتھ آئی آفتاب کی تیغ و سپر کسے

باقی
بحر

دنیا

بجا ہے مرغ فانی میں کفن کی تدبیر
جو خزانے زمیں میں نہ ہوئے وہ دفینہ کیسے
خدا سے کہیو نکالا کہاں مجھ کو عجیب
میں اس غمکدہ میں نہ دم بھر ہوش
اعتقاد ارباب دنیا سے ہمارا اٹھ گیا
منہ میں ہیں دو دو زبانیں زمیں کیا کیا ہو دیے
کسی کا کام جاری ہے بہار صورت پیلا
ہاتھ چلتا ہے غنی کا پاؤں ہے بے مقدور کا
ہاتھ چلتا ہے کہ دنیا میں یہی پاتی ہے
دنیا سے نفرت ہے جنہیں نام کسی کا
منہ دیکھیں کسی کا نہ کسی سے نہ کوئی جگہ پائیں
پیچیدہ ہے فرشتوں سے بشر کیا ہوگا
پاس آلائش دنیا سے بشر جانی ہے
فاحشہ خانہ برانداز ہے گھر کیا ہوگا
گھر میں دنیا کو جو دولت تو نکلا دنیا سے
سچ ہے اپنے سا تو کوئی بیگانہ دنیا ہے
سپرد اپنے اثاثہ نہ کبھی کسی کے پاس
کسی کے پاس سے کچھ نہیں
حاصل ہوئے گلشن دنیا سے صبا کے پاس
جز خاک دھول خاک نہیں کچھ دنیا
پست انجام ہے آغاز عروج دنیا
سیکڑوں پاؤں تلے پیس گئے برباد ہوئے
کچھ نہیں

بجر

دنیا

کا لعقارب میرا تا قارب نہیں کچھ اس میں شک
اس زمانہ میں تو غیر و کل میں نہیں بہتر اپنے
وہاں کہ پاک آیا یا پاک کیا پاک کیا جاتا ہے
جو اس عالم میں آیا تر دامن بہ بیباک جاتا ہے
متاع ہر کسی کے لئے راستے چوں بازار ہے دنیا
پیاس کے لیے کچھ کچھ پیچ وہ بہ عالم غنیمت ہے
نہیں کچھ اعتبار دنیا کا
ہیچ ہے کاروبار دنیا کا
نہ دکھائے خدا کسی کو منہ
رو سیہ نابکار دنیا کا
قوت لایموت اس میں لعن ہی
ہو نہ کوئی دوست دار دنیا کا
وہ سبک ہے نظر میں فقرا کی
سر جس کے ہو بار دنیا کا
ہے یہ جیسے شراب کی مستی
ویسے ہی ہے خمار دنیا کا
نہیں نکلا ہے یار دنیا کا
کوئی نقش و نگار دنیا کا
حال فرعون کا سنا ہو گا
تھا وہ اک شہریار دنیا کا

دریا

تراب

کچھ نہیں فکر ذات کی عالم میں یہاں
نہ مزہ ملا نہ پیٹ بھرا مجھے ہر نوالہ زہر ہوا
ہے غم آلود بہت آب و ہوا دنیا کی
دنیا سرا ہے چین سے کیا خاک سوئیے
ساز دنیا ہیچ ہے سامان عشرت ہیچ ہے
ایک جاتا ہے تو آتا ہے عدم سے دوسرا
سارے عالم سے طبیعت برق میری اٹھ گئی
درکار ہے ہم سگ دنیا کے واسطے
ترک دنیا کر جو تجھ کو آبرو درکار ہے
ترک لذت کی وہ لذت ہے کہ نعمت گرو ہے
کس کو دنیا میں ہو آنے کی عدم سے فرحت
جہاں ہے مار یہ لازم نہیں کہ ہو وہاں گنج
چمن زمانہ کا آنکھوں میں اب کھٹکتا ہے
دنیا ہے چھوڑنے کی جگہ سب رفیق کو
یہ وہی دنیا تو ہے جو آخرت کا کھیت ہے
یہ ہنسی کی جا نہیں ہنسنا یہاں بیکار ہے
لطف سیر چمن و دہر کا کہنا کیا ہے
یاں کسی کا ہے تولد تو کسی کی ہے وفات
چھوڑ کر دار فنا شاہ و گدا جاتے ہیں
دنیا کرنا خاطر خواہ
عجب صورتیں ہیں عجب سیرتیں ہیں
یہ ہے دنیا تو رفتہ رفتہ ہے
چوری یاروں رہبروں سے دغا کرتے ہیں لوگ
یارو دنیا کے لئے اتنی مشقت ہے عبث
مزرع عقبےٰ ہے دنیا اس میں کچھ شبہ نہیں
یہاں جو کچھ کیا پایا وہاں پر
ہے چند روزہ مہماں آیا ہے جو کوئی یاں
یہ دنیا کیلئے ایسے وزیر و میر لڑتے ہیں
یہ کہتا ہے جرس اپنی زباں میں
ایسی دنیا کی نمائش پہ تو یارو تف ہے
طالب دنیا کے دل میں نور چمکے کس طرح
چشم عبرت سے ہم نے دیکھا خوب
باطن میں الگ تھے سب سے دانا

مصرع	شاعر
داغ کام آئے کبھی پھول جو درکار ہوئے	بحر
تری نان نعمت اے دنیا مجھے توشۂ سفر ہوئی	″
ہے ہوا آہ کی شکل آب ہے آنسو کی طرح	″
آتی نہیں ہے نیند پرائے مکان میں	″
چاہئے اطلس نہ کمخواب و مشجر چاہئے	″
اس کی محفل کا کبھی خالی مکاں ہوتا نہیں	برق
ساز سے خالی نہ پایا میں نے دنیا ساز کو	″
موقوف اپنا رزق نہیں استخوان پر	″
جب جدا قطرہ ہوا دریا سے یکتا ہو گیا	″
طامعوں کے واسطے دنیا میں دنداں چاہئیے	″
موت بھی ساتھ دبے پاؤں چلی آتی ہے	بیدل
جہاں ہے گنج وہاں ایک مار ہے موجود	بیان
کہ گل جہاں نظر آتا ہے خار ہے موجود	″
آیا جو ساتھ جان کے بے جان تن چلا	پرتو
واں بھی گردش ہی ہے اسکو جو یہاں گردش میں ہے	″
حالت دنیا پرائے احباب شیون چاہئے	″
یہاں رنگینیٔ قدرت کا مزہ کیا کیا ہے	″
غور سے دیکھئے دنیا میں کہ ہوتا کیا ہے	″
عالم الغیب ہی جانے کہ یہ گھر کس کا ہے	″
اب دینداری ہے تو یہی	″
جہاں میں ہیں اہل جہاں کیسے کیسے	″
آخر اک روز جان کا دینا	″
کیا کسی سے ہو کوئی اسوقت میں امیدوار	تراب
طلب سیم و زر و خواہش زینت ہے عبث	″
کھیت جو ہے اس میں آ خرمن کیجئے ہوتا ہے کیا	″
وہی دانہ جما آخر جو بویا	″
نت کوچ لگ رہا ہے ہر دم روانگی ہے	″
نجاست کیلئے جیسے سگ و خنزیر لڑتے ہیں	″
مسافر ہیں سبھی اس کارواں میں	″
نام کے واسطے کرتا ہے نگیں کا لا منہ	″
دل تو ان کا ہو گیا از حب سیم و زر سیاہ	″
اس جہاں کا عجیب عالم ہے	″
ظاہر میں ملے گئے جہاں سے	″

مرگیا ڈوب کے نہ زور چلا	تھا یہ انجام کارِ دنیا کا	تراب
جو وہاں سے آئے دنیا کے چمن میں سیر کو	شبنم و گل کی طرح یا ہنس گئے یا رو گئے	״
نہ ہوتا فرض مردہ پر کبھی غسل	اگر دنیا کی آلائش نہ ہوتی	״
احمق ہے وہ بڑا جو بدلتا ہے دین کو	دنیائے ناپکار و پلید و کثیف سے	״
مرد دنیا دار کو عاقل نہ کہہ اے بے شعور	طالب حق کو نہ کہہ دیوانہ ہے مجنون ہے	״
مرے نزدیک بڑا صاحب اقبال ہے وہ	جس کی دنیا میں کٹے عمر بھر آرام کے ساتھ	״
یارو یہ دنیا بڑی ناپاک اور ملعون ہے	اس کو کیا کہیئے جو اس مردار پر مفتون ہے	״
چند روزہ ہے یہ دنیا اس کی کیا بنیاد ہے	جو غرور اس پر کرے فرعون ہے شداد ہے	״
دنیا کا نام منہ سے نہ لینا کبھی تراب	ناپاک ہے یہ طعمۂ مردار خوار ہے	״
واقعی یہ دارِ دنیا عاقبت کا کھیت ہے	جو یہاں آیا بدی۔ نیکی کا دانہ بو گیا	״
اس جہاں کے رنج و راحت کا نہیں کچھ اعتبار	ایک دم میں جو یہاں خوش ہے وہی ناشاد ہے	״
کیا دیکھکے لگائیے جگ میں کسی سے دل	عالم تمام مثل نمود سراب ہے	״
اس مسافر خانۂ دنیا میں ہو کیونکر قرار	آمد و شد لگ رہی ہے ایک آیا دو گئے	״
افسوس نہ کر کہ نخلِ بے بر	پھولے نہ پھلے گئے جہاں سے	״
چندے یہاں کے عیش سے خوش ہو تراب کیا	دنیا میں سکھ کسی کو سدا ہو تو جانیئے	״
جس طرح مہمانسرا میں ہوں مسافر مجتمع	ویسے ہی ہم واں سے یاں آ کر بہم اک جا ہوئے	״
دنیا کا عیش کچھ دو چار دن کی ہے	کرتے ہیں بد معاش عبث دلولے بہت	״
جو یہاں بوئیگا تخم اس کا وہاں پائیگا پھل	وہ جہاں دار الجزا ہے یہ جہاں دار العمل	״
مرد دیندار کو کب آئے خوش	دارِ ناپائدار دنیا کا	״
اہل دنیا سے کیا تراب ملے	ہوتے ہیں وے[1] کمال کے طالب	״
جیفہ دنیا کو کہا ہے جب پیمبر نے تراب	اس کو کیا کہیئے جو ڈالے ہاتھ اس ناپاک میں	״
یارو جہاں مجھے نظر آتا ہے خواب سب	اس خواب کو میں کیا کہوں تعبیر کیا کروں	״
ملے دنیا میں راحت جس کو بیش و کم غنیمت ہے	رہے اس غمکدہ میں جو کوئی بے غم غنیمت ہے	״
کچھ لائے نہ لے گئے جہاں سے	آئے وے[2] چلے گئے جہاں سے	״
یہ جہاں تو ہے خاص رنج کا گھر	کس طرح چین یاں کوئی پائے	״
رہتی دو دن ایک کے بھی پاس یہ دنیا نہیں	کون پھر ایسی زن شتاح کا شوہر بنے	״
یاں کی پستی و بلندی کی شکایت کیا کریں	ہے یہی نقشہ ازل سے اس خراب آباد کا	تجمل
روز و شب جہان کے دھوکے میں آؤں کیا	یہ دھوپ چھاؤں ہیچ ہے میری نگاہ میں	״
تجمل یہ کیا چند روزہ ہے دنیا	کہ درپیش یاں سب کو اک دن سفر ہے	״
جز پشیمانی نہیں غفلت سرائے دہر میں	جو یہاں بیٹھا کفِ افسوس ملکر رہ گیا	تسلیم
دل نہ دے نقش و نگارِ دہر کو	اعتبارِ گلشن تصویر کیا	״
کچھ عجب دنیا یہ ہے مہمانسرائے دلفریب	جو چلا ملک عدم سے دم یہاں لینے لگا	״
بہار افزا طلسمی کارخانہ	عجب عالم ہے یہ دنیا مگر ہیچ	״

دنیا

مرکے بھی اسباب دنیا سے مفر ہوتی نہیں / بے کفن زیر لحد لاش بشر ہوتی نہیں	تسلیم
کوئی دم آمد و رفت بشری ہے تسلیم / نہ رہی عالم ایجاد کی منزل خالی	״
بلبل مقام نغمہ و عشرت نہیں جہاں / جو گل ہے اس چمن میں گریباں دریدہ ہے	״
آئے دم تک نہیں دل لگی اس کی بھرتا / کس قدر ہے چمن گلشن دنیا دلچسپ	״
زمانہ بیوفا نا آشنا دنیا کو کہنا ہے / نہیں یہ زال مکارہ جوان و پیر کے قابل	״
کسی کا رہا سکہ حکومت رہی نہ کبھی / رواں ... تسخیر کے قابل	״
ہفت اقلیم شش جہت ... صدائے جرس کی طرح / اس منزل فنا میں ... کارواں ہیں ہم	״
مار رکھا ہے ہزاروں کو فریب حسن سے / زال دنیا بھی عروس نوجواں سے کم نہیں	״
نکلے عدم سے جو خزاں کے جو رنگ ہم / منہ بھی نہ کرتے گلشن ایجاد کی طرف	״
دنیا کا رنگ ڈھنگ جو دیکھا خراب ہے / روئے زمیں پہ آکے بہت آسماں سے ہم	مسافر

---

۱ وہ ۲ اور۔

ذنب

خاک اڑتی ہے یہاں ہیں برگ و گل اداس
کہتے ہیں دنیا جسے بستی ہے یہ منزل اداس — جرار

کیا عجب راحت نہ دنیا سے ملے دنیا میں
چین بلبل کو کہاں ہے خانۂ صیاد میں — "

محفل ہستی کی ظلمت کا فقط روشن ہے دل [illegible]
شمع قیصر کا [illegible] — "

[illegible] منزل ملک عدم دیکھا
[illegible] منزل دنیائے فانی ہے — "

کہاں [illegible] کس طرح افسوس [illegible] دنیا
[illegible] اس عالم غدار کو [illegible] — "

جو کھا دو سامری اس [illegible] کہتا ہوں
ہر [illegible] زوال جہاں سے [illegible] صورت تیری — جوہری

پھر [illegible] دنیا میں لیل و نہار
[illegible] میں ہیں دنیا میں [illegible] — "

فراغت کی [illegible] اس [illegible] دنیا میں
کیا خاک جی لگائے [illegible] نہیں کہیں — جوش

[illegible] کوئی ملکان [illegible] فقط [illegible]
خانۂ [illegible] دنیا میں [illegible] عبرت — "

چار دن کے لئے [illegible] عیش [illegible]
[illegible] عجب

مسافر ہو اٹھا و بستر اپنا اہل دنیا جلد	سرائے عالم فانی نہیں تاخیر کے قابل	تسلیم
زندہ کو مرنے کا دھڑکا مردہ کو محشر کا ڈر	یہ وہ عالم ہے کہ جس میں بے خطر کوئی نہیں	"
دنیائے بد نہاد کا سودا ہے سر کے ہاتھ	انجام ہو بخیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ	"
نہ سمجھے تھے کہ یہ دنیا ہے خانۂ حرماں	ہزاروں لے کے عبث دل میں آرزو آئے	"
سبزہ بیگانہ ہے شمشاد کشیدہ تسلیم	جی لگے گلشن ایجاد میں کیونکر اپنا	"
تو لاکھ مجھے پیار کرا سے قحبۂ دنیا	پر تیری محبت تو مرے دل میں نہیں ہے	ترکی
بنا بنا نہ خراب کے گھر میں	قیام کس نے کیا ہے حباب کے گھر میں	"
کیا فکر عمارت کروں اس بحر رواں میں	تعمیر سر موج مکاں ہو نہیں سکتا	"
لے لیتی ہیں دل قحبۂ دنیا کی ادائیں	اس زن سے بچیں پیر و جواں ہو نہیں سکتا	"
بھاگتی ہے مرد کے سایہ سے دور	باکرہ ہے زال دنیا آج تک	ثاقب
بادۂ عشرت دنیا کی نرالی ہے کشید	نہ سرور اس کا ہے اچھا نہ خمار اچھا ہے	"
دکان پیر خرابات ہے جہان خراب	یہاں جو آئیگا خانہ خراب آئے گا	"
دولت دنیا کی خاطر کر لیا شرک اختیار	بندۂ زر سیکڑوں بندے خدا کے ہو گئے	"
چھوٹی دنیا بھر کی ہے دولت اسے کیا منہ لگائیں	بردۂ شیر خدا ہیں ہم سگ دنیا نہیں	"
در بدر اس طرح دنیا دار کو دیکھا تباہ	جیسے گھبرایا ہوا کوئی سگ دیوانہ ہو	"
رنج و غم درد و الم شور و فغاں آہ و بکا	جیتے جی آٹھ پہر کا ہی رونا دیکھا	"
چار گوشوں پر سرائے دہر کے ہیں چار گھر	غمکدہ عشرت کدہ محنت کدہ ماتم کدہ	"
مسافر رہ ہستی ترا خدا حافظ	یہ وہ سفر ہے سقر جس کا اک نمونہ ہے	"
شام غربت کا مزہ صبح وطن میں پایا	عیش دنیا کا ملا تارک دنیا ہو کر	"
پا کے قابو چھوڑ دے زن کو وہی کچھ مرد ہے	رہ کے دنیا میں اٹھائے لذت دنیا سے ہاتھ	"
اللہ اللہ دست کوتہ کی درازی کے نثار	ہاتھ دنیا سے جو کھینچا اس کا داماں مل گیا	"
یہ بحر دنیا ہے خوف کی جا کہیں ہے طوفاں کہیں تلاطم	کنارہ کش اس سے ہو شناور تو دم میں ہوتا ہے پار بیڑا	"
دکھلانا تھا خدا کو نشیب و فراز دہر	خلقت یہ آسمان و زمیں کی نہیں عبث	جنون
گردش دوراں سے ہم بھی اس قدر مجبور ہیں	دائرہ پر جس طرح ہو نقطۂ پرکار بند	"
دار جہاں میں ہستیٔ فانی کو کیا بقا	ہے کب قرار سایۂ دیوار معتبر	"
کشور ہستی سے کس دم قافلہ	راہی ملک عدم ہوتا نہیں	"
پر خطر ہے یہ منزل ہستی	بے لٹے کوئی کارواں نہ رہے	"
لٹنے کا ڈر ہے منزل ہستی میں ہر قدم	لازم ہے یاں بشر رہے ہشیار رات دن	"
کب ٹھہرتی ہے کہیں دو دن یہ دنیائے دنی	موج دریا ہے قدم اس زن ہر جائی کا	جرار
ہزاروں کھیت رہے ہیں زال دنیا سے	یہ وہ بلا ہے کہ جانبر کوئی جواں نہ ہوا	"
سرائے دہر بھی ہے مثل خانۂ قحبہ	رہا جو رات کو وہ صبح کو روانہ ہوا	"
پھنسا ہوں آ کے میں اس تنگنائے دنیا میں	فقط مشیت پروردگار کے باعث	"
مکاں بنائیے دنیا میں کس جگہ جرار	زمیں ہے تنگ ہجوم مزار کے باعث	"

عجب طرح کی زن فاحشہ ہے یہ دنیا	نہ اس سے پیر نہ لڑکا نہ نوجواں محفوظ	جوشش
اچھے اچھوں کو پھانس رکھا ہے	زال دنیا جوان ہے گویا	جلیل
کھینچا ہے کس اُستاد نے دُنیا کا مُرقع	اک ایک سے ملتی ہوئی صورت نہیں کھچی	،،
جلیل اب کیا کہوں تم سے اُداسی بزم ہستی کی	ہزاروں تھے جہاں بیٹھے وہاں دو چار بیٹھے ہیں	،،
یہاں کے عیش و طرب کی نہیں ہے کچھ بُنیاد	ہمیشہ باغ میں کب موسم بہار رہا	جویا
نکلنے کی کوئی تدبیریاں سے سوجھے جویا	رہو گے کب تلک اس قید خانہ میں سدا بیٹھے	،،
آنکھوں سے نہ دیکھ شکل دُنیا	گرمانگے تو خاک دے شکم کو	،،
اک دن تجھے چھوڑ دیگی دُنیا	تو پہلے ہی چھوڑ اس کے غم کو	،،
رہنے کی جگہ نہیں ہے دُنیا	اک رُوز یہاں سے جائینگے ہم	،،
قابل مسکن نہ تھی یہ ہستی ناپائدار	کر گیا جویا بھی دُنیا سے سفر اچھا ہوا	،،
دل نہ دے دنیا کو ہے یہ آباد عدم	یہ طلسم دل شکن ہے اور فنا معمور ہے	،،
ہے یہ دنیا شل سنا یہ آدمی کے گرد ہے	یہ چلے تو وہ چلے نزدیک ہے اور دُور ہے	،،
منزل عبرت ہے دنیا اہل دنیا شاد ہیں	ایسی دلجمعی سے ہوتی ہے پریشانی مجھے	چکبست
دُنیا کی جستجو میں ہوئے ہائے خوار و زار	پیدا کریں گے ربط کسی اولیا سے ہم	حیرت
حیرت پھنسا نہ دل کو دُنیائے دُوں میں ہرگز	مٹی میں مل گئے ہیں عالی جناب کیا کیا	،،
کہنے نہ پائے اپنا کچھ درد دل زباں سے	ہمدم رہے ہیں ہم تو دنیا میں میہماں سے	،،
کچھ یاں سے لے چلے ہیں نہ کچھ واں سے لائے ہیں	اک جاں ہے تن میں سو وہ امانت خدا کی ہے	،،
یہ ہے دُنیا کوئی دن کا تماشا	رہا ہے کوئی تجے اس جا رہیگا	،،
یہ میلا تماشا ہے دُنیا تمام	اُسے دیکھ لے اور کر اپنا کام	،،
ہے یہ دُنیا کوئی دن کا شور و غل	پھر رہے گلشن نہ بُلبل اور نہ گل	،،
دار دنیا ہے نہیں جائے فضا	غم کدہ حسرت کدہ ہے یہ سرا	،،
آشنا ہے باغ دنیا کی ہوا	دیر پھرتے کچھ نہیں لگتی ذرا	،،
گئے جو کنج مرقد میں بچے تکلیف دُنیا سے	حصار عافیت کو لوگ کیونکر بھول جاتے ہیں	،،
یاں زندگی خراب وہاں خوف باز پرس	آئے عدم سے ہم یہ نہایت بُرا ہوا	،،
اس سے ثابت ہے کہ دُنیا نہیں راحت کا مقام	ابتدا ہی سے بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا	،،
ساتھ اپنے چاہنے والوں کے دنیا کب گئی	کیا سمجھکر لوگ جاں دیتے ہیں اس مردار پر	،،
وہاں سے آئے تو ہم پاک و بار رسا ہو کر	یہاں سے دیکھئے جاتے ہیں کیا سے کیا ہو کر	،،
یہ جہاں تو بخط توام ہے	کہ مسرت کے ساتھ ہی غم ہے	،،
غافل اسے سمجھتے ہیں شاید کہ پائدار	ہستی حباب اور طلسم جہاں کی ہے	،،
جہاں کی سیر کرکے خانۂ اصلی کو جائیں گے	تماشا گاہ دُنیا کو بلے اُسے میلا سمجھتے ہیں	،،
ہمیں ثابت ہوا دُنیا میں یوا انوکھی بستی ہے	مقام نیستی کو دل میں سمجھے ہیں کہ ہستی ہے	،،
جب خاک میں مل جائیں گے ہو جائیگا آرام	دنیا کے تکلف سے ہے تکلیف بدن پر	،،
سب کچھ ہے اور کچھ نہیں عالم کی کائنات	دنیا برائے دُوست ہے عقبیٰ برائے دُوست	حفیظ

ونیب

سچ ہے دنیا سرائے فانی ہے
سچ ہے دنیا ہے عالم عبرت

یہی جگہ ہے پیارو بیچ کسی کا جی کیا
مرگ عدو پہ آئے ہم کو بھلا ہنسی کیا

اس بات کو سمجھا او جان نثار ہستی
منزل ہے اک اجل کی یہ رہ گزار ہستی

لگاؤ نہ اس دار فانی سے دل
عیاں اس کی ہیں پست بیدا نیاں

محبت کا دنیا کی حسرت مآل
پشیمانیاں ہیں پشیمانیاں

پھر وہی ہم ہیں کہ ہر عشوہ پہ کافر کیوں نہ
زال دُنیا سے ابھی ہو کر خفا بیٹھے تھے ہم

عیش دُنیا سے ہوگیا دل سرد
دیکھکر رنگ عالم فانی

جس سے دنیا نے آشنائی کی
اس سے آخر کو کج ادائی کی

غرور و حرص میں زور و زر میں دنیا کے
بناؤ تجھ ہی اس نابکار کے لائق

راحت کا جہاں میں ہو بنی اک نام ہے گویا
راحت کی تلاش اک طمع خام ہے گویا

نیب

دنیا

کون ہے جو ترا نہیں خواہاں — دل دنیا تو ہے جوان پری

پہلے کوئی بہیں خوار کرتی ہے دنیا [illegible]

پہلے کوئی پیچ میں [illegible] کوئی اٹھ کر

ہو دنیا نے دنی بھی صرف کیا ساری خدائی میں

جو اہو ہستی موہوم کا لالی کہاں مجھ کو [illegible]

دنیا کا عجب حال ہے [illegible]

احباب میں احباب کی [illegible] جہان کا

حیرت کا ہے مقام [illegible] کسی کو خبر نہیں

اس بزم میں [illegible] کسی کی کسی کو خبر نہیں

کون مہمان رہے [illegible] دیکھ لیں

سیر کی عدم آباد [illegible] جہاں ہے تجربہ

اہل عالم [illegible] نام اس کا

ہے خراب آباد [illegible]

عادت زمانہ [illegible] حقیقت نما ہیں

اس کی تجلیاں تو حقیقت نما ہیں [illegible]

حقیقت میں خرابات جہاں [illegible]

ان انکھوں [illegible]

جانے آسائش [illegible]

اب جو دیکھا تو وہ [illegible]

آب

رونق — رشک — راجی — انور — " — راسخ — " — رفیق — رشک — "

نہیں بُو انس کی اس غمکدہ میں
دنیا کے خرخشوں سے چیخ اٹھتے تھے ہم اوّل
دنیا میں اگر ہے بھی فراغت کا کوئی دن
دنیا کی حقیقت نہیں جز حسرت و ارمان
بارہا دیکھ چکے تیرے فریب اے دُنیا
جانتا دُنیا کو ہے اک کھیل تو
آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
بشر پہلو میں دل رکھتا ہے جب تک
ہم سے خود دنیا ہی بتیائی نہ جاتی ورنہ یاں
دہر معیار ہے یاں قلب کا سودا نہ بنے
خاطر جہاں نہیں سب کے لئے ہیں مصیبتیں
ہستی بھی میری بحر جہاں میں مثال موج
نہ ہوئے طالب دنیا کبھی مردان خدا
آئے عدم سے گلشن ہستی کی سیر کو
گلشن ہستی خوب ہے لیتی اس میں سبھی بازار بھرا ہے
ہے دُنیا کا فسانہ پیچ در پیچ
بیڑی کیونکر کٹے اس قید تعلق کی خلیق
مکان دہر ہے عبرت کی جا مکینوں کو
عیاں ہے چار طرف انقلاب کا نقشہ
کسی کی تپش ہے خوشی ہے کسی کی
صفحۂ دہر پہ یہ ہستیٔ موہوم نگر
کوئی عدم سے آئے نہ اس قیدخانہ میں
دنیا بھی اک بہشت ہے اللہ رے کریم
ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
بطن مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے
فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں ماتمی آثار
خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
وہ کونسا غم ہے کہ جو دنیا میں نہیں ہے
دنیا کے الم ذوق اٹھا جائیں گے
جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے
گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
رنج دنیا سے نظر آیا عدم کا رستہ
باغ عالم کا اعتبار نہیں

کہیں دل جا کے بہلانا پڑے گا
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گیا گوارا
وہ دن ہے کہ جبدن کہ اسے چھوڑ کے جانا
جھل بل میں تم اس ال فسوں گر کی نہ آنا
ہم سے اب جان کے دھوکا نہیں کھایا جاتا
کھیل قدرت کے تجھے دکھلائیں کیا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت
اسے دُنیا کا غم کھانا پڑے گا
دین تک دنیا کی قیمت میں لگا بیٹھے تھے ہم
فائدہ کیا ہے اگر مس کو زر اندود کیا
وہ کون ہے کہ عیش میں جس کی بسر ہوئی
آرام آگیا مجھے جب میں فنا ہوا
جو ہے مردار سگ و زاغ و زغن کا حق ہے
دیکھا تو سبز باغ تھا دھوکا بڑا ہوا
سودا کچھ بازار کا کرلے ورنہ تجھے شرمانا ہوگا
اُسے سمجھے یگانہ پیچ در پیچ
خوش ہر اک قیدی ہے نایاب یہ زندان دیکھا
کہ بیش اس میں ہے پستی بلند بینوں کو
بدل رہے ہیں مکاں روز و شب مکینوں کو
کسی کی خلش ہے مزہ ہے کسی کا
حرف ہے تو ہے غلط نقش ہے تو باطل ہے
قید حیات ساتھ نہ ہو گر لگی ہوئی
کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا
بیشک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ
یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب
خوش اپنا کیونکہ ہو اس نیلگوں حصار میں دل
پر ہمارے واسطے یاں منزل راحت نہیں
اور اس پہ دلکش یہ غم آباد غضب ہے
ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائیں گے
اب جائیں گے اوروں کو رُلا جائیں گے
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے
دشت غربت کی مصیبت سے وطن یاد آیا
آج ہے خشک شاخ کل تھی ہری

حالی — " — " — " — " — " — " — " — " — " — خاطر — خلیل — " — خیالی — خاکی — خوشدل — خلیق — دل — " — داغ — " — " — ذوق — " — " — " — " — " — " — ذاکر — رونق

لہ کیونکر۔

شعر		شاعر
اب مری آنکھوں میں ویرانی سے بدتر ہے جہاں	جن دنوں آباد یہ مہمانسرا تھی میں نہ تھا	رشک
بحر جہاں میں غافل سامان ہیں سفر کے	باہر حباب اپنے خیمے نکالتے ہیں	"
دنیا تمام ملک عدم میں شریک ہے	تھوڑا سا آگیا ہے یہ بازار بیچ میں	"
قید اس گنبد بے در میں کیا قسمت نے	آدمی بھاگ کے جائے تو کدھر سے نکلے	"
کس کی یہ جلوہ گہ ناز ہے بزم عالم	سیکڑوں اُٹھ گئے رونق نہ گئی محفل کی	"
دنیا کا تماشا ہے فقط ہستی کی صورت	معنی ہے وہی ہست اکیلا مرے آگے	سالک
خندۂ گل بے نمک فریادِ بلبل بے اثر	اس چمن سے کہہ تو جا کر کیا کرینگے یا دہم	سودا
لطف کیا رکھتے ہے اس باغ کی سیر اے سودا	شاخ پر دیکھنے دے گل کو نہ گلچیں جس میں	"
زیب و زینت کا میں دنیا میں نہیں پاتا کنار	زائلِ عزت ہیں اپنی طبع کی مرغوبیاں	"
سودا میں اس چمن میں ہوں جوں غنچہ دل گرفت	ماتم سرا میں صورت دلگیر شرط ہے	"
میں اک آن میں دکھلاؤں یہ طلسم جہاں	جو قید تن سے فلک مجھ کو یک نفس چھوڑے	"
دیوے تجھے وہ کچھ کہ نہ پھر چھین لے تجھ سے	زنہار نہ رکھہ اب طمع خسام جہاں پر	"
زال دنیا ہے ظاہرا خوش رو	اور باطن میں بے وفا بدخو	"
آہ اے دنیا نہیں ہرگز کسی قابل ہے تو	حسرت و غم جس کا ہے انجام وہ محفل ہے تو	سرور
دنیا سے میل رکھتے نہیں اس لیئے بزرگ	مکارہ ہے زمانہ کی یہ پیرزال ایک	سعید
اے تہی دست ہے بازار جہاں میں سب چیز	لینے کو چاہیئے کچھ نقد خریدار کے پاس	"
اہل دنیا کے لیئے دُنیا کا	جشن فانی ہے الم باقی ہے	"
پوشیدہ دلا خار جدائی کا ہے کھٹکا	ظاہر میں تو ہے گلشن دنیا بہت اچھا	"
دنیا کو فنا عالم عقبیٰ کو بقا ہے	اولیٰ سے ہے وہ خانہ آخر بہت اچھا	"
خار حسرت کا ہے آخر چمن دُنیا میں	پر کسی کا گل مقصد سے نہ دامن دیکھا	"
شمع کے مانند ہم اس بزم میں	چشم تر آئے تھے دامن تر چلے	سوز
زندگانی میں کسے آرام حاصل ہوئیگا	ہائے آسودہ جہاں میں کونسا دل ہوئیگا	"
بغیر از مرتے جیتے کس نے دیکھا بزم ہستی میں	کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا میں	"
بہاریاں کی ہے بلبل خزاں سے ہم آغوش	لگا نہ دل کو تو اس بوستان فانی سے	"
باغ دنیا کی ہے حریف خزاں	کس بھروسے پہ آشیاں کیجے	"
ریاض دہر سے ہمدم قدم اٹھا کے چلو	مثال نکہت گل ساتھ تم ہوا کے چلو	سراج
یہ دُنیا کی ہے سرا آج ہوا	نہیں چلتی ہے ایکساں اچھی	"
سمجھکر بیوفا چھوڑا ہے ہم نے زال دنیا کو	طلب کیوں ہو طمع کیوں ہو تعب کیوں ہو فغاں کیوں ہو	"
کیا کریں لیکے اُسے جس کو نہیں کچھ بھی ثبات	ہم نے اب دیکھ لیا سارا جہاں ہیچ ہے ہیچ	"
ہیں کس آرام سے ساکن عدم کے	بنے ہم صید غم ہستی میں آکے	"
یہاں ہر نقش صورت اک حباب بحر ہستی ہے	تموج سے مٹیں کیا کیا ہوئیں شکلیں عیاں کیا کیا	"
بلا نے اکدن کسے نگھیرا ہو نہ دنیا کی کس کو چھوڑا	سراج بیتا مثل ماہی ہر اک بشر اس کی جال میں تھا	"
منزل آرام و آسائش نہیں دُنیا سخن	جائے عبرت ہے سراسر رنج سے آباد ہے	سخن

دنیا

شعر	شاعر
چار دن کے واسطے کیا کیا نہ کچھ پھیلا گیا / کوئی یاں دارا اور کوئی اسکندر بن گیا	سخن
کوئی یاں تماشہ سب خاک میں مل گئے	"
دنیا کے یہ تماشے تعبیر ہے تو یہ ہے / اس خواب کی ہمارے تعبیر زیادہ ہے	"
دنیا میں عیش کم ہے مصیبت زیادہ ہے / دنیا میں غم کے تو دو دن میں مٹیں گے	"
دن دن اگر ہیں غم نے ابھی دنیا کا تماشہ / کیا دیکھا ہے غافل ہو اگر باز تو دیکھو	"
ہاں چشم تغافل اس خراب آبادی کی / خوب وہ سمجھے حقیقت اس ویرانے کی	"
جو نہ سمجھے کچھ بھی اس دنیا سے جو ہو سکی نہ تو / اے سخن چمن سے گزر سے عیش دنیا بے ثبات ہے	"
رکھتی انسان کو ہے غافل سب حاصل دنیا کیا ہے / غافلو ہیچ ہے سب بحر فنا کے دیکھا کیا ہے	مضطر
اس گرد و غبار میں چمنستان جہاں ہے / کب بسنے کے قابل چمنستان جہاں روز خزاں ہے	"
گو لاکھ پیچ کھیلے مگر آگے دنیا کے / وہ بہتر سمجھتے ہیں زوال دنیا کے نیک و بد کو دیکھتے ہیں	"
جو خوب سوچتے ہیں دنیا کا اعتبار / باطل نہیں ہے زینت دنیا کا اعتبار / مہمان ایک رات کی خوشبو نہیں ہے پاس	

قری صفت

دنیا

غافلو ہشیار یہ دار محن ہے وہ مقام
سکھ سوا درد و رنج و غم جہاں ملتا نہیں
کچھ جمعیت دل کیا ہو بھلا دنیا میں
ہم نے سر سنبل بھی پریشاں آیا
شیون ہے جو کہ یہاں ہنگام ولادت اطفال
[illegible] رویا کرے [illegible] نالاں آیا
[illegible] ہستی موہوم میں [illegible] دیکھئے
آیا جو [illegible] کوئی دنیا ملک نہیں
جی میں ہے [illegible] کہیں نہیں
اب قابل [illegible] نقش [illegible]
ہے طلسمات جہاں نقش ہر ایک چیز کا نقشا دیکھا
خط موہوم ہر ایک [illegible] شائق
[illegible] حسرت عالم [illegible] کیا دیکھا
[illegible] حسرت
دنیا ہے [illegible] خیال [illegible] کیا تھا
صورت کوئی اس کی [illegible] مری
نامرد کی ہوئی زن دنیا [illegible] داغ
اس بیوہ کا [illegible] دونوں جہاں [illegible] ٹھیک ہے
زنہار عقبیٰ جو دنیا کو [illegible] گیا
اس کے عوض [illegible] دیکھو
دنیا کو عجیب [illegible] سنبھل کر
اس راہ میں [illegible] پاؤں
بیدار [illegible]

تری صنعت کے کرشموں نے بھلا دی تری یاد — ثروت
پیچیدہ راہ دہر سے غافل سنبھل کے چل
ہوش آیا تھا کہ سودائی بنے
سرائے دنیا میں کیا دھرا ہے چل اب یہاں سے قدم اٹھا کر — شمیم
رہنے کا اس جہاں میں کب اشتیاق ہے
جہاں کی ہے بے ثباتی صحبت برے ہیں ان سے اہل حدت
راس آئی کسی شوہر کو نہ زال دنیا — "
سرائے ہستیٔ موہوم کے ہے غم سے کیا مطلب
آئی ہے کام یار یہ دنیا کسی کے کب
نہ ساتھ جاتی ہے دنیا کسی کے بھی واللہ — شائق
دام الفت میں جو دنیا کے پھنسے ہیں غافل
ابھی کچھ تھا ابھی ہوا کچھ اور
خلق میں آکے نہ کیا کیا دیکھا — "
خدا اس سے نے جلد سید نجات
کارخانہ کو جہاں کے سید
جب تلک واں رہے کچھ فکر نہ تھی — "
دنیا قیام گاہ کسی کی نہیں شفق
زال دنیا سے کبھی کیجے نہ انس
دنیا قیام گاہ کسی کی نہیں شفق
گلشن رہے بہار رہے باغباں رہے — شہید
عیش دنیا پر کبھی کیجے نہ ہرگز اعتبار
دنیا سے رکھ کبھی نہ امید وفا شفق
ہیں سراسر کار و بار مردم دنیا غلط — "
روز کھلتے ہیں گل تازہ بتازہ اس میں
کہتے ہیں جس کو دنیا وہ خواب ہے طلسمی — شاداں
دنیا سے دل لگایا تو پھر یہیں رہو گے
دو دن کی یہ جگہ ہے ہنسنا نہ تم یہاں پر
لوٹ ہیں رنگینیوں پر جن بھی آدم زاد بھی
قطع نظر جو نقش و نگار جہاں سے ہو — "
زال دنیا کے تعشق میں ہے خلقت کو جنوں
عروس دہر نہیں التفات کے قابل
کار دنیا کسے تمام نکرد
صاحب عقل کو نہیں ہے زیب

وقت سب کھو دئے نظارۂ عالم میں ہے — سفیر
مشکل پڑے گی تجھ کو نشیب و فراز میں — "
پھنس کے ہم دنیا کے مکر و دھات میں — "
مٹائے اپنی خودی کو غافل ارادہ منزل فنا کر — "
کب مانگتے ہیں خضر سے عمر دراز ہم — "
خراب ہو کے محل عبرت بنا ہے مدفن سکندریں کا — "
ہو گئی رانڈ یہ سو بار سہاگن بنکر
مسافر کو ہے راہ فکر بیش و کم سے کیا مطلب — سرمست
کیوں اعتبار کرتے ہو اس ہوکہ باز کا — سرور
یہ منعموں نے عبث اس کا اعتبار کیا — "
جز غم و رنج حصول ان کو بھلا کیا ہوگا — سید
گلشن خلق کی ہوا کیا ہے — "
خوب قدرت کا تماشا دیکھا
نہیں رنج دنیا گوارا مجھے — "
دل مرا دیکھ کے مرجاتا ہے
آکے یاں مفت کا جھگڑا دیکھا — "
اس گھر میں میہمان جو آئے چلے گئے — شفق
اس زن قحبہ کے شوہر ہیں کئی
مہمان اس سرائے میں آکے سب رہے — "
افسوس ہے کہ ہم نہ رہے اور جہاں رہے
ایک دو دن کے لئے ہے پھول خنداں باغ میں — "
یہ پیر زال قحبہ ہے دیدے اسے طلاق — "
قول ان کے سارے جھوٹے فعل سراپا غلط
باغ عالم کو سدا پھولتے پھلتے دیکھا — "
آنکھیں کھلیں تو آیا ہم کو نظر نہ کچھ بھی — "
تو یہیں کے ہرگز پھر تم نہیں رہو گے — "
جانا ہے تم کو دیکھو پھر اس کے آستاں پر
واہ کیا دلکش جگہ ہے عالم ایجاد بھی — شیفتہ
دیکھوں وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں — "
ہر مژہ اس قحبہ کی ہے صورت نشتر سفید — شہیدی
نظر سے کہدو نہ کھائے فریب نقش و نگار — شاد
کام جاری ہے کارخانے کا — شوق
کہ اٹھائے جہاں میں رہ کے فریب — "

بیدار ہو کے چشم تفکر سے دیکھ لے	اے بیوقوف گلشن ایجاد خواب ہے	شاہ
عروج مرتبہ کو کم کرے سامان دُنیا کا	بڑھا پانوں نہ اک سوزن سے گردوں پر مسیحا کا	صابر
جائے بیزاری ہے دُنیا اسلیئے رکھتا ہے پشت	منہ نہ پھیریگا اُدھر کو تا بمقدور آفتاب	״
ہے فقط دنیائے دوں صحرائے خواب	دیکھ اے غافل نہ ہو جویائے خواب	״
گلشن دہر ادب کا ہے مقام اے صابر	پانوں سے پہلے درختوں کا یہاں سر نکلے	״
تماشاگاہ دم بازاں ہے یہ دنیائے دُوں صابر	گزرتی ہے یہاں سے موت بھی انساں سے دم لیکر	״
یہاں کی صفائی پہ صابر نہ پھسلو	یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل	״
خشکی سے تازگی ہے جہانِ خراب کو	خالق نے ابخروں سے بنایا سحاب کو	״
نہیں ہے بزم عالم شادمانی کا مقام اے دل	یہ سیل گریۂ شمع لگن کچھ اور کہتی ہے	״
پھنسایا غفلت ہستی نے اک طفلانہ حرکت میں	تماشا دیکھتا ہوں خانۂ رنگین دُنیا کا	״
ہمراہ آرام ہے دُنیا میں بے چینی ضرور	کچھ سکوں کچھ حرکتیں رکھتا ہے لفظ آرام کا	״
حبِّ دُنیا سب گناہوں کا سرا ہے غافلو	اس سے جو بچ جائے اس کو کچھ خطر ہوتا نہیں	فنتیا
عالم اک پل ہے مسافر کے گذر جانے کو	یعنی انسان ادھر آیا ہے اُدھر جانے کو	طالب
جو لامکاں سے مجھے اس مکان میں بھیجا	گڑھے میں اے مرے پروردگار پھینکدیا	طاہر
دنیائے بے ثبات میں دو دن کے واسطے	اے منعمو بناتے ہو دولت سرا عبث	״
رنگِ نشاط گلشن دُنیا ہے بے ثبات	مثلِ انار خندۂ دنداں نما عبث	״
حسرت کدۂ دہر میں رنج و الم و درد	دو دن کے لیے آئے تھے کیا کیا نہیں دیکھا	״
دنیا ہے اس کا نام بڑی بیسوا ہے یہ	دھوکے میں ہم نہ آئیں گے اس پیرزال کے	ظفر
ہنستے کیوں گل کی روش باغ جہاں میں غافل	اے ظفر ہوتے اگر یاں کی ہوا سے واقف	״
چین اے کس کو فلک وہ آپ ہی چکر میں ہے	ہے ہوس راحت کی زیر آسمان بنیاد	״
جو ہوتے ہم نہ جہان خراب میں داخل	تو ہوتے کاہے کو رنج و عذاب میں داخل	״
دیکھ پھر آخر خزاں ہے کوئی دن ہے یہ بہار	اس چمن میں آشیاں اپنا نہ اے بلبل بنا	״
کوئی حلاوتِ دُنیا میں پڑ کے کیا نکلے	کہ یہ تو بس مگس و انگبیں کا ہے نقشہ	״
دنیا ہزار رنج و مصیبت کی جائے ہے	یہ غمکدہ نہ عیش نہ عشرت کی جائے ہے	״
دنیا ہے جائے رنج و مقامِ غم و الم	یاں ہوتا کس طرح تجھے غافل سرور ہے	״
کھو کے دیں گر ہوئی دنیا تو ہوئی کیا دُنیا	ایسی دُنیا پہ ظفر ہم تو ہیں لعنت کرتے	״
دنیا مثال فاحشہ جاتی ہے جس کے پاس	رہتی ہے اُس کے پاس یہ بدذات چند روز	״
نقش سراب ہستی ناپائدار ہے	شکل حباب زندگی مستعار ہے	״
ظہیر اٹھو ذرا ہشیار ہو کس نیند سوتے ہو	نہیں یہ جائے خوابیدن کہ دنیا اس کو کہتے ہیں	ظہیر
ہیں زباں پر تلخکامی کے مزے	لذت دنیائے فانی دیکھ لی	״
جہاں کے جس قدر جھگڑے ہیں سب قصے کہانی ہیں	کہ گل بوٹے ریاض دہر کے سب نقش فانی ہیں	״
روز اک سیر ہے اس بزم گہ دُنیا میں	اٹھ گیا کوئی کوئی رونق محفل آیا	عاشق
اے پیر فلک دولت و حشمت نہیں مقبول	دنیا ہے عجوزہ مجھے داماد نہ کرنا	״

دنیا

[illegible]

عاشق

دنیا

نہ رہا اس آدمی کو ہوائے باغ دنیا
کریں کیسے سیر اب تو ملک عدم کی
کیوں دنیا نبھاتی ہے یہیں چھوڑو اس دنیا
پھر ذرا ہیں سلجے تو سے سیر کی قسم جاتے ہیں
اس جہاں کا ایک دن اپنا سفر ہو جائیگا
دنیا چھوڑ کر جنگل میں گھر ہو جائیگا
عیش دنیا یار اے علی احمد نہیں کچھ کام کی
جو دنیا سے کیا گر عمر سب جاتی رہی
ہوگا پچھتانے سے کیا بہار چمن اس جہاں کی
خزاں ہے جب بہار چمن ہو رہا ہے
کہ غنچۂ گل خندہ زن ہو رہا ہے
دنیا نہیں قابل اعتبار
دنیا ہے زمانہ کا بیل دنیا بار
دنیا کے مکر و کید سے غافل کو کیا غرض
کب غلط ہو مرد واں پیر زال ہے
خزاں نے پا کے خزاں بہار اگر بہار ہی
دوام سلطنت خاطر ہے عیش دنیا کا
مثال ہے خوف فرصت ہستی کا کوئی غم
عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

سم نہیں

شعر	شاعر
ہوتے ہیں کیوں مقیم جہان خراب میں	
مرد جواں ہے جاہل دولت پہ جو ہے مائل	
لگی رہتی ہے یاں آمد خزاں کی	ناسخ
ہیچ ہے عشوہ و انداز عجوز دنیا	
یہ دنیا کشت زار آخرت ہے آہیں کچھ بو لے	
تعمیر جہاں خاک ہے در اصل جو دیکھو	علی احمد
سب ہے یہ تا دید نی عالم اسباب میں	
ہاں یہ دنیا سراب کی سی ہے	
یہ کیا ہے عاشق جنون نہیں ہے یہ کیا ہے غفلت اگر نہیں ہے	"
دنیا ہے چند روزہ نہ اس پر اچھل کے چل	
دل کو ہٹاؤ خانۂ دنیا ہے چند روز	
دنیا سے ایک روز سفر تجھ کو ہے ضرور	"
حسرت کے سوا کیا ہے طلسمات جہاں میں	
بگاڑے کھیل اور لاکھوں بنائے	
آ کر خراب کیوں ہوئے ہم اس جہان میں	"
عجب لائی ہے رنگ دنیا طلسم کیا کیا ہوئے ہویدا	
ہر طرح سے دیکھا ہے طلسمات جہاں کو	
طلسم جہاں ہے مقام تحیر	طلعہ
بہت سے لوگ یاں آئے گئے اور آئیں جائینگے	
نہیں آساں تماشا دیکھنا کچھ ملک امکاں کا	
اس گلشن ہستی پہ نہ کر ناز تو گل چیں	عاشق
یہ عدم کا اور یہاں کا حال ہے	
سیر دنیا دیکھ کر یہ حال ہے	
اک آیا اک گیا یہی نقشے جہاں کے ہیں	غالب
دار فانی کربلا ہے یاں کہاں آب بقا	
چمن دہر کی ہوا اے عیش	
کس کو دنیا یہ ساز گار ہوئی	"
غنچہ نہ جہاں میں نہ خوش خوش نشست کر	
طفل و جواں کرشمۂ دنیا کے ہیں شکار	
نہ سمجھ سکتے ہیں موجود نہ معدوم عزیز	
کچھ نہیں کشور وحدت میں مگر سب کچھ ہے	
نہ ملا خانۂ دنیا میں تو آرام عزیز	
نظر فریب ہے گلزار عالم امکاں	

شعر	شاعر
کرتا ہے اس مقام کو کیوں کارواں پسند	عاشق
ایماں ہے مہر غافل دنیائے پیرزن کا	"
عجب آب و ہوا ہے گلستاں کی	"
چاہئے یہ کہ تو مردانہ اس عیار سے بچ	"
نہ کر کچھ ناز ناداں اس جگہ کے ساز و ساماں پر	"
تعمیر ہے دل کی کہ نہیں نام کو واں خاک	"
دیکھنا اس کو ہی تو دیدہ اگر دیکھنا	"
چشم حق بیں میں خواب کی سی ہے	"
عجوز دنیا پہ جاں نثاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ	"
عبرتکدہ ہے اس میں تو غافل سنبھل کے چل	"
ڈالو نہ چند روز کی بنیاد کی طرح	"
سیدھی طرح سے چاہے تو چاہے مچل کے چل	"
کل جو ہوا پیدا تھا گیا وہ ہی گزر آج	"
یہ نیرنگی ہے نیرنگ جہاں کی	"
بے قدر ہے وہی جو وطن سے نکل گیا	"
کہ سبزہ و گل نے ہو کے پیدا پتہ دیا صورت آفریں کا	"
اک خواب ہے نظروں میں یہ دنیا مرے آگے	"
کہ غفلت میں انسان آئے ہوئے ہیں	"
مسافر خانہ ہے دنیا یونہی ہم بھی ہیں آن نکلے	"
کہ یہ مہو کا مکاں ہے جس میں ہے عالم خموشاں کا	"
پژمردہ ہیں اک روز یہ گل اور خزاں ہے	"
آئے تھے گریہ کناں مضطر چلے	"
ہم عدم کو بھی ہیں اب تشنہ رچلے	"
پر جاتے سب وہیں ہیں کہ اصلی جہاں کے ہیں	"
تشنہ کامی سے ہے پتلا حال دنیا دار کا	عیش
غم فزا ہے نہ باعث تفریح	"
عیش کرنا کبھی نہ اس سے ساز	"
اے عیش جھینکنا ہے یہاں بات بات کا	"
خوبی تو کیا ہے سحر کچھ اس پیرزن میں ہے	عزیز
کوئی عارف ہو تو پوچھیں کہ یہ کیا عالم ہے	"
کثرت آباد میں سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں	"
آؤ اس گھر سے چلیں اور کوئی گھر دیکھیں	"
دکھائی دیتی ہیں خالق کی صنعتیں کیا کیا	عالم

کم نہیں خانۂ ماتم سے یہ دنیا جسمیں
جو مسافر آرہا مارا گیا | سینہ زن کوئی کوئی خاک بسر ہوتا ہے | ناسخ

منزل دنیا ہے جا افسوس کی | فیض
لاکھوں جوان داؤں میں دنیا کے آگئے
صد ہا بھرے فریب ہیں اس پیرزال میں | ″
مشتاق ہو نہ اس چمن کائنات کا
کیا اعتبار جلوہ گہ بے ثبات کا | ″
آباد جسے سمجھے ہو تم گویا ہے ویران
یہ دشت جہاں غافلو میدان ہے ہُو کا | فدا
دنیا بھی ہے نمونۂ احوالِ آخرت
موجود ہے آلِ شقی و سعید کا | ″
وہ ہی ویرانہ دنیا میں ہے گویا آباد
جس نے اس دیرِ خرابات کو ویران دیکھا | ″
ناداں ہے تو جو سمجھا ہے ظرف زمردیں
دنیا مگر ہے کاش شکستہ سفال کا | ″
ہے آب و ہوا جہاں کی ناقص
اب کوچ مقام سے ہے بہتر | ″
نکرآراستگی خانہ تاریک کرو
خاک حاصل نہیں دنیا کے سفید ایواں سے | ″
مگر ہے خواب شب عمر آدمی کی
یہ دُنیا گویا اک بہا نسرا ہے | ″
دنیا کبھی نہ دوست کسی آشنا کی ہے
جو قحبگی قدیم سے اس بیسوا کی ہے | ″
مرتے ہوئے کو مارنا دیکھا بہت فدا
اک پیر سال خوردہ کی اک یہ بھی چال ہے | ″
غافلو سمجھو جہاں کا نام ہے کون فساد
ہے خرابی سے بہم دُنیا کی جو تعمیر ہے | ″
ناداں جو تجھ کو چشمۂ شیریں کا گماں ہے
دُنیا تمام زہر ہلاہل کی جھیل ہے | ″
دُنیا کی عمر سعد جوانی میں طے ہوئی
باقی جو کچھ کہ رہ گئی منحوس رہ گئی | ″
کیا تیرہ تنگ جا ہے جہاں مطلقاً جہاں
کچھ انشراحِ دل کو نہ آرام تن کو ہے | ″
زال دنیا نہیں دو دن بھی کسی کی پابند
اک نیا روز بنالیتی ہے شوہر اپنا | ″
رونق دنیا نہیں کم دیدہ ہائے غول سے
جس کو تو آباد سمجھا ہے بڑا ویرانہ ہے | ″
آکر یہاں فلک سے فرشتوں نے کیا کیا
چارہ کسی کو عالم اسباب میں نہیں | فروغ
ہے یہ دُنیا سرائے جسمیں ذوق
ہر بشر میہمان ہے گویا | ذوق
پھنس گئے دنیا کے دار و گیر میں
ہوتی ہے کب تک رہائی دیکھیے | ″
مصیبت اور دنیا کی مصیبت
قیامت ہے قیامت ہے قیامت | قنبر
جائے بود و نہیں یہ بحر جہاں
خانہ بردوش رہ تو مثل حباب | قائم
جیا بکام کب اس بخت ارجمند سے میں
پھنسا قفس میں جو چھوٹا چمن کے بند سے میں | ″
کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں مگر غلط
رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے | ″
مکروہ گر ہی ہیں جہاں کے تو لاکھ بار
افزوں ہے عمر خضر سے فرصت شرار کی | ″
آرام سے کوئی دم کٹ جائے گر جہاں میں
ہم عمر صد خضر کے کب فرصتِ شرر ہے | ″
تھا بد و نیک جہاں سے میں عدم میں آزاد
آہ کس خواب سے ہستی نے جگایا مجھ کو | ″
قائم عبث ہے فکر رہائی کی مثلِ موج
جبتک کہ بو ہے ساتھ مرے پیچ و تاب کی | ″
دنیائے دوں کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیے
عاشق جوان ہوتے ہیں کیا پیرزال کے | قلق
کبھی تھوکیں نہ مرد دُنیا پر
تف یہ مکار بیسوا کیا ہے | قدر
خوش نہ ہوں دولت دنیا سے زمانہ والے
رُونگے صورت فوارہ خزانے والے | ″

دنیت

شمار میں نہیں موجیں جہان فانی کی
جنون ہے اے لہریں لگے جو پانی کی | قدر
تم وہ اہل جہاں تم سے کنارا اچھا | ″
لاٹھیاں مار کے پانی کو جدا کرتے ہو | ″
قدر ریحان نہ کرا ہے یہ دنیا | ″
لاکھوں آتے ہیں لاکھوں جاتے ہیں | ″
عزرائیل یہ ہر رنگ نہیں کچھ بھی نہیں | ″
کھو کے دیکھ چکا بند تو کر کچھ بھی نہیں | ″
دنیا سے تو نے ربط بڑھایا ہزار حیف
اک بیسوا کے دام میں آیا ہزار حیف | ″
مردان حق سے قحبۂ دنیا ہے بیزار
صورت جبرئیل کی تو پیرزال کا مزاج | ″
زال دنیا بھی ایک قحبہ ہے
جس نے دیکھی ہزار کی صورت | قمر
واقف نہ تھا عدم میں یہ دنیا ہے غمکدہ
آیا ہوں میں جہاں میں فقط اشتباہ سے | قربان
مومن کے لیے لطف زندگی کا نہیں
دنیا میں قربان کچھ بھی تو چلو سفر کو | قطب
دنیا کے مال و زر پہ نہ مغرور ہو قطب
یہ زندگی ہے آپ مثل حباب آج
بے آرج

دنیا

دنیا کی نہ کر تو خواستگاری
اس سے کبھی بہرہ ور نہ ہو گا
دھوکا ہے تمام بحر دنیا
دیکھیگا کہ ہونٹ تر نہ ہوگا
موضع کی سیر کر کہ عالم حباب تھا
جانے کا بعد مرگ کے
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا
آشوب جہاں بس ہے ہستی کیا جانیے کب تک
موج و حباب اٹھکے ... کنارے
دنیا میں دیر رہنا رہتا نہیں کسو کا
دنیا ہے فانی آکر کاروان سرا ہے
یہ دوسرا ہے فانی یاں نہیں رہتا کوئی
کاروان سا ہی جہاں میں ...
جیسے یاں دیکھتے ہیں چلنے کی تیاری ہے
جانے ہو دن تو نہ تھی دنیا نے دل
اتفاقاً دنیا آنا ہوگیا ہے
عالم ہے محض ... ایک عجیب ...
صنعت میں ... دیکھو تو عالم
دنیا میں ایک دو کو ...
جو ہے ... — میر

میر	ہے آج نام کو تو نہیں گل نشان تک
=	دہر دلالہ کو بہتر ہے کہ دیدیجے طلاق
=	ہاں ہاں یہ زال دہر کو دیدیجے طلاق
=	زال دنیا سے نہ کر اخلاص قطب
=	اے ساکنان عالم ایجاد ہوشیار
=	یہ بے ثبات بہار ریاض ہستی ہے
=	خزاں ہے میری نظروں میں بہار اس باغ عالم کی
=	دیکھے دنیا میں کم ہیں دوست اور دشمن بہت
=	فائدہ بھی یہاں تو نقصان ہے
=	جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
=	گل راحت کہاں ہے باغ دنیا کے اے لائق
=	لائق کوئی فریق میں آسودگی نہیں
=	تماشائے گل گلزار دنیا سب ہے لاحاصل
=	جب سے جہاں ہے تب سے خرابی ہی ہے میر
=	اجڑی اجڑی بستی میں دنیا کی جی لگتا نہیں
=	یاں چلتے دیر کچھ نہیں لگتی ہے میر جاں
=	جہاں نہیں رہنے کو جی بہت تھا نہ کر سکے میر کچھ توقف
=	یہاں کا دریا بھی بیکراں تھا سراب پایان کار نکلا
=	موہوم ہے ہستی تو کیا معتبری اسکی
=	ہستی میں ہم نے آکر آسودگی نہ دیکھی
=	اک آن میں بدلتی ہے صورت جہان کی
=	اس مہلت دو روزہ میں خطرے ہزار ہیں
=	حاصل بجز کدورت اس خاکداں میں کیا ہے
=	سہل مت بوجھ یہ طلسم جہاں
=	دیکھو نہ چشم کم سے معمورۂ جہاں کو
=	جہاں میر رہنے کی جاگہ نہیں ہے
=	خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں
=	کچھ نہیں موج جہاں کی موج پر مت بھول میر
=	ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا
=	ہر گل زمیں یہاں کی رونے ہی کی جگہ تھی
=	اس کاروان سرا میں کیا بار میر کھولیں
=	یہ توہم کا کارخانہ ہے
=	اس کہنہ خرابے میں آبادی نہ کر منعم

قطب	کیسا ذکر ایسی ہستی ناپائدار کا
"	قطب تم زال جہاں کے کبھی داماد نہ ہو
"	بس بھول جائیے یہ زن بدچلن کی یاد
"	ابھی ہو جس کا ابھی سے سرسفید
کوثر	دنیا نہیں فریب دغا کا یہ جال ہے
گویا	کلی جو چٹکی تو ہستی پر اپنی ہنستی ہے
"	برابر جانتا ہوں بوستاں کو اور شبنم کو
"	سات زیر پا زمیں تو آسماں بالائے سر
"	سنگ کہاتے ہیں باروار درخت
لااسلم	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
لائق	بجائے گل کے اس گلشن میں خار غم بدست آئے
"	جو کارخانہ دیکھو تو برہم بہت ہے یاں
"	گر اس باغ سے کچھ نیکنامی کا ثمر لیجا
میر	تم دیکھکر زمانہ کو حیران کیا رہے
"	تنگ آئے ہیں بہت ان چار دیواروں میں ہم
"	رخت سفر کو اپنے شتابی سے باندھ کہ
"	بنا تھی ناپائدار اس کی اسی سے رہنا بھا نہ اپنا
"	جو لوگ تر سے کچھ آشنا تھے انہوں نے لب ترکیا نہ اپنا
"	ہے گاہ اگر کوئی بے گاہ نہیں کوئی
"	کھلتیں نہ کاش آنکھیں خواب خوش عدم سے
"	جلد اس نگارخانہ سے کر انتقال چل
"	اچھا ہے رہ سکو جو خبردار آج کل
"	خوش رہ کہ اٹھکے ہیں داماں جھٹک جھٹک کر
"	ہر جگہ یاں خیال ہے کچھ اور
"	بنتا ہے ایک گھریاں سو سو تمیں بگڑ کر
"	چلا چاہئے یاں سے اسباب کر دور
"	کس خرابے میں ہم ہوئے آباد
"	دور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سراب
"	دیکھا جو خوب تو ہے دنیا عجب تماشا
"	مانند ابر ہر جائیں زار زار رو یا
"	یاں کو بیچ لگ رہا ہے شام و سحر ہمارا
"	یاں وہی ہے جو اعتبار کیا
"	اک شہر نہیں یاں جو صحرا نہ ہوا ہو گا

دنیا دار دنیا

کبھی

لہ ہاتھ آئے ۲ے نہ ۱۲ سے سمجھ ۱۲ سے جگہ ۱۲

دنیا میں جا نہیں رہنے کی میر غرور نہیں اچھا
دنیا کی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی

کچھ نہیں اور دیکھتے ہیں کیا کیا
راہ دور عدم سے آئے بستی جان کے دنیا میں

ایسی متاع قلیل کے اوپر چشم نہ کھولیں اہل نظر
ہم ننگ خلائق عجب ہے کہ نہیں ہیں

اسباب بے ثباتی ہوا ہوتا آگے تو
عالم کسی حکیم کا باندھا طلسم ہے

پست و بلندیاں ہیں ارض و سما سے ظاہر
عالم خاکی بھی بسمل گاہ ہے

کچھ چیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی
یاں اعتبار کریئے جو کچھ ہو وہ ہے ظاہر

رہنے کے قابل تو ہرگز نہ تھی عبرت سرا
نوبت ہے اپنی جب سے سنا کوچ ہی کا شور

یاں کوئی دن رات وقفہ کر کے آگے قصد کر
وہ ستم جس کو محیط سمجھا ہے

جو ہے سو اپنے فکر خرو بار میں ہے یاں
سڑا ہو کا ہی ہے دریائے ہستی

اس منزل دلکش کو منزل نہ سمجھئے گا
پیدا نہیں جہاں میں قید جہاں سے رستہ

بود نقش و نگار سا ہے یہ کچھ
کچھ نہ دیکھا تھا ہم نے پر تو بھی

دل لگی اتنی جہاں میں کس لئے
سرسری مت جہاں سے جا غافل

جو کچھ نظر پڑے ہے حقیقت میں کچھ نہیں
کہیں ٹھیرنے کی جا یاں نہ دیکھی میں نے میر

مقام خانہ آفاق وہ ہے
کیا دلفریب جائے ہے آفاق دلنشیں

کھول کر آنکھ اڑا دید جہاں کا غافل
ہر ہر قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یاں

جہاں کا دید بجز ماتم نظارا نہیں
زیر فلک جہاں ٹک آسودہ میر ہوتے

کرنہ تعلق کہ یہ منزل نہیں

شعر	شاعر
جو جاگہ سے جاتے ہیں اپنی وے گرتے ہیں بیجا لوگ	میر
کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی	〃
خواب کا سا ہے یاں کا عالم بھی	〃
سو یاں گھر اجڑے ہیں سارے اک منزل معمور نہیں	〃
آنکھوں میں آوے جو کچھ ہووے دنیا اتنی مال نہیں	〃
اس عالم اسباب میں اسباب سے واقف	〃
کیوں اس چمن میں ڈالتے ہم آشیانہ کی طرح	〃
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا	〃
دیکھا جہاں کو ہم نے کتنی کڈھب جہاں ہے	〃
ہو رہے ہیں ڈھیریاں سو سو جنے	〃
دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہے	〃
یہ کائنات اپنی آنکھوں میں سب نہیں کچھ	〃
اتفاقاً اس طرف بھی اپنا آنا ہو گیا	〃
بجا نہیں سنا ہے کبھو اس مقام کا	〃
کارواں گاہ جہان رفتنی منزل ہے کیا	〃
دیکھئے تو سراب ہے وہ بھی	〃
سارا جہان راہ میں اک کارواں سا ہے	〃
نہیں کچھ تہ سے تجھ کو آشنائی	〃
خاطر میں رہے یاں سے درپیش سفر بھی ہے	〃
مانند برق کے ہیں وے لوگ جستہ جستہ	〃
صورت اک اعتبار سا ہے کچھ	〃
آنکھ میں آئی ہے نہ دنیا کچھ	〃
رہگذر ہے یہ تو کیا منزل ہے میاں	〃
پاؤں تیرا پڑے جہاں ٹک سوچ	〃
عالم میں خواب دیکھو تو عالم ہے خواب کا	〃
چمن ہیں عالم امکاں کے جیسے آب پھرا	〃
کہ جو آیا ہے یاں کچھ کھو گیا ہے	〃
دو دن کو یاں جو آئے سو برسوں نہ جا سکے	〃
خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتے سوتے	〃
یہ کارگاہ ساری دکان شیشہ گر ہے	〃
کہ دیدنی بھی نہیں جس پہ یاں نظر کریئے	〃
ایسا نظر آیا اک قطعۂ زمیں بھی	〃
آہ ٹبکتا رہو اچاہیئے	〃

دنیا

شعر	شاعر
جہاں سے تو رخت اقامت کو باندھ / یہ منزل نہیں بے خبر راہ ہے	میر
یہ منزل [illegible] میر [illegible] مقرری	〃
دنیا ہے [illegible] پاؤں [illegible] نکال چل	〃
اس سے تو [illegible] سے کون سلامت	〃
آفاق کی منزل سے [illegible] / اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا	〃
دم صبح بزم خوش جہاں شب غم سے کم نہ تھی میر یاں / کہ چراغ تھا سو تو دود تھا جو پتنگ تھا سو غبار تھا	〃
[illegible] یاں رنگ [illegible] کچھ ہے	〃
ہر گل ہے اس چمن میں ساغر بھرا لہو کا	〃
[illegible] دل گرفتہ [illegible] جگر نکال	〃
[illegible] چمن میں [illegible] غم	〃
ہم نے اس بستی میں [illegible] عدم اچھی رہے	〃
جو روانہ ہوئے سوئے عدم [illegible] گذرا رہے	〃
کیا خاک [illegible] عمر زیادہ	〃
بزم جہاں میں عشق [illegible] تمام روز	〃
گذرا کیے جہاں میں خوشی سے تمام شب	〃
کس کی کبھی زمانہ میں آسودگی نہ دیکھی	〃
ہستی میں ہم [illegible] آسودگی [illegible]	〃
کھلتیں بکاوش [illegible] خوش [illegible]	〃

بس

له جگہ ۱۲ ـ سله وہ ۱۲ ـ سله دیکھتے ہیں ۱۲ ـ سله آئے ـ شه ہو ۱۲ ـ له بے طور بے ڈھنگ ـ سه سینکڑوں آدمی ـ شه کبھی ۱۲ ـ ۹له وہ ـ ۱۰له نہ ـ ۱۱له ذرا ۱۲ ـ ۱۲له کچھ ۱۲ ـ ۱۳له ذرا

دنیا

تنہا نہ آسماں کی مٹی خراب ہے
عالم میں اک جہان کی مٹی خراب ہے — مصحفی

یارب تو اس جہاں سے اٹھا لے مجھے شتاب
جس میں کہ ہو زمیں نئی آسماں نیا — =

منزل دنیا میں بہت ہم رہے
مصحفی اب یاں سے سفر کیجیے — =

دنیا میں اہل دل کو دل سے محبت نہیں رہی
دو دوستوں میں بھی الفت نہیں رہی — =

ہے نو بہار گلشن آفاق دیدنی
آنکھیں ہیں سو کبھی تو اے دل بیتاب دنیا کی دیکھ — =

ہم نے [illegible] دیکھی
کبھی فلک نے تماشا دکھا دیا کیا کیا — =

ورنہ ہم کو بھی یہ لے جائے جہان گزراں
بزم ماتم ہے [illegible] — =

یاں جو آتا ہے وہ نادیدہ تر جاتا ہے
صیاد [illegible] اس گلستاں میں یا ہم — =

ہے دل میں [illegible] آشیاں [illegible]
رہیں اک روز اس تک [illegible] — =

ساتھ لائے [illegible] عدم سفر عرض
خاک آمیختہ [illegible] بازیچۂ اطفال اس کو — =

اس حدیقہ کے عیش پر مت جا	مے نہیں ہے ایاغ پر گل کے	میر
شادی و غم میں جہاں کے ایک سے دس کا ہے فرق	عید کے دن ہنسئے تو دس دن محرم روئیے	"
جو ہے سو پائمال غم ہے میر	چال بے ڈول ہے زمانے کی	"
اہل دنیا کو ہے دوزخ اہل تقوی کو بہشت	یہ جہان پر غل ویراں بھی ہے آباد بھی	محب
یہ کارخانۂ عالم تو ہے فریب نظر	ہمارے سامنے داغ سراب رہتا ہے	"
جو چونکتا وہی ہے یہاں پریشاں حال	وہ ہوشیار ہے جو مست خواب رہتا ہے	"
ملتا نہیں ہے درس حقیقت کہاں مجھے	فطرت کا مدرسہ ہے یہ سارا جہاں مجھے	"
کشت عالم میں یہ نیکی کا ثمر ملتا ہے	ڈھیر خرمن کے ہوئے بونے سے اک دانے کے	"
بغیر اسباب کام کچھ نہیں ہوتا ہے دنیا میں	مصیبت کو بھی ہم اعمال کی اپنے سزا سمجھے	"
پیچھا چھڑانا تجربہ دنیا سے ہے محال	گر ایک بار بھی وہ کسی سے لپٹ گئی	"
لطف دنیا کیوں نہ جی بھر کر اٹھائیں زاہدو	ہم سرائے دہر میں آئے ہیں جانے کے لئے	"
کوئی ذرہ بھی جہاں میں نہیں ہرگز بےکار	آب و آتش ہے نہ ہے خاک نہ ہے باد عبث	"
امید و بیم کا میداں ہے عرصۂ ہستی	سراب اتنے ہیں اس میں کہ کچھ حساب نہیں	"
ہے زندگی خیال تو دنیا بھی ہے سراب	خواب میں عجب دیکھ رہا ہوں میں خواب میں	"
مرغ ہوا نما کی طرح پھیرتے ہیں رخ	اہل جہاں بھی دیکھنے والے ہوا کے ہیں	"
یہاں کی شادی و غم میں کوئی بھی ہے نسبت	خوشی ہو ایک تو صدمے ہزار ہوتے ہیں	"
جو غنچہ ہنستا ہے ہستی پہ طفل روتا ہے	سبب ہے ایک ہی رونے کا مسکرانے کا	"
خوش گیا دنیا سے جو غافل گیا	عقل والوں کو یہاں کیا مل گیا	"
یہ مادر گیتی بھی عجب ڈائن ہے	جتنی بھی ہے اور آپ ہی کھا جاتی ہے	"
یہ طلسم جہاں ہے پر اسرار	جز خدا کوئی اس کو کیا سمجھے	"
اپنی تو اس چمن میں عمر اس طرح سے گذری	یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا	مصحفی
کسی کے عقد میں رہتی نہیں ہے کوئی دہر	یہ قحبہ روز ازل سے ہے کچھ طلاق نصیب	"
بزم ہستی میں کچھ آسودہ نہیں ہم بیٹھے	مثل شمع سحری ہم کو سفر ہے درپیش	"
ہر دم کو سمجھتے ہیں دم بازپسیں ہم	دنیا میں مسافر ہیں نہیں کوئی مکیں ہم	"
ملک ہستی سے جو جاتے ہیں جریدہ ہو کر	راہ میں اپنا سب اسباب لٹا جاتے ہیں	"
زمیں سرپوش خون کشتگاں ہے	سوائے خوں نہیں زیر زمیں کچھ	"
جو کوئی عالم فانی سے سفر کرتا ہے	اس گلستاں کی اسے رہتی ہے حسرت باقی	"
خلعت خاک میں عالم ہے جو یک رنگی کا	واں نظر آتے ہیں درویش و توانگر میلے	"
دنیا بری جگہ ہے وہ جب مالدار ہو	مرنا پدر کا کیوں نہ پسر چاہنے لگے	"
اے مصحفی حیرت کے سوا اگر کوئی دیکھے	کچھ اور تو اس آئینہ خانہ میں نہیں ہے	"
اے مصحفی کچھ یاں سے نہ لیجائیگا کوئی	حسرت ہی فقط سوئے عدم ساتھ چلے گی	"
ہو نہ دانستہ کسی چیز کا یاں صاحب ہوش	رہے دنیا میں وے آپ کو مہماں جانے	"
ہم سوئے عدم یوں گئے دنیا سے تہیدست	جس طرح کہ مفلس کوئی بازار سے خالی	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
غنچہ کو تبسم کی جگہ یاں نہیں ملتی	صحن چمن دہر عجب تنگ فضا ہے	مصحفی
اے دل تمام عمر یہاں کون خوش رہا	گذرے خوشی کے ساتھ جو اک دم بہت ہے یاں	"
لالہ پژمردہ دل افسردہ ہے نرگس بیمار	کونسا مرغ چمن ہے کہ فغاں میں وہ نہیں	"
کیا خوش آئی ہے دلا منزل ہستی تجھ کو	سچ بتا یاں سے تجھے قصد سفر ہے کہ نہیں	"
لو اس سے لگاؤ جو ہمیشہ رہے منت	وابستگیٔ عالم اسباب کہاں تک	منت
غور سے موج سیر دنیا دیکھ	چپکا بیٹھا ہوا تماشا دیکھ	موج
چاروں طرف سے نالہ و شور و بکا ہے یہ	دنیا کو میں سمجھتا ہوں ماتم سرا ہے یہ	مہر
دنیا نہیں سرائے سپر رہگزار ہے	کس کو یہاں قیام ہے کس کو قرار ہے	"
دنیا کا معما ہے تعجب انگیز	گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل	"
اک دم کے لئے چاہئے کیا دولت دنیا	گر ساتھ حشم جاہ و تزک جائے تو اچھا	"
دنیا کے لوگ چاہئیں دنیا کے واسطے	ہم بیٹھیں اس عجوزۂ مکار سے الگ	"
بند دنیا میں پھنسے تم تو رہائی معلوم	کرم وقت سے ہوا کرتا ہے ریشم سے الگ	"
خواب کا نقشہ ہے یا نقش طلسمی یہ جہاں	عقل میری دنگ ہے نیرنگ امکاں دیکھکر	"
اس گلشن جہاں میں نہیں ہے شگفتگی	سنبل کی طرح سے ہیں پریشانیوں میں ہم	"
صلاح نیک ہے میری پھنسو نہ دنیا میں	تمام سود کا سودا ہے یاں زیاں کیلئے	"
بندۂ دنیا نہ بن مرد خدا اتنا تو سوچ	بات اس میں کچھ نکلتی بھی ہے یا کچھ بھی نہیں	"
خواب دنیا کا تماشا اس طرح	اے تماشائی دنیا کب تک	"
خوشی کی جا یہ نہیں مرغ گلستاں کیلئے	کہ یہ بہار کے نیرنگ ہیں خزاں کیلئے	"
دنیا کی ہوس کوٹ کے اس طرح بھری ہے	مائل مرا دل جانب عقبی نہیں ہوتا	"
جنگل دیکھا ہے اور بستی دیکھی	ہر حال میں ہر ایک کی مستی دیکھی	"
دنیا ہے وہ جا کہ حق پرستی کے بجائے	ہم نے اے مہر خود پرستی دیکھی	"
گر اس میں پھنس گیا ہے تو سودائی ہے	نادانی محض تیری دانائی ہے	"
دنیا ہے فقط ایک تماشا اے مہر	اور تو کیا ہے فقط تماشائی ہے	"
دنیائے دنی میں جو نکہ دل بستہ ہے	تو مہر سدا خراب اور خستہ ہے	"
اس راہ میں آرام کے اسباب نہیں	چھوڑ اس کو بہت خراب یہ رستہ ہے	"
ہے رنج و الم کا گھر سراسر یہ جہاں	اور رنج میں راحت کا ہے طالب انسان	"
جو رنج کا گھر ہے اس میں راحت کیسی	کوشش ہے عبث ببول میں آم کہاں	"
دنیا ہے مہر ایک بازار لگا	آنے جانے کا ہے یہاں تار لگا	"
خواہش ہے کہ سب کو کھینچکر لاتی ہے	خواہش میں دل کو نہ تو زنہار لگا	"
مرئی ہے عین ذات ناظر اے دل	ناظر مرئی ہے۔ ہے یہ کہنا باطل	"
ہے علت و معلول میں یکسانیت	معلول عدم ہے گر عدم ہے علت	"
دنیا ہی کو ثابت نہ کیا اس نے مہر	جس نے اس کی کہی عدم سے خلقت	"
آئے ہو تو کچھ یہاں کا تماشا دیکھو	رہ کر دنیا میں سیر دنیا دیکھو	"

دنیا

	شاعر
دنیا ہے یہ چار دن کا میلا اے مہر	مہر
اور اس میں غضب کا یہ جھمیلا دیکھو	
دنیا کے لئے دین کو کھویا تو نے	"
غافل اچھی کمائی دنیا تو نے	
لازم ہے کہ سب ترا تماشا دیکھیں	"
گھر بیٹھ کے دیکھا ہے تماشا تو نے	
تحریر کی ہم نے نکتہ دانی دیکھی	"
تقریر کی اعجاز بیانی دیکھی	
دنیا وہ معما ہے کبھی حل نہ ہوا	"
اے طبع رواں تیری روانی دیکھی	
دنیا کی ہوس کمال نادانی ہے	"
اس میں اے بوالہوس پریشانی ہے	
بنائے عالم [illegible] کارخانہ ہے	"
جسم زندگی [illegible] ہو وہ جھوٹا افسانہ ہے	
طلسم عالم امکان	"
نمود ہی ہے فقط [illegible] شان پیدا کر	
مرا جاتا ہے [illegible] دنیا میں ہوس	
بوالہوس کھینچ لائی تجھے [illegible] کی یاد	
یار آتی ہے یاں [illegible]	
دنیا میں رہ کے	

وصیت

اے نفسِ مطمئن ترے ملنے کی کیا ہے راہ
دنیائے دوں میں دق ہیں بہت خیر و شر ہمہ
نمودی ہے طلسم ما سوا کی بود اے غافل
پہچان جان اس کو گر امید رستگاری ہے
تماشا گاہ عالم میں تماشے گو بکثرت ہیں
یہ کثرت ہی مگر آئینہ توحید باری ہے
بہارستانِ امکاں کے طلسمی کارخانے میں
ہر صورت تصویر ان کو دیے حیرت میں
گلستانِ ظہور اپنا عجب کچھ رنگ رکھتا ہے
عجب نیرنگیاں ہیں کارگاہ نام و صورت میں
نمودی ہے وجود اس عالم کثرت کا اے غافل
حباب آسا نمایاں بحر بے پایان وحدت میں
جھوٹی دنیا کی ہے کہانی ساری
ہے نقش بر آب زندگانی ساری
یہ عالمِ تمثال ہے نیرنگ خیال
اے طبع رواں تیری روانی ساری
کیوں چھوڑ کے عیش جاوداں آتا ہے
انساں سے کوئی کہو کہاں آتا ہے
دنیائے دنی رنج و الم کا گھر ہے
روتا ہوا آیا جو یہاں آتا ہے

[illegible]

مہر

دنیا میں رہ کے اے سگ دنیا تلاش حق
آکے یاں شاہد اصلی کو تو ہم بھول گئے
خواب کا نقشہ ہے عالم دیکھنے والا ہے تو
مہر دنیا قید خانہ ہے کہاں وارستگی
پہچہاتے ہیں خوشی سے یوں جو مرغان چمن
خوشی تجھ کو دنیا میں ملتی نہیں
ہونا ہے حال تیرا یاں ایکدن دگرگوں
دنیا فنا کا گھر ہے ملک فنا کی بستی
عبرت کی جا یہ کارگہ اعتبار ہے
گزری مگر یہ دہر سپر ہگزار ہے
وہ مخالف ہوا ہے دنیا کی
جائے دلبستگی نہیں دنیا
پھنسنے کی جا نہیں ہے تردامنی ہماری
ہشیار ہو کہ ناداں کالگ لگیگی سب کو
بنا ہے تو جو ایسا بندۂ بے دام دنیا کا
نہ کر مجھ پہ بھروسا یہ چہروزہ ہو نہیں اے غافل
یہ ہے وہ بیوفا نا آشنا کچھ بھی اگر سمجھے
اجل جب تجھ کو آئیگی نہ ہوگا فکر دنیا کو
چلے گی یہ نہ تیرے ساتھ تو کیوں ساتھ دے اس کا
پھنسا جو اس میں آکر وہ نکلنے ہی نہیں پاتا
نتیجہ خود فراموشی ہے ہیچ سوچکر غافل
ہوس بیفائدہ ہے محض بڑھ چلنے کی دنیا میں
نہیں ذکر و عبادت کی جگہ غافل ترے دل میں
سحر سے شام تک بس تو ہے اور دنیا کے دھندے ہیں
تجھے چلنا ہے خالی ہاتھ اور ناکام دنیا سے
بزم دنیا میں نہیں نام کو جمعیت دل
ہوس دنیائے دوں کی ہے کہ تجھکو خوار کرتی ہے
نہیں جز نام و صورت یہ طلسم عالم امکاں
گراں ہے بار دنیا وہ اٹھانے سے نہیں اٹھتا
نہیں پھنستے ہیں ارباب صفا دنیا کے جھگڑوں میں
فنا فی اللہ پہ لیکن کہاں تو کان دیتا ہے
تعلق جتنے تو نے آکے دنیا میں بڑھائے ہیں
جسے کہتے ہیں ہم دنیا وہ کھیتی آخرت کی ہے

مہر

یہ نخلِ آرزو ہے جس میں ثمر نہیں
ایک خاطر میں بدستور ہے پندار کی بات
بوالہوس کیا جستجو ہے اور کیا ملتا نہیں
جو یہاں آیا گرفتار من و مائی ہوا
ان کو دنیا کی لگی شاید ہوا کچھ بھی نہیں
خوشی کی نہیں مہر یہ سرزمیں
دنیا ہے عارضی شئے کیوں تو ہے اس پہ مفتوں
اے بوالہوس کریگا کب تک ہوس پرستی
کس کو یہاں ثبات و قرار و قیام ہے
کس کو یہاں قیام ہے کس کو قرار ہے
سر اٹھانے کی کس کو فرصت دی
گھر ہے یہ فکر و رنج پیہم کا
وہ شئے ہے لوث دنیا دیکھو جسے بری ہے
اے غافلو یہ دنیا کاجل کی کوٹھری ہے
ذرا سوچا بھی ہے تو نے کبھی انجام دنیا کا
زبان حال سے تجھ کو یہ ہے پیغام دنیا کا
نہ لے پھر خواب میں بھی بھول کر تو نام دنیا کا
تجھے رہنا ہے گرچہ صبح سے تا شام دنیا کا
جفا جائے وفا اک قاعدہ ہے عام دنیا کا
عجب ہے پیچ در پیچ اہل دنیا دام دنیا کا
فقط دارو بے ہوشی سے پر ہے جام دنیا کا
کہ گرنے کے لئے اے غافلو ہے بام دنیا کا
بھرا رہتا ہے اہمیں تو خیال خام دنیا کا
نہیں عقبی سے تجھ کو کام ہے وہ کام دنیا کا
یہ ہے اک روز انجام اے دل ناکام دنیا کا
مطمئن آئے تھے ہم اور پریشاں نکلے
وہ ارباب باطن کو ہوس زیبا نہیں ہوتی
مگر صورت کبھی ماہیت اشیا نہیں ہوتی
نہیں جھکتی مگر اس بوجھ سے تیری کمر کچھ بھی
تجھے دیتے نہیں لیکن یہ جھگڑے دردِ سر کچھ بھی
خدا تیرا ہے دنیا تو تو اس پر جان دیتا ہے
خدا سے بھی تجھے ناداں اتنی ہی جدائی ہے
سبق یہ ہے بدیہی محنت سرگرم دہقاں کا

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
جب سُوئے عسل کوئی مگس آتی ہے	دیکھا کہ بالعموم پھنس جاتی ہے	مہتر
دنیا سے بھلا ہے ہو کنارہ ہی بھلا	پھنسکر نکلے گا کس کی یہ چھاتی ہے	״
دنیا میں پھنس کے پھر کیا بننا ہے	اک روز وہ آئیگا کہ چل دینا ہے	״
دریا میں بھی ٹھہرا ہے کوئی اے غافل	تجھ کو اُس پار نا دیکھنا ہے	״
غافل دنیا میں دل نہ زنہار لگا	ورنہ یہ سمجھ جان کو آزار لگا	״
کس کس کا کریگا غم کس کس کی خوشی	آنے جانے کا ہے یہاں تار لگا	״
آخر کچھ بھی خیال عقبےٰ کا ہے	کچھ بھی تجھے خوف حق تعالیٰ کا ہے	״
رہنا ہے یہیں کہ یاں سے چلنا بھی ہے مہر	بندہ اس طرح تو جو دنیا کا ہے	״
ہر اک شاہ و گدا اس شاہ سے روزی کا طالب ہے	جہاں کے دور کو سمجھا ہوں میں کاسہ گدائی کا	منتہی
انجام کو جب دیکھتا ہوں دور جہاں کے	عالم نظر آتا ہے چراغ سحری کا	״
امید نہ رکھنا کبھی دنیا سے وفا کی	مشتاق نہ ہونا کبھی کھوٹے سے کھرے کا	״
روز و شب مجھ کو طلسمات جہاں کے اندر	نظر آتا ہے نیا نقش و نگار ایک نہ ایک	״
اہل عقبیٰ سے یہ سگ دنیا	جتنے بڑھتے ہیں اُتنے گھٹتے ہیں	״
کون دنیائے دنی کے نہیں رہتا درپے	دام تزویر ہیں یاں کون گرفتار نہیں	״
یہ بشر ہے شعبدۂ جہاں، یہ جہاں ہے بزم مسافراں	یہ مکان دھوکے کا ہے مکاں یہ زمانہ قابل دور ہے	״
یہ سب نشان ہے نیرنگ زار عالم کا	نظر جو صورت نقش و نگار آتی ہے	״
نقد دل دیتا ہے پئے دنیا	دولت لازوال کھوتا ہے	״
کو بکو ہو ہے پئے دنیائے دوں خانہ خراب	ایک دیوانہ ہے وہ بلکہ سگ دیوانہ ہے	״
یہ مُرقع جہان کا اے دل	چشم بینا میں نقش باطل ہے	״
اس منزل ہستی میں بہت آئے گئے ہیں	ہر ایک مقامی ہے ہر اک یاں سفری ہے	״
عالم ہستی کا یا رب کچھ عجب انداز ہے	یہ نہیں معلوم تیرا راز ہے یا ناز ہے	״
بیداری اس جہان کی ساماں ہے خواب کا	یاں موج آب پر بھی گماں ہے سراب کا	میکش
جہاں میں کام کسی کا کبھی بدجمعی	بوجہ زندگی مستعار ہو نہ سکا	״
ملک ہستی میں کیا کیا جا کر	چار دن رہ کے پیٹ بھر آئے	״
جو عقل رکھتا ہے تو توڑ دام دنیا کو	جو اس میں پھنستا ہے وہ بے شعور ہوتا ہے	״
نفس کی آمد و شد کوچ کا ہے نقارہ	قیام کرنا یہاں عاقلوں کا کام نہیں	״
یہ دن دکھائے ہمکو جھگڑے بکھیڑے کن نکلنے	ظاہر ہے رہنے والے ہم لوگ تھے جہاں کے	״
ہے نہیں اک برگ گل محفوظ باد دہر سے	گلشن ایجاد بھی صرف خزاں ہو جائیگا	״
خوب ہی گذری عدم آباد میں لیکن یہاں	چار دیوار عناصر قید خانہ ہو گیا	״
زور چلتا ہے کسی کا کب یہاں	آکے سب سہراب و رستم چل دئے	״
ہوتی گر اس جہاں میں کچھ خوبی	کہتے پھر کیوں صفت ہیں اُسکی خراب	مجروح
شیطاں کا اس کو جال بچھایا ہوا سمجھ	دل مت پھنسا جہان کے نقش و نگار میں	״
یہ دنیا کی حقیقت ہے کہ گویا	مکاں اک دل لگی کا راہ میں ہے	״

دنیا

بحرِ ہستی میں جو ابھرے [illegible]
بہہ گئے اس صورت حباب ہے وہ
پتہ قفس میں میری رہائی محال ہے
لایا ہے آب و دانہ یہاں مجھ اسیر کا
دنیا ہے مقام رہ گزر کا
ساماں کریں گے ہم سفر کا
چار دن کی ہے چاندنی دنیا
ماہ و روز میں مت [?] ہوا
ماہ و روز سے دنیا کا یہ سارا فروغ
چلتی پھرتی چھاؤں ہے دنیا
تیرگی شب کا باعث روز روشن ہو گئی
بیتی کب عجوزۂ دنیا کا میل ہے
اندھوں ہی کی نظر میں بڑی پیچ دار ہے
ڈرتا ہے کیوں عجوزۂ دنیا کو دے طلاق
ہے نہ کچھ فکر [?]
عاشق وہ تیرا ہے کوئی منظر
جب کہ رہا جہاں ہیچ مجھے [?]
کیا اور کیا برائی و بھلائی کا غم و رنج
نہیں مشغول ہے [?] دنیا کی محفل ہے
ہم ایک آدمی کا ایک قاتل ہے
عداوت ہے ہم [?] دنیا سے
غریق بحر گنہ میں فریب دنیا سے
عجب ہی طرح کا طوفان ہے سراب دریغ

تمام دنیا

۴ اور ۱۲

دنیا

نیتی ہے جسے کہتے ہیں ہستی کا
بار سر پر لیا لیا نہ لیا

تم نے سمجھ ہو دنیا کو ہے وارفتہ ہیچ
ہم کو نہیں ملتا اس کی بقا ہیچ

تسلیم نہیں ہے ہم کو صنع کا عالم نرالا ہے
طلسمات جہاں ہے کہ ابتک کیا کیا ہے جہاں ہو کر

عیاں ہو نہاں لگا دیکھا تا ابتک سرکھ چھپ کر نہاں ہو کر
یہ بازی گاہ طفلاں ہے انہی کا رواں ہو کر

ہنوز ہیچ اس قدر نادان ہے تشکیل زن کا
دیکھئے دنیا ہے دنیا غلط

شکل غلط اور یہ دنیا ہے بس اپنی
زندگی ہے جاب ہے ہیں ہم

ہو جو مر جو فن ہیں تشکیل زن کا نرسم
دنیا تشکیل زن نقش دکھا رہی ہے

عمر کے نقش دکھا رہی ہے ملی ہے نقش نہیں
رنگ حسن جہاں میں کوئی ہے نقش نہیں

چپ ہے شاخ گل میں بلبل نشیں تماشا ہے
تبسم گل کا ہے یا خندہ برق

وجود عشرت اہل فنا کہا

گلستان

تم اپنا یار سمجھتے ہو یاں قیام مدام — نسیم ط
غافل رہو نہ کوچ سے گھر جان کر اسے
ایک چھوٹا تو ملی دوسرے کو قید حیات
پس از مردن بھی ظاہر ہے دخل ان اہل دنیا کا
ایک کے نفع سے ہے ایک کو نقصان یہاں
تنگی عالم امکاں کی یہ قاطع ہے دلیل
بیحیائی سے ہے دنیا میں حصول مقصد
جہاں میں تیرہ دل جو ہیں وہی بے رنج رہتے ہیں
ملاقات دو روزہ کو یہاں آئے تھے لیکن
ازل میں جو کہ ہیں باہم جدا ہوتے ہیں دنیا میں
ایک کا دشمن جہاں میں ہو نہ کیونکر دوسرا
دنیا میں اکل و شرب ہے حاضر مسافر و
شیر سے تا شربت مرگ ایک سے تلخی ہے یہاں
عیش ہے عاریت اس باغ میں او رنج مدام
چین دنیا میں زمیں سے تا فلک دم بھر نہیں
چین کی جا کوئی دنیا میں نہیں جز غمکدہ
گل نہیں جز داغ حسرت بوستان دہر میں
رنگ عشرت کر گیا پرواز باغ دہر سے
باغ عالم میں نہیں ہے جز دل صد چاک گل
تہلکہ ہے جان کو ہر آن زیر آسماں
رنگ عشرت باغ عالم میں نظر آتا نہیں
طفل یہ رو رو کے کہتے ہیں زبان حال سے
نشہ ہستی میں ساقی بادۂ عشرت کہاں
آلودگی سے دہر میں بچنا محال ہے
زاہد کیونکر کروں میں ترک یہ دنیا وہ ہے
غل۔ شور۔ بولا۔ آگ۔ ہوا۔ اور کیچڑ پانی مٹی ہے
یہ پیٹھ عجب ہے دنیا کی اور کیا کیا جنس اکھٹی ہے
واہ وا کیا کیا نظیر اس خلق کے اطوار ہیں
نعمتیں عیاں ہیں جو عالم کے واسطے
کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کاخ دنیا جو ہے بازیچۂ طفلاں ہے نصیر
دنیا ہے فاحشہ نہ لگا اس سے دل نصیر
دنیا مقام رنج ہے بیدار ہو نصیر

رہا ہے کون رہے گا یہاں کدام مدام — مہتاب
ارمان کا مقام ہے یہ ایر مانسرا — ناسخ
کبھی ہوتا نہیں یہ خانہ زنداں خالی
وگرنہ کیا سبب ان کے روضوں پر طمع ہے
جام بھر جائے جو ساقی تو ہے مینا خالی
آئے دو چار جو یہاں وہیں دو چار چلے
نظر آیا نہ کبھی کاسۂ ساحل خالی
کہ نازل ہوتی ہے آفت ہوا کی شمع روشن پر
سرائے دہر کو نے مقام جنگ ٹھہرایا
دلیل اس پر جدا ہونا ہے یاں طفلان توام کا
عرصۂ امکاں نہیں میدان ہے یہ جنگ کا
اللہ نے بنائی ہے کیا مہمانسرا
غم لگا کھانے وہیں انسان جب پیدا ہوا
کیا ہوں گلبن سے بھلا گل کی روش خار چلا
داغ ہیں یہ گل نہیں ناسور ہیں اختر نہیں
کیا ہی دانا ہے کہ ساکن خم میں افلاطوں ہوا
طور ہر برگ شجر میں ہے کف افسوس کا
مجھکو حیرانی ہے گل کیونکر ہے خنداں باغ میں
یاں سوا اشکوں کے کب آب رواں درکار ہے
جلد نکلا چاہئے اس قصر کی بنیاد سے
گل کو گل چیں کا خطر بلبل کو غم صیاد کا
جو عدم میں چین تھا وہ اماں ناور میں نہیں
ہے سر گردوں میں صورت شیشۂ معکوس کی
خوں کافروں کے لگتے رہے ذوالفقار میں
سیر کو آئے تھے آدم باغ رضواں چھوڑ کر
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو یہ دھوکے کی سب ٹٹی ہے — نظیر
یاں نال کسی کا میٹھا ہے اور چیز کسی کی کھٹی ہے
خوار ہیں، سردار ہیں زردار ہیں ناچار ہیں
ہینگے یہ سب میاں اسی آدم کے واسطے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے
کہ کبھو گھر یہ بنا اور کبھو ٹوٹ گیا — نصیر
مرتی ہے پیر زال یہ ہر نوجوان پر
غافل ذرا تو سوچ کہ قید فرنگ ہے

لہ سہارا ۱۲ لے میں ۱۲ لے کبھی۔

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
گلستان جہاں ہے خار غم ہے قسمت گلچیں	نہال حسرت شداد ہے گلزار رضواں کا	نشاط
ہوا ہے گل سے جزو اور جز سے کل ہونا مقرر ہے	یہ چندے کے لیئے کچھ کا تماشا ہے خدائی کا	نسیم
خاک دیکھا کچھ شبستان جہاں میں او نسیم	ڈھیر پروانوں کا تھا شمع سحر کے سامنے	"
جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی	کیا یہ دنیا عاقبت بخشائے گی	"
سیلی موج حادثہ پڑتی ہے اب حباب	اس بحر بے کنارہ میں سر کیا اٹھائیے	"
اس بحر پر خطر میں ہو نہیں جس کے خوف سے	ڈر کر ہوا سوار طلاطم جہاں زمیں	نظم
سختیاں جھیلے نہ کیوں انسان دنیا کیلئے	کوہکن پر کب فریب پیرزن ثابت ہوا	"
سمجھا ہوں عیش وطیش جہان خراب تلخ	ہے جام واژگوں میں فلک کے شراب تلخ	"
دُنیا کو آنکھ بھر کے نہ تھا دیکھنا تجھے	ہستی کا ایک جام بھی ہے اے حباب تلخ	"
کیوں آبا باغ دہر میں کیا جانتا تھا میں	کردیگا زندگی دل خانہ خراب تلخ	"
اس پیرزال دہر کی ہم ٹھوکروں میں ہیں	جب سے گئی ہے ہمت مردانہ چھوڑکر	"
بدلکے دنیا نے بھیس صدہا اُسے ڈرایا اُسے لبھایا	کبھی زن پیرزال بنکر کبھی بت شوخ وشنگ ہوکر	"
جہاں حادثہ آگیں میں ہے بشر کا ورود	گزر حباب کا دریائے موجزن کی طرف	"
کسی کے قصر پر کیوں رشک کیجے	سرا ہے یہ نہیں مسکن کسی کا	"
اب لذت دنیا پہ ٹپک پڑتی ہے رال	پھر شرکت غیر سے تجھے ہوگا ملال	"
پہلے ہی سے آنے دے دل میں یہ خیال	دنیا تو ہے اک انار اور سو بیمار	"
جینا بھی یہاں کا سخت مرنا بھی ہے سخت	دونوں کا ہے اک حال تختہ ہو کہ تخت	"
خالی نہیں غم سے زندگانی یک لحت	جینا ہے کب آسان جو ہے مرنا دشوار	"
سامان کر رکھ یہاں سے چلنے کے لیئے	رکھ پاس عصا گر کے سنبھلنے کے لیئے	"
منہ کھولا ہے قبر نے نگلنے کے لیئے	اور تاک میں ہر وقت ہے چرخ غدار	"
زال دُنیا کو میں دل دیتے ہوئے ڈرتا ہوں	پیر گردوں نہ کہیں دشمن جانی ہوجائے	"
ممکن ہی نہیں یہاں لگانا بستر	ہٹیائے نہ دوسرے کی جبتک چادر	"
سب کو ہے یہاں خیال آرائش سر	لیکن ہے کسی کا سر کسی کی دستار	"
عدم اک دائرہ ہے اور محیط چرخ ہی مرکز	جہاں سارا سراپا ہے رہن بے سروپائی	"
یہاں کے لالہ وگل داغ دل زخم جگر نکلے	نہ بہلی اس گلستاں میں طبیعت لاکھ بہلائی	"
منزل اسے سمجھ کے کمر کھولتے ہیں ہم	بستی جو رہزنوں کی بسائی ہوئی سی ہے	"
بند کیں آنکھیں یہ کہکر ہم نے وقت واپسیں	کیا تماشا دیکھئے دُنیا ہے عبرتناک کا	نظر
دل ملک عدم میں نہیں لگنے کا ہمارا	بھولیں گے نہ ہستی کے مزے یاد کرینگے	نواب
دیں کے درست کرنے کو دُنیا ضرور ہے	دنیا نہیں تو دعوئ دیں مکر و زور ہے	نذیر
دُنیا نہیں تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو	"
دُنیا کو جب کسی نے عموماً برا کہا	میں اس کے منہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا	"
ممکن نہیں ہے دین میں دُنیا نہ ہو دخیل	ایسا خیال کر نہیں سکتا کوئی عقیل	"
طلسمی کارخانہ ہے کہ اک قدرت خدا کی ہے	یہ دنیا کیا ہے کچھ آتا نہیں ہے فہم انساں میں	نزہت

دنیا

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
وہ جیتے ہیں پہ جان و دولت دنیا کی فکر میں	مرتے ہیں پر اوس کی ہستی نا پائدار پر	وجاہت
دنیا میں اگر ثبات ہوتا بھی تو کیا ہوتا	دریا میں دم حباب نے دم بھر اٹھا لیا	وزیر
پھرے طلب میں ہیں جو دنیا کی وہ نہیں بیدار	نہال دانہ جو گردش کی چکی میں آرام نہیں	"
گذر جا عالم امکان سے اے دل نور جاں ہو کر	تو اے دیوار فنا صحرا لامکاں ہو کر	"
گرا دے چار دیوار آرائش یہاں ہے جو کسی قابل نہیں	ان کی آرائش باغ میں جنت و پلے وابستہ	"
ہے خدا اس باغ میں جز خواب و خیال جان	جس شے کو دیکھتا ہوں سے خواب ہے	وارث
بیداری کا لے ہر وقت آتے ہیں نظر جلوہ سفر	آلکھڑی ہر وقت طلسم عالم ایجاد بھی	وہی
ہائے کیا شے ہے یہ دریائے جہان فانی	ہے عجب جنگ کہیں قطرہ ہلا نا پانی کا	"
جانے کو ہیں جہاں میں ہوا کونسا عجب	ہر اک اس جہاں کو ہوتا ہے دھوکا سراب کا	

ایک

دُنیا

شاعر	شعر
ہوشؔ	پوشش کعبہ ہے مظہر غمکدہ میں دہر کے / اور کیا ہے جب خدا کا گھر ہی بے ماتم نہیں
=	زال دنیا صاف باطن کو رکھے کیونکر عزیز / موجب خندہ ہے دست پیرزن میں آئینہ
=	کچھ نرالا سب سے رنگ گلشن ایجاد ہے / ہے کہیں سنبل پریشاں تو کہیں گل شاد ہے
=	دیکھا ہے چشم غور سے بازار دہر کو / یوسف کا کچھ نشان بجز پیرہن نہیں
=	کہیں کیا جو دنیا سے ہم لے چلے / غم و درد و رنج و الم لے چلے
=	پھیلاتی کیوں ہے جال یہ دنیائے پیرزال / دانا جو ہیں پھنسیں گے نہ وہ اس کے دام میں
=	یہ دنیا ہے جائے الم خوش ہوں کیا ہوش / میں دیکھئے کسی سے محرم ہیں
=	سیر باغ دہر سے فارغ ہوا نہیں / پتلی کی طرح چشم تماشا میں گھر رہا
=	دیکھیں اہل بصیرت چشم عبرت سے اسے / صاحب قابل بھی یہ دفتر عالم نہیں
=	کوئی محتاج بشر کا ہے خدا کا کوئی / حق تو یہ ہے کہ یہاں سائل امداد ہیں سب

ایک آتا ہے تو فوراً دوسرا لیتا ہے راہ
یہ دنیا ہے وہ قحبہ پُرفتن
نہ ہو تو فکر سے دنیا کی مُو[1] تن باریک
بناوے[2] دین کی لذت جسے دنیا کی خواہش ہے
بھلا اس وحشت آباد جہاں میں دل لگے کیونکر
یہ دنیائے دوں بھی ہے مہماں سرائے
مثل مہماں سرائے ہے دنیا
ہے جو دنیا وقار خواب ہے وہ
مثل ریگ رواں نہیں ہے قرار
پیرزال دہر کے سے جیسیں ہوں مکر و فریب
بجز رنگ کچھ نہ آب ہے بحر خراب میں
دیکھ لے اے چشم ہر گل کی بہار رنگ و بو
پاس اس قحبہ کے اک خلق کی ہے آمد و رفت
آئے تو تھے عدم سے ہو کر آزاد اس ہمدم
رکھتے ہیں سوز و گداز ایسا ہی اہل دنیا
ایک نظر خوش گذر بس ہے یہاں جوں شرر
ہمدم ہے جہاں جاگنے کا سپنا
جینے ہی کی ہے ہم محبت الفت
ہمدم جو عیش چاہئے موجود ہے یہاں
دنیا کی نجاست میں جو ہوتا ہے ملوث
کنارہ کیونکہ کیجے ہمدم اس دریائے عالم سے
اگرچہ ہوش ہے ہمدم تو سب چھوڑ الفت دنیا
روز و شب انساں رہتا ہے امید و بیم میں
ہو گئے آزاد دام دہر سے جو اٹھ گئے
جہاں سے حسرت و اندوہ کر حصول گیا
عدم سے آیا جو ہستی میں مثل نقش قدم
گرفتار دنیا ہوا یاں تم تو ہمدم
دہر ہے ظلمت کدہ غافل سمجھ اس واسطے
ہے بدی نیکی کا یاں نفع و ضرر دست بدست
ہے یہ دنیا سراب کے مانند
دو روزہ گیا خوش باش جو آیا مسافر یاں
آئے یہاں جس کے لئے دیکھا نہ اسکو گھر چلے
کشاکش کچھ عجب دنیا میں پائی

شعر	شاعر
کیا سرائے دار فانی بھی مسافر خانہ ہے	ذہبی
بچے اس سے وہ جو کہ ہیں اہل راز	واصل
سیاہ دل کو کریگا خضاب کے مانند	ولی
قفل ہے لذت دنیا حقیقت کے خزانے کا	"
پریشاں دیکھتا ہوں ہر طرف خاک عزیزاں کو	وحشت
جو شام آکے ٹھہرے سحر چل بسے	وقار
شام کا آیا صبح راہی ہے	"
یہ جو نقشے ہیں نقش باطل ہیں	"
جس کے دل میں ہوائے دنیا ہے	"
مرد سادہ کیا نباہے اس زن مکارہ سے	"
پانی نہ تشنہ لب کو ملے اس سراب میں	ہرچند
گلشن دنیا بنایا ہے تماشا گاہ کو	"
پایا ہم نے نہ کبھو[3] خانۂ دنیا خالی	ہمدم
پریاں سے لیک اپنا کچھ دل اُچاٹ پر ہے	"
آگ پر موس میں جس حال تہ میں زر ہے	"
عمر عدم کی ہے پھر صرف سفر شرط ہے	"
آیا ہے جو یاں اُسے ہے آخر کھپنا	"
پھر آپ کسو[4] کے ہیں نہ کوئی اپنا	"
ڈر موت کا نہ ہو تو جہاں زور جائے خوش	"
سرگیں کا اُسے دیکھئے ہو تنگ میں کیڑا	"
پڑی ہے کشتی دل بے طرح گرداب حیرت میں	"
کسو[5] شے میں بھی اے ناداں تو یاں جی اپنا مت اٹکا	"
سوچئے تو ہے مکان دہر بھی اعراف دار	"
ہیں گرفتار آہ ہم کس دردسر میں بیٹھکر	"
میں جس قدر کہ خوش آیا تھا وہ ملول گیا	"
یہاں سے پھر اُڑا اپنے سر پہ دھول گیا	"
وہاں ہوگی کیا رستگاری تمہاری	"
دن دئے روشن ہے مہر نور افگن کا چراغ	"
باغ میں دہر کے ہے آج ثمر دست بدست	"
کر خیال اس کو خواب کے مانند	"
سن اے غافل جہاں کا گھر نہ میرا نہ تیرا ہے	"
بزم جہاں میں کیا کریں وہ رونق محفل نہیں	ہزبر
گھٹا کی عمر تو غفلت بڑھا کی	ہوش

[1] بال کی طرح ۱۲ [2] نہ ۱۲۔ [3] کبھی [4] کسی [5] کسی۔

ظرف پر سوز ہے یہ بزم نشاط عالم	ساز جو ہیں ہمہ تن نالہ و فریاد ہیں سب	ہوش
کون وہ گل ہے خزاں کا نہیں جس کو کھٹکا	قابل سیر جہاں میں کوئی گلزار نہیں	”
یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل	کہ یہ بیسوا سر بسر بیوفا ہے	یقین
دنیا سے نہ دل لگاؤ ہرگز	اس نے نہ کسی سے کی وفا حیف	”
باغ عالم کی فضا ہے چار دن	پھول ہیں اس کے نہیں بوئے وفا	”
زال دنیا کب ادا تیری پسند	ہوتی ہے مردان حق آگاہ کو	”
زال دنیا چاہئے میری بلا	اس بلا سے خدا بچائے ہمیں	”

دنیائے فانی

دیکھ اے منعم ہے بیجا شوق ایوان بلند	خاک میں اک روز تیرا قصر تن ملجا ئیگا	اسیر
پھرتے پھرتے لحد میں ٹھہرے ہم	دورۂ آخری تمام ہوا	”
رنگ ثبات مجھ کو کہاں باغ دہر میں	گولر کا پھول میں کھلا اور جھڑ گیا	”
اپنا تن خراب بنا اور بگڑ گیا	اک دم میں یہ حباب بنا اور بگڑ گیا	”
احوال صاف ہستئ موہوم کا کھلا	جس وقت نقش آب بنا اور بگڑ گیا	”
منعم کہاں ہے فرصت اکدم کی بھی یہ ہستی	شداد کی طرح سے کیوں بوستاں بنایا	”
کوئی رہنے کے لئے آفاق میں آیا نہیں	اس قدر ہے اعتماد عالم فانی عبث	”
دہر فانی میں تجھے فکر عمارت ہے تجھے	امن چاہے تو کسی دل میں مکاں پیدا کر	”
گہ عدم میں گاہ ہستی میں ہوا اپنا گزر	مثل ریگ شیشۂ ساعت رہے سیار ہم	”
ہنسنے نہ پائے پھول کہ آخر ہوئی بہار	وقفہ کہاں ہے اس چمن کائنات میں	”
جہاں میں چند روزہ ہے مکاں کی تنگی وسعت	گزر شاہ و گدا کا ایک دن ہے کنج مرقد میں	”
کارخانہ ہے زمانہ کا سراسر فانی	نہ رہی ہے نہ رہیگی کوئی دولت باقی	”
ہے بے ثبات منزل ہستی کرو سفر	آواز آ رہی ہے یہ کوس رحیل سے	”
کیا ہے آتے ہی عالم میں کوچ کا سامان	زمیں پہ ایک قدم دوسرا رکاب میں ہے	”
آئینہ کی طرح سے اس عالم امکاں میں ہم	دیکھنے آئے تماشا خود تماشا ہو گئے	”
ڈھونڈھتے پھرتے تھے کل تک دولت دنیا جو لوگ	کچھ نہیں معلوم ہمکو آج وہ کیا ہو گئے	”
شاید بساط دہر ہے شطرنج کی بساط	جس کو میں دیکھتا ہوں جدا اس کی چال ہے	”
یہ سب باشندے ہیں ملک عدم کے	جسے دیکھو وہ صورت آشنا ہے	”
ہیچ سمجھا ہوں جہاں کو نظر آتا نہیں کچھ	شکل اعلے ہیں شب و روز میسر مجھکو	”
جو بنایا قصر وہ برباد ہونے کے لئے	ہے بنا محکم خرابی کی مری تعمیر سے	”
دار فانی میں زیادہ ہے عبث فکر قیام	ایک دو روز کا میلہ ہے یہ گھر کس کا ہے	”
کل یہاں جو عدم آباد سے آ کے رہے	نہیں معلوم کہ وہ آج کہاں جا کے رہے	”

دنیائے فانی

دنیا سے گئے جتنے امیر اہل ثروت تھے	اسیر
باقی نہ رہا ایک بھی ان ناموروں سے	”
دولت کو ہے قرار نہ وقفہ شباب کو	”
ٹھہرے ہیں غافلو [illegible] بہار کے	”
نقاش اسیر بزم جہاں سے گذر گئے	”
باقی ہیں نقش خامۂ معنی نگار کے	”
صبح ہے شام نہیں شام ہے تو صبح نہیں	”
نام ہے ظاہر کہ جہان فانی ہے	”
اس دور زندگی سے [illegible] چمن چلے	”
ہستی سے نیستی کو [illegible] وطن چلے	”
غربت میں جب ہوا [illegible] عدم اب	”
ہوا ثابت نہیں کچھ بیشتر ہستی و عدم [illegible] منزل کی	”
جو دوری [illegible] منزل قیام	”
جہاں [illegible] نہیں [illegible] کوئی پیچھے رہ جائے	”
آئے یہاں کوئی کوئی [illegible] فانی سے اسیر	”
[illegible] گئے	”
بیٹھے ہیں [illegible] ہم [illegible]	”
منزل ہستی میں [illegible]	”
کوچ میں دیر نہیں [illegible]	”
[illegible] کائنات	”
[illegible] یہاں کی بات	”

دار فانی

وہمِ فانی

لکھا ہے لوح پہ اول قلم نے روزِ ازل
فنا ہے سب کو کوئی چیز جز خدا قائم نہیں — رشید
جو غافل ہے اٹھا دل سے تعلق دہرِ فانی کا
دم آیا نہ آیا کیا بھروسا زندگانی کا — ″
کوچ و مقام ایک ہے اس راہ میں اسیر
گھر بن چکا کہ مقبرہ تعمیر ہو چکا — ″
میرے نزدیک کیا باغ سے زنداں میں آنا
جو عدم سے طرف عالمِ فانی آیا — ″
[illegible] سے کوچ کر جانا
فنا سرِ بازارِ دہر [illegible] مسافر دم نہیں لیتا — ″
جہاں ہوتا ہے [illegible] ہوں میں ان میں
منزلِ کل [illegible] اس دارِ فانی میں — ″
خاک و [illegible] شوق سے اس خانۂ تن کا
کرو طول [illegible] شطرنج — ″
ثبات [illegible] دنیا کا
صفر و [illegible] رفتار جدا — ″
دیکھیے [illegible] زمانہ موج میں
دریا ہے یہ زمانہ اہلِ عالم رو روی کا — ″
دیکھا تو سب میں پایا [illegible] شبنم
ہے ثباتِ گلشن [illegible] کا — ″
اے ہم [illegible] موقع نہیں — انجبار

دارِ فانی میں ذرا ہم نہ ٹھہرتے لیکن	کر چکے خوب جو چلنے کا سرانجام چلے	اسیر
فنائے اہلِ جہاں سے جہاں کو کیا پروا	مکاں کو غم نہیں غارت مکیں ہوئے تو ہوئے	″
اوّل تو رہی تلاشِ دنیا	آخر کو اجل کی جستجو کی	″
رہنے آیا نہیں اس منزلِ ہستی میں کوئی	جو مسافر ہے وہ چلنے کے سرانجام میں ہے	″
بے ثباتی اس چمن کی دیکھ کر	پھر رہی تھی خوب شبنم رو گئی	″
باغِ ہستی میں سُبک رَو دی سے ہم	مثلِ رنگ آئے برنگِ بو چلے	″
جن کو رہنا تھا وہ پیچھے رہ گئے	جن کو جانا تھا وہ آگے جا چکے	″
اس سرا میں ہے مقام اک شب کا	شام آنا ہے سحر جانا ہے	″
دارِ عمل سے دارِ جزا کا ثبوت ہے	ظاہر یہ ہے کہ شرط کوئی بے جزا نہیں	″
جوان مرتے ہیں بوڑھوں سے جو پہلے کیا تعجب ہے	توانا ناتواں سے جلد طے کرتے ہیں منزل کو	″
حبابِ آب سا اسیر اس بحر میں کیوں لوگ ہیں سرکش	ثباتِ زندگانی کیا کہ وقفہ ہے کوئی دم کا	″
گدا و شاہ ہیں دو چار روز لقمۂ گور	زمیں کو شام تلک اپنا پیٹ بھر لینا	″
گور میں رہنا ہے یاں بہرِ سکونت چند روز	طاقِ کسریٰ کا فریدوں کا محل پایا تو کیا	″
ہوا ثابت ہمیں طفلی و پیری و جوانی سے	کہ ہستی سے عدم تک فاصلہ ہے تین منزل کا	″
حبابِ اہلِ جہاں۔ بحر طلاطم خیز ہے دنیا	بہت ٹھہرا جو اس طوفاں میں کوئی۔ ایک دم ٹھہرا	″
سرائے ہستی سے اے مسافر ضرور کر قصد اب عدم کا	سحر ہے نزدیک رات کم ہے سحر کا تارا فلک پہ چمکا	″
گئے کچھ ایسے نہیں پتا ہے جو کوئی ڈھونڈے کبھی نہ پائے	غبار و بانگِ جرس تو یکسو نشاں نہیں ایک کے قدم کا	″
جانتا باقی تو دنیا کی حکومت مانگتا	چار دن کے واسطے کیا ہیچ نوبت مانگتا	″
موت سے کرتا ہے آگاہ زمانہ سے فلک	روز دکھلاتا ہے کافورِ سحر کی صورت	″
کر چکے مرحلۂ ہستیِ فانی ہم طے	ملک الموت سے کہدو کہ ہے تاخیر عبث	″
کثرتِ مال و منالِ زر و گوہر ہمہ ہیچ	وسعتِ کشور و جمعیتِ لشکر ہمہ ہیچ	″
حرصِ دولت، طلبِ جاہ، سرِ قدرِ بلند	فکرِ دنیا، غمِ روزی، طمعِ زر، ہمہ ہیچ	″
جملہ افراد، برنگِ خطِ باطل۔ باطل	مفتی و ناظر و سردفتر و دفتر ہمہ ہیچ	″
جق جق اہلِ ہنر، بق بق اربابِ سیر	مستی صاحبِ زر، کبرِ تونگر ہمہ ہیچ	″
چلے جاتے ہیں روز و شب مسافر	کبھی ہوتی نہیں راہِ فنا بند	″
بحرِ جہاں نہیں کوئی آشوب گاہ ہے	کہتی ہے موج، موج سے جلدی گزر گزر	″
کیا نہ یہ میری طرح بحرِ فنا میں ہونگے غرق	ہنس رہے ہیں کیا سُبکساران ساحل دیکھ کر	″
یہ وہ منزل ہے جہاں قافلہ اُترا ابھی نہیں	کان میں آنے لگی کوسِ سفر کی آواز	″
ظاہر میں ہوں مقیم تو باطن میں ہوں رواں	دریا ہے یہ زمانہ تو کشتی نشیں ہوں میں	″
منزلِ دہر نہیں ہم سفر و جائے قیام	تم چلو یا نہ چلو ہم تو سفر کرتے ہیں	″
تا چند یہ صحبتِ تن و جان	جگ ایسے ہزار لوٹتے ہیں	″
جتنے احباب ہمارے تھے وہ دنیا سے گئے	ماتمِ قیس کریں یا غمِ فرہاد کریں	″
اک دم ہے سو آئے یا نہ آئے	حق یہ ہے کہ کچھ نہیں بشر میں	″

اظہار زندگی سے مٹی صورت حباب	آنکھوں کا کھولنا نفسِ واپسیں ہوا	اسیر
سمجھا ہوا ہوں باغ جہاں کو جو بے ثبات	ہنستا ہوں گل کی طرح میں اپنی بہار پر	〃
ہم اس بحر جہاں میں کشتیٔ طوفاں رسیدہ ہیں	تباہی سے تباہی ہے تباہی ایک عالم پر	〃
بے ثباتی چمن دہر کی کرتی ہے بیاں	سرو پر فاختہ ہے یا سر منبر واعظ	〃
رہنے والے اس جہاں کے جتنے ہیں برباد ہیں	کیا بُری ساعت ہوئی تھی حیف بنیادِ فلک	〃
نہ زندگی نے وفا کی نہ فصل گل ٹھہری	شتاب عمر کہوں یا شتاب خندۂ دہر	〃
ثبات بحرِ جہاں میں کہاں خوشی کے لئے	فنا ہے عشرت پا در رکاب خندۂ گل	〃
زمانہ پیش نظر رنگ بے ثباتیٔ دہر	سرورِ فتح نہ ہم نے غم شکست کیا	〃
اٹھا جہان سے اے دل شتاب رختِ سفر	سرا ہے یہ کوئی ہوتا نہیں مقیم بہت	〃
ثبات اس کو نہیں یہ عالم واشد دو روزہ ہے	ہنسو اتنا بھی اے غنچو نہ تم کھل کھل گلستاں میں	آتش
کوئی زمانہ سے جاتا ہے کوئی آتا ہے	کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے	〃
دنیا سے کوچ کرنا ہے اک روز رہرو	بانگِ جرس سے شور یہی کارواں میں ہے	〃
حسرت انجام جہان گزراں ہے غافل	حسن رہتا نہیں گلزار خزاں ہوتا ہے	〃
گھر بناتے اگر یقیں ہوتا	اس خرابہ میں استقامت کا	〃
عجیب بھول بھلیاں ہیں غفلت ہستی	جیسے کہ راہ ہوئی اس سے خوب ہی بھٹکا	〃
دوچار دن کی ہستیٔ وہمی کا کیا وجود	آیا جو یاں عدم سے وہ آخر عدم ہوا	〃
قابلِ سیر نہیں بسکہ جہان گزراں	جو گیا یاں سے کبھی اس نے نہ پھر کر دیکھا	〃
یارانِ رفتہ ہم سے منہ ایسا چھپا گئے	معلوم بھی ہوا نہ کدھر کارواں گیا	〃
مسافر کی طرح رہ خانہ بر دوش	نہیں جائے اقامت دارِ فانی	〃
دم بھی اس مہمانسرائے دہر میں لینے نہ پائے	آتے ہی یاں توسن عمر رواں پر زیں ہوا	〃
اک دم میں جا ملونگا عزیزانِ رفتہ سے	کیا عرصہ ہے زمانۂ ماضی سے حال کا	〃
غافلو منزل دنیا ہے سرائے فانی	اس خطرگاہ میں تم چھاؤنی چھاتے ہو عبث	〃
اک روز اس سرا سے ہے لاکلام کوچ	سن تو سہی پکارتا ہے یہ مقام کوچ	〃
ایک دن میں منزل ہستی سے جا پہنچا عدم	راہزن سنتا تھا جس کو ہو گیا ہادی مجھے	〃
قالب خاکی کو تو سنتے ہیں آتش زیر خاک	کچھ نہیں معلوم ہم کو روح کس عالم میں ہے	〃
دوچار روز لالہ و گل کی بہار ہے	کھیچے قبا پہ اور نہ دستار پر گھمنڈ	〃
پوچھو نہ کچھ حقیقت ہستیٔ بے ثبات	آیا جو کچھ خیال میں عالم تھا خواب کا	احد
میں حال بحر ہستیٔ موہوم کیا کہوں	دم بھر بنا ہوں دم میں طلسم حباب کا	〃
بے ثباتیٔ جہاں کو دیکھتے جاتے ہیں پر	دیکھنے پر بھی ہیں اندھے مثل مادر زاد ہم	〃
بحر ہستی میں حباب آ کر چلے	زندگی کا کہنے کو دم بھر چلے	〃
دنیا میں کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال	اس گھر میں پہلے تم سے بھی کوئی مقیم تھا	امیر
ثبات بحرِ جہاں میں نہیں کسی کو امیر	ادھر نمود ہوا اور ادھر حباب نہ تھا	〃
ہم مسافر ہیں یہ دنیا ہے حقیقت میں سرا	ہے توقف ہمیں اس جا تو فقط رات کی رات	〃

دنیائے فانی

[illegible]

[illegible]	امیر
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃
[illegible]	〃

دنیائے فانی

دیکھو من کل علیہا فان ہیں
کوئی دن دنیائے فانی اور ہے — رہبر

ہے بہار باغ دنیا چند روز
دیکھ لو اس کا تماشا چند روز — "

اے مسافر کوچ کا سامان کر
اس سرا میں ہے بسیرا چند روز — "

ہے زمیں کی موج دریا کوئی دن
آسماں ہے بلبلہ سا چند روز — "

ہے نمائش اس جہاں کی اس طرح
جیسے ہو چیونٹی کا میلہ چند روز — "

کے رہا کچھ روز یاں جم کوئی دن
کچھ دنوں شداد و کسری چند روز — "

مہمانسرائے دہر میں کیا فکر بود و باش
ہم تو غریب لوگ ہیں آج آئے کل چلے — بحر

بنتے ہیں جہاں میں ہزاروں نکلے لاکھوں محل
ہر گوشے میں پتا ہے خانۂ برباد کا — "

بہار عالم امکاں نہایت بے حقیقت ہے
عناصر کو سمجھ اک پھول ہے باغ فانی کا — "

دنیائے سفر شبنم و خورشید کے مانند
ہے صبح کسی کا تو سر شام کسی کا — ہزار

آنے جانے پہ سانس کے ہے مدار	سخت ناپائدار ہے دنیا	امیر
بدتر اس کو سمجھ خزاں سے امیرؔ	دیکھنے کو بہار ہے دنیا	"
جس طرح عمر گذرتی ہے امیرؔ	آپ بھی یونہی گزر جائے گا	"
دنیا ہے بے ثباتیٔ افلاک کی خبر	جامِ جہاں نما سے ہیں کم نہیں حباب	"
حال فنائے دہر سے غافل نہیں حباب	ہر دم کو جانتے ہیں دمِ واپسیں حباب	"
پہچانتے ہیں خوب جو ہیں معنی آشنا	دنیا ہے نقشِ آب سپہر بریں حباب	"
کہاں ہے دارِ فنا میں قرار کی صورت	نمودِ عمر ہے برق و شرار کی صورت	"
منزلِ سیلِ جہاں ہو گئے کتنے بے نشاں	بیٹھے ہیں جم کے ہم یہاں صورت نقشِ پا عبث	"
چلتے ہی گزری ہیں دم کی طرح	ٹھہرے کہاں نقشِ قدم کی طرح	"
اربابِ کمال چل بسے سب	سو میں کہاں ایک دو رہے ہیں	"
قیام اس بحرِ طوفاں خیز دنیا میں نہیں ہمدم	حباب آسا ٹھہرتے ہیں تو کوئی دم ٹھہرتے ہیں	"
دارِ فانی ہیں پتا اس کا میں کس سے پوچھوں	سب ہیں پردیسی یہاں کا کوئی ساکن ہی نہیں	"
کوس رحلت سے آتی ہے آواز	کہ خبردار اے مسافر ہو	"
دنیائے بے ثبات میں کیا ہو ہمیں ثبات	جس گھر میں ہم مقیم وہ گھر ہی سفر میں ہے	"
بحرِ ہستی میں تن انساں حبابِ آب ہیں	آن واحد میں نہ کیوں یہ گھر بنے اور ٹوٹ جائے	"
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے	زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے	"
نہ گل ہیں نہ غنچے نہ بوٹے نہ پتے	ہوئے باغ نذرِ خزاں کیسے کیسے	"
رہنے کیا آئے تھے دنیا میں امیرؔ	سیر کر لی اور اپنے گھر چلے	"
بہت بقا نہ سمجھ اے ہزار پھولوں کی	کہ چار دن ہے چمن میں بہار پھولوں کی	"
ریاضِ دہر میں پوچھو نہ میری بربادی	ہر رنگِ بو اُدھر آیا اُدھر روانہ ہوا	"
اس کشورِ فنا کا عجب طرز و طور ہے	دم بھر میں صورت اور ہے دم بھر میں اور ہے	آزاد
بزمِ فنا میں کچھ نہیں جز نغمۂ فنا	جو کچھ نہیں سُنا ہے سُنا ہی سمجھ اسے	"
مہمانسرائے دہر ہو جب منزلِ فنا	پھر جو محل سرا ہے سرا ہی سمجھ اسے	"
دنیا ہے جب فنا تو فنا ہی سمجھ اسے	پی جامِ مرگ آبِ بقا ہی سمجھ اسے	"
اٹھا بستر ہے سیاح اب یاں آنیوالے ہیں	جو ہیں موجود وہ سب آگے پیچھے جانیوالے ہیں	احمدی
نہ سمجھے ہر نہال اک روز پامالِ خزاں ہوگا	قیامِ صحنِ گلشن تا رضائے باغباں ہوگا	"
یہ دو روزہ نشو و نما کو تو نہ سمجھ کہ نقش بر آب ہے	یہ سراب ہے یہ حباب ہے فقط ایک قصۂ خواب ہے	انشار
کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں	بہت آگے گئے پیچھے جو ہیں تیار بیٹھے ہیں	"
دنیا تو سیرگاہ دو روزہ ہے آسماںؔ	آنے کو آئے ہیں یہ ٹھہرنے کی جا نہیں	آسماں
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں	ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں	افسوس
غافل یہ لوگ چین سے بیٹھے ہیں ہی غضب	کوس رحیل کی ہے صدا روز یاں بلند	"
بہاریں ہیں دنیا کی سب چند روزہ	رہے گا یہ میلہ تو اک دن بچھڑ کر	اشک
نہیں جمتا کسی کا نقش اس دنیائے فانی میں	حباب آسا مٹا اُبھرا جو بحرِ زندگانی میں	اکبر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہزار موج صفت بحر دست و پا مارے	حباب سا مگر اپنا قیام ہو نہ سکا	بحر
کچھ اس کی فکر نہیں کل سفر ہمارا ہے	سرائے دہر میں بیٹھے ہیں گھر بنائے ہوئے	"
حباب دار ہے دنیا میں بود و باش اپنی	مقیم اہل فنا کوئی دم ہوئے نہ ہوئے	"
کونسا گھر ہے کہ جس سے نہیں مردہ نکلا	دار فانی میں مبارک نہیں تعمیر کوئی	"
ہم مسافر ہیں، سرا دنیا ہے، چند سے ہے قیام	چار دن کے واسطے کیا دولت و زر چاہیے	"
بحر ثابت ہو گئی یہ بات جب ٹوٹا حباب	پائداری کچھ نہیں ہے سر اٹھانے کے لئے	"
منزل پہ کھلا حال کہ بازار جہاں میں	جاں سفری زاد سفر بحر کر آئے	"
بحر کچھ اپنی روانی کی خبر ہے کہ نہیں	تیرا ہر تار نفس ہے کس سے بدن زورق ہے	"
ہر شے ہے بے ثبات ہے اس خاکداں میں	گردوں کو جانتا ہوں بگولا بلند ہے	"
اس سرا میں یہی سنتے ہیں یہی دیکھتے ہیں	کل مقام اس نے کیا آج سفر اس کا ہے	"
اثاثہ نہیں جس کے جانے کا غم ہو	گھروندا ہے مٹی کا گھر ہے تو کیا ہے	"
سرائے دہر سے ایسا سفر شتاب ہوا	کہ اپنا منزل اول میں پا تراب ہوا	"
فرار کر گئی سوئے مزار تن سے روح	نہ جب اجل سے مفر اس سرا میں دیکھا	"
کیسی پیری کیسی جوانی ہم سب لوگ مسافر ہیں	صبح ہوئی تو کوچ کی ٹھہری شام ہوئی تو مقام کیا	"
کیا کہئے کیوں جلد اٹھے ہم چند سے بھی نہ قیام کیا	دنیا میں جب چین نہ پایا مرقد میں آرام کیا	"
بادشاہی یا گدائی جو بن آئی کر چلے	ربع مسکوں چار دن اپنا بھی مسکن ہو گیا	"
جب سا دنیا سے خالی ہاتھ اسکندر گیا	سلطنت بھی لینے میں ہم کو تامل ہو گیا	"
کس لئے تفصیل دنیا میں ہوں مصروف اس قدر	کیا دیار زندگی پر یاں اجارا ہو گیا	"
گوشۂ گور کے طالب ہیں عمارت کیسی	کفنی چاہیے سادی خز و دیبا کیسا	"
مسافر خلد کے تیار ہیں رخت سفر باندھے	ہمارے ساتھ چلنا جس کو ہو اٹھے کمر باندھے	"
ساتھ خیمہ بھی نہیں چاہیے مانند حباب	چھوڑ جانا ہے یہاں اپنا سب اسباب مجھے	"
کسے خبر ہے کہ منزل قریب ہے کس کی	خبر نہ ہوں جو کوئی راہ مار کر آہ چلے	"
ہاتھ اٹھا بیٹھنے کو ہے یہ جہانِ فانی	پاؤں پھیلانے کو ہے گور کی منزل کی جگہ	"
انسان مرگ و زیست کے جھگڑے سے پاک ہو	یہ جان ہو ہوا کہیں یہ جسم خاک ہو	"
بحر اپنی بے ثباتی کوئی کیا دیکھے یہاں	آنکھ ملتے ہی حبابوں کی نظر ملتی نہیں	"
ہزار حیف نہ ٹھہرا گل و سمن کا رنگ	خزاں میں صورت طوطی اڑا چمن کا رنگ	"
دنیا میں کچھ بساط نہیں انبساط کی	اتریں نہ سوکھے گھاٹ کہیں آشنائے عیش	"
باشندگان دار فنا کو یہ چاہیے	بنائیں گھر نیا تو گرے ہے کے سر کے پاس	"
آسماں بھی اک حباب اس لجۂ فانی میں ہے	سر اٹھاتا ہے کوئی اے بحر کس بنیاد پر	"
چمن میں موسم گل کا نہ کچھ زمانہ ہوا	ہوا کی شکل ادھر آیا ادھر روانہ ہوا	"
ہستی بے ثبات کا وقفہ نہ پوچھئے	معلوم کچھ نہ فرق وجود و عدم ہوا	"
ملک بقا کو جائیں گے ملک فنا سے ہم	دو دن کو کوچ کرتے ہیں پھر اس سرا سے ہم	باقی
اک دن سب چھوڑ کر جانا ہے یاں سے اسلئے	خوش نہیں آتا ہے باقی عالم فانی مجھے	"

دنیائے فانی

دنیائے فانی

گل ہوں کہ غنچہ سب ہیں یہ دنیا و چمن میں ہیں
کوئی ہے دو روز کوئی ہے منزل کے سامنے — جلیل

یاں کوچ کی گھڑی آتی ہے صدا اپنا رخت باندھے
دو دم کو اٹھوں سے ہو یا تم اے احباب کہاں تک — حسرت

شبنم کی مثال اس چمن میں
شب آئے تھے ہم سحر سدھارے — حسن

ٹھہرا اونٹ قافلہ اس چمن میں
اے حسرت ہم یاں کی ہستی سے گزرے — ”

شبنم کی طرح سیر چمن ہم بھی کر گئے
رو دھو کے ایک رات یہاں ہم بھی گزار کے — خاقان

دنیا ہے یہ اک دار فنا جس کا اثاثہ
سب خاک ہے تا انجم افلاک ہے فانی — جرأت

دیکھے جہاں میں کیا کوئی صورت قیام کی
ظاہر ہے کہ منزل فانی میں [illegible] — ”

غافل نہ بن [illegible]
[illegible] — ”

ٹھہرے نہ یاں [illegible] حسرت سے [illegible]
ہر حال میں ہے [illegible] — ”

کل آئے آج بستر اٹھا کے
دنیا نہیں ایک مہمان سرا ہے — سخی

جہاں سے کھینچ لے دامن کہ خارستاں ہے یہ گلشن	جہاں ہو خار واں کب اپنے دامن کا گزارا ہے	تراب
جائے عبرت ہے جہاں یہ بوجھ تو دلیں تراب	کس طرح آئے یہاں سب کس طرح مرنے لگے	”
جی لگاتا ہے کیا تراب ادھر	یہ تو عالم تمام فانی ہے	”
وائے حسرت تراب بار دگر	پھر نہ آئے جو کوئی یاں سے گیا	”
جہاں سے آ کے پھر جائینگے واں کبتک رہینگے یاں	وہ احمق ہے قیام اپنا جو دنیا میں سدا جانے	”
وحشت سرائے دہر میں آیا نہ پھر کوئی	ایسے گئے یہاں سے مسافر ڈرے ہوئے	تعشق
شب کے سب مہمان رہے وقت سحر سوئے عدم	اڑ گئے مانند شبنم گلشن فانی سے ہم	تسلیم
رات کی شکلیں نظر آتی نہیں ہنگام صبح	عالم غفلت سرائے دہر بھی گویا ہے خواب	”
عالم اسباب کی زینت ہے مانند حباب	دیکھتے ہی دیکھتے سامان محفل کچھ نہیں	”
شد و آمد سے ہی اس سرا میں تھی رونق	کبھی روز کوئی مسافر نہ ہوگا	جاہ
بود و نابود بشر یکساں ہے باغ دہر میں	عطر گل ہے آج گل کا نور پیراہن میں ہے	”
گلستان جہاں کی بے ثباتی جاہ ظاہر ہے	کوئی شیرازہ اور اق گل کیا سوچکر باندھے	”
توام حیات و موت بشر ہے جہاں میں جاہ	قالب میں جان زرا ادھر آئی ادھر گئی	”
دیکھ اے غافل نہیں بحر جہاں جائے قیام	کان رکھکر سن یہ دیتا ہے صدا کوس حباب	”
کارخانہ میں زمانہ کے نہیں پایا ثبات	چینی سو داریا کا سر فغفور کا	جنون
ہوں بے ثبات گلشن ہستی میں اس قدر	سنگیں محل ہے قصر مجھے ہر حباب کا	”
غور سے دیکھا جو اس ماتم سرائے دہر میں	جو ہوا پیدا وہ طفل اندوہگیں پیدا ہوا	”
روح کو دار فنا میں ہے نہایت وحشت	ہم بھی اے مردم اقلیم عدم آتے ہیں	جوش
عاقبت اس منزل فانی سے لازم ہے سفر	اس لئے دنیا میں ہم آکر رہے خانہ بدوش	”
نہیں یہ دار فنا جائے سکونت اے جوش	ایک دم کے لئے تم چھاونی چھاتے ہو عبث	”
جائے ثبات کچھ نہیں یہ دار بے بقا	کیجیے یہاں سے دل میں ہے عزم سفر شتاب	”
کہاں دیکھی ہیں سیریں سیر ہو کر بزم عالم کی	چراغ صبح کی صورت یہاں مہلت تھی یک دم کی	”
ایک دن شہر خموشاں کی طرف جانا ہے	ہے فصیحوں کو یہاں دعوی تقریر عبث	”
چند روزہ ہے یہ دنیائے دنی اے جویا	قدر اس کی نہ کبھی عارف کامل سمجھیں	جویا
ہزار ہو گئے پیدا جہاں میں اسکندر	کروڑ مر گئے یاں جم سے ایک ہفتہ میں	”
آنکھوں میں ہے مرقع نقش حباب دہر	عرصہ جہان فانی کا کس درجہ تنگ ہے	”
سرائے فانی یہ خاکداں ہے لگا نہ دل اپنا اس سے منعم	فقط ٹھہرنے ہی کی جگہ ہے نہ در یہاں ہے نہ گھر یہاں ہے	جعفری
خیال کیسا غلط تھا اپنا سرا سے تھے دل لگائے بیٹھے	لحد میں ہم چین سے ہیں سوئے تو یہ کھلا اصل گھر یہاں ہے	”
گئے سب اقربا و دوست دنیا سے تو پہچانا	وطن سمجھے تھے جس کو ہے وہ عالم بے ریائی کا	جرأت
خواب و خیال گلشن ہستی ہے عنا فلو	یاں کی خزاں بھی ہیچ یہاں کی بہار ہیچ	”
مقام اس کا آخر کو زیر زمیں ہے	پڑا ہے یہ لشکر جو سارا زمیں پر	”
کہتے ہیں زندگی جسے اک انتظار ہے	آئے ہیں سب عدم سے جہاں میں برائے مرگ	”
اے فلک چاند کے چھپنے سے ہے تیرا یہ حال	ایسے کتنے چاند زیر خاک پنہاں ہو گئے	جلیل

له جان۔

کھلی کنج لحد میں بے ثباتی عیش و عشرت کی
یہ منزل دنیائے فانی گویا کہ مسافر خانہ ہے
بھرے عالم میں طلسم تن خاکی ہیں حباب
افسوس ناامیدوں کے کیا کیا نشاں مٹتے ہیں
کھلا یہ طلسم جہاں کو جو دیکھا
بغیر حسرت مآل دنیا سے کبھی حاصل نہیں
دنیائے چند روز کسی سے وفا نہ کی
حباب کرتے ہیں یہ اشارے نہ فکر تعمیر کیجیو یاں
نہ پوچھو حال دنیا کوچ کا نقارہ بجتا ہے
سمجھتے اہل دنیا ہیں کہ یہ عالم فنا کا ہے
دوستو دیکھا تماشا یاں کا بھی
چند مدت اب تم اے یاران آئندہ رہو
مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
شرار و برق کی سی بھی نہیں یاں فرصت ہستی
فقیرانہ آئے صدا کر چلے
کیا ہمیں کام ان گلوں سے اے صبا
کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
کیا کہیں سوئے فنا کس طور پر جاتے ہیں ہم
مورتیں کیا کیا ملی ہیں خاک میں
وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
دل لگاتا نہ کبھی دار فنا میں ہرگز
ہر دم اپنا۔ دم آخر کی سناتا ہے خبر
منزل عیش نہیں یہ ہے سرائے فانی
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
اے ذوق گر ہے ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
یہ تنگنائے دہر نہیں منزل فراغ
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب حیات
کریں جدائی کا کس کسکی رنج ہم اے ذوق
یہ دل لگانے کی دنیا جگہ نہیں ذاکر
بلبل ناداں چمن میں یوں نہ پھول
بس اے عمر سوئے عدم مجھ کو لے چل
سوائے ذات خدا سب کے واسطے ہے فنا

کہ سامان جہاں مجموعہ تھا خواب پریشاں کا — خلیل
جو شام کو ہے وہ صبح نہیں جو صبح کو ہے وہ شام نہیں — 〃
دم میں بنتے ہیں تو دم بھر میں بگڑ جاتے ہیں — 〃
خوشبو رہی نہ باقی سادات کے بدن میں — 〃
مسافر ہے انسان دنیا سرا ہے — 〃
کب سکندر لے گیا زر زیر مدفن ہاتھ میں — 〃
مثل شب وصال ادھر آئی ادھر گئی — 〃
کہ جس کرنا پڑیگا دم کو بڑی خرابی ہے گھر بنا کر — 〃
کمر باندھے ہوئے چلنے کو سب تیار بیٹھے ہیں — خوشدل
ہوا پر کیوں مکاں کرتے ہیں پھر تعمیر کیا باعث
تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے — درد
چشم زیں یک خندہ اس بستی میں ہم رہ کر گئے — 〃
کھینچا نہ پر اس بحر میں وقفہ کوئی دم کا — 〃
فلک نے ہم کو سونپا کام جو کچھ تھا شتابی کا — 〃
میاں خوش رہو تم دعا کر چلے — 〃
ایک دم آئے ادھر اودھر چلے — 〃
تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم
شمع کے مانند سر کے بل ادھر جاتے ہیں ہم — 〃
ہے وطن ہر شخص کا زیر زمیں — 〃
خواب دیکھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا — 〃
کیا خبر تھی مجھے آج آؤنگا کل جاؤنگا — داغ
ہر نفس ہر نفس احوال فنا کہتا ہے — 〃
رات کی رات ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے — 〃
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا — ذوق
اس میکدہ میں کام نہیں ہوشیار کا — 〃
غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو — 〃
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے — 〃
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہان فانی میں — 〃
کہ ہونیوالے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا — 〃
مٹے ہی جاتے ہو ڈیڑھ دن کی زندگی کے لئے — ذاکر
شاخ گل پر ہے نشیمن چند روز — 〃
یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل — 〃
ثبات ہستی ناپائدار دیکھ چکے — رند

دنیائے فانی

مہر و مہ ارض و سما جن و ملک وحش و طیور
سب یہ فانی ہیں مگر ذات خدا باقی ہے — [illegible]
[illegible] سب ہیں بے ثبات
کارخانے [illegible] دنیا کے [illegible] افسانہ ہوا — 〃
[illegible]
مانند برق چشم زدن میں گزر گئے — 〃
[illegible] — 〃
[illegible] — 〃
[illegible] — 〃
[illegible] — 〃
[illegible] — 〃
[illegible]
رنگور

دنیائے فانی

اس خاکدان دہر میں کیا خاک جی لگے
ساتھی گئے اب اپنا ارادہ سفر کا ہے — سعید

سنسان کس قدر ہے یہ بھول بیاں ہے
بود و نبود دنیا دو گھڑی کی ہے
نمود و بود عالم فانی کو سراج — راسخ

کہتے ہیں دامن عالم میں رہنے والے
چین کیا پائینگے آفاق میں خرگاہ نشیں — شہیدی

ایکدم میں رہے خرگاہ نہ یہ ساماں ہے
بلبلہ کا سا تیرا اہل ہوا ساماں ہے — ایضاً

آب بقا خضر کو مبارک رہے
ہم تو سر زمین فنا میں ہیں
کافی ہے جام زہر جہاں کا عیش تلخ — ایضاً

دنیا کے میوہ باغ جہاں ثمر فانی نہ ہو
اے شہیدی کی لذت دنیا و فقہ نہ ہو — ایضاً

دنیا میں شہیدی کیا زیست کا اوپر جلد
کیا ہنسی چین کا ہے ثبات — ایضاً

انجمن آرائی اہل فنا کو کیا ثبات
ٹوٹ جاتی ہے ہوا سے دم میں بنا انجمن
ہم خلائق کسی دریا کے ہیں حباب
دم میں سو بار بنے اور بگڑے سو بار — ایضاً

بیں

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
لب گور سے آ رہی ہے صدا	کہ دنیائے فانی عبث ہے عبث	راسخ
بہاریاں کی ہے بلبل خزاں سے ہم آغوش	لگا نہ دل کو تو اس بوستان فانی سے	سوز
گرا کے ہم نے تخت سلیماں لیا تو کیا	اک روز اس جہان سے برباد جائینگے	"
خانہ بر دوش ہیں حباب کی طرح	شکل نقش بر آب ہیں ہم لوگ	سحر
چار دیوار عناصر کی تو مضبوطی نہیں	خام طبعی سے ہے پختہ قصر و ایواں کی عبث	"
گلوں کے ہنسنے پہ زیبا ہے گریۂ شبنم	مٹے دھرے ہیں یہ نقش و نگار کی صورت	"
اہل عدم عدم میں پوچھینگے حال ہستی	دیکھا تھا خواب سا کچھ دو دن کے میہماں تھے	"
یہ ہے سرائے دوراں کیجے سفر کا ساماں	جانا وہیں ہے جاناں جو ہے وطن جہاں تھے	"
کہو روح کو نکلے قالب سے جلد	اگر رنج دنیا کے جھیلے رہے	"
صاحب خانہ ہم ہیں کہنے کو	آئے ہیں چار دن کے رہنے کو	"
عجب مقام تردد سرائے دنیا ہے	کرینگے کوچ کب اے ہمسفر نہیں معلوم	"
آن پہونچا قریب وقت زوال	شام کے آفتاب ہیں ہم لوگ	"
یہ وہ خرابہ ہے سب اپنی اپنی راہ پہ ہیں	کسی کو حال کسی کا سحر نہیں معلوم	"
فنا ہے محو نہیں دیکھکر مرقع دہر	ٹیگا یہ بھی جو نقش و نگار باقی ہے	سخن
غافلو ہیچ ہے سب حاصل دنیا کیا ہے	اس گھروندے میں بجز خاک کے رکھا کیا ہے	"
یہ رونق بزم ہے کوئی دم	ہے شمع نہ انجمن ہمیشہ	"
سب وقت پہ اپنے چل بسینگے	کس کا ہے یہاں وطن ہمیشہ	"
سچ کہا کرتے تھے اس زیست کو احباب غلط	فی الحقیقت ہے یہ سب عالم اسباب غلط	"
ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ	دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا	سودا
گر ہے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار	جو گل آیا اس چمن میں ایکدن گل ہوئیگا[1]	"
ساحل بحر جہاں پر ہوں کہ جوں[2] ہیزم خشک	ڈوبا پانی میں نہ تو آگ سے جل جاؤنگا	"
رخصت ہے باغباں کہ ٹک اک دیکھ لیں چمن	جاتے وہاں جہاں سے پھر آیا نہ جائیگا	"
ہے رنگ تماشائے جہاں صورت خورشید	جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا	"
مل گئے مٹی میں کیا کیا جامہ زیب اس گھر کے ہیچ	اب تلک نقشا تو پڑتا ہے نقش بوریا	"
گئے جہاں سے کیا کیا ستیزہ جو تہ خاک	کہ گل جو آیا تو مجروح بے شمار آیا	"
اس بحر میں ہے موج کی حافظ شگفتگی	فیصل ہوا حباب کہ جس دم ابھر چلا	"
اے غنچہ کیا سبب ہے کہ آتے ہی جہاں میں	گل جھاڑتے[3] ہے دامن تو نے نتیجہ کو سنبھالا	"
سیر کی یوں کوچۂ ہستی کی ہم[4]	نے میں سے جوں نالہ گزر کر گیا	"
کر خانۂ گردوں پہ نظر چشم فنا سے	ہے مثل حباب اس کی بھی تعمیر ہوا پر	"
کیا اس چمن میں آن کر[5] لیجائیگا کوئی	دامن کو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا	"
جاتے ہیں لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے	دنیا عجب سرا ہے جہاں آکے بس چلے	"
سفر قریب ہے اکدن وہاں کو چلنا ہے	تم اس سرائے میں ہو راہگیر کی صورت	سید سفیر
زینت دنیا نہ اصلا چاہئے	چار دن کے واسطے کیا چاہئے	

[1] ہوگا [2] مثل [3] جھاڑتا ہے [4] ہم نے [5] آکر سے

زمیں پہ تو نہ عمارت بنا کہ آخر کار	تمام جائینگے خرد و کلاں زمیں کے تلے[1]	شہید
نہ اُبھر لجۂ ہستی میں کہ مانند حباب	باد نخوت سے بھرے کاسۂ سر ٹوٹ گئے	″
بحر دُنیا کی ہر اک لہر ہے مانند حُباب	گھر کے گھر ہو گئے اک آن میں برباد گئی	″
ہر اک صبا روش اودھر آیا اُدھر گیا	رہنے کا گھر کسی کے یہ مہمانسرا نہیں	″
آشنا دم کا رہا اس بحر میں مثل حباب	ایکدم یاں زیست کرنا مجھ کو دوبھر ہی رہا	″
بحر ہستی میں مکاں کی ہے بنا مثل حُباب	گھر قیامت تک یہاں کس کا بنا رہ جائیگا	″
شہید آنکھیں ہوئیں جب بند اپنی بحر ہستی میں	حباب آسا کھلا اُس دم کہ سب نظارہ دم کا تھا	″
بحر ہستی میں ہست و بود مرا	جوں حباب ایک دم ہوا نہ ہوا	″
نہ کوہکن ہی رہا اور نہ کوہسار رہا	فقط جہاں میں فسانہ ہی یادگار رہا	″
حباب بحر فنا دہر کا مکاں سمجھا	ہیں ہیچ پوچ زمیں اور آسماں سمجھا	″
دنیا ہے خیال شکل حیرت	صورت کوئی اس کی کیا بتائے	″
آخر کو ہے ایک دن جدائی	کیا کوئی کسی سے دل لگائے	″
رہگئی بوقلمونی فلک کانوں میں	نہ خورتن ہی رہا اور نہ سنار رہا	″
قصر گردوں کا بھی قائم نہ رہیگا اکدن	کیا عجب گر نہ رہا قصر فریدوں ثابت	″
جو ہوتا ہستی فانی سے واقف	نہ ہنستا کھل کھلا کر گل چمن میں	″
سب یہ دنیا سرائے فانی ہے	عشق معبود جاودانی ہے	شوق
نہ پوچھے کوئی مگر بے ثباتی عالم	کہ ہے یہ دفتر دنیا حباب کا کاغذ	شائق
سرائے دہر کو گر سوچئے دلمیں تو فی الواقع	مسافر کی نمط بس ایک شب سب کا گزارا ہے	″
دنیا کو بے ثبات سمجھتے ہیں اس قدر	گھر بیت عنکبوت سے اوہن بنائینگے	″
دیر فانی میں عبث ہے جو کرے زر کی تلاش	لیگئے وہ ساتھ کیا جنکو تھی گوہر کی تلاش	″
کریں کیا خواہش تاج سکندر دہر فانی میں	کہ ہم نے خاک میں ملتے ہوئے جبر و قشوں دیکھے	″
بیدار ہو کے چشم تفکر سے دیکھ لے	اے بیوقوف گلشن ایجاد خواب ہے	شاہ
حباب وار یہاں زندگی ہے دم بھر کی	یہ دم رہے نہ رہے یہ مکاں رہے نہ رہے	صفدر
غنیمت ہے دلا جو دم ہے امید بقا کیسی	عناصر میں بھی باہم چار دن کی آشنائی ہے	″
ایسے آنے سے تو ہم کاش نہ آئے ہوتے	چار دن گلشن ہستی کی ہوا کھانے کو	″
کچھ نقشبند امکاں رکھتا نہیں ہے پروا	کیا کیا بنا بنا کر نقشے مٹا دیے ہیں	″
ہے سکندر کا نہ دارا کا نہ قیصر کا نشاں	چار دن سب رہ گئے اس قصر بے بنیاد میں	″
یہاں ہے جینے کا کیا بھروسا حادثوں سے بھری ہے دنیا	یہی جو ہے موج کا تماچا تو پھر قیام حباب کبتک	″
جہان فانی خراب پایا یہ بحر ہستی سراب دیکھا	تمام عالم کا کارخانہ برنگ چشم حباب دیکھا	″
فقط چار دن کی ہے یہ جاہ و حشمت	زمانہ یہاں آشنا ہے کسی کا؟	″
نہ مال و دولت نہ جاہ و حشمت نہ دور لیل و نہار ہوگا	فقط ہے یہ چار دن کی ہستی ہم اور کنج مزار ہوگا	″
یہ ہے چند روز جہاں میں ہم چلے نامراد سوئے عدم	یہی زندگی سے حصول تھا یہی اس جہاں کا مآل تھا	″
بحر جہاں میں زیست نہ کیوں ہو حباب وار	نقطوں ہی کا ہے فرق حیات و حباب میں	صابر

دنیائے فانی

کنارہ کش ہو جو دنیا سے اے ظفر کوئی
تو پھر نصیب اسے کنج فراغ اچھا ہو

[illegible]

[1] نیچے ۱۲ [illegible]

دنیائے فانی

عدم میں رہیں وہیں رہیں مرقد میں جا کے ہم جو آئے
قیام خاک کریں یاں کہ گھر خراب ہے بنا ہے سی — عاشق

مہلت ملی نہ سیر جہان خراب کی
شب کو سرا میں آئے سحر کو رواں ہوئے

شب کو سرا میں مقام کریں کیا سمجھے ہیں ہم
زیر فلک مقام کریں دنیا میں کب تک ہم بھی

رستہ میں پیادہ لو دنیا سے گیا آدمی
منعم مٹی میں مل جانے لگا آدمی — عرش

صورت قصر نہیں بنا تن تیرے ساتھ ہے
مثل حباب جب چل فنا دم سے پائدار ہیں

کیا گھر بناؤں عالم نا پائدار میں
سن اے غافل یہ نقش و نگار ہے ثبات نہیں

نہ ہوا اس شوق سے تو محبت خانہ دنیا
کس کو یہاں قیام ہے کس کو ثبات ہے

مانند نقش پا ہے یہ محل کائنات ہے
آئے یہی ہستی میں ہوتا ہے دنیا کو یہاں

طفل کا نالہ یہاں لایا ہے اور دنیا
اے ناداں سنبھل کر چل پھر دنیا کیا ہے دنیا کا

نہ تو اتنا چل کر چل پھر دنیا بے فانی
نہیں دولت پر دل کر چل پھر دنیا کیا ہے دنیا کا

بے گردن

روز معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ہسی — ایسی بستی سے تو ویرانہ بنایا ہوتا — ظفر

رنج ہے دنیا میں وافر اور ہے عشرت قلیل — دیکھے یاں خورسند کم، اندوہگیں دیکھے بہت

فکر گرداں کی ہمیشہ تجھے رہنا ہے جہاں — یاں مکاں کرتا ہے کس واسطے تعمیر عبث

مانند حباب ایک نفس میں ہے خرابی — اس منزل فانی میں ہے بنیاد مکاں ہیچ

ہو جنس تنک مایۂ ہستی کا نہ خواہاں — یہ جنس یہ بازار یہ گوہر یہ دکاں ہیچ

نہیں ہے گلشن عالم شگفتگی کی جا — برنگ غنچۂ تصویر ہے صدا دیگر

قیام رنڈ کی جڑ سے بھی کم ہے دنیا کو — کچھ اس کی اصل نہیں ہے مگر فساد کی جڑ

جس نے رکھلیاں قدم تحت الثریٰ کو وہ گیا — کیونکہ نکلیں دیکھئے دنیا کے اس دلدل سے ہم

وہ کھیل کھیل جس سے بنے کچھ وہاں کا کھیل — کیا فائدہ ہے یاں کے ظفر کھیل کود میں

فرصت یکدم پہ اس بحر جہاں میں اے حباب — کیا ابھرتا ہے تو آتا تیری ہستی ہے یہی

کھول کر آنکھ اپنی مثل حباب — کچھ نہ ہم نے بجز فنا دیکھا

خاک دنیا کی سیر کی ہم نے — یہ تو اک یونہی خواب سا دیکھا

یہ جہاں مہمانسرا ہے جو ہے مہماں ہے یہاں — زندگی دو روز ہر مہمان کی مہمانی سے ہے

کہتے ہیں منزل دنیا جسے گھر اس کو نہ جان — فکر کر خانۂ عقبیٰ کا کہ مسکن یہ ہے

منعم اس قصر و محل کی ہے بنا ناپائدار — بعد تیرے کچھ یہاں تعمیر ہوگی اور ہی

جو نقش قدم مٹ گئے یاں خاک میں لاکھوں — رکھا نہ فلک نے تو کسی کا بھی نشاں خاک

سطح خاکی پہ بہت زور دکھائے لیکن — عاقبت کھا ہی گئی رستم و سہراب کو خاک

مہرۂ شطرنج کی صورت بساط دہر پر — مر گئے کتنے ہی اس دنیا کی برد و مات میں

ہے سفر درپیش اس بتانسرا سے غنچہ وار — باندھ تو رخت سفر غافل سفر سے پیشتر

چلے جائیں گے جیسے آئے ہیں ہم سب — رہے گا یہاں اور نہ کوئی رہا ہے — ظہیر

سراسر بے بقا بود و نمود کاخ ہستی ہے — فنا ہونے کو غافل کل زمین آسمانی ہیں

یہاں کے جس قدر جھگڑے ہیں سب قصے کہانی ہیں — کہ گل بوٹے ریاض دہر کے سب نقش فانی ہیں

نہیں جائے اقامت رہگزار وادی ہستی — مسافر میہمان منزل دنیائے فانی ہیں

کاٹنا راہ بقا کا غافلو دشوار ہے — دو قدم ہے راستہ بس ہستی کوتاہ کا — عاشق

جو سمجھے نسبت ہے یہ جملہ عالم — دل اس کا درہم و برہم نہ ہوگا

دنیا سے ایک روز سفر تجھ کو ہے ضرور — سیدھی طرح سے چاہے تو چاہے چل کے چل

یہ ہستی نیستی سے ہے زیادہ — مٹا کس کس کا یاں نام و نشاں ہے

گلچیں کو ہے نہ گل کو نہ بلبل کو ہے ثبات — پھر اس چمن میں کیا کوئی اپنا لگائے دل

نہیں قیام کسی کو سرائے فانی میں — ہر اک مسافر پا در رکاب ملتا ہے

بے ثباتی سن کے دنیا کی ادھر آنا نہ تھا — اس خرابے میں بنایا ہم نے گھر کیا دیکھ کر

ہوتے ہیں کیوں مقیم جہان خراب میں — کرتا ہے اس مقام کو کیوں کارواں پسند

عاشق بہار گلشن ایجاد دیکھ لی — ناپائدار پھول بہت اس چمن کے ہیں

سر بھی پھوڑے تو نہیں لذت دنیا کو قیام — جوئے فرہاد ہے موجود مگر شیریں نہیں

ہے اک دن قبر میں جانا وہی گھر ہے ہمیشہ کو
ہوا ہے نشۂ غفلت میں کیوں سرشار اے غافل
ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے
آغوشِ گل کشودہ برائے وداع ہے
ہاں کھائیو مت[1] فریبِ ہستی
چمن دہر میں مانند گل آخر فصل
اس سرائے دہر میں ہر دم مقام و کوچ ہے
جو آیا اس میں چندے رہ گیا ہے
باغ جہاں میں آتے ہی مثل صبا چلے
دنیا ہے مثل گلشن تصویر بے ثبات
کیا کیا یہاں نہ شکلیں بنیں اور بگڑ گئیں
کم از بازیچۂ طفلاں نہ جان اس خاکداں کو تو
کب بھلا قابل اقامت کے ہے یہ مہماں سرا
جو نہ گئے وہ جا کے رہیں گے
دولت۔ ثروت۔ عزت۔ حشمت
دارِ فنا ہے دنیا فانی
اے فدا دنیا میں ہر دم اک تماشا ہی نیا
ہرگز بہار باغ خزاں کو نہیں قیام
محض یکتا شب تیرہ ہے قیام دنیا
یک دم کی بود و باش ہے اور کیا کیا انتظام
ہیچ تر اے فدا نظر آئی
سفر درپیش ہے غافل تجھے اس دار فانی سے
سرائے دہر میں مہمان فقط تو رات بھر کا ہے
حقیقت میں جگہ دنیا نہیں ہے دل لگانے کی
بشر بھی پانی کا بلبلہ ہے کبھی تو پیدا کبھی فنا ہے
کبھی تو جوش بہار گل ہے خروش باد خزاں کبھی ہے
بہار باغ عالم بے ثبات ایسی ہے اے بلبل
بحر جہاں میں اپنی بقا ہے حباب وار
کب ہے ثبات بحر جہان خراب کو
ہے رنگ بے ثباتی باغِ جہاں کا ظاہر
برنگ غنچہ بہار اس چمن کی سنتے تھے
جائے بود نہیں یہ بحر جہاں

نہ تو اتنا اچھل کر چل بھروسا کیا ہے دنیا کا	علی احمد
سنبھل کر چل سنبھل کر چل بھروسا کیا ہی دنیا کا	"
مہر گردوں ہے چراغ رہگزار بادیاں	غالب
برقِ خرمن راحت خون گرم دہقاں ہے	"
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے	"
ہر چند کہیں کہ ہے۔ نہیں ہے	"
آنکھ کے کھلتے ہی بس روئے خزاں دیکھا ہے	غافل
کوئی بیٹھا ہے کوئی پا در رکاب استادہ ہے	"
یہ دنیا کیا کرایہ کا مکاں ہے	"
حیرت ہمیں یہی ہے کہ کیا آئے کیا چلے	"
دل مت لگا یہاں کے تو نقش و نگار سے	"
ہستی بھی اک نمونہ ہے موجِ حباب کا	"
بتا کیا کیا نہ یاں کیا کیا نہ اے چرخ کہن بگڑا	"
جو اسے گھر اپنا سمجھا وہ بڑا دیوانہ ہے	"
سب ہیں مسافر جانے والے	فانی
چھوڑ گئے سب جانے والے	"
آنیوالے ہیں جانے والے	"
شب تجمل عالم فانی کا بے بنیاد ہے	فدا
بیلا تھا جس چمن میں وہاں اب کریل ہے	"
صبح ہوتے ہی یہاں کوچ کا ساماں دیکھا	"
سمجھا ہے تو قیام سرائے سپنج میں	"
سب یہ دنیا کی کائنات مجھے	"
لگا دل کو نہ دنیا سے نہ عیش و کامرانی سے	فصیح
کمر باندھے ہوئے تیار رہ عالم سفر کا ہے	"
وفا کرتی نہیں یہ بیوفا سارے زمانے کی	"
یہ بحر ہستی میں ہم نے دیکھا گھڑی میں کچھ ہی گھڑی میں کچھ ہے	فروغ
فروغ نیرنگ باغ دنیا گھڑی میں کچھ ہی گھڑی میں کچھ ہے	"
گماں ہے خندۂ گل پر صدائے کوس رحلت کا	قلق
ہے نقش آب نام ہمارے جہاز کا	"
بیجا ہوا ابھری ہے دماغ حباب میں	"
دیکھو شگوفہ آیا لپیٹا ہوا کفن میں	"
یہ جوں ہی[2] آنکھ کھلی موسم خزاں دیکھا	قائم
خانہ بر دوش رہ تو مثل حباب	"

دنیائے فانی

قائم اب رخت سفر باندھ کہ یاں سے اپنا [illegible]	قائم
جی تو جاتے ہیں ہم اس محفل میں [illegible]	"
بہت جاتے ہیں [illegible]	"
کوئی دم اب تو چار [illegible]	قدر
دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہونگے	"
چرچے یونہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہونگے	"
عالم اسباب کہاں ہم کہاں [illegible]	"
میلے میں اپنا بھی گذر ہو گیا	"
زندہ ہے نہ بھائی نہ یوسف نہ شاہ مصر	"
باقی ہیں کہانیاں زندان و چاہ کی	"
گھر عدم ہے یہ جہاں ہے سیرگاہ	"
ہر کوئی دم بھر کو آیا پھر گیا	"
[illegible]	"
[illegible]	"
کوئی جہاں میں آ کر ٹھہر نہیں سکتا	گویا
[illegible]	"
شکل حباب آنکھ جو کھولی تو یہ کھلا	فروغ
کچھ نہیں ہے جہان خراب کی	"
دنیا میں ہم کو بھی نہ دنیا میں بھروسا سمجھ	"
ہم تو [illegible] حباب لب دریا سمجھ	"
بحر رنگ	

[1] نہ [2] گر۔

دنیائے فانی

۲۶۱

بجز رنگ فنا کے لائق اس گلشن میں کیا دیکھے
بحر جہاں میں آمد و شد جلد جلد ہو
بڑھ گئے اکدم سے نہیں گلشن ہستی کی بہار
ہر دم کو سمجھتے ہیں دم باز پسیں ہم
سیر جہاں سے ہم کو خبر ہے بھی اور نہیں
یہ چمن جائے اقامت نہیں تب تو شب ہے
جنگل میں جب سے قافلے آگرا تو رہے
اجل لگائے ہوئے گہات ہر کسی پر ہے
بے اتیازئی چمن دہر کیا کہوں
محفل ہستی میں جو آئے تھے یار
ہم تو چمکتے ہی ہوا ہو گئے
مل گئے خاک میں ایسے کہ نشاں تک نہ رہا
میرے رکھنے کی جگہ یہ ہستئ فانی نہیں
یوں مل گئے خوبانِ جہاں خاک میں سارے
کبھی بہار کبھی ہے خزاں زمانے میں
دنیا میں ہم رہے بھی تو کم فرصتی کے ساتھ
بحر جہاں میں رہنے کی تا دیر کیا خوشی
نظر آتا ہے کہ اک روز میاں اس گلشن سے
باقی نہ مصحفی کا رہا خاک بھی نشاں
کیا اعتمادیاں کی عمارت کا ہے کہ یاں
ہستی کا حساب کچھ نہ نکلا
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
عجب کیا چھٹا روح سے جامۂ تن
اے مصحفی آئے تھے احباب سنور کر جو
سینکڑوں صحبتیں پوشیدہ ہوئی ہیں تہِ خاک
پوچھ کچھ صفحۂ ہستی پہ نہ انسان کا حال
راہ عدم میں خاک ہوئے یا فنا ہوئے
ہوتا ہے باد صبح کا تیار قافلہ
سرائے فانی ہی کوچ کی جا ہر ایک کو فکر دمبدم ہے
عیش و نشاط و عشرت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے ہیں
کچھ نہ اس عالم فانی کا رہیگا باقی
ہے نقش بر آب شکل ہستی
یہ دنیا ہی سرا کوئی زیادہ پانچ دن سے یاں

حباب جو کے مانند اکدم جو چشم تر کھولے
مانند قطرہ جا تو برنگ حباب آ
اس سے تو سیر گلستان عدم ہے بہتر
دنیا میں مسافر ہیں نہیں کوئی مکیں ہم
اک واہمہ سا پیش نظر ہے بھی اور نہیں
غنچے گٹھری لئے بیٹھے ہیں سفر کرنے کو
یوں ہی یہ رہروانِ عدم جا بجا بسے
ہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے
اس بوستاں میں قدر گل و خار ایک ہے
یہ نہیں معلوم وہ کیا ہو گئے
مثل شرر دم میں فنا ہو گئے
پھر کوئی خاک کرے گور غریباں پہ نگاہ
چھوڑ کر مجھ کو گئی یہ ہستی باطل کہاں
وہ صورتیں گویا کبھی پیدا نہ ہوئی تھیں
ہمیشہ کون رہا ہے جواں زمانے میں
جیسے سرا میں رہتا ہے انسان شب کی شب
صد سالہ زندگی بھی ہے وقفہ حباب کا
خاک اڑاتا ہوا مانند صبا جاؤں گا
نقش قدم کی طرح زمانہ سے اٹھ گیا
خورشید زندگی سر دیوار ہی رہا
جز عالم خواب کچھ نہ نکلا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے
لٹے راہ میں کارواں کیسے کیسے
اس محفل ہستی میں افسوس کہ کم بیٹھے
کوئی کیا جانے کہ اس پردہ میں کیا صحبت ہے
ہے عجب نقش کہ بس آپ مٹا جاتا ہے
یاران رفتہ آہ خدا جانے کیا ہوئے
ہم بھی تو چلنے والے ہیں کیوں اضطراب ہے
رہا سکندر یہاں نہ دارا نہ ہی فریدوں یہاں نہ جم ہے
ملال و رنج و غم و مصیبت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
قبر پختہ کا بنانا بھی بڑی خامی ہے
یہ نشو و نما حباب کیا ہے
یہ ٹھہرا ہی نہ ٹھہریگا نہ تم ہوں گے نہ ہم ہوں گے

لائق
مصحفی
بہسر

کیوں عمر عبث تو نے کھوئی کچھ کر لے اب بھی خدا جوئی
تہ کر تہ کر بستر اپنا باندھ و آٹھ کر رخت سفر اپنا
وہ پیک اجل کا آتا ہے اور ساتھ تجھے لیجاتا ہے
جتنا یہ مال و خزانہ ہے اور تو نے اپنا مانا ہے
دنیا کو نہ کہہ تو میری ہے غافل دنیا کب تیری ہے
کیوں مہر یہ عالم نسیاں کا دیتا ہے سودا نقصاں کا
ہمیں ہے چھوڑ جانا جمع کیا کرتا ہے اے غافل
دنیا نہیں ہے خواب ہے ہر نقش نقش آب ہے
ہے روزگار آپ ہی ناپائدار جب
صدا ہے مہر کی دنیا جسے کہتے ہیں فانی ہے
بحر بے پایان ہستی میں ذرا مثل حباب
جہاں گزراں ہے اور جو چیز ہے اس میں وہ گزراں ہے
کھلی ہے بے ثباتی ہستی موہوم کی جس پر
جہان پنجروزہ جا نہیں ہے استقامت کی
جہاں گزراں ہے اور جو چیز ہے اس میں وہ گزراں ہے
جہاں کی بے ثباتی تجربہ میں روز آتی ہے
گزارا جس طرح سے ہو سکے کر لے یہاں نادان
کیوں پھنس رہا ہے رغبت و نفرت کے دام میں
دنیا ہے ہیچ اس کا ہے سب کاروبار ہیچ
منظر بدلتے رہتے ہیں ہر لحظ مثل خواب
گزران جہاں ہے یاں ہے ہر اک شے گزشتنی
جہاں ہے بے ثبات اسباب یہ کب تک ہم ہونگے
جہاں گزراں ہے گزراں چیز میں دل بستگی کیسی
عبث ہیں حسرتیں دنیائے دوں کی ایکدن آخر
بحر دنیا میں حباب آسا کسی نے دم کے دم
مہر دنیا پنجروزہ میں نہ کر دل بستگی
عالم تمثال میں رکھا ہے کیا کچھ بھی نہیں
جہاں گذراں ہے اور اس کا طلسمی کارخانہ ہے
ہوا ہے کس کا پہلے اور اب کس کا زمانہ ہے
فنا کے گھر میں بقا کی امید ہے بے سود
جہان گذراں ہے جائے عبرت کبھی نہیں اسکی ایک حالت
نہ یار دنیا ہوئی جواں کی نہ طفل اور پیر ناتواں کی
عبث ہو نام و عزت شہرت بقا کی اس میں نہیں ہے صورت

میں کہتا ہوں تجھ سے یاں کوئی نہ رہا نہ رہا بابا — مہر
دنیا کی سرا کو گھر اپنا تو نے ہے غلط سمجھا بابا ،،
سب جیتے جی کا ناتا ہی پھر کون یہاں تیرا بابا ،،
سب چھوڑ کے یاں سے جانا ہی کرتا ہے اکٹھا کیا بابا ،،
سائیں کی جیسی پھیری ہے پھرتا ہے تو اس جا بابا ،،
ہے ذوق تجھے تو عرفاں کا تجھکو دنیا سے کیا بابا ،،
نتیجہ محض بے برگی ہے سارے ساز و ساماں کا ،،
یاں ہیں نہ کچھ شئے ہونے تو حاضر ہے وہ ناظر ہو وہ ،،
کیونکر نہ ہو ترا گلہ روزگار ہیچ ،،
جو دیکھا غور سے خواب شبینہ زندگانی ہے ،،
جب کھلی چشم حقیقت اپنی تھا کچھ بھی نہیں ،،
تجھے اس بات کی لیکن ذرا پروا نہیں ہوتی ،،
اسے فرصت برائے خندۂ بے جا نہیں ہوتی ،،
عدم کے جانیوالوں کو ہے عجلت کس قیامت کی ،،
کیا اس فکر نے لیکن نہ تیرے دل میں گھر کچھ بھی ،،
گھر ہوتا نہیں تیری طبیعت پر اثر کچھ بھی ،،
سرائے پنجروزہ جا نہیں ہے استقامت کی ،،
یاں ناگوار ہیچ ہے اور خوش گوار ہیچ ،،
یہ نقش آب مہر ہے انجام کار ہیچ ،،
ہے گلشن جہاں میں خزان و بہار ہیچ ،،
دریا و شہر و بحر و بر و کوہسار ہیچ ،،
اجل جب آئیگی خوشیاں نہ یاں ہونگی نہ غم ہونگے ،،
قیام اے دوست یاں کس کا نہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے ،،
چلے جب چھوڑ کر دنیا نہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے ،،
کیا ہوا گر باندھ لی اپنی ہوا کچھ بھی نہیں ،،
تجھ سے سچ کہتا ہوں یہ مہمانسرا کچھ بھی نہیں ،،
جز تصور یہ طلسم امکان کا کچھ بھی نہیں ،،
یہاں آیا ہے جو اکدن اسے دنیا سے جانا ہے ،،
یہاں ہے روئے رفتن سب کا اسکو سب نے مانا ہے ،،
یہ خاکداں نہیں آرام جاوداں کے لئے ،،
ابھی ہے کچھ اور دم میں کچھ ہے یہاں کا عالم طلسم کا ہے ،،
نہ عورتوں سے اسے تعلق نہ اسکو مردوں سے کچھ واسطہ ہے ،،
رہیگا نام خدا ہی باقی یہاں ہر اک چیز کو فنا ہے ،،

دنیائے فانی

[illegible]

مسکان ادب

دنیائے فانی

ہزاروں آئے یہیں اور گئے یہیں رہ کر اس وقت جا رہے ہیں
ہمیں نہ دنیا کی فکر مطلق کہ کون آیا ہے یا گیا ہے
یہیں ہے دنیا کی یوں فنائی اور اسکی جاتی ہے یوں رہائی
تم آج دنیا کے جانب ہے یہ وفا اور اسکی جانب ہے یہ وفا
تمہاری جانب سے
فانی منزل دنیا ہے مسافر خانہ
کوئی آتا ہے تو ہوتا ہے روانہ کوئی
بحر جہاں میں رک نہیں سکتی ہے فنا
ناآشنا حباب کی عمر دمی ڈاک ہے
کوئی اس دار فنا میں نہیں رہنے پاتا
[illegible] فرزیں تو یارب پھر اس کی ہے
[illegible] بھی اتر جاتے ہیں مسافر [illegible] اسکی ہے
روز [illegible] میں [illegible]
دنیا میں [illegible] کا [illegible] اک [illegible]
[illegible]
دنیا میں [illegible] نصیب میں [illegible]
اس ملک کے نصیب میں [illegible] زینت کا
[illegible] میں کسی گل [illegible] شبنم کو
[illegible] توقف چلے چلو
دنیا نہیں [illegible] جائے [illegible]
اجڑی ہوئی سرا میں ٹھہرنا ضرور کیا

مہر

مکان اونچے اگر بنائے کھڑے رہینگے وہ ٹھاٹھ لائے
نہ تم آقا رب یہ ناز کرنا کہ تجھ محبوب کا دم ہی بھرنا
نہ کام آئیگا مال و دولت نہ کام آئیگا مال و شہرت
تمہیں ہے دنیا کا فکر ہر دم تمہیں ہے دنیا کا رنج ہر دم
تم اٹھ گئے جب یہاں سے یارو تو لے مر پیارے کو دوستدارو
کبھی نہ دنیا سے دل لگانا نہیں ہے دنیا بری بلا ہے
کبھی یہ اسکی کبھی یہ اسکی جو غور کیجے تو کب ہے کسکی
نہ بادشاہوں کو ہی رہائی نہ مخلصی ہی کسی نے پائی
کیا اگر جمع ساز و سامان ہو گے تم اور بھی پریشان
ہوئی جو حاصل بھی تمکو قدرت تو اسمیں کچھ بھی نہیں ہے ندرت
کئے فراہم اگر خزینے یہیں رہینگے وہ سب دفینے
کیا اگر جمع لاؤ لشکر چلو گے اس کو نہ ساتھ لیکر
جہاں میں دیکھی ہے بے ثباتی مگر نہیں اسکی چاہ جاتی
دنیا فنا کا گھر ہے کوئی ہنس کے یاں مرا
کیا بھروں مادمی کا دم خدایا دہر میں
بے سود ہے کبر ہیچ سب ہستی ہے
دنیا میں ہے انسان حباب لب جو
جو آئے یہاں بسکہ تھے فانی نہ رہے
اے مہر ہماری تو حقیقت کیا ہے
اے ہم سفر قافلۂ ملک فنا
طاق ایوان جم پہ کندہ تھے یہ حرف
کیوں رہتا ہے تجھ کو فکر تعمیر مکاں
دنیا کی سرا میں پانچ دن کا ہے قیام
دنیا کی سرا میں پانچ دن کا ہے قیام
کیا سر پہ مکاں اٹھا کے لیجائیگا
ٹھہرا ہے کیوں دم سے کہہ دو کہ نکل
دیکھی ہم نے روا روی دنیا میں
دنیا اک کاروان سرا ہے اے دل
جب صبح ہوئی یاں سے چلا جاتا ہی
لکھ رکھ اے مہر بات حکمت کی ہے
آثار صنادید سے آتی ہے صدا
ہیچ دنیا ہے ہیچ بود اس کی
اس کے نقشے ہیں خواب کے سے تمام

ملیگی دو گز زمین آخر بس اتنا حصہ ہر ایک کا ہے
یہ تا لب گور ساتھ ہیں سب آگے کوئی کبھی گیا ہے
تمہیں ہے کچھ فکر بھی عزیزو کہ ایکدن تم ہوا و قضا ہے
مگر تمہارا خیال دنیا کو پہلے تھا اور نہ اب ہوا ہے
نہ ہو گا دنیا کو رنج کچھ بھی کہ چھوڑ کر کون یہ چلا ہے
کبھی نہ دیکھو ہیں اس کے آنا نہیں ہے دنیا بری بلا ہے
نہ یہ ہماری نہ یہ تمہاری نہ یہ کسی کی بھی آشنا ہے
غرض خدائی ہے مو حیرت عجیب در طرفہ ماجرا ہے
سوائے اعمال ساتھ یاں سے کسی کے کچھ بھی نہیں گیا ہے
یہاں سکندر رہا نہ دارا تمہارا دعوی تو چیز کیا ہے
چلو گے جس روز خالی ہاتھوں کوئی جائیگا پاس کیا ہے
جہاں میں تنہا ہر ایک آیا یہاں سے تنہا ہر اک گیا ہے
یہاں ہے سولی پہ نیند آتی کوئی ہے ہاں جو جگا دے مجھکو
اور دم کسی کا رنج و محن سے نکل گیا
ہے یہاں جو کچھ وہ تیرا ہے مرا کچھ بھی نہیں
مہر ابھارتے ہی یہاں پستی ہے
بس آنکھ کھلی کہ کالعدم ہستی ہے
دنیا ہے چیز آنی جانی نہ رہے
وہ یا فانی نہ رہے جہانیں گیانی نہ رہے
مت بھول کہ کاروانسرا ہے دنیا
یاں کوئی رہے گا نہ کبھی کوئی رہا
بنوا لیا بھی تو چھوڑ جانا ہے یہاں
کرنے جس طرح ہو گزارا نادان
سودائے عمارت ہے سودائے خام
جب آئے گا اے مہر اجل کا پیغام
میں بھی چلتا ہوں مہر اور تو بھی چل
تیرا ہے کوچ آج میرا ہے کل
یاں رات کی رات ٹھہرنا ہے غافل
اتنا سا قیام اور فکر منزل فاضل
دنیائے دنی جا نہ اقامت کی ہے
کچی بنیاد ہر عمارت کی ہے
چشم ظاہر میں ہے نمود اس کی
جن کو ہرگز نہیں بقائے دوام

مہر

تار و پود ہستیٔ موہوم تھا بے اعتبار
دل میں صفا صفا میں فنا تھی تمام عمر
اے گلو حسن چند روزہ ہے
ہر قدم پر ہے فنا ہر گام پر ہستی یہی
قبضہ میں جہاں بھی ہو تو رہتا نہیں دائم
کہاں وہ باغ ہیں جن میں ہجوم بلبل و گل تھا
ہر مکاں کے واسطے اک دن خرابی ہی ضرور
باغ ہستی میں بسیرا کوئی دن ہے بلبلو
بحر فنا میں ڈوبے ابھرا نہ ایک بھی
باغباں سست۔ ہوا گرم۔ میسر نہیں آب
زمیں سے اُگتے ہی ہوتا ہے خشک ہر پودا
سب ہے نظر کا فریب اصل میں یاں کچھ نہیں
کوس رحلت بج رہا ہے وقت رخصت ہے قریب
جو شہر نامور تھے یا رب کہاں گئے وہ
دیوار و در بڑے تھے جہاں ان نشاں نہیں
وہ زور و جواں جنھیں کہئے پہاڑ تھے
اس بحر میں مٹا بشکل حباب ہر دم
پائے ثبات نہ دم بھر ٹھہرا اس میدان میں رستم کا
فرصت ہے کم یاں رہنے کی بات نہیں کچھ کہنے کی
شور جرس شبگیر کا غافل تیاری کا تکیہ ہے
کیا چلے جاتے ہیں جہاں سے لوگ
یاں حادثہ سے باد کے ہر اک شجر حجر
ضعیف و قوی دونوں رہتے نہیں
نہ ٹک واشد ہوئی دل کی نہ جی کی لاگ کچھ پائے
مجلسوں کی مجلسیں برہم ہوئیں
شتابی گئی اس روش فصل گل
پھرتی ہے ساتھ اپنے لگی متصل فنا
اس تنگنائے دہر میں تنگی نفس نے کی
دنیا میں ہے بسیرا یا روسرائے کا سا
ہائے کس حسرت سے شبنم نے سحر رو کر کہا
کیا رنگ ہے بوبہ باد سحر سب ہیں گرم راہ
میسر چلنے سے کیوں ہو تم غافل
زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے

ایسے گورکھ دھندے سے کب تک تو نگر کھیلتے — منیر
موتی میں آب آب رواں میں حباب تھا
پھر تو یہ رنگ و روپ سب ہے خاک — محب
پانوں پھر کیوں جانب راہ عدم اٹھتا نہیں
دارا ہے کہاں اور سکندر ہے کدھر آج
نہ گل کا ہے نشاں باقی نہ بلبل کے نشیمن کا
کیا کرے کوئی حفاظت ان قدیم آثار کی
چاہیئے دو تین تنکے آشیانے کے لئے
منجدھار میں جو ناؤ ہماری الٹ گئی
سب یہ آثار ہیں اس باغ کے مرجھانے کے
زمیں کا۔ آب و ہوا کا۔ یہ اثر کس کا ہے
سامنے اپنے سراب دیکھیے کب تک رہے
بلبلیں ہیں ہم بغل گل ہے بصد آہ و بکا
آباد کم رہا ہے یاں کوئی خانوادہ — میر
یاں خانوادوں کے رہیں آثار کب تلک
جب آئی موج حادثہ تنکے سے بہ گئے
ابھرا رہے ہمیشہ نقش بر آب کیونکر
باغ ہستی کیا عالم تھا غم دنیا و دیں کا نہ تھا
آنکھیں کھول کے کان جو کھولو بزم جہاں افسانہ ہے
یعنی آنکھ نہ لگنے پائے قافلہ صبح کو چلتا ہے
مگر آئے تھے مہمان سے لوگ
کیسا ہی پائدار تھا آخر اکھڑ گیا
نہ یاں زال ٹھہرا نہ رستم رہا
رہے دس دن جو اپنی عمر کے یاں ہم سو مہماں تھے
لوگ وے پل مارتے کیدھر گئے
گہ جو رفتگی ہو جوانی کے ساتھ
آب رواں سے ہم ہوئے نابود ہر جگہ
جوں صبح ایکدم ہی رہے ہم جو یاں رہے
یہ رہروان ہستی عازم ہیں سب سفر کے
خوش رہو اے ساکنان باغ ہم تو اب چلے
کیا ہے جو اس چمن میں ہے ایسی چلا چلی
سب کے یہاں ہو رہی ہے تیاری
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

دنیائے فانی

اس کاروانسرا میں کیا [illegible]
یاں کوچ [illegible]
جہاں [illegible]
[illegible]
[illegible]

دنیائے فانی

ناسخ	بے سبب اسباب دنیا کا فراہم کیا کروں	چھوڑ جانا ہے مجھے سارے عالم اسباب کو
"	اس خرابہ میں نہیں ہے کوئی دو دن آباد	آج معمور ہیں جو ہونگے وہ کل کھنڈر خالی
"	تنگی عالم امکاں کی ہے یہ [illegible]	آئے دو چار [illegible]
"	دمبدم اٹھتے چلے جاتے ہیں [illegible]	[illegible]
"	کیونکر عمارت ہے جو دنیا میں کرنا	ویرانہ میں گھر کوئی تعمیر نہیں کرتا
"	[illegible] کیفیت دریا	[illegible]
"	بلائے چشم دنیا میں [illegible]	[illegible] سلیمان چھوڑ
"	اعتبار دنیا نہیں [illegible]	اٹھ گیا دنیا سے خاتم [illegible]
"	[illegible] عشرت [illegible] باغ	[illegible]
"	مجھکو ویرانہ [illegible]	اس خرابہ میں بنا یا [illegible]
	دیکھ [illegible] ناسخ [illegible]	[illegible]

شاعر	مصرع ثانی	مصرع اول
بیکس	لحد منہ کھولے کہتی ہے کہ آ یہیں ایک منزل ہے	قدم کیا خاک اٹھے راہ ہستی دو روزہ میں
"	ایک شب کاٹی فقط ہم نے مسافر کی طرح	کیا ٹھہرتے اس رواروی سے سرائے دہر میں
"	ہمیشہ کھیلتی سر پر قضا ہے	سرائے دہر میں کیا چین پائیں
"	کمر باندھے کھڑا ہوں کب عدم کو قافلہ نکلے	رواروی سے جہاں کے چین اک دم کو نہیں حاصل
"	صبحدم مانند شبنم چل دئے	شب کی شب ٹھہرے غریبان عدم
"	میزباں اپنے ہی مہمانوں کا مہماں ہوگا	دار فانی کی رواروی پہ اگر غور کیا
"	جا رہے ہیں سرائے دنیا چھوڑ	اٹھ چکے ہیں مسافران عدم
"	کہ جنکے دل میں نقشہ جم گیا ہے دار فانی کا	مزہ کب اُن کو حاصل ہوئے عمر جاودانی کا
مجروح	دیکھ لے اور غلط نما جانے	ہے وہ عارف جو دولت دنیا
"	کیا قیام اپنا یہیں اہل فنا جانتے ہیں	ہیں جو مشغول عمارات رفیع و محکم
"	نقش ہستی مٹائے بیٹھے ہیں	فرد باطل سمجھ کے دنیا کو
"	گزر بس ہے یاں گھر نہ بنانا ہرگز	دار فانی میں نہ کر فکر قیام اے ناداں
"	یہ عبث اس کا کارخانہ عبث	جب کہ فانی جہان ہے تو پھر
"	خود پریشان ہے یہ خواب بہت	دار فانی میں کیا ہو خاطر جمع
مہتاب	ہے خبر دارا اسکندر جم نہ اسفندار کی	جو کہ اس دنیا میں آئے سب گئے تحت الثریٰ
مذنب	اگر تم سوچکر دیکھو یہ سب کو چھوڑ جانا ہے	نہ دولت کام آئے گی نہ اس دنیا سے کچھ حاصل
نشاط	قائم نہیں دائم نہیں ہے اسکی بقا ہیچ	ہم کہتے ہیں دنیا کو یہ ہے دار فنا ہیچ
	بہار آئی ادھر نکلی اُدھر شکل خزاں ہوکر	عجب اس گلشن ہستی میں رنگ بے ثباتی ہے
نساخ	قصہ اصحاب کہف اور حال دقیانوس کا	بے ثباتی میں اگر کچھ شک ہے دنیا کی تو دیکھ
"	حبابوں کی طرح جو جوش مستی میں ابھرتے ہیں	فنا ہو جاتے ہیں اک آن میں سیل حوادث سے
"	بیٹھے ہیں لیکن چلے جاتے ہیں ہم	یہ جہاں ہے کشتی بحر فنا
ناسخ	کھدوا رہے ہیں قبر پہ تم کیا خطاب کو	مٹتا ہے دم میں صفحہ ہستی سے نام بھی
"	ہو گیا جن کا گزر اس میں گئے وہ تیر سے	خانہ دنیا دلاں گویا کمان خانہ ہے
"	جہان تار نفس ٹوٹا گیا میدان ہستی سے	بہار گلشن ایجاد کو اک روز جانا ہے
"	اسفل رہے جہاں میں نہ عالی نسب رہے	اس باغ میں ثبات ہے گل کو نہ خار کو
"	دو دن اس وحشت سرا میں ہم بھی مہماں ہو گئے	ارمغان داغ سودا لے چلے سوئے وطن
"	آفتاب اپنی نظر میں اک شرارا ہو گیا	بے ثباتی جو ہوئی عالم کی ثابت اے فلک
"	ایک دن یہ باغ پامال خزاں ہو جائیگا	کارواں باد بہاری کا رواں ہو جائگا
"	پاتا ہوں ہر ستارے میں عالم شرار کا	گردوں برنگ دود ہوا بے ثبات ہے
"	دوست دشمن کا وجود اک دن عدم ہو جائیگا	شکر و شکوہ ہے سو رہ جائیگا اے ناسخ نہیں
"	یا صحرا مجھ کو آیا کنج زنداں دیکھکر	ایسی ہستی سے سو درجہ عدم ہی خوب تھا
"	آدمی کو جامہ ہستی کفن سے کم نہیں	جو ہوا دنیا میں پیدا فی الحقیقۃ مر گیا
"	بے ثباتی میں ستارے یاسمن سے کم نہیں	اس چمن میں ہے برنگ گل بقائے آفتاب

ہوں چراغ اس بزم کا ناسخ کہ جھملا کہہ بار	پتلیوں کا عالم ہستی تماشا گر گیا	ناسخ
یہ رمز ہے کہ جائے سکونت جہاں نہیں	گردش میں کب ہے آٹھ پہر آسماں عبث	"
بس دلا صورت ہستی کو کوئی دم ہے ثبات	یہ جہاں آئینہ ہے کاغذ تصویر نہیں	"
بزم عشرت میں ہیں طبلے غافلو طبل رحیل	یہ مجبوروں کی صدا بانگ درا سے کم نہیں	"
ہے دلا کس کو دوام اس گردش افلاک میں	خاک کے پتلے ہزاروں ملگئے ہیں خاک میں	"
اسفل و اعلیٰ جو ہیں مل جائینگے سب خاک میں	آسماں اس رتبہ عالی پہ زیر خاک ہے	"
ملک و دریا رہ گئے اکثر ہوئے دونوں تباہ	ایک سا عالم نظر آیا حباب و تاج کا	"
دنیا سرا ایسی نہیں آکر جہاں رہ جائیے	بس شب کی شب آئے رہے اور پھر گجر دم چل بسے	نیاز
گلشن ہستی نہیں جائے شگفتن اے صبا	دیکھ جو غنچہ گیا یاں گل ٹھکانے لگ گیا	نصیر
مثل نقش پا یہاں ممکن نہیں ہے بیٹھنا	اے مسافر اٹھ کہیں اور دوش سے بستر لگا	"
جلد آکہ روح تن سے عزم سفر رکھے[1] ہے	رہنے کا کیا بھروسا اس گھر کے میہماں کا	"
کیا خاک جائے عیش ہے دنیا کہ جوں[2] حنا	دیکھا جسے برنگ دگر ہاتھ مل گیا	"
بحر جہاں ہے دیدہ و دانستہ جوں حباب	با چشم تر گزر جو کیا ہم نے کیا کیا	"
دنیا میں غرض ہیچ ہے یہ زندگی اپنی	جو ہم نے سراغ رہ مقصود نہ پایا	"
کوئی دم تو اور شرط سیر ہستی کر حباب	کوچ کا کیوں ساتھ اپنے خیمہ تو لیکر اٹھا	"
آہ کچھ ہم کو نہ تھی فرصت یکدم کی خبر	اے حباب لب جو تو نے یہ عقدہ کھولا	"
بحر جہاں میں فرصت یک دم نہیں حباب	دل کی شکستگی کا جو کیجے بیاں درست	"
اک دم کی ہے بنیاد حباب لب دریا	ہیہات کہ ہستی کی ہے تعمیر سر دست	"
ہنسے ہے اس لئے اس ہستی موہوم پر اپنی	کہ سیر عالم فانی کی رکھتا ہے طلب اخگر	"
سچ ہے کہ وہ عذاب سے دنیا کے چھٹ گیا	ہستی سے جو عدم کو گیا انتقال کر	"
طرفۃ العین کھلا تجھ سے یہ عقدہ کہ حباب	راہ ملک عدم اتنی نہیں کچھ دور دراز	"
ہو چکی باغ میں بہار افسوس	آہ اے بلبلو ہزار افسوس	"
حباب کا دم ہستی سے ہو وے[3] گیا اخلاص	فنا سے رکھتے ہیں کب بائل بقا اخلاص	"
شمع پروانہ سے کہتی تھی یہ انگشت اٹھا	صبح کو میں ہوں نہ تو یاد رہے رات کی بات	"
نہیں ہے فکر زاد راہ کچھ یاران محفل کو	یہ اس مہمانسرا میں رہ کے صاحب خانہ ہو بیٹھے	"
دل بستگی دل ہے عبث باغ جہاں سے	عقدہ یہ کھلا اب ہمیں غنچہ کی زباں سے	"
فریدوں کوئی یا کہ بہرام ہو گا	ولے گور سے عاقبت کام ہو گا	"
ہوا پر ہے یہ بنیاد مسافر خانہ ہستی	نہ ٹھہرا ہے کوئی یاں اے دل مضطر نہ ٹھہریگا	"
طرفۃ العین کیا بیش نظر تو نے حباب	عقدۂ زندگی و مرگ کو حل دنیا میں	"
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں	ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں	"
دنیا عجب مرحلہ بے ثبات ہے	ہر ذی حیات کو یہاں آخر ممات ہے	نذیر
کسطرح آرام سے بیٹھیں کہ بعد از چند روز	پیش ہے ہم کو سفر اک منزل دشوار کا	نسیم
دار فنا نی مقام لغزش ہے	کوئی اپنا قدم جما نہ سکا	"

دنیائے فانی

جا بیٹھتا تھا [illegible] رہے گئے وہیں — نیر
اس لئے میں یاں آیا تو گھر بنا نہ سکا — نکیر
یا الٰہی [illegible] یا ظلم [illegible] — "
کچھ رہا نہیں جاتا [illegible] اک دم کے لئے [illegible] — "
[illegible] نظر ہیں یاں [illegible] رہنا نہیں کسی کو چلنا ہے سب کو آخر — "
نہ ملک نہ دولت نہ سر انجام رہ گیا — "
آخر وہی اللہ کا اک نام رہ گیا — "
[illegible] سر پڑی تباہی — "
جب [illegible] تاج بادشاہی — "
[illegible] نہ نام رہ گیا — "
آخر وہی اللہ کا اک نام رہ گیا — "
آغاز کسی [illegible] نہ انجام رہ گیا — "
آخر وہی [illegible] صاحب مطلق — "
[illegible] آرام رہ گیا — "
آخر وہی اللہ کا اک نام رہ گیا — "
[illegible] گردش ایام رہ گیا — نیر

[1] رکھتی ہے ١٢ [2] مثل ١٢ [3] ہو ١٢ ، نہ ١٢

دنیائے فانی

آیا جو یاں وہ آخر اس سے عدم کو پہونچا
مدت سے دیکھتا ہوں یہ چال آسمان کی — ہمدم

بحر جہاں میں ہمدم ہم [illegible] حباب [illegible]
کیا آنکھ کھول دیکھیں دم بھی نہ لینے پائے — "

اس بحر موج خیز حوادث میں جوں حباب
[illegible] دم کی نہ مہلت ہوئی ہمیں — "

کھولے تھے آنکھ [illegible] جوں حباب
ہم اس بحر دنیا میں [illegible] الئے
کہ یاں آن کر کوئی دم رہ لئے

دوراندیشی

اسیر کون قیامت کو دور کہتا ہے
کہ [illegible] فنا وعدہ [illegible] بہت — اسیر

کہ [illegible] ہیں الغرض [illegible] سمجھ کر
کل مجمع احباب ہیں تو سو [illegible] سمجھ کر — "

اب بات کی جا ہم نے [illegible] اجل مہلت
کہاں تک شغل عیش و عشرت [illegible] وقت [illegible] — "

جو دم ہے باقی وہ ہے غنیمت خیال [illegible] تعمیر کرنیکا
خرابی ہے ارادہ ہے مکاں تعمیر کرنیکا — آتش

کرو گر تصرف تو کوری منزل اٹھانا ہے
جاؤ گے

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دنیا میں نہ کوئی خاص نہ کوئی عام رہیگا	نے صاحب مقدور نہ ناکام رہے گا	نظیر
یا سکھ میں یا دکھ میں غرض جاں سے گزر جانا ہی یاں	یاں چار دن کی زندگی آخر کو مر جانا یہاں	"
بسکہ سیلاب فنا دار محن ثابت ہوا	بلبلہ پانی کا یہ چرخ کہن ثابت ہوا	نظم
قسمت میں دہر میں لکھی ہوئی ہے ویرانی	میں نے ہر خاک کے ذرہ میں بیابان دیکھا	"
منزل دنیا میں مسافر جو شام	آکے رہا صبح سفر کر گیا	وقار
بحر ہستی میں رہے شکل حباب	ہر نفس تاراج فرصت ہو گیا	"
آنا روا روی میں پس و پیش ہے لگا	جائیگا کوئی آج اگر کوئی کل گیا	"
عناصر زیر تربت جا کے آپسمیں جدا ہونگے	بھروسا کیا جہاں میں چار دن کی زندگانی کا	واسطی
دم بھر کا ہے قیام یہاں صورت حباب	بحر جہاں میں کوئی رہا بھی تو کیا رہا	"
ہو گئی آنکھوں کو روشن بے ثباتی دہر کی	جو حباب آیا نظر ان کو وہ جام جم ہوا	"
بحر عالم میں نہ دیکھا کبھی عالم کو ثبات	بلبلہ تھا جو یہ پانی کا اٹھا بیٹھ گیا	"
دار فانی میں کہاں مثل شرر ہم کو ثبات	آنکھ کھلتے ہی گزر جائینگے اس محفل سے ہم	"
ٹھہرنا چار دن بھی بحر عالم میں ہوا مشکل	برنگ و بوئے گل ہم اب چمن سے جانیوالے ہیں	"
محیط دہر میں کیا رہرو ملک فنا ٹھہرے	حباب آسا کوئی ساعت جو ٹھہرے بھی تو کیا ٹھہرے	"
دیدۂ غور سے دیکھا تو یہاں کچھ بھی نہیں	نیست ہے نیست ہے ہستی کا نشاں کچھ بھی نہیں	"
کہاں قیام ہے کیسی مقام کی صورت	سرائے دہر میں دو دن کے میہماں ہیں یہ	"
دنیا کو کچھ ثبات نہیں مثل نقش آب	چشم فنا سے دیکھ کہ دریا حباب ہے	وزیر
چھانتا ہے خاک تو کیا گھر بنانے کے لئے	فکر رہنے کی نہ کر آیا ہے جانے کے لئے	"
جور گردوں سے ہی اگر خلق گریزاں ہمدم	جس کو دیکھوں ہو نہیں وہ سوئے عدم بھاگے ہی	ہمدم
نقش بر آب زیست نظر آئے جب کہ ہم	اس بحر سے حباب نمط چھوڑ دم اٹھے	"
بر سر کوچ ہے عالم ہوا اس سے معلوم	ہفت افلاک کی ہے یہ جو گری پال پہ پال	"
قسمت دنیا سے گو آمادہ ہے خوان فلک	کیا ہوں لذت یاب کوئی دم کے ہیں مہمان ہم	"
جو یہاں آیا ہے ہمدم آخر اس کو ہے فنا	بحر عالم کے ہیں سب جاتے ہیں پتلے گل کے گل	"
حیف دنیا کو جو میں رہنے کا مسکن سمجھا	یہ اترنے کی سرا تھی دم مردن سمجھا	"
ہے رنگ و بوئے گل تو فانی لگا نہ دل کو	باغ جہان چشم بینا نہیں خوش آتا	"
ہے بے ثبات جہاں اسمیں کر نہ فکر مکاں	بئے کی طرح گزارا اپنی کاہ کے گھر میں	"
جو کہ دنیا میں ہے آیا وہ عدم ہے ہمدم	دمبدم موت کا پیغام ہے ہم کو تم کو	"
پائداری نہیں اس بحر جہاں میں ہرگز	اے حباب اپنا عبث باندھے ہے گھر پانی میں	"
کون آیا ہے سدا رہنے کو یاں اے ہمدم	چل بسے یار جو ہیں وہ بھی ہیں جانیوالے	"
ہے ایسا گلشن دنیا میں اپنا جلوۂ ہستی	چمک دکھلا بیک چشمک زدن ہو جوں شرر غائب	"
ہمیں جوں شرر ہے مہلت یہاں ایکدم غنیمت	جو ٹک آنکھ کھول دیکھیں یہی جانیں ہم غنیمت	"
تو ڈھونڈھے ہے یہاں دل غافل یہاں کدھر میراث	کہ رہنے کو یہ جہاں کا نہیں ہے گھر میراث	"
سرائے دہر فانی میں ہمیشہ کس کو رہنا ہے	اسے ناداں کہہ محکم جو بے ادراک گھر باندھے	"

لہ دیکھتا ہوں ۱۲

جاؤ گے یاں سے وہاں چاہیے کچھ یاں کا پاس
آغاز سے زیادہ ہے انجام کا خیال
بڑھ چل قدم اٹھا کر دشت جہاں سے ایدل
نقل کو پہچانتے ہیں اصل سے بنیاد بیں
سفر درپیش ہے اٹھئے کمر کو باندھئے حضرت
روتی ہے شبنم چمن میں کس لیئے اے باغباں
ہوتا ہے ارادہ سفر ملک عدم کا
عیش و عشرت میں مجھے رنج و محن یاد آیا
کہے ایک جب سن لے انسان دو
واں یا کوئی دوست نہ ہو یگانہ ہمدم اپنا
کھودی بنیاد مکاں کی تو لحد یاد آئی
جس کو دنیا میں ہے کچھ فکر مآل اندیشی
کام وہ کیجیے کہ آخر کو پشیمانی نہ ہو
اپنی ہستی پہ نہ آئے مجھے رونا کیونکر
غریق بحر ہشیاری کو ہر دم فکر ساماں ہو
ہر بات میں جاہل کی طرح کب ہیں الجھتے
ہے مآل کار کا اندیشہ اب ہر دم مجھے
خرچ زائد اور آمد کم یہ نادانی ہے شوق
کیا دہ دنیا کہ ضرر جس میں ہو عقبیٰ کا شہید
خود نمائی خود پسندی کو ہے رہبر آئینہ
مثل یہ اسے ظفر ہے نکلی ہونٹوں اور چڑھی کوٹھوں
کام کا ہے کو وہ کرے انسان
جو کوئی ہنسنے پہ روتا ہے بہت فہمیدہ ہے
کھلجائے زندگی میں اگر لطف خواب مرگ
بشر کو عاقبت کار کا خیال رہے
قرض کی پیتے تھے مے پر یہ سمجھتے تھے کہ ہاں
الٰہی ان کا کیا انجام ہوگا
ابتک مآل شادی سے آگاہ جو نہیں
انجام پر نظر نہیں ہے جن کو اے فدا
نہیں جو لوگ عاقبت اندیش
خوف گر اعمال تلنے کا ہے اے گویا تجھے
ملبوس نو ہو یا کہن پہنے تو کر یادِ کفن
آسماں روتا ہے اسکے حال پر

آئے ہو واں سے یہاں چاہیے کچھ واں کا لحاظ
پیری کی آرزو ہے زمان شباب میں
سنتے ہیں سو طرح کے اس رہگزر میں کھٹکے
قالب خاکی جو پایا قبر ہم نے یاد کی
اگر دو چار دم ٹھہرے بھی جویا تم تو کیا ٹھہرے
کیا خزاں بھی گل کے ہمراہ رکاب آئینکو ہے
جب دیکھتے ہیں ابلق ایام کی صورت
جوڑا شادی کا جو پہنا تو کفن یاد آیا
کہ حق نے زبان ایک دی کان دو
اپنے اعمال پر اس وقت میں رونا ہوگا
قطع پوشاک کرائی تو کفن یاد آیا
اے سخن اس کو پھر اندیشۂ فردا کیسا
سوچ لینا خوب ہے آغاز میں انجام کا
جب فنا سامنے خورشید کے شبنم ہو جائے
کبھی یاں کشتی مے پر نہ ہم نے بادباں دیکھا
دانا تو بہم کرتے ہیں تدبیر سے تدبیر
بس یہی غم ہے نہیں ہے اور کوئی غم مجھے
اہل دانش پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھکر
وہ نہ کر کام ہو جس کام کا انجام قبیح
مرد آخر بیں کو ہے قبر سکندر آئینہ
نہیں کہنے کی جو بات اسکا کہنا کچھ نہیں اچھا
اپنے نزدیک جو برا جانے
رونے پر ہنستا ہے جو وہ کہ زمانہ دیدہ ہے
بدلے مکاں کے چاہیے انساں بنائے گور
بخیر دیکھیے اپنا مآل ہو کہ نہ ہو
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایکدن
نہیں جو سوچتے سود و زیاں تک
کیا باؤلا ہے مرد نگوڑا بیاہ کا
کرتے ہیں وہ پسند بکھیڑا بیاہ کا
اے فدا ان کی عاقبت معلوم
چاہیے یوں جب ترازو دیکھنا رونا ضرور
کیوں ہے تو محو زیب تن ہو موت کے ساماں میں
جو کہ اپنے حال پر روتا نہیں

اکبر
تسلیم
"
تعشق
جویا
حیرت
"
دلاور
ذوق
سید
سعید
سخن
"
سفیر
شہیدی
شادان
شائق
شوق
شہید
صابر
ظفر
عالم
عاشق
"
"
غالب
فوق
فدا
"
"
گویا
"
"

دُور اندیشی

عطر مٹی کا لگایا چاہیے پوشاک میں
غفلت سے بنا ہے اکدن خاک میں
خاک میں دی ہے خدا نے عقل و دانش
جنہیں دی ہے آج ہی سے فکر کل کی
ہے ان کو تو آخر شب
مسافر چل پڑا جو آخر شب
تو منزل اس کی ہو جاتی ہے ہلکی
نفس کو جتنا منایا اتنی ہی بڑھتی ہے ضد
عقل کی پیروی دل کا منانا چھوڑ دے
سمجھتے ہی نہیں یہ نا سمجھ اتنا وقت
وہی ہستا ہے جو ہر زمانہ کی ادا سمجھے
کیوں زمانہ مقتضی جب ہے
وقت کا جو تقاضا ہے کچھ دیر میں
ٹھیکی عقل ور آتی ہے سمجھ کب تک رہے
خام ہے آتش کباب بیخ میں و درخت
طوفان انقلاب سے بچتے ہیں ہوا کے ساتھ
رخ پھیر لیتے ہیں جلد جو اپنا
بچ رہی ہیں نظر سے اہل کا یہاں
جو بازشوں سے بہت آپ کو بچا کے چلے
وہی تو مرغ چمن میں ہے باغباں ہر کل
قفس کو دیکھ کے جو سوئے آشیاں پھر جائے
دیکھیے

گویا
لا اعلم
"
مجبر
"
"
"
"
"
مصحفی

دیکھیے صبح ہو کیا شام بنے کیا جی پر
وہ ہنسیے سُن کے نالۂ بلبل کا
خزاں کے رُوز کا ہوتا خیال گر دلیں
ہو مفلسی بھی یا د امارت کے سامنے
کس طرح یا الٰہی بسر ہوگی قبر میں
تا حشر ہوگی کس طرح اپنی بسر وہاں
ہے دُور دراز مہر عقبیٰ کا سفر
بھاری ہے بہت ما و منی کی گٹھڑی
جنہیں خبر ہے کہ ہوگی خموش شمع حیات
آتا ہے خوف دل کو مرنے کے بعد کیا ہو
انقلاب دہر کا جس دم مجھے آیا خیال
بُلبل ہے پس موسم گل فصل خزاں بھی
کہہ بیٹھ نہ کچھ جس کا نتیجہ ہو ملامت
رُوتے کا اُسی کو بولتے انسان ہیں ہم

ہم اسی سوچ میں دن رات رہا کرتے ہیں
مجھے رُونا ہے خندۂ گل کا
بہار باغ پہ نازاں نہ باغباں ہوتا
بھولے بشر نہ رنج کو راحت کے سامنے
اپنے سوا وہاں تو کوئی دوسرا نہیں
مرقد میں دوست ہے نہ کوئی غمگسار ہے
کیوں کرٹے ہو گا تجھ سے غافل کیونکر
اور تو نے رکھا ہے اس کو اپنے سر پر
جہاں نہیں رہتے ہیں وہ شور و شر نہیں کرتے
منکر نکیر سے تو اک دن پڑیگا پالا
عیش و عشرت دیکھکر رنج و محن یاد آگیا
اے صحن گلستاں کے گرفتار ذرا سوچ
گفتار کا مضموں دم گفتار ذرا سوچ
نظر آغاز میں کر جو سوانجام چلتا ہے

مصحفی / " / ماہ / مضطر / " / " / مہر / " / " / نواب / وحشت / " / ہمدم

دوست

نہیں ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
جسے دوست سمجھے تھے دشمن ہے وہ
جسکو پایا اپنے مطلب کا ہی پایا آشنا
داستان یوسفؑ کی سُن لو جا ہو
دیکھا جسے جہاں میں مطلب کا آشنا
یوں تو دنیا میں کیا نہیں ملتا
یہ سخن موج کی زبانی ہے
مصیبت میں جو شخص کام آئے اپنے
ہم اپنا جس کو سمجھے تھا غیر سے بدتر
دوستی اور کسی غرض کے لئے
فراخی و عشرت میں شادی و غم میں
بجا کرتی ہے دونوں ہاتھ سے تالی میاں بیدم
کوئی کسی کا کہیں آشنا نہیں دیکھا
دل سے یاروں کے اٹھ گئی بالکل
دکھ میں سکھ ہو جو یار ہو وے ساتھ
جو دوستی کے پردہ میں اکرتے ہوں دشمنی

زمانہ میں کوئی کسی کا ہوا ہے
نہیں اب ہمیں دوستی کی تلاش
آزمایا خوب ہم نے یار اور غم خوار کو
دوست بھائی کا کوئی بھائی نہیں
رہرو کو بہر سایہ ہے دیوار کی تلاش
پر کوئی باوفا نہیں ملتا
بے غرض آشنا نہیں جاتا
وہی دوست اور وہی آشنا ہے
اور دوست جس کو جانا دشمن تھا وہی جانی
وہ تجارت ہے دوستی ہی نہیں
بہر حال یاروں کے تم یار رہنا
جو ہم کو بھول جائے اُنکو کب ہم یاد کرتے ہیں
سوائے اسکے ان آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا
آشنائی و دوستی کی داد
صحبت یار غار ہے نعمت
اس سے کوئی عبث ہو طلبگار دوستی

آصف رح / انجم / " / احسن / اسیر / انور / " / اسد / اخگر / اسمٰعیل / " / بیدم / بیان / تراب / "

دوست

جو رنج و دکھ میں کام آوے
کہتے ہیں اسی کو آشنا خوب
ثابت نہ اس زمانہ میں ہوا یکہ وفادار
کہتے اگر کسی سے ہم اسرار دوستی
جو رنج و دکھ میں حاضر و غائب ہو اک طرح
ملتا اسی کا ہے وہ سزاوار دوستی
نہیں چھوڑیگا مخلص اپنا اخلاص
کرے ہر چند طعن اس پر منافق
مصاحب بہت دیکھے اس وقت میں
نہ پایا کوئی ہم نشیں آشنا
وہی ہمدم ہے اور وہی ہے یار
جو مصاحب دم اخیر کا ہو
[illegible]
کہتے اسی کو یار ہیں ہم وقت امتحان
[illegible]
[illegible]
[illegible]
دوستی کسی کی [illegible] اختلاط
[illegible] کوئی غمخوار
پوچھیگا کون [illegible] تکلیف

ذ ا ب / " / " / " / " / " / " / " / بیدم / " / کوثی

لہ ایدہ ۱۲ سک آسے ۱۲ سکہ ادرہ ۱۲

کوئی کسی کا بعد فنا آشنا نہیں
جیتے جی غمخوار سب ہیں ورنہ مر جانے کے بعد
ہوا کرتے ہیں سب مشتاق بس باتیں بنانے میں
سچ تو یہ ہے کہ کوئی کسی کا نہیں جنون
دوست پایا نہ خویش و بیگانہ
بحر ہستی میں سعیر کی ہر چند
وہی اب بیوفا کہلاتے ہیں جو ہم سے کہتے تھے
کون سب میں ہے ترا چاہنے والا دل سے
غیر کیا سمجھے درد دل کو جلیل
یار صادق ڈھونڈھتے ہو تم جلیل
نہیں لازم ہے وقت بد میں جنوں
کیا بھلا امید نیکی ہو عزیزوں سے ہمیں
ڈوبتے کو بحر غم میں تھامتے ہیں آشنا
دوست کے رنج کا ہو دوست کو کیونکر نہ الم
ہم اے دوست سمجھتے ہیں جسری
کس کے رفیق کس کی محبت کہاں کے دوست
نہ آنکھوں میں مروت ہے نہ ہے خوف خدا دلمیں
حالی سے کام ہے یاں فعلوں سے اسکے کیا کام
دوست ایک عالم کے پر مطلب کے دوست
ہو سکے جہانتک تو اپنے دوستوں کے عیب ڈھانک
اس نے ہم سے چھپا لیا منہ کو
جو کچھ کہ مرے ساتھ کیا دوست نے میرے
دوستوں کی آزمائش وقت بد میں ہو گئی
کس سے جا کر کہیں حقیقت دل
کیا کیجے سخن شکوہ بیداد زمانہ
جہاں میں یار وفادار دوستاں نہ ملا
سب سمجھے تھے جسکو دوست وہ دشمن نظر پڑا
موج دریا کو رواں دیکھکے آگے پیچھے
دوست یک رنگ کہاں ڈھونڈھتے ہو آج سراج
کام آئیں برے وقت میں جو ہیں وہی مخلص
نہ رکھا جگ میں سہم و دوستی اندوہ روزی نے
قبائے دوستی مٹ چاک کر یو[1]
دوست ہو جب برسر پرخاش پھر کیا کیجے

اے بیکسی ترا بھی مجھے آسرا نہیں — تسلیم
کون میرا آشنا ہے کس کے میں یار و نہیں ہوں — "
بہت مشکل ہے سچا دوست ملنا اس زمانے میں — ترجمہ
دم دوستی کا بھرتے ہیں یہ آشنا غلط — جنوں
سب کو سو بار آزما دیکھا — جوش
نہ مگر کوئی آشنا دیکھا
تم ایسے ہو تو ممکن ہے میں ایسا ہو نہیں سکتا — جلیل
صاف کھلجائے اگر غور کرے تو دل میں — "
آشنا جانے آشنا کی چوٹ — "
مشفق من یہ زمانہ اور ہے — "
پرسش حال دوستاں نہ رہے — جنوں
بھائی جب یوسف سے بھائی کو گرادیں چاہ میں — "
دوست ہو جاتے ہیں اکثر قوت بازوئے دوست — جرار
روح کو قید مصیبت ہے گرفتاری دل — "
کام جو وقت ضرورت آئے — جری
مطلب تک کے یار ہیں پھر کس کے یار ہیں — جویا
زباں پر دوستوں کی لذت ظاہر پرستی ہے — حیرت
اچھا ہے یا برا ہے پھر یار ہے ہمارا — حالی
ایسے یاروں سے حذر یار و حذر — "
درحقیقت آشنا کا آشنا ہے پردہ پوش — خوشدل
جسے ہم اپنا آشنا جانے — خاموش
دشمن سے بھی مجھ کو یہ گماں ہو نہیں سکتا — سفیر
چارہ تو ثابت قدم صد شکر دشت میں رہ گئے — "
کوئی یاں درد آشنا ہی نہیں — سخن
ہم نے جسے چاہا وہ ہمارا نہیں ہوتا — "
ملا بھی ماہ لقا ایک مہرباں نہ ملا — سعید
اے دوستو شکایت اغیار ہے عبث — "
آشنایان زمانہ کا چلن یاد آیا — "
رنگ حباب کے ہیں اب تو دگرگوں نکلے — سراج
جاتا نہیں ساتھی کوئی تربت میں کسی کی — "
گزرا تو سے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی — سودا
پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند — سوز
امر تقدیری میں شکوہ جبر دشمن سے نہیں — شائق

دوست

دل تنگی اے شہید چھوڑ دو
دنیا میں نہیں کوئی کسی کا — شہید
تجھے نگاہ مروت اگر نہیں تو نہ ہو
ہمیں تو مد نظر پاس آشنائی ہے — "
کیا مجھ کو آگاہ عیبوں سے مرے
وہی دوست ہے جو مرا عیب جوئے — شفق
روا ہے تو کہنے کو محبت سب جتاتے ہیں مگر
وقت حاجت دوستوں کی دوستداری دیکھئے — "
دشمن ہوا وہ جان کا کی جس سے دوستی
میں مشکل کسی کا کوئی آشنا نہیں — شمیم
سچ ہے دوست کو لے دل نہ دیکھا
رنج و ملال دوست کو ہرگز روا نہیں — "
آزردگی میں یار کی اپنا نہ پایا
کسی کو ہم نے یاں اپنا نہ پایا
جسے پایا اسے بیگانہ پایا — قطعہ
ہو کیونکہ کسی سے نظر امید محبت
ہم جانتے ہیں جیسے ہیں احباب زمانہ — "
نبی دن نہیں ہوتا کسی کا آشنا کوئی
گرہاں زندگی کے یار اسباب جانی ہیں — نسیم
دکھایا یہ تماشا خوبی قسمت نے ان روزوں
کہ جن کو اپنا سمجھے تھے وہ مطلب آشنا ٹھہرے — ذاکر

مسکم

[1] نہ تہ کرنا

شہر
ہم کو اعدا سے کیا گلہ ہے عزیز
بجز ذات الٰہی کون ہے دنیا میں یار اپنا
دشمنوں میں جو پھنس گئے عاشق

مضطر
دنیا کے دوستوں میں نہیں ہے وفا کی بو
عاشق جو دوستوں کی طبیعت میں ہے فساد
دشمنوں کی تو شکایت کے مزے لوٹتے پر

=
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
نہیں ملتا کوئی زمانے میں
امتحاں بارہا یاران زمانہ کا کیا

مصحفی
ایام ساز گار رہیں اغیار یار رہیں
خواہش نہ بر آئی اپنے جی کی
تا کجا کرتے تلاش اے ہم نشیں آفاق میں

مہر
دنیا میں جس کے دوست بہت ہیں عدو ہیں سب
گو زبان عام میں جو آشنا ہے دوست ہے
وسعت اخلاق سے کر سکتے ہیں عالم کو دوست
بارہا آئینۂ ہستی کو دیکھا ہوتے تا ند

=
تذکرہ کیا عکس اصلی کا کہ ہے خواب وخیال
دوست جو ہے اے مرے پیارے وہ برائے نام ہے
درمیاں میں رہتے ہیں جبتک کہ جذبات غرض

=
اب ثناخواں انکے ہیں جن سے پھر اٹکا کوئی کام
مقتضائے دوستی اس عہد میں یہ رہ گیا
دوستی اہل صفا میں ربط قلبی کا ہے نام

[illegible]
بھول جائے عالم ہستی کے جب نقش ونگار
دوستی کو گو کہہ سکتے نہیں کار محال
ادعائے دوستی کرتے نہیں اہل تمیز

=
دوستی ہے جوہر انسانیت بہر بشر
دوستی ہی سے ہے باغ ملک وملت میں بہار

رنج
عنصروں میں دین ودنیا کے نہ ہوتا امتزاج
بیستوں یا وادیٔ ایمن ہو یا صحرائے نجد
عرش سے تا فرش اک پل میں طنابیں کھنچ گئیں
جانتے ہیں جو کہ محشر معنیٔ اخلاق کو
مختصر یہ مصرع آخر پہ ہے شرح دوستی
عجب انداز ہے یاران زماں کا یارو

سب جفائیں سہیں جبینوں کی — عزیز
علی احمد طریق آشنائی ہے کہاں باقی — علی احمد
دوستوں کا خیال آتا ہے — عاشق
دل اپنا اک زمانہ سے بیزار ہو گیا — ״
دنیا میں ایک دن بھی نہ ہوگی بسر کبھی — ״
دوست ملتا ہی نہیں ہائے ہمارا کوئی — عاقل
کوئی چارہ ساز ہوتا غم گسار ہوتا — غالب
سننے والا مری کہانی کا — فوق
میرا کچھ کام کسی سے کبھی حاصل نہ ہوا — فدا
دیکھا نہ وقت بد میں کوئی آشنا کبھی — ״
ہم نے کس کس سے دوستی کی — گویا
ہے جو لفظ آشنا وہ معنیٔ بیگانہ ہے — لائق
اک آشنا بہت ہے بہت آشنا نہ دے — لا اعلم
جانتے ہیں لیکن اہل دل حقیقت دوست کی — محشر
ہے مگر چند اور ہی اجزا سے خلقت دوست کی — ״
پھر بھی آنکھوں کو نظر آئی نہ صورت دوست کی — ״
دو جگہ آنکھوں میں گر دیکھو شباہت دوست کی — ״
پکچھ ضرورت کے لئے ہوتی ہی چاہت دوست کی — ״
رہتی ہے محدود دو اسی دن تک محبت دوست کی — ״
فاتحہ سے گو رہی محروم تربت دوست کی — ״
دلمیں خوش ہوتے ہیں سن سنکر مصیبت دوست کی — ״
پاک ہو اغراض دنیاوی سے الفت دوست کی — ״
پھر ممکن ہے نظر آجائے خلوت دوست کی — ״
پھر بھی ناممکن ہے تا امکان خصلت دوست کی — ״
رکھتے ہیں پوشیدہ دلمیں فکر راحت دوست کی — ״
آدمیت ہے تو پیدا کر طبیعت دوست کی — ״
پوچھے اہل الرائے سے کوئی حقیقت دوست کی — ״
کام اگر صبح ازل آتی نہ حکمت دوست کی — ״
جلوہ گاہیں مختلف اور ایک صورت دوست کی — ״
جذب روحانی یہ ہے اور یہ ہے قدر دوست کی — ״
کوئی ان کے قلب سے پوچھے حقیقت دوست کی — ״
ہو مقدم اپنی ہر راحت پہ راحت دوست کی — ״
منہ پہ کہتے ہیں بھلا پیچھے گلہ کرتے ہیں — ״

لہ کھینچے

نہ رکھ ہرگز توقع دوستوں سے دوستداری کی
زمانہ سازاے غافل ہے یہ انبوہ دمسازاں
زباں پر اور کچھ ہے دل میں لیکن اور ہی کچھ ہے
موافق دوست ہیں جبتک زمانہ بھی موافق ہے
مگس کی طرح سب ہیں جمع دسترخوان پر تیرے
اٹھا جب خوان نعمت یہ بھی اڑجائینگے دم بھرمیں
فضول اور بیہودہ شغلو نہیں تیرے یار ہمدم ہیں
بُرے وقتوں میں ساتھی کون اے ناداں کسی کا ہے
رفیق اسدن رفاقت کرسکیں تیری تو ہم جانیں
تجھے لینا ہے کیا ان دوستوں سے باز آ اب بھی
رفیق افعال ہیں تیرے رفیق اعمال ہیں تیرے
تجھے احباب گورستان تک بس چھوڑ جائینگے
کہاں اس زمانہ میں محو آشنا
جو کرے تیری خوشامد وہ ترا دوست نہیں
دوستی اس کی ہے سچی جو ہر اک حالت میں
اور جو دوست ہو وہ دلمیں سمجھتا ہے تجھے
بھائی کا بھائی نہ دے ساتھ تو پھر تو ہی بتا
جو ضرورت پہ محبت سے کرے تیری مدد
اے ماہ داغ کھائیے صدمہ اٹھائیے
دوست دنیا میں نہیں کوئی کسی کا بے غرض
کشتت وخوں کا ہو گیا ہنگامہ برپا ہر طرف
دوستوں میں وہ دوست سچا ہے
دہر میں کم یاب کیا نایاب ہیں
دار فنا میں دیکھ لیا خوب کرکے غور
تمام خلق کو بیگانہ وار ہی دیکھا
مروت کا پاس اور وفا کا لحاظ
وقت یہ ہی اب کہ دشمن کا تو کیا مذکور ہے
لالہ و گل سب برنگ سبزۂ بیگانہ ہیں
محبت جو یاروں میں تھی اٹھ گئی
بیگانہ جو دیکھا تو عالم نظر پڑا
دیکھ سکتے ہی نہیں مردم چشم ایک کو ایک

کہ نادانی ہے عیار و ہے یہ اُمید یاری کی — مہر
تجھے امید وفا از وہے ہے الفت شعاری کی — "
نہ جا باتوں پہ انکی کیونکہ یہ باتیں ہیں خواری کی — "
زمانہ پھر گیا پھر کس نے تجھ سے سازگاری کی — "
سمجھ اس نکتۂ باریک کی ناداں باری کی — "
بس اتنی انتہا ہے دوستوں کی دوستداری کی — "
ذرا یہ شغل بد ہیں پھر نہیں امید یاری کی — "
تجھے بھی ایکدن پہونچیگی نوبت دم شماری کی — "
رفاقت کیا نہ آئیگی صدا بھی آہ وزاری کی — "
کر اپنا فکر گر امید ہے کچھ رستگاری کی — "
یہ تیرے ساتھ ہونگے قبر میں جب ہو گی تاریکی — "
پھر آگے تو ہے اور اعمال تیرے ساتھ جائینگے — "
نہ کرنا کسی آشنا پہ گھمنڈ — محو
وہ مصیبت میں کبھی کام نہ آئے یکسر — منظر
ایک سا دوست رہے تجھکو نہ چھوڑے دم بھر — "
اس کی رہتی ہے سدا تیری بھلائی پہ نظر — "
دوستی کا ہو زمانے میں بھروسا کس پر — "
وہ ترا دوست ہے بیشک وشبہ اے منظر — "
سب کچھ قبول خاطر احباب دیکھیے — ماہ
ہو گئی جب صبح شمع مردہ کا پھر غم نہیں — ناسخ
ہو گئی دنیا سے راہ و رسم الفت برطرف — نظر
جو مرے عیب منہ پہ کہتا ہے — ناثر
کیمیا درویش سچا آشنا — نسیم
نا آشنا ہمارے بہت یار کم ہوا — نواب
نظر نہ ہم کو کوئی شکل آشنا آئی — "
کرے آشنا آشنا کا لحاظ — وحشت
دوستوں سے بھی توقع کوئی ہم رکھتے نہیں — وہبی
اس چمن میں کوئی اپنا آشنا ہوتا نہیں — ہرچند
عوض مہر کے اب ستم رہ گئے — ہمدم
ہمدم جہاں میں کوئی نہیں آشنا مزاج — "
کچھ بھی اب چشم مروت نہ رہی یاروں میں — "

دوستی

وہ سختیاں اٹھائیں محبت کی راہ میں — آصف الدولہ
نام اپنا تو نے بہت مردانہ کر دیا

اگر چشم بصیرت ہے رفاقت [illegible] — امیر
[illegible] طرف چلا ہی [illegible]

کہ ہر دو جہاں قدم کسی کا — امیر
ٹھہرا نہ یہاں قدم دوستی کا

مشکل ہے مقام دوستی کا — "
[illegible] دوست [illegible]

دوست کا عیب بھی ہے دوست کو [illegible]
قسمت کی [illegible] دم نقد [illegible] — "

مانگے جو تجھ سے دوست تو دے نقد جان شتاب
ہرگز طلب کسی سے نہ فیض الوصول کر — "

احباب کا مزاج عناصر سے کم نہیں
دیکھو وہ اختلاف ہے اس اتفاق پر — "

جو دوست ہو گا نہ سمجھے گا عیب دوست کو عیب
کرنا گوارا خدا [illegible] کلیم نہیں — "

محبت [illegible] یاں [illegible] آشنا [illegible] نہیں
کہیں پیدا میں صادق آشنا [illegible] نہیں

دوستی کی

دوستی

باغِ جہاں میں کون کسی کا ہے دوست ہم
بس کے واسطے دنیا میں بس اپنا ہی بخشش کیجئے
اعتماد دوستی کا دنیا میں آج بیگانہ ہوا
کل جو تھا اپنا بیگانہ ہوا ہے دوستی کا رنگ
پیامِ موت ہے یہ دوستی کا جو کوئی پالے ہم
اہل ہے یہ زمانہ سے اپنا کا ہو کے پیارا رہا
بیدل ہوئی کہاں اب دوستی پیار پیارا رہا
دنیا چاہ رہی جو کوئی از بس نہ نام زباں تھا تو
تعجب ہے کہ جو کرتا ہے ستم نامہربان ہو کر
سبب کیا اب جو دوستی کے سوا
سیکھ رہے ان سے دوستی نہیں اسکتا
از رع دل میں ایک دوستی اچھی دشمنی
دوستی کے پردہ میں کرتے ہیں ہرگز نہیں اچھا جو
اعتماد اس دور میں دوست اپنے تو ہم ہیں
دنیا میں دشمن دوست نہیں کوئی
فی الاصل اگر پوچھو تو دشمن نہیں کہاں
وہ پیار شوق انجام محبت میں اختلاط
اب نہ پہلا ربط باقی ہے نہ اگلا اختلاط
وہ لگے دن دوستی کے جان تک دیتی تھی لوگ
اب زمانہ میں تو ایسی دوستی ہوتی نہیں

دم محبت کا

دوستی کی دوست نے اتنی کہ دشمن ہوگیا
دوستی دشمن بھی کرتے ہیں اگر چاہے خدا — جو
لذت زباں کو نعمت الواں سے کچھ نہیں
کثرت احباب ہے کیا فائدہ مرنے کے بعد — "
ہے دوست کی نظر میں ہنر عیب دوست کا
آج ساقی میں نہیں گو کہ مروت باقی
دل بھی پہلو سے ہوا راہِ محبت میں جدا — برق
دوستی وہ ہے کہ تلوار کے نیچے بھی نبھے
ہو رہ کسی کا تا نہ ہو دنیا میں تجھ کو رنج
غربت میں جو مرجاؤں تو کوئی خبر نہ ہو
آشنا کوئی نہیں بجز جہاں میں ایدل — بیدل
عالم میں دوستی کے اور اس قدر تکلف
دو چار رہو اتو ہوئے ولیکن انشا — بہادر
کیا کروں گرچہ بھلا ہوں بہت میں لیکن
دوستی نبھتی نہیں ہرگز فرومایہ کے ساتھ
بہن کو بھائی سے الفت چاہئے
منحصر چھوٹے بڑے ہونے پہ کیا — بیان
دشمن ہوا او دوست میں پھر فرق کیا رہا
تبدیل زمانہ کی ہوا ایسی ہوئی ہے
الٰہی جس سے کروں دوستی وہ دشمن ہے — پرتو
محبت کے لئے سن کی نہیں قید
ہر شخص بدل ہے جو خریدار محبت
پوشیدہ دل زار میں ہی راز کسی کا — "
ہر صبح چمن میں ہے یہ بلبل کا ترانہ
متحد کر دیا یہ الفت نے
ملے جو ہم سے ہم ملتے ہیں اس سے — تسلیم
دوست ارباب غرض ہیں یہ غلط فہمی ہے
دوستوں سے انحراف اچھا نہیں
غربت میں روح نے بھی آخر جسد کو چھوڑا
آشناؤں میں ہے وفا عنقا
اتحاد احباب سے اور اجتناب اغیار سے
مغز جاتا کئے اندیشۂ نصیحت والے
دوست کب دوست کا ہوتا ہے مخل راحت

ابر جب شدت سے برسا برق خرمن ہوگیا — اسیر
آب باراں برق کی مشعل کو روغن ہوگیا — "
بھوکے جہاں میں ہم نگہ آشنا کے ہیں — "
ساتھ اہل فوج مرقد میں سکندر کے نہیں — "
اللہ کو کلیم کی لکنت پسند ہے — "
خیر زندہ ہے اگر یار تو صحبت باقی — "
باوفا دوست زمانہ میں بہت کم دیکھا — اسیر
ڈاب میں عاشق و معشوق کو باہم دیکھا — "
رہزن بھی لوٹتے ہیں تو تنہا کو راہ میں
اگلی سی محبت نہیں یاران وطن میں — اشک
چاہ کی راہ نہ ہم چشموں سے جاری رکھنا — امانت
اٹھ جانے چاہئیں سب باہم دگر تکلف — انشا
آپس میں کب نبھے گا یوں عمر بھر تکلف — "
آہی رہتا ہے ترا مجھ کو خیال ایک نہ ایک — آتش
روح جنت کو گئی جسم گلی یاں رہ گیا — افضل
چاہئے باہم محبت چاہئے
تم کو ہر حالتیں الفت چاہئے — "
مشکل میں دوست کے نہ اگر کام آئے دوست — آفاق
کانوں سے بھی اب سنتے نہیں نام محبت — انور
یہ کیسا دہر محبت میں انقلاب ہوا — آزاد
ضعیفی کیسی اور کیسی جوانی — انجم
ہے گرم اسی وجہ سے بازار محبت — "
سینہ ہے مرا مخزن اسرار محبت — "
ہے روضۂ رضواں گل بے خار محبت — "
مجھ سے وہ اس سے میں جدا ہی نہیں — بحر
نہیں ہم آشنا نا آشنا کے — "
کہ خوشامد کی ہے دلجوئی محبت کیسی — "
دشمنوں سے بھی مدارا خوب ہے — "
سچ ہے کوئی رفاقت کرتا نہیں سفر میں — "
نام سنتے ہیں پریشان نہیں — "
دونوں عالم میں یہ دو چیز ہیں غم کار ہیں — "
غم ہمارا کسی غمخوار سے کھایا نہ گیا — "
سو گئے پاؤں تو ہاتھوں سے جگایا نہ گیا — "

دم محبت کا بہت بھرتے ہیں لیکن پس مرگ	آنیوالے ہیں سو گور غریباں تھوڑے	تسلیم
دل سے یاروں کے اٹھ گئی بالکل	آشنائی و دوستی کی داد	تراب
دوستی میں تو نے بگڑی ہم سے بدلی ہے ہوا	دل کو اپنے میرے دل سے اس گھڑی کر یہ بلا	؍؍
آپس میں جو ہو سب سے روا دار دوستی	کہیے اسی کو یار و مددگار دوستی	؍؍
جو رنج و دکھ میں حاضر و غائب ہو کسیطرح	کہیے اسی سے ہے وہ سزاوار دوستی	؍؍
جو دوستی کے پردہ میں کرتا ہو دشمنی	اس سے عبث ہو کوئی طلبگار دوستی	؍؍
آدم کا دوستدار ہو شیطاں کی طرح جو	ہم کو تو ایسے شخص سے ہے عار دوستی	؍؍
آشنائی ناخدا سے کرتے ہیں ہر اک تراب	تم خدا والوں سے از بہر خدا یاری کرو	؍؍
اس قدر نایاب دنیا میں محبت ہو گئی	چشمۂ آب بقا چشم مروت ہو گئی	تعشق
گلشن میں گوش گل نہیں سننے صدائے گل	بیفائدہ ہے عشق بشر کا بشر کے ساتھ	ثاقب
آؤ بازار محبت کی ذرا سیر کریں	ہو نہ ہو دل کی دوا ہے انہیں کانوں میں	؍؍
بہت سے دوست ہیں ظاہر میں اور باطن میں دشمن ہیں	حسد خلقت میں ہے انکی سبب ہے یہ عداوت کا	جنون
اب آشنا زمانہ میں سب گوں کے یار ہیں	وہ دوست کیا ہوئے جو تھے حاجت روا دوست	؍؍
گرایا بھائیوں نے چاہ میں یوسف کو کیا ڈر ہے	غضب ہوتا اگر یعقوب نظروں سے گرا دیتے	جرار
طے مسافت جسنے کی پہونچا نہ منزل پر کوئی	راہ الفت دو قدم ہر ایک چل کر رہ گیا	جوہری
دوستی اب غرض کی ہے دوست کسی کا کون ہے	ہے وہی آشنا غرض جسکو نہ ہو ذرا غرض	؍؍
پوچھو نہ کچھ سبب مرے حال تباہ کا	الفت کا یہ ثمر ہے نتیجہ ہے چاہ کا	جرأت
اہل دل جتنے ہیں رکھتے ہیں محبت دل میں	ہم وہ دل رکھتے ہیں جسمیں ہیں محبت والے	جلیل
دل پہ احباب کے ہے داغ محبت باقی	رہ گئی اک یہی دنیا میں نشانی میری	چکبست
وہ یار کیا ہے جو نہ کبھی پوچھے حال یار	وہ دوست کیا ہے جو نہ سنے مدعا دوست	حلم
رکھو دوستی پر نہ تکیہ کسی کے	بس اب دل سے شکووں کو دھونا پڑیگا	حالی
کوئی دشمن سے بھی کرتا ہے اس اسلوب سلوک	دوستی کرکے میاں تم نے کیا خوب سلوک	حسرت
وہ آدمی کہاں ہے وہ انسان ہے کہاں	جو دوست کا ہو دوست عدو کا عدو نہ ہو	داغ
دوستی کا ہو زمانہ میں بھروسا کس پر	تو مجھے چھوڑ چلا اے دل شیدا کس پر	؍؍
کیا سیر سب ہم نے گلزار دنیا	گل دوستی میں عجب رنگ و بو ہے	درد
یوں گوارا نہ کرے بزم میں جل جانیکو	عشق صادق جو نہ ہو شمع سے پروانے کو	ذائق
جب جدائی زیادہ ہوتی ہے	آشنائی زیادہ ہوتی ہے	راسخ
سراسر عشق ہوں راسخ مری طینت محبت ہے	جو سینہ ہوں تو بے کینہ جو دل ہوں تو بے غل ہوں	؍؍
جو کسی کا نہ ہو سخن دشمن	دوست اس کا جہان ہے گویا	سخن
یہی ہے رسم محبت زمانہ میں اکثر	وہ آشنا ہے کہ نکلے جس آشناسی غرض	؍؍
کوئی جہاں میں نہیں ایسا یارو ہوا نہ الفت میں رنج جسکو	اسی محبت میں ہائے ہم تو بڑی مصیبت اٹھا چکے ہیں	؍؍
جب اٹھ گئی جہاں سے رہ و رسم دوستی	دشمن جہان کا ہے جو شکوا کرے کوئی	سحر
ساتھی وہ ہے جو ہر غم و آفت میں ساتھ دے	صادق وہ دوست ہے جو ہو مشکلکشا دوست	سلام

دوستی

ناکسوں کی دوستی نے دین و دنیا کو اجاڑ
پوچھ لو جاکر گلستاں سے خزاں کا اختلاط — سودا

رفو ہوا جو گریباں مرا تو کیا ناصح
[illegible] پیوند ہوا تو یہ ہے — ؍؍

جو دل سے دل کہیں [illegible] پتنگ کی
[illegible] — ؍؍

اے شمع کچھ خبر ہے تجھے اس پتنگ کی
جو بال و پر جلا کے پڑا ہے وطن سے دور — ؍؍

آج کیا سودا میں الفت کی خلش تجھ سے کہوں
خار سا سینہ میں میرے کچھ کھٹک ہی رہا — ؍؍

خاک ری مری ناحق تو نہ برباد کرو
کچھ تو اس اگلی بھی الفت کو میاں یاد کرو — ؍؍

جہاں میں بھی قصۂ یوسف ہے آئینہ کہ پیش
[illegible] برادری جانے — ؍؍

[illegible] مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جب تک جی بن آتی — ؍؍

نجیب ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر
دنیا کی مرے دل میں طلب ہو گئی آخر — بیدار

گو جیب ہے ہر ایک نعمت عزیز
کم یہ کہ یاری محبت عزیز — انور

کرتا ہے کون کسی کی امداد وقت بد میں
جتنے آشنا دیکھے کام آشنا کے آئے

دوستی

اونچا ہے بہت دوستی کا محل ہوس سے
کچھ نہ ہو گی تو گذرا نام محبت
خصلت نہ ہو جسکے طبیعت میں ہو اخلاص
الفت کا مزہ جب ہے کہ بیہودہ سری ہے
گر یہ نہیں آئے تو ہر نیک کی نیکی دیکھی
نیکوں کی بھی سب نیک کی بھی برائی دیکھی
اور پیر مردوں کی بھی بدی نیکی ہے
اخلاص میں صفرا ہے بدی صفائی دیکھی
اس میں کچھ اور ہی یا وقت کی ہے
ناتا کہ بہت توڑ دے یا باقی ہے
لیکن ابھی ایک مرحلہ باقی ہے
طاعت ہوتی بہت مگر اس وقت قبول
کہ خلوص باطن بھی ہے
جب سا تھا ... نظر میں ہے ور وقصور
اے شیخ تری نظر میں ہے زر و زور
طاعت کا نہ لے نام کہ تو ہے مزدور
جنت تری فردوس ہے سو مل جائے گی
لیکن اخلاص کا ہے گر کو سوں دور
لیکن اخلاص کا ہے معاملہ ...
دوستی بھول کے کرنا نہ کبھی بے مطلب
اس زمانہ کے ہیں سب کھانے اڑانے والے
دوستی کرتے ہیں نادان کی سمجھ کر دانا
جان تو تم بھی ہو مطلوب وہ بشر کہتے ہیں
دشمن ہیں

مجر — ،، — ،، — ،، — ،، — ،، — ،، — ،، — منشی — ،،

کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل — محبت ہے اگر مشکل کشا ہے — سوز
جس کو دیکھا آشنا نکلا غرض کا آشنا — دل ہے افسردہ نہایت گرمیِ احباب سے — شیفتہ
وہ دوست نہیں ہے کہ جو مشکل میں نہ کام آئے — ہم ایسوں سے کرتے نہیں زنہار ملاقات — شہید
ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا — ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا — ،،
کلام اللہ کی نوبت ہے تفسیر مجھے یاد — ہے نامۂ اعمال مرا فرد محبت — ،،
کم مہر سلیماں سے محبت کا نہیں داغ — خاتم جو مرا دل ہے تو خاتم کا نگیں داغ — ،،
خاکپا ان کا رہوں کیوں نہ میں شائق باطلب — دل سے رکھتے ہیں جو مجھ سے وہ اس سے اخلاص — شائق
چھوڑ جائینگے نہیں تنہا تجھے سایہ کی طرح — تو جدھر جائیگا ہم بھی ساتھ تیرے جائینگے — ظفر
لاکھ چاہت کو چھپائے کوئی پر چھپتی نہیں — پیار کی آنکھ اور ساخت کی نظر چھپتی نہیں — ،،
دوست سچا کب کوئی ہم کو ملا — مدتوں ہم نے اگرچہ کی تلاش — عاجز
وہ رگِ گردن سے بھی نزدیک تھا — تھی دلِ مضطر تجھے جس کی تلاش — ،،
دوست صادق بھی ملتا ہے کہیں — اے دلِ ناداں تجھے کیسی تلاش — ،،
سینکڑوں بندہ بے دام نکل آتے ہیں — دوستی میں بھی بہت کام نکل آتے ہیں — عالم
یوں جانئے کہ جان سے گویا جدا ہوا — ناآشناؤں کا جو کوئی آشنا ہوا — عاشق
اپنا کر ایک کو یا ایک کا ہو رہ اے دل — ناز دلدار اٹھا منت اغیار کھینچ — ،،
اب زباں پر بھی نہیں آتا کبھی الفت کا نام — اگلے مکتوبوں میں کچھ رسم کتابت ہو تو ہو — قابل
ہوں گرفتارِ الفت صیاد — ورنہ باقی ہے طاقت پرواز — غالب
اپنے رب سے جو ٹوٹے اے فیض سب سے توڑے — دوستی ہے بے ثبات و بے قیام عام و خاص — فیض
جو ملا ہم کو بلا مطلب پرست — آج کل کی آشنائی دیکھ لی — نوری
اسباب محبت نظر آتے نہیں لیکن — کمبخت عداوت ہی کے سامان بہت ہیں — ،،
کیا کیا کنوئیں جھنکاتے ہیں دنیا میں آشنا — کیا کوئی اعتبار کرے یارِ غار کا — قدر
جو مہینوں بعد آتے تھے قدیمی ہو گئے — روز جو آتا تھا بندہ وہ نیا کیونکر ہوا — ،،
کوئی ہے نور کوئی نار کوئی گل کوئی کانٹا — ذرا اے قدر پہچانے رہو تم دوست دشمن کو — ،،
چھوڑ آئے یار پہلی منزل ہی میں یہ سچ ہے — سب حال دوستی کا کھلتا ہے سفر میں — تقی
خدا کسی سے کسی دل کو آشنا نہ کرے — یہ ابتلا ہے بری طرح کا خدا نہ کرے — قائم
وہ ظلم دوستوں نے کئے ہیں کہ میرا حال — عبرت کے واقعات کی پوری مثال ہے — کوثر
دیکھ لے دنیا میں کم بہت ہیں دوست دشمن ہیں بہت — ساتھ زیر پا زمیں تو آسماں بالائے سر — گویا
سب سے مل جل کر حادثہ سے پھر — کہیں ڈھونڈھا بھی تو نہ پائے گا — میر
ناموسِ دوستی سے گردن بندھی ہے اپنی — جیتے ہیں جب تلک ہم تب تک نباہتے ہیں — ،،
آگے تو رسمِ دوستی کی تھی زماں کے بیچ — اب کیسے لوگ آئے زمین آسماں کے بیچ — ،،
یاری جہانیوں کی کیا میر معتبر ہے — ناآشنا ہیں یکدم یکدم یہ آشنا ہیں — ،،
دشمن سے بھی کر دوستی اے مہر مجسم — خاطر تو کسی کی بھی خبردار نہ توڑے — مہر
لینا نہ کبھی بھول کے بھی نام محبت — اونچا ہے بہت بوالہوسو بام محبت — ،،

دشمن ہمیں خوش کرتے ہیں تعریفوں سے — ہے دوست وہی عیب جو منہ پر کہدے — محب
انمول دوستی ہے محبت کی قدر کر — دونو جہان بھی نہیں ہرگز بہائے دوست — ″
ہوتا ہے دوستوں کا بلاؤں میں امتحاں — لیتا خوشی سے دوست ہے سر پر بلائے دوست — ″
مطلب کے تو لاکھوں ہی ملے دوست محب — دنیا میں کوئی محبِ صادق نہ ملا — ″
عجیب سفلہ و اجاب کش ہیں اہل جہاں — کہ ان کا دوست ہمیشہ خراب رہتا ہے — ″
اور سب کچھ جہاں میں ملتا ہے — لیکن اک آشنا نہیں ملتا — مصحفی
ہر ایک دوست تمرِ قلب ہے نہیں خالص — میں کر چکا ہوں بہت امتحاں زمانہ میں — ″
جاؤ نہیں کس کے پاس مرا آشنا ہے کون — دنیا میں بیوفا ہیں سبھی باوفا ہے کون — ″
انس کہتے ہیں جسے پیر و جواں میں وہ نہیں — وہ جو اک چیز محبت ہے جہاں میں وہ نہیں — ″
جتنی الفت زیادہ ہوتی ہے — دل کو حسرت زیادہ ہوتی ہے — ″
کوچہ سے ترے دل مجھے جانے نہیں دیتا — اسباب سفریاں سے اٹھانے نہیں دیتا — ″
دولت دنیا نہ یاں تاج و لوا پیدا کرے — آدمی دل میں ہر اک کے اپنی جا پیدا کرے — منتھی
خاک ہے پھر دوستی لطفِ صفائی جب نہیں — آنکھ واں میلی ہوئی یاں دل مکدر ہو گیا — ماہ
جسم انساں پہ کیا ہے موزوں — حق نے کیا خلعتِ زیبا اخلاص — نشاط
ہیں جو ساتھ جانتے ہیں اپنے دشمن کو بھی دوست — آبلوں کو فائدہ کرتی ہے کاوش خار کی — ناسخ
بہت کمیاب وہ احباب ہیں جو دل سے ملتے ہیں — محبت دار کچھ آساں نہیں مشکل سے ملتے ہیں — نفیس
کہنے پہ سب کے جبر گوارا کیا تو کیا — کس کام کا ملاپ اگر دل نہیں ملا — نظم
بڑا یہ حقِ محبت ادا کیا اس نے — کوئی جو ساتھ جنازے کے چند گام آیا — ″
بے منت حبیب جو حاصل نہ ہو سکے — ہے شیرِ ناب بے مزہ او شہدِ ناب تلخ — ″
نہ قصرِ دل کشا رکھے نہ باغ جانفزا رکھے — بڑی جاگیر تو یہ ہے کسی کے دل میں جا رکھے — ″
یوں ہونیکو دنیا میں تو کیا کیا نہیں ہوتا — پر دل سے کوئی دوست کسی کا نہیں ہوتا — واسطی
صاف بیگانہ نظر وقت پہ آیا وہ دوست — زندگی بھر جسے افسوس میں اپنا سمجھا — وقار
دوستی سے ہوئے پشیماں ہم — سچ ہے دنیا سے اٹھ گیا اخلاص — وحشت
دھوکے کھایا کیا ہمیشہ غریب — یعنی وحشت کا شیوہ تھا اخلاص — ″
اٹھائیں نہ کیا کیا پشیمانیاں — رہا دوستی کا نہ مجھکو دماغ — ″
نرالا دوستی کا ہے طریقہ اس زمانے میں — جواب کینۂ دشمن ہے مہر دوستاں مجھکو — ″
خوب نہیں ہے اختلاط کھیل نہیں ہے دوستی — اے غمِ یار سو چکرا ہے دل زار دیکھکر — ″
اس سوں لگ رکھتا ہوں خیالِ دوستی — جس کے چہرہ پر ہے خالِ دوستی — ولی
شمع اہلِ بزمِ معنے کیوں نہ ہووے — جس اپر روشن ہے حالِ دوستی — ″
اس سخن سوں آشنا ہے دردمند — درد دوری ہے وبالِ دوستی — ″
اے ولی ہر آن کر مشقِ وفا — ہے وفاداری کمالِ دوستی — ″
عالم کی دوستی سوں ہے نفرت ولی کو نت — ہر آشنا کے دم سوں گریزاں ہے جوں چراغ — ″
مروت کے ہمیشہ ہاتھ میں ہے — عنانِ اختیارِ آشنائی — ″

دوستی

ہر ہر دل میں بیٹھا ہو عروسِ الفت کو — بیاہ کر نکلا نیا ماں نہیں خدا دے گا — ″
بزبیوں کی محبت ہے نہ کر نیکی ملاقات — آپس میں سخن رنج کے اٹھانا نہیں اچھا — ″

دورنگی زمانہ

ہم خزاں کو بہار لازم ہے — ہست کو نیستی کا لازم ہے — آزاد
باغ عالم میں دو رنگی کا تماشا دیکھو — شام سوگ کی ہے صبح جاتا ہے سفید — امیر
ہیں زمانہ کی دو رنگی سے بری اہل صفا — ایک پیرا من ہے مہتاب ہے پیدا عالت — ″
اختلاف ہے عالم میں دو رنگروں کے — کر ایک شکل پہ ہوتے نہیں انسان پیدا — ″

جو ویران کھرہے

دورنگئ زمانہ

بزمِ عالم میں کہیں عیش کہیں ماتم ہے
کہیں شادی کی کہیں غم کی صدا آتی ہے
کہیں شادی ہے مرے مرنے کا خوشی میں اہل عدم
یہاں ہے غم مرے ... کہیں آ مرا رہیو نہیں
کہیں خزاں ہوں کہیں ... کبھی غم ہے کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
کبھی شادی کبھی غم ہے جو ہے روزگار اپنا
بدلتا رنگ ہے مانند حباب اس کا زمانہ ہے
اس کو عروج ہے کبھی اس کا زمانہ ہے
اس گردش فلک کا عجب کارخانہ ہے
اس گردش خزاں غنچہ و شبنم
خار و گل و بہار و خزاں ہم جہاں کے ہیں
شعبدے تمام طلسم جہاں کے ہیں
اے فصل خزاں سے تجھ یہ اب رنگ چمن
ہر چمن میں نئے پھول بھی کھلا سکے ہیں بہت
زرد پتے میں ہے خزاں ضرور
جو آج ہے بہار تو کل ہے خزاں ضرور
ہے بیکار باغ دہر کا بے اعتبار رنگ
کیا دو رنگی ہے یہ ویرانہ کہ معمور رہا
ہے کوئی تو دل حزیں اور کوئی یاں مسرور رہا
تھے جہاں پہ وا نگاہ نے وال خس و خاشاک ہے
جس جگہ تھا تخت شاہی وہ جگہ بے نور ہے
ہر سحر آکر ہلاتی تھی صبا جس شاخ کو
آج وہ باد خزاں کے ہاتھ سے بے نور ہے

بابت داد ابن کے

تجمل — جرار — = — جنون — = — جوشش — = — جویا — = — جویا

جو ویران گھر ہے تو آباد گور
ہرگز خلاف اہل دول کے سخن نہ کر
سمجھے جو اپنے موئے سیہ ہو گئے سفید
نیرنگئ زمانہ نہیں ایک حال پر
عیش کے جلسے ہجوم آلام کے
دیکھو تو کوئی غور سے قدرت کے کرشمے
کہیں رنج ہے اور کہیں شادمانی
کیا دورنگی ہے زمانہ کی امیر
کہیں شادی کہیں غم طرفہ دنیا کی دورنگی ہے
نیرنگ دیکھئے چمن روزگار کے
اس چمن میں رخ بدلتا ہے ہوا کا دمبدم
بے اعتبار نقش و نگار زمانہ ہے
رات کٹتی ہے بہر صورت فقیر و شاہ کی
گلوں کو خنداں بلبلوں کو نوحہ گر دیکھا کئے
کہاں کے شرقی کہاں کے غربی تمام دکھ سکھ ہیں مساوی
نیرنگ یہ زمانے میں چرخ کہن کے ہیں
کبھی تو دن ہے اور رات کبھی
رنگ جب دنیا نے بدلا پھر مرقع اور ہے
دیکھی کیفیتِ بہار و خزاں
باغِ دنیا کی دورنگی مجھے معلوم نہ تھی
ہنستے ہیں کہیں پھول کہیں روتی ہے شبنم
مرقع عسرت و عشرت کا یہ نیرنگ عالم ہے
کوئی خنداں کوئی شاداں کوئی با دیدۂ نم ہے
مگر یہ چند روزہ باغ میں فصلِ بہاری ہے
کیا پھولتے ہو فصلِ بہاری پہ اے گلو
جیسا کہ فصلِ گل میں تو بیٹھے ہے پھول پھول
کسی کی خوشی ہے کسی کی قضا ہے
کبھی ہے مرگ کا رونا کبھی نشاطِ حیات
کنجِ لحد میں رنگ دورنگی نہیں رہا
یکساں نہیں سیاہ و سفید جہاں بھی آہ
جہاں میں تسلیم و اغلطوں کو کبھی نہ یکرنگ ہم نے پایا
ثابت ہے دورنگی سے شب و روز کی تسلیم
ہو گئی ثابت دورنگی گلشن ایجاد کی

خرابی ہماری خرابی نہیں
غافل ہے تو نہیں میں نہیں ہاں یہاں ہلا
نیرنگ ہیں یہ قدرت پروردگار کے
غنچہ لئے ہے دوش پہ رخت سفر صبا
شعبدے ہیں گردش ایام کے
شادی کہیں بچے کی کہیں غم ہے جواں کا
خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے
میں حزیں زخم ہے خنداں میرا
پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے
گل کی نمود ہوتی ہے پہلو میں خار کے
خواب راحت کب تلک کروٹ بدلنا چاہیے
اک رنگ پر ہوا نہیں رہتی ہے باغ کی
اس نے ہنستے کاٹ دی اور اس نے روتے کاٹ دی
باغ عالم کی دورنگی عمر بھر دیکھا کئے
یہاں بھی اک بامراد خوش ہے وہاں بھی اک غم سے جل رہا ہے
رخت خوشی کہیں کہیں ساماں کفن کے ہیں
دوست یکرنگ آسماں نہیں
زرد ہے روئے فرنگیں چہرۂ غمناک سرخ
میں دورنگی سے آشنا نہ ہوا
ان گلوں سے صفت بو میں گریزاں ہوتا
شادی کہیں دیکھی کہیں شیون نظر آیا
کہیں ہے نغمۂ شادی کسی جا شور ماتم ہے
دورنگی ہے زمانہ کی کہیں شادی کہیں غم ہے
چلے باد خزاں جس دم تو کہا دیں خار کیا اچھا
کھٹکا تمہارے سر پہ خزاں کا ہے لگ رہا
ویسا ہی تجھ کو دے گی خزاں خار عندلیب
کوئی رو رہا ہے کوئی ہنس رہا ہے
پھنسے ہوئے ہیں دورنگی کے ہم عذاب میں کیا
مر کر چھٹے کشاکش شام و سحر سے ہم
کیا کیا ہیں عیش و کم میں گرفتار انس و جن
جو دل میں کچھ ہے تو لب پہ کچھ ہی جو قال کچھ ہی تو حال کچھ ہے
اک رنگ پہ یہ گلشن ایجاد نہیں ہے
گل کو خنداں دیکھ کر شبنم کو گریاں دیکھ کر

اسیر — ″ — ″ — ″ — اسمٰعیل — امانت — اختر — امیر — ″ — اثر — احمدی — آتش — آہ — اکبر — ″ — احمد — بحر — ″ — ″ — ″ — ″ — برق — ″ — بختاور — ″ — ″ — تجلی — تسلیم — ″ — ″ — ″ — ″ — ″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
باپ دادا جس کے تھے مختار و مالک ملک کے	آج وہ نان شبینہ کے لیے مجبور ہے	جویا
تھا ہمیشہ جن کے سر پر تاج زرین جوہری	آج اون کی کھوپری سنگ وہ جمہور ہے	"
مخمل و قاقم پہ جن کو نیند آتی ہی نہ تھی	نیش غم سے اُن کا سینہ خانۂ زنبور ہے	"
جن کو بزم عیش نے دیکھی نہ شکل تفرقہ	آج وُہ ہیں اور تنہائی ہے کُنج گور ہے	"
کاسۂ سر ہے ٹھکرانا ہے اُس کو ہر کوئی	کیا خبر فرق گدا ہے یا سر فغفور ہے	"
چار سو تھا شور جن کا بیلین مشہور تھے	آج اون کا گوشت مرغوا ہے غذائے مور ہے	"
ہو کبھی افراط باران اور کبھی ہے قحط آب	طینت عالم میں خاصیت ودیعت ہے یہی	حالی
کبھی شادی کبھی غم کا سامان ہے	دکھاتا ہے زمانہ پیچ در پیچ	خوشدل
کوئی ہے شاد کوئی مبتلا کوئی ناخوش	مزاج دہر میں کیسا یہ اختلال آیا	سخن
اے گل بہار باغ ہے دو رخزاں شمع	رنگ سحر مٹائیگا نام و نشان شمع	"
دو رنگی زمانہ کی مشہور ہے	کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے	سحر
ایکدن شاہ بنے کرتے ہیں جو سب پر حکم	ایک دن مشل گدا ہاتھ میں کاسا ہوگا	سیّد
ایکدن تخت پہ بیٹھے ہیں جو باجاہ و حشم	ایک دن قبر کا ان کی وہی کونا ہوگا	"
ایک دن مسند قالین پہ جو سوتے ہیں پڑے	ایک دن خاک لحد ان کا بچھونا ہوگا	"
ایک دن جن کے تولد کی ہے عالم میں خوشی	ایک دن ان کے غم مرگ کا شہرا ہوگا	"
ایک دن عیش و طرب کرتے ہیں جو عالم میں	ایکدن اُن کے غم مرگ کا رونا ہوگا	"
ایکدن سوتے ہیں محلوں میں تکلف سے جو	ایک دن ان کے لیے خاک میں جانا ہوگا	"
ایک دن جسم میں جن کے ہے عروسی کا لباس	ایک دن اُن کے کفن بر میں سراپا ہوگا	"
ایک دن ہوتی ہے جن جن کو خوشی چوتھی کی	ایک دن ان کا بڑے رنج سے بیجا ہوگا	"
ایک دن زور جوانی سے اکڑتے ہیں جو	ایک دن بار ضعیفی کا اٹھانا ہوگا	"
کوئی گدا بنا ہے کوئی بادشہ ہوا	دیکھا عجب طرز نشیب و فراز کا	سرور
کہیں عشرت ہے دُنیا میں کہیں آشفتہ حالی ہے	نہ اس سے کوئی مستثنےٰ نہ اس سے کوئی خالی ہے	سفیر
تباہ کوئی ہے تازہ کسی کی کشتِ مراد	کہیں خزاں تو کہیں وُہ بہار بنگے ہے	سراج
باغ جہاں میں نگاہ خزاں ہے کبھی بہار	یکساں نہیں زمانہ کی آب و ہوا کا رنگ	شفیع
کوئی شاد ہے جہاں میں اور کوئی اندوہناک	گل اگر خنداں ہے تو گریاں ہے شبنم باغ میں	"
رنج و راحت جہاں میں ہمدم ہے	کبھی شادی ہے اور کبھی غم ہے	شوق
ہے کسی جا جشن شام و پگاہ	ہے کسی جا صدائے نالہ و آہ	"
بجتے تھے جہیں کل تک شادیانے	شان خدا ہیں ماتم کے آج ساماں	ظفر
آوارہ گرد ہے کوئی خوشحال ہے کوئی	دُنیا کا کچھ عجیب نشیب و فراز ہے	عالم
مفلسی کے غم میں کوئی زر کے باعث کوئی خوش	ہے گدا کوئی جہاں میں اور کوئی سلطان ہوا	عاشق
کیا عالم ایجاد میں عاشق ہے دو رنگی	ہنسنے کا کہیں شور کہیں نوحہ گری ہے	"
کہیں ہے موت کا ساماں کہیں ہے اصل کا ساماں	کہیں بیٹو تو بچادر ہے کہیں بیوہ تو بچی ڈالی ہے	عرش
باغ عالم کو کبھی اک رنگ پر پاتے نہیں	آج ہے اس میں خزاں تو کل ہو دوران بہار	غافل

دو رنگیٔ زمانہ

شعر	شاعر
عبرت کی جا دو رنگیٔ باغِ زمانہ ہے کل تھی خزاں ہے آج ہے موسم بہار کا	ناصح
دو رنگی ذرا باغ دنیا کی دیکھو جو روتی ہے شبنم تو ہنستی کلی ہے	"
ایک عالم پہ نہ پایا عالمِ نیرنگ کو کل جہاں آباد تھا واں آج ویرانہ ہے	"
چمن دہر میں یہ طرفہ تماشا دیکھا اک کلی ہنستی ہے تو دوسری کمھلاتی ہے	"
شادماں ہے کوئی کوئی گریاں کارخانہ ہے کیا زمانے کا	غریق
دنیا میں ہر کسی کا جداگانہ حال ہے بدبخت ہے کوئی کوئی فرخندہ فال ہے	فدا
کم فہم بعض بعض ہیں اور بعض نکتہ فہم کوئی ہے بیزباں کوئی رنگیں مقال ہے	"
کوئی ہے نیک خلق کوئی بدمزاج ہے کیا مختلف زمانہ کا رسم و رواج ہے	"
کوئی مرتا ہے کوئی ہوتا ہے پیدا اس آن روز پیدائش سے دنیا کا یہی دستور ہے	"
عمر اپنی فقر و فاقہ میں سب کٹ گئی فدا یہ یوں کسی کی جاہ و حشم میں گزر گئی	"

دیکھیے

دورنگی زمانہ

رنج و زحمت ہے اعتباری عیش و عشرت ہے اعتباری
کبھی دھوپ اور کبھی سایا گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ
[illegible] نیرنگ سے نہ بھولو
یہ باغ سبز جہاں [illegible] ہے تماشا گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ
کہ [illegible] باغ جہاں کبھی
دکھاتا ہے ایک رنگ [illegible] فصل خزاں کبھی
آتی بہار گل کبھی [illegible]
ایک صورت پہ نہیں رہا زمانہ رہتا
شاد رہتا ہے اگر کوئی تو ناشاد کوئی
شبنم و گل کی ہے صحبت واقعی بے آب و رنگ
[illegible] خنداں ہوا
[illegible] گریاں [illegible] خوشی کا
[illegible] غم [illegible] عالم [illegible] کسی کا
[illegible] حال کیا کیا [illegible]
گردش وقت کا غم [illegible] روز و شب
عقل حیراں ہے مری نیرنگ دنیا دیکھ کر
[illegible] دورنگی جہاں سے سب کی
[illegible] ثبات [illegible] نہیں
ورنہ یہاں کسی کو [illegible] نہیں
تغیر رنگ دہر تعجب کی جا نہیں
عادت سی ہوگئی ہے اسے انقلاب کی
خزاں قریب ہے فصل بہار آخر ہے
چمن پہ پھول لگے ہیں تم اے گلو نہ اتراؤ
دو دن کی [illegible]

شاعر	شعر
نسیم	دیکھے کوئی دورنگی دنیا کا ماجرا
	اے فیض مرگ و زیست کا کچھ پوچھئے نہ حال
	نیرنگ چشم غور سے اس غم کدہ کا دیکھ
	دورنگی دیکھ گلزار جہاں کی
=	کیا کیا بھرے ہیں رنگ گلستان دہر میں
	دورنگی دہر کی پیدا ہے یاں سے دل اٹھا اپنا
بیخبر	ہے عبرت کی جگہ ماہر زمانہ کی دورنگی بھی
	جو گل اک لمحہ ہنستا ہے تو بلبل پہروں روتی ہے
	تجھ کو لازم ہے کہ غم سے نہ رکھے کچھ سروکار
	ساتھ نرمی کے یہاں دیکھتے ہیں سختی بھی
=	یہاں نہ شادی خوشی کی جا ہے نہ غم سے رنج والم بجا ہے
	تندرستی میں بگڑتی ہوئی صحت دیکھی
وقار	کل دیکھ رہا تھا میں شفق کے نیرنگ
	نیرنگ زمانہ پھر گئے آنکھوں میں
	بزم دنیا کے اے تماشائی
=	کسی طرح کی یہاں دورنگی ہے
	میں نے شادی کے ساتھ غم دیکھا
	ساتھ نکبت کے ارجمندی ہے
	ساتھ ہے قہقہوں کے شور وفغاں
=	سرد کے ساتھ گرم ملتا ہے
	کہیں شادی کہیں ہے بربادی
	ایک پیدا جہاں میں ہوتا ہے
وحشت	ایک ہنستا ہے شاد ہو ہو کر
	ہائے نیرنگیاں زمانہ کی
	ایک حالت کبھی نہیں رہتی
=	انقلابات کا ہے وہ چکر
	پژمردہ کوئی گل کوئی غنچہ ہے شگفتہ
	ایک صورت پہ نہیں ہے گلشن عالم کہیں
ہزبر	آئے ہستی میں تو یہ دیکھا تماشا جابجا
	رات دن پیر فلک کی ہے دورنگی ظاہر
	دنیا وہ زال ہے کہ دورنگی دہر سے
	کتنے اٹھے ہیں مر مر کتنے اکس رہے ہیں
	دنیا میں کوئی شاد کوئی دردناک ہے

شاعر	شعر
فاروق	ماتم کہیں بپا ہے تو ہیں شادیاں کہیں
فیض	وہ فکر پیرہن میں یہ فکر کفن میں ہے
قلق	اندوہگیں ہیں چار تو کرتے ہیں چار عیش
"	کہ گل خنداں ہیں بلبل نوحہ گر ہے
طلب	فصل خزاں کہیں کہیں موسم بہار کا
میر	کسو کے گھر میں شادی ہے کہیں ہنگامۂ غم ہے
ماہر	کوئی روتا ہے بسمل پر کوئی ہنستا ہے قاتل پر
مہر	ذرا اے غافلو سوچو یہ کچھ عالم ہے گلشن کا
"	باغ عالم کے ہیں نیرنگ خزاں اور بہار
"	اور خوش بختی کے ہمراہ ہے بدبختی بھی
"	ازل سے عالم میں ہے دورنگی کوئی ہے شاداں کوئی غمیں ہے
"	دعوی زور کے ہمراہ نقاہت دیکھی
"	تبدیلی پیہم سے مری عقل تھی دنگ
"	اس کے بھی اسی طرح بدلتے ہیں رنگ
"	تونے دیکھی بھی یاں کی رعنائی
"	کیسی رنگوں میں خانہ جنگی ہے
"	ہمرکاب خوشی الم دیکھا
"	ساتھ پستی ہے اور بلندی ہے
"	ہے تبسم کے ساتھ درد نہاں
"	سخت کے ساتھ نرم ملتا ہے
"	کوئی شاداں ہے کوئی فریادی
"	ایک مرنے کے غم میں روتا ہے
"	ایک کھوتا ہے جان رو رو کر
"	کیا دورنگی ہے کارخانہ کی
"	ایک صورت کبھی نہیں رہتی
"	نہیں جمتی جائے جو نظر
ماہ	ہر وقت نیا رنگ ہے ہستی کے چمن کا
مسکین	خندہ ہائے گل کہیں ہے گریۂ شبنم کہیں
"	دھوم شادی کی کہیں ہے نوحہ و ماتم کہیں
ناسخ	زرد ہے پرتو خور ماہ کی تنویر سفید
نصیر	کیا کیا بدلتی رنگ یہ شفق ہے سرخ و سبز
نظیر	وہ دکھ میں پھنس رہے ہیں اور لوگ ہنس رہے ہیں
"	یا خوش ہے یا الم کے سبب سینہ چاک ہے

دو دن کی کیا بہار پہ پھولی ہے عندلیب
گل و شبنم کا ہمدم صبحدم کرلے تو نظارا
دو رنگی زمانہ ہے کہ مثل شیشۂ ساعت
کبھو بہار رہے اس باغ میں کبھو ہی خزاں
جہاں میں سلسلہ توام ہے شادی و غم کا
نہیں ہے ایک طرح پر زمانہ کا نیرنگ
کسی کے حق میں یہ سم ہے کسی کو آب حیات
گدا کو بخشتے ہے اک پل میں کرزن و اکلیل
شگفتہ دل ہے کوئی اور کوئی پژمردہ
جو ایک شاد ہے اُس سے تو ایک ہی غمگیں
خوشی حصول ہے گاہے گہے خفا ہے دل
تاثیر ہے دورنگی البل و نہار کی
خندہ زن کوئی کوئی اشک فشاں

کھٹکے ہزار باغ میں جور خزاں کے ہیں	ہوش
چمن میں کوئی دم کا میہماں ہے خندہ و گریہ	ہمدم
دل عالم کدورت سے کبھو پر ہے کبھی خالی	″
نہ پوچھو رنگ زمانہ کا ہے یہ رنگ برنگ	″
ہنسے ہے جو اُسے رونے میں کچھ نہیں ہے درنگ	″
کہ دم میں کچھ ہے تو دم میں کچھ اور ہے رنگ	″
فلک کسی کو ہے مامن کسی کو کام نہنگ	″
شہوں سے چھینے ہے اکدم میں مسند و اورنگ	″
جہاں ہے مثل گل و غنچہ واشد و دلتنگ	″
کہیں ہے نوحہ و زاری کہیں بجے ہیں چنگ	″
کبھی فسردہ ہے خاطر کبھی ہے دل پہ امنگ	″
ناخوش دو چار دن ہیں تو ہیں روز چار خوش	″
بس یہی رنگ ہے زمانے کا	یوسف

دولت

سرمایہ ہے بشر کے لئے مایۂ ضرر
جہاں میں وجہ شادی ہے تو دولت
جلوہ بزم عیش و سیر چمن
نشہ دولت دنیا ہے خمار عقبیٰ
افلاس و دولت دونو سے ہوتا ہے دنیا میں ضرر
عبث ہے ناز تمول پہ ان امیروں کو
کیجئے غور تو دولت بھی پیمبر ہے امیر
ہے جمع مال آفت دیکھ لے بخیل غافل
جمع دولت ہے امیروں کے تلون کا سبب
دولت ملی جو ہم کو نہ اس کو ہوا قیام
سبب نزول حوادث کا ہے تو دولت دہر
نشۂ زر نے کیا صاحب دولت کو بد مست
درہم و دینار ناحق جمع کرتے ہیں بخیل
کیا افسوں گر ہیں یہ زردار کہ بھر رکھتے ہیں
سمجھا نہیں ہے دولت دنیا میں خاک نفع
لعل و یاقوت کروں کیا کہ نہیں مجھ کو جنوں

کھٹکا ہے مالدار کو دنیا میں چور کا	امیر
نہ ہنستے گل اگر ہوتے نہ زردار	″
ہیں شرارے سمند دولت کے	″
مست منعم ہیں عبث زر سے خزینہ بھر کر	″
اس سانپ کے دو ہیں پھن ایک اس طرف ایک اس طرف	″
اٹھا کے لائے ہیں کوڑا فقیر کے گھر کا	″
کہ کریموں کو خدا اسے یہ ملا دیتی ہے	″
کیسے کا باندھتے ہیں کشکر گلا رسن میں	″
موجیں اٹھنے کی نہیں خشک جو دریا ہوگا	اسیر
آیا جو گنج ہاتھ میں گنج رواں ہوا	″
کہ سنگ کھائے جو ہو نخل میں ثمر پیدا	″
فاتحہ جا کے سر گور غریباں بھولائو	″
گور میں دینگے یہ ایذا سانپ بچھو کی طرح	″
کژدم و مار سے صندوق و پٹارے دو چار	″
کہنہ لباس صاحب اکسیر دیکھ کر	″
منعمو تم کو مبارک ہو یہ پتھر دو چار	″

دولت

دولت دنیا سے ہیں محروم ارباب ہنر	نسیم
سیم و زر دیکھا نہ میں نے کیسۂ دانا میں	
اگر ملتی بھی ہے دولت تو کام آتی نہیں اپنے	″
گہر ہوتے ہیں مثل اشک غماز کے ٹکتی نہیں	
جمع سب ہوں گے قیامت میں غنی اور فقیر	″
کہیں دس روز نے دولت عقبیٰ کی کسی	
دیتی ہے کہاں جمعیت خاطر	″
امیر اہل تمول کو کہاں یہ یقین کیمیا گر کو	
پریشان حال پاتا ہوں ہمیشہ کیمیا گر کو	″
دولت میرے قدم سے لگی ہے وہ ہوں فقیر	
پہنچے جہاں بنا دوں وہاں شاہ مراد ہو	″
دنیا ہی کے سواد دولت دنیا کیا ہے	
سمجھو زر اغنیا ہے وہ جس کو ہما سمجھے ہو	″
لے خدا دولت تو پھر نا قابل ہوا انساں کیلئے	
بے صدا ہے وہ لب ملی سے چو پیمانہ ہو	″
کوئی بہک گیا تو رہا کوئی ہوش میں	
دولت کسی کو آب کسی کو شراب ہے	″
اے بخیل اتنی محبت ہے تجھے مال سے کیوں	
پہلے کس کا تھا ترے بعد یہ زر کس کا ہے	″
جو عالم صاحب دولت ہو جاتا حرف گیری کیا	
مزین ہوتے ہیں اکثر ورق قرآن سونے سے	

منعم جان

دولت

محظوظ اہلِ منعم میں کہاں قلتِ مال
کبھی پانی کا نہ دیکھا لبِ ساحل توڑا

کس طرح تارکِ الصلوٰۃ نہ ہوں
نشۂ اہلِ دول کو ہے زر کا

جو مال کے طالب ہیں کوئی ان سے یہ کہدے
آفت ہوئی قارون کو زر کی محبت

قارون کا گنج اہلِ منعم کو مل چکا
اب رہ گئی ہے بخششِ حاتم کی احتیاج

دولت ہمارے ہاتھ جو آئی تو نام کو
[illegible]

صاف ظاہر ہے کہ [illegible] کھال میں
[illegible]

گو ہمیں کچھ ساتھ جائے گا نہیں
دولتِ دنیائے فانی ہے عبث

ایک دم ہے پاس میں ایک دم ہے دوسرے کے پاس
دولتِ دنیا بھی لنگی ہے مگر حمام کی

فروغِ دولتِ دنیا سے کھوئے ہوش و حواس
[illegible] میں کاروان بیٹھا

چراغِ غول سے صحرا میں [illegible]
حق کی رفیع قدر ہے آرام ابھی نہیں کہاں

گردش سے کب نجات ہے چرخِ بلند کو

سلطان

امیر

جان منعم کی بجا بعد فنا جلتی ہے
نادان ہیں مال و زر پہ جو رکھتے ہیں اعتماد
دیکھا ہمیشہ مور و مگس کو عسل کے گرد
دولت آئی جو کہیں آج ہے کل میں نہ رہی
نشۂ زر میں یہ منعم کو بلا
تونگر چار دن کو پھولیں ہے اصل دولت پر
عادت بد سے ہے دولت موذیوں کی لازوال
بے مشقت دولتِ دنیا ملے ممکن نہیں
مشکل عروسِ دولتِ دنیا کا ہے قیام
شاہیِ دنیا مبارک ہو کمینوں کو امیر
طلب گنج سے مقصود ہے سرمایۂ رنج
تمول کو غنیمت جان منعم خیر جاری کر
کسی کو دہر میں اللہ بے قوت نہ دے دولت
دولت کو اجتناب رہا مجھ سے عمر بھر
کم مایہ کیا مقابل سرمایہ دار ہو
خوش نہیں رونق ہے دولت سے نفرت ہے انہیں
دولت میں بھی کسی کو خوشی ہے کسی کو رنج
حیوان کو مست کرتی ہے دولت بشر تو کیا
لازم ہے صرف دے مجھے دولت اگر خدا
معاذ اللہ کتنا نشۂ زر ہے امیروں کو
ہوا ثابت مآل صاحبِ دولت جہنم ہے
دنیا میں اعتبار ہے کیا مال و جاہ کو
خوفِ غنا ہے جس کو گرفتارِ رنج ہے
ایذا مآل دولتِ دنیا ہے اے امیر
روسفیدی چاہتا ہے تو اگر دولت سے بھاگ
دولتِ دنیا ہے بے شک باعثِ ایذا امیر
لازم ہے عجز صاحبِ دولت کے واسطے
نادان ہیں وہ جن کو ہے دولت پر اعتبار
بجائے مقبرہ تیار کرتا ہے مکان اپنا
مردار ہے یہ نعمتِ دنیائے دوں پرست
دولت کو اسفلوں سے محبت کمال ہے
زہد و ورع سے صاحبِ دولت کو کام کیا
مستِ غرور ہیں جو تونگر عجب نہیں

امیر

کہنہ ہوتی ہے جو زرتار قبا جلتی ہے
دولت کسی کی ہے نہ کبھی کا زمانہ ہے
دولت ہے جس کے پاس اسی کا زمانہ ہے
یہ دلہن ایک ہی دولہا کے محل میں نہ رہی
عقل سے بیدار دولت ہو گئی
جہاں ہیں مالداری آنکھ زردار ہے پھوٹی
نیش کا ڈر ہے محافظ خانۂ زنبور کا
غوطہ کھلواتی ہے غواصوں کو گوہر کی طرح
گھر رہ گئی کسی کے تو ایک رات رہ گئی
کب مجھے نظارۂ دنیائے دوں درکار ہے
داغ کھانے کو مجھے اب ہے یہ میٹھا پکا
زمانہ کروٹیں لیتا ہے پر ہر دم نہیں ملتا
امیر احوال رہتا ہے پریشاں کیمیاگر کا
آیا جو گنج ہاتھ میں میرے رواں ہوا
دریا سے ہے فیض کہاں آبِ جو سے فیض
صورتِ گل کب ہے باغِ دہر میں زردار خرم
ہنستے ہیں پھول روتی ہے شبنم بہار میں
پھولے نہیں سماتی ہے بلبل بہار میں
روشن چراغ روغنِ گل ہو بہار میں
رہا کرتے ہیں مثلِ مست بیہوشی کے عالم میں
جلا دیتے ہیں اکثر آگ میں ملبوسِ زریں کو
مٹی گدا کے ہاتھ سے ملتی ہے شاہ کو
گردش ہمیشہ رہتی ہے دولابِ جاہ کو
حسرت ہے وقتِ نزع سوا بادشاہ کو
ارتباطِ زر سے دنیا میں محک ہے روسیاہ
چاک ہے سینہ صدف کا گوہرِ شہوار سے
ہر شاخ میوہ دار چمن میں خمیدہ ہے
مطلق نہیں قیام زمانے کے واسطے
سیہ مستی ہے منعم نشۂ زر میں بہکتا ہے
جس کو طلب ہے اس کی وہ مردار خوار ہے
قارون کے ساتھ خاک میں قارون کا مال ہے
کرتا نہیں وضو کوئی موتی کی آب سے
دنیا شراب خانہ ہے دولت شراب ہے

سلطان وہ ہے کہ جس کی رعیت سپاہ ہے	سلطان نہیں جو سمجھے رعایا سپاہ کو	اسیر
مزدور اگر نہیں تو پھر کیا ہیں بادشاہ	سارے جہاں کا بوجھ ہے سر پر دھرے ہوئے	״
مال و زر یونہی پڑا رہ جائیگا سب ہے ہیں	کام آئیگا وہی رکھا ہے جو زاد سفر	اوج
دولت دنیا کی خاطر خاک چھانی عمر بھر	تھے جو برگشتہ مقدر ہم تو کیا تہا کچھ نہ تھا	اشک
سر پہ لیجاتے نہ ہم رکھہ کے مثال قارون	جمع کر لیتے اگر بانگ کے زر کیا ہوتا	״
آدمی کے لئے دولت سبب غفلت ہے	رہتا ہے خواب کا عالم ہیں ہشیاری میں	״
آجکل ایسی زمانے کی ہوا بگڑی ہے	پاس دولت نہ اگر ہو تو شرافت ہی نہیں	״
ذلیل وخوار ہے اے اشک تو گو نیکی نگاہوں میں	نہ جب تک آدمی کی گانٹھ میں دام و درم کچھ ہو	״
کم ہوئی کیا حرص منعم کی جو دولت بڑھ گئی	پی گیا جتنی شراب اتنی ہی غفلت بڑھ گئی	״
مال دنیا روسیاہی کا سبب کیونکر نہ ہو	دیکھہ لو چھونے سے جس کے ہاتھ کالے ہوگئے	״
زر کی جانب نہیں ہے رخ اپنا	اشرفی آگئے زرد رو ہوگی	امانت
دنیا میں ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا	از روئے غور گنج کو الٹو تو جنگ ہے	״
دولت دنیا سے آتش ہم نے جب پھیری نگاہ	جس طرف آنکھہ اٹھ گئی تو دے لگے دینار کے	آتش
ہنر سے بیماریوں کے حال یہ ظاہر ہوا ہم کو	مقدر میں جو دولت ہو تو ہو زر خاک سے پیدا	״
گر جیب میں زر نہیں تو راحت بھی نہیں	بازو میں سکت نہیں تو عزت بھی نہیں	اکبر
بے سود ہے گنج مال و دولت کی تلاش	ذلت ہے در اصل جاہ و شوکت کی تلاش	״
تہہ کرو صاحب نسب نامہ وہ وقت آیا ہے اب	بے اثر ہوگی شرافت مال دیکھا جائے گا	״
یہ زر وہ چیز ہے جو ہر جگہ ہے باعث شوکت	سنی ہے عالم بالا میں بھی تعمیر سونے کی	״
ہیں طالب نعمت کے عدو طالب نعمت	گھر بھر عسل لٹتا ہے زنبور عسل کا	انور
اک دن وہ تہا کہ پوچھنے والا کوئی نہ تھا	اور اب زمانہ ہوگیا اے یار آشنا	״
بس یہیں ہے مزہ دولت دنیا باقی	رکھہ کے کیا چھاتی پہ یاں سے کوئی لے جائیگا	״
ہے امن جہاں میں بے زری سے	رہزن بھی غنی کو لوٹتے ہیں	״
دے زور و زر خدا تو ضعیفوں کا پاس کر	ستم وہ ہے جو رنج نہ دے پیرزال کو	״
عزیز دیدۂ بلبل ہیں گل یہ زر کے سبب	بغیر مال نہیں اعتبار دیکھہ کے	״
انور ہیں جو کہ دولت دنیا پہ شیفتہ	دل بستہ ہیں وہ حسن رخ پیرزال کے	״
جتنا سامان مناسب ہے مہیا ہے تمام	سچ ہے عزت سے رہا کرتے ہیں عزت والے	ارشد
خیال فردا نہ کر کے جو لوگ اٹھاتے ہیں زر	انہیں مصیبتیں افلاس کی دباتی ہیں	اختر
جانکاہیوں کے بعد جنہیں ملتی ہے دولت	وہ مفت میں دولت کو لٹایا نہیں کرتے	اسمٰعیل
دولت سے آبرو ہے تنگ ظرف کے لئے	شیشہ کا جھاڑ بنتا ہے شیشہ سفال کا	بحر
کرو اندیشہ اپنی پستی ہمت سے زر والو	لپٹ جائے نہ تم سے کوڑیالہ گنج قاروں کا	״
منعم کو ایک دن آبرو ریزی کی برسات آئیگی	زر کو پر لگ جائینگے جگنو درم ہوجائینگے	״
منعم کو ہوش ہو تو ہماری فغاں سنے	تار رباب عیش رگ خواب ہوگیا	״
دولت کسی طرح نہ رکی گھر سے جب چلی	گاڑا زمین میں جو خزانہ سرک گیا	״

دولت

قدر کچھ دولت دنیا کی نہ جانی میں نے [illegible] میں پتھر سمجھا	بحر
خاک اکسیر [illegible] کا عجب	״
[illegible] دولت دنیا [illegible] کا بستر سمجھا	״
داغ حسرت [illegible] جاہل و دول کے دل میں [illegible] سمجھا	״
[illegible] ہم نے خزانہ زمیں میں [illegible] کیا ہی عجب	״
[illegible] صراحی کے برابر [illegible]	״
عیش میں [illegible] زر شراب ہوا	״
[illegible] اہل دول آب زر [illegible]	״
اندیشہ [illegible] صدف کا [illegible] ہوا	״
اہل دولت کو دکھائی [illegible] نتیجہ دولت	״
[illegible] دوزخ [illegible] دیکھا چاہیے	״
جاہ و حشمت میں [illegible] دولت کا تماشا دیکھیے	״
[illegible] دولت دنیا سے [illegible] نہیں	״
[illegible] دیکھئے	״
[illegible] پتھر	״

زینت

دولت

منعم نہ کر اعتبارِ دولت
اقبال کا قلب لا بقا ہے

دولت سے کبھی نہ سیر ہوں گے
شاہوں کو فقیر کی دعا ہے

در پہ اہلِ دولت فقیروں کو کیا ڈر
فلک میرا دشمن اگر ہے تو کیا ہے

کوئی ایسی دولت کا خواہاں نہیں ہے
گیا مال و زر ہے تو کیا ہے

ہے فنا قارون کیا مال و زر رہا ہم
دیکھیے زردار اگر اپنی گرہ میں نہ زر رکھے

یہ دولت وہ فراری جو زر دار لاتا ہے
در صدف پڑ زر رکھے جو عاقل ہے

مال گھر میں نہ دیا ہے دولت کے واسطے
انسان جان دیتا ہے دولت کے واسطے

جنت کی نعمتوں کا نہ سیم و زر میں ہے
ذی مقدرت نہ مست غنی ہو تو جانئے

جم جاہ و حشمت جام اگر ہو تو جانئے
خدا محفوظ رکھے اہلِ دولت کے تماشے

خدا نے ہوئے دیکھا ہے بندہ کو مول لے
کیوں تو نگر بنائے منعم جو دولت سفر میں چاہئے

بحر
دنیا میں تمول ہے تو گردوں کی بدولت
دولت بھی آکے خلق میں گمراہ ہو گئی
خوفِ بلائے رنج روپے والوں کو نہیں
دولت پہ جان دیتے ہیں راحت کے واسطے
جھنکار رسن روپے کی یہی ہے نوائے عیش
زر کو بھی انتشار ہی ذرات کی طرح
دولت پرست گبر و مسلمان نظر پڑے
زر دیا جن کو خدا نے ان کے گھر روشن رہے
نگینِ فن کے لئے مال ڈانک ہوا ہے بحر
سوار پھرتے ہیں اہلِ سپھر پر مہ و مہر
اہلِ فنا کو دولتِ دنیا سے کیا غرض
بحر بھٹکے ہوئے ہیں اہلِ دول
بہرِ دولت کیوں تگ و پو میں پڑا ہی بے نصیب
چشمِ عبرت سے نظر چاند سورج کی طرف
نیا ریوں کی خاک چھنواتا ہے مال
زردار لوگ چرخ میں آئیں گے ایکدن
بیجا ہے اغنیا کی شکایت کرے جو بحر
ڈھونڈتے پھرتے ہیں مفلس اہلِ زر ملتے نہیں
کہو اربابِ دنیا سے درم داغِ ندامت ہیں
کیوں نہیں مال سمجھتے ہو خرا باتیوں کو
نیشِ عقرب سے سوا ہیں خارِ راہ سیم و زر
ذلیل ہوتے ہیں دنیا کے عشق میں انسان
دولتِ دنیا کے پیچھے دوڑتا ہے کیوں بشر
آدمی سر اٹھا نہیں سکتا
بحر کیوں لوگ اس کے طالب ہیں
اہلِ دولت کو مبارک رہے دولت کی ہوس
یہ زر کی بدولت ہے نفاق اہلِ جہاں میں
بشر کا دل رہے گا مال ہی میں
دونو جہاں میں زر کی طرح ہو گئے زرد رو
کب اہلِ دول سے ہوئی معبود پرستی
زوال زر میں ہے یوں اپنی آبرو باقی
زر ہو گیا قارون کو راہ عدم کی روشنی
ہلاک ہوتے ہیں زر کے لئے بنی آدم

بحر
اختر ہے گہر ریز تو خورشید ہے زر ریز
گھر بھول کر گدا کا گئی بادشاہ کے پاس
چاندی کی تختیوں پہ کھدی ہے دعائے عیش
سرمایۂ حیاتِ بشر ہے فدائے عیش
دیکھیے اشرفی اگر نہ ہو دیکھیے بقائے عیش
جو مالی چل رہی ہے جہاں میں ہوائے عیش
نوعِ بشر ہے بندۂ زر زر خدائے عیش
بنگلے گویا در و دیوار کے روزن چراغ
بغیر زر نہیں کھلتا کسی کے فن کا رنگ
بلند مرتبے اربابِ سیم و زر کے ہیں
لو دیکھ لو کہ گنجِ شہیداں میں زر نہیں
تشنۂ آبِ زر مدام نہیں
وا نہ تسبیح کو آب گہر ملتی نہیں
منزلت عزت یہاں بے سیم و زر ملتی نہیں
سیم و زر کی جستجو اچھی نہیں
زرگر کے بوتے ہیں لحدوں کے گڑھے نہیں
حصہ فقیر کا نہیں دنیا کے مال میں
کم ہوئے ہیں شان و شوکت میں متاع و مال ہیں
جلاؤ دل نہ دولت پر دھواں اٹھیگا گورو میں
اہلِ دنیا سے کہو گنج ہے ویرانے میں
آہنی موزے بشر پائے ہوس میں کھینچ لیں
فقیر دیکھتا ہے دنیا میں کیمیا گر کو
پاؤں توڑے سے ملیگی سلطنت تیمور کی
ضرب گھن سے زیادہ ہے زر کی
کیا بندھا ہے گرہ میں گوہر کی
یہ بھی کچھ مال ہے ہم جسکی تمنا کرتے
سلطان و گدا میں کبھی صحبت نہیں ہوتی
نہ نکلے گی یہ مچھلی آبِ زر سے
روکا جو دستِ خیر کو تقسیم مال سے
باطل ہے اگر سجدہ کریں تاجِ زری سے
پس نماز رہے جس طرح وضو باقی
بے دیئے ہوتی نہیں دام و درم کی روشنی
عزیز جان سے بھی بڑھ کے مال ہوتا ہے

بشر روز ازل سے شیفتہ ہے شان و شوکت کا
کھوٹا پیسہ بھی بُرے وقت میں کام آتا ہے
ہے شکر کرو گار عقوبات سے بچے
تمیز اہل دول کو ہے رطب و یابس کی
جو زمیں پر فراغ رکھتے ہیں
داغ رہجائیگا دل پر فکر جمع مال کا
تیرگی گور کی جائے گی نہیں اے منعم
ایک دن سرور نشۂ دولت خمار ہے
اشرفی آئی تو اشراف بنا دیتی ہے
خوب بدمست ہوا وہ جسے دولت آئی
ساتھ لیجا کے بھی قارون کو حاصل نہ ہوا
مرتے ہیں وزرات تزئینِ مکاں پر اہل زر
پدر کے مال پہ پھولے نہ بدنصیب پسر
اب ہے پیری میں مریدی اہل کسب زر کے واسطے
جمع کرتے ہیں عبث منعم زر و سیم و گہر
ہرگز نہ آبرو کہیں پائے گا دہر میں
مال ممسک کا کسی مفلس کے کام آتا نہیں
اس زمانے میں تو بے ہنروں کو ہے دولت نصیب
مفلس کا کام یاں نہیں دولت کا کھیل ہے
اس قدر اہل جہاں کو ہے محبت زر سے
دُنیا میں سیم و زر جو بہت جمع کرتے ہیں
طالب دُنیا کے دل میں نور چمکے کس طرح
یارو دُنیا کے لئے اتنی مشقت ہے عبث
اہل دنیا کو نہ ہو کیونکر تلاش سیم و زر
یہ دنیا کے لئے ایسے وزیر و میر لڑتے ہیں
گنج قارون کا نہ کام آیا گیا تحت ثریٰ
اس زمانہ میں ہے اسی کی ساکھ
ایسی دنیا کی نمائش پہ تو یارو تف ہے
جب تلک خط جاہ باقی ہے
بہت کس لئے اسباب دنیا جمع کرتا ہے
ہوتی قارون کی عاقبت نہ خراب
رہزنوں سے کس طرح ہو ایمنی
یک جہاں خواہش دُنیا سے سراسیمہ ہے

عناصر کے مُرقع میں بھرا ہے نقش دولت کا	بحر
داغ دل میں ہے کیسہ میں اگر دام نہ ہو	"
خالی نے کر دیا مجھے تاج و نگیں سے دور	
کہ سوجھتا نہیں کچھ بے فراغ تازہ و خشک	برجیس
آسمان پر دماغ رکھتے ہیں	بیان
ہاتھ کے ہیں میل دینار و درم کیا کیجے	"
کیا حصول اس سے ہوئے جو درو دیوار سفید	بیخود
ہر ایک تخت تختۂ تابوت بن گیا	برق
زر کے آتے ہی سمجھ جاؤ شرافت آئی	پرتو
چار دن مال کے ہاتھ آتے ہی نخوت آئی	"
بھیجدے آگے اگر ہاتھ میں دولت آئی	"
کیا یہ تعمیر گِلی لیجائیں گے سر پر اُٹھا	
متاعِ دہر سے ہے خانہ خراب میں کیا	تسلیم
خانقاہیں دین فروشی کی دکانیں کم نہیں	"
لے گیا کیا مال دُنیا سے سکندر خاک میں	"
غنچہ ہزار داب کے مٹھی میں زر پھرے	"
کون لیتا ہے زر گل صرف کرنے کے لئے	"
کون کہتا ہے کہ روزی بے ہنر ملتی نہیں	تراب
دُنیا خمار خانہ ہے چلتی ہے زر کی چوٹ	"
پیٹ میں ماریں سونے کا جو خنجر ہوتا	
ہوگا حشر میں سخت اُنہیں پر محاسبہ	تُراب
دل تو اُن کا ہو گیا از حب سیم و زر سیاہ	"
طلب سیم و زر و خواہش دولت ہے عبث	"
ان کو آسائش یہاں بے سیم و زر ملتی نہیں	"
نجاست کے اُوپر جیسے سگ و خنزیر لڑتے ہیں	"
مال و اسباب بہت حشمت و شوکت ہے عبث	"
گھر میں ہو نقد جس کے وہ اک لاکھ	"
نام کے واسطے کرتا ہے نگین کالا منہ	"
نفسیں بد روسیاہ باقی ہے	"
خزانہ لیکے قارون کی طرح کیا سر پہ دھرتا ہے	"
مارتا لات اگر خزانے پر	"
جب کمر میں نقرۂ زر باندھیے	"
خالی آرا زر و دولت و حشمت کم ہے	"

دولت

ان کو آزاد دو جگ میں کیا کہیے / جو گرفتار سیم و زر میں رہے	تراب
قبر کے واسطے کافی ہے کئی ہاتھ زمیں / یہ زمینداری و تعمیر عمارت ہے عبث	"
مال و دولت دنیا ہے فقط ظاہر ہے / رہا ہے پاس کسی کے بھی سیم و زر باقی	تجمل
گیا ہاتھ خالی سکندر جہاں سے / نہیں ساتھ جاتی ہے دولت کسی کے	"
دل سے رکھتا ہے ہر انسان زر و دینار عزیز / بے زر نہ ہمدم نہ کوئی یار عزیز	"
ہو دولت دنیا کا غم نہیں / دولت دنیا کی گر آئے تو کر احتیاط	"
کھوٹے ہیں جو ان کا یہ قول ہے / نہیں گر پاس زر نہیں	"
انسان کی قدر کچھ نہیں ہے کوئی پوچھے / شرافت کا نہیں ہے عزت سیم و زر سے	"
ہے اب تو ساری عزت سیم و زر سے / شرافت کبھی نہیں بکتی	"
تو نگری سے دل سے تو نگری / بنے امیر زر و دولت کی دیکھو	"
یہ دولت کے سارے کرشمے ہیں دیکھو / محل بن رہے ہیں مکان پر مکان	زردار

دولت

شعر	شاعر
دولت دنیا کا منہ کالا وقار اس سے ڈھونڈ / گر ہوئی خاتم تو تنہا سلیماں چھوڑ کر	شہیدی
اہل ہنر سے اس کو تنفر رہا سدا / جاتا ہی دور دور رہے ہے بنیے کے پاس	تعشق
زردار بوالہوس ہیں سنگ نیاز ہیں الا کلام / دست طلب نہ کیجیے پیش ستگاں دراز	=
دولت دنیا ہے فانی پہ نہ ہو نازاں کوئی / ہے برا بیش جتی دیتے تکبر و دنیا بلا	=
اہل زر کو زر ہی کرتا ہے اگر تنہا بلا / فلس ماہی ہی خود ہے طلق و دام ماہی گیر	غیرت
جینا نہیں سدا تجھے اے منعم حریص / پھر کیا کرے گا لیکے یہ مال و منال تو	تپش
جاہ و ثروت کی ہوس کا ہے نتیجہ حسرت / اہل دولت نے تماشا کے سوا کیا دیکھا	نیاز
دولت عالم فانی ہے یہاں نقش بر آب / کون دنیا میں رہیگا جو سلیماں نہ رہے	=
دولت عالم فانی میں رہیگا محروم / گنج عرفان محبت سے رہیگا	شاد
ملک عالم میں ہو دل جو بنا پاک نہ ہو / چھوٹے کیا میری عیب کو دولت میری	صابر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
زردار باغ دہر میں ہیں بیشتر عزیز	ہوتا نہیں نہال کوئی بے ثمر عزیز	جنون
سلاطین کا خزانہ اور بت خانہ برابر ہے	وہاں تو دے ہیں پتھر کے یہاں رکھے ہیں پتھر کے	جتار
داغ دینگی یہ امیروں کی چمن آرائیاں	جز گل حسرت ملا کیا پوچھئے شداد سے	جلیل
اب تو اکثر اہل زر فرعون ہیں	ایک کیا دو چار موسیٰ چاہیئے	
رُوز عقبیٰ ہوگئے تم مانند خاک اے خاکیو	گنج دنیا کون اپنے ساتھ واں لیجائیگا	جلالی
مال و دولت جاہ و حشمت چھوڑ کر اک دن نہیں	جز الم تو ہائے غافل اور کیا لیجائیگا	"
انسان کی نیت میں اگر شر نہ ہو موجود	زر ہاتھ میں اس کے ہے کلید در مقصود	چکبست
باڑ پر تلوار کی چلنا نہیں شاق اس قدر	جسقدر ثروت میں ہے دشوار پاس اعتدال	حالی
گلشن دولت کے ہوں انگور میٹھے بھی اگر	دیکھ اے زور باہ نفس دوں خدارا ان سے جدا	"
باد صرصر آگ کو اس طرح بھڑکاتی نہیں	جس طرح جذبات نفسانی کو بھڑکاتا ہے دل	
دَولتِ بے انتہا کا ہے نگونسار ی آل	سر جھکا دیتا ہے شیشہ جب لبالب ہوگیا	خلیل
مال دَولت کا فلک سے نہ ہُوا میں سائل	مرد تھا خواہش اکسیر و طلا کیا کرتا	"
دولت ملی تو کرتے ہیں کم ظرف سرکشی	فوارہ ضبط کر نہیں سکتا ہے آب کو	"
سمجھ اُن کو محروم لذات دیں سے	جو دنیا کے ناز و نعم دیکھتے ہیں	خاموش
زر جسے کہتے ہیں وہ ہے باعث فسق و فساد	گر نہ ہو باور تو دیکھو گنج ہے تقلیب جنگ	خوشدل
زمانہ میں دولت بنی بہر سوخت	بھرا نار سے دیکھ دینار کو	"
ہے ظاہر قصۂ قارون سے منعم حالتِ دولت	بجز جود و سخا اہل حشم کے ہاتھ کیا آیا	"
مر رہے ہیں خود پسندی پر امیران زماں	خرچ کرتے ہیں عبث لاکھوں روپے القاب پر	"
صاحب زر کو اگر علم و ہنر ملتا نہیں	صاحب علم و ہنر کو بھی تو زر ملتا نہیں	"
ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش	درہم کی شکل صورت درہم سے کم نہیں	ذوق
نشہ دولت کا بداطوار کو جس آن چڑھا	سر پہ شیطان کے ایک اور بھی شیطان چڑھا	ذاکر
کیسے بے عقل اہل دُنیا ہیں	کھوئے دیتی ہے اُن کو زر کی تلاش	
فقر کو سمجھو سبب آرام کا	آفت آوے گی جو دولت آئیگی	"
خدا کے قہر سے ڈر پھول دولت پر نہ او منعم	خزانہ تیرا کچھ افزوں نہیں ہے گنج قارون سے	رند
مرتے ہیں لوگ دَولتِ دُنیا کے واسطے	کتوں کی طرح لڑتے ہیں مردار کے لئے	"
بوریا تہ بند بستر چاہیئے	تارکِ دُنیا کو بھی زر چاہیئے	راسخ
پھونکے دیتے ہیں مہوس دولت اجداد کو	بے روپے اکسیر بھی اے اہل زر ملتی نہیں	سحر
سیم و زر کے آگے سودا کچھ نہیں انسان کی	خاک ہی رہنا بھلا تھا بلکہ اس اکسیر کا	سودا
اشرف الخلق ہے انسان لیکن	کچھ سمجھتا نہیں زر کے آگے	سید
سینکڑوں جوڑنیوالے نہ رہے	اور دینار و درم باقی ہے	سعید
مال دنیا کو نہ پیارا تم سمجھنا منعمو	کیا بھروسہ ہے بھلا اسکا رہا جاتا رہا	سرور
عبث اے منعمو مغرور ہو دنیائے فانی پر	گیا جب دم جہاں سے کچھ نہ تھا دست سکندر میں	سخن
جوں غنچہ پریشانی خاطر کے سوا کچھ	حاصل نہ ہوا جمع زر و مال سے ابتک	شہید

مصرع	مصرع	شاعر
رکھا ہے دست شفقت مادرانہ فرق پر اس کے	دیا ہے دولت دنیا نے بھی کیا ساتھ قاروں کا	صابر
پانی کو جیسے دنیا میں حاصل استقرار نہیں	مال جہان کو بھی ویسے ہی ہرگز استمرار نہیں	طالب
پانی کے بڑھ جانے سے جس طرح خرابی آتی ہے	مال کی کثرت بھی آخر کو یونہی خرابی لاتی ہے	"
اہل زر نادان ہیں ان کو غم عقبیٰ نہیں	کیسے خوش ہوتے ہیں دنیا کا تماشا دیکھکر	طاہر
وہ بُری دولت دنیا جو تہ خاک رہے	راہ مولا میں جو ہو صرف وہ مال اچھا ہے	"
تو کرتا کس اُمید پر غافل ہے جمع زر	قارون کے ساتھ دیکھ تو دولت نے کیا کیا	ظفر
ساتھ زر کے پستی ہمت بھی ہوتی ہے زیاد	ورنہ مائل سوئے اسفل کس لئے قارون ہوا	"
قدر اس شخص کی دوچند ہوئی	اس جہاں میں جو مالدار ہوا	عالم
اپنے ہمراہ نہ لیجائیں گے جز درہم داغ	چھوڑ جائینگے جو دنیا میں دفینہ اپنا	"
دولت وہی ہے خوب جو ہو حق حلال کی	کرتی ہے زرد رو بھی کبھی سیم و زر کی چاٹ	"
کرے گھمنڈ نہ دولت پہ ہے جہاں فانی	ہمیشہ چاہئیے انسان کو سر جھکا کے چلے	"
مرد جوان ہے جاہل دولت پہ جو ہے مائل	ایمان ہے مہر غافل دنیائے پیرزن کا	عاشق
جو پئے جمع مال ہے اس کو یہی خیال ہے	زیست ہزاروں سال ہے دم دم واپسیں نہیں	"
جو صرف نہ ہو کام کی دولت نہیں ہوتی	مجنوں کو زر داغ میں ثروت نہیں ہوتی	"
سنا ہے کحل زر سے ہوتی ہے قوت بصارت کو	جہاں میں لوگ کیوں ہو جاتے ہیں اندھے بصارت سے	"
چارون کے لئے دنیا میں تجھے ہی منعم	طلب عزت و ملک و زر و جاگیر عبث	"
دولت نے انقلاب ہزاروں دکھا دئے	پوچھا نہ میں نے بھی کدھر آئی کدھر گئی	"
مال سے یہ پالوں کا کرتا ہے کام	ہاتھ وہ چلتا ہے جس میں زر رہے	"
دولت دنیا پہ اتنا دل نہ مائل چاہئیے	ایک دن سب یہ جہاں زیر و زبر ہو جائیگا	علی احمد
کب کسی کی بات سنتے ہیں جو ہیں اہل دول	گوش گل میں زر کے ہونیسے گرانی ہو گئی	عزیز
جاہ کو لوگ اگر فانی و باطل سمجھیں	افسر شہ کو نگوں کاسۂ سائل سمجھیں	"
انقباض غنچہ سے ثابت ہوا ہم کو عزیز	جس کسی کی گانٹھ میں زر ہے وہی دلتنگ ہے	"
ہے چند روزہ گلشن ایجاد کی بہار	کیوں مثل غنچہ اس میں کوئی جمع زر کرے	"
تھا انقباض غنچہ نمط جمع مال سے	دل کھل گیا مرا جو نہ مٹھی میں زر رہا	"
اہل رفعت کو بہت جلد مٹاتا ہے فلک	لاکھ ہوا وج مگر عمر شرر کچھ بھی نہیں	"
بنا فلس ماہی زر اغنیا	کہ خسّت سے جزو بدن ہو گیا	"
وہ زمانہ ہے کہ گلزار میں کہیں نہ قدم	طبق گل میں عنادل نہ اگر زر دیکھیں	"
غنچہ کی جب سے تنگدلی دیکھ لی عزیز	قطع اُمید کر چکے سب اہل زر سے ہم	"
کیا منعمو حصول ہے اس سے سوائے سوز	مانند شمع سر پہ اگر تاج زر ہوا	"
اپنے ہمراہ نہ لیجائیں گے جز درہم داغ	چھوڑ جائیں گے جو دنیا میں دفینہ اپنا	"
زردار کو آسائش دنیا کا مزہ کیا	حاصل ہے غریبوں ہی کو آرام سرا کا	عاقل
حب زر کا ہے آل کار تاریکی قلب	یعنی ہوتا ہے سیہ دیوار دور ٹکسال کا	غافل
زر دنیا کسی کو بے جفا کاری نہیں ملتی	لگی ہے ہاتھ تب اکسیر جب پارے کو مارا ہے	"

دولت

مصرع	شاعر
رہتی نہیں کبھی دولت دنیا کسی کے پاس	غافل
کچھ اس کا غم نہیں ہے جو نادار ہم ہوئے	"
ہے زہر تیرے حق میں دولت کا یہ ذخیرہ	
زردار بھی تو آخر مرتا ہے کہہ کے میرا	فائز
جہاں میں زر سے راحت بھی ہے رنج بھی آزار بھی	
کشت زعفران ہے جو ہنسا بھی رلا گئے بھی	فیض
کچھ نفع دین کا نہیں دنیا کے مال میں	
یہ مال کام آتا نہیں آل میں	"
پیچ پر پیچ پڑے جب سے تو نگر ہو گئے	
مال چرخہ کا نظر جو مرا مال آیا	فدا
ترا کھوٹا نقد صوم و صلوٰۃ	
تو دل سے اگرچہ زر جائیگی	"
مال حرام بود بجائے حرام رفت	
دیکھ اے لئیم دولت قارون کو دھری	"
دیکھو اسے دولت ناپائدار ہے	
آباد ہیں جو دولت سے جہاں خراب ہیں	
گویا خراب تر ہیں جہاں خراب میں	ذوق
دولت دنیا پہ اے غافل گھمنڈ	
چلتی پھرتی چھاؤں پہ مغرور ہے	

اہل دولت

دولت

ملے ہیں چلتی پھرتی چھاؤں دولت جسکو کہتے ہیں
ابھی یاں ہے ابھی واں کیا امید اس رفاقت کی
پچھتا مال و دولت یہیں سب چھوڑ جاتا ہے
تجھکو ساتھ لیجاتا ہے غافل اور نہ لاتا ہے
نہیں اس کثرت سامان میں مسکین دل کی جمعیت
پریشاں تر ہے کہ حال یاں طبع پریشاں کا
زر قبلۂ حاجات ہے سوچے اگر انسان
پہنچتی ہے وہ جس کہ بمشکل ہر ایک آساں
اے صاحب زر آ تجھے ایک بات بتاؤں
زر تیرا ہے مرہم زخم دل سوزاں
شکر خدا ہے کہ دولت تجھے بخشی
یوں مانتے ہیں اہل نظر منت و احسان
دولت نہ رہی اور کسی کی نہ رہیگی
حقدار کو حق بخش تجھے رحمت یزداں
آیا تھا یہاں جب تو ترے ہاتھ تھے خالی
جب جائیگا پھر ہاتھ میں خالی وہی نادان
کیوں کرتا ہے صندوق مقفل پئے بند
ہمراہ نہ لیجائے گا یہ مال فراواں
جبتک کہ ہے زر پاس ترے نفع کمالے
کیوں یوں عوض سودا اٹھاتا ہے تو نقصان

دولت

اہل دولت چھوڑتے دنیا کو ہیں حسرت کے ساتھ
غریبونکی بھی لو خبر منعمو
اتنا ہی مجھے روز جزا داغ ملے گا
اے منعمو روپے نہیں حسرت کے داغ ہیں
ہو گئے لاکھوں خداوند آج کل
لکھا ہوا ہے ہر ایک کیمیا کی بوٹی پہ
منعم یہ روپے کی زر پرستی
آدمی کرتا ہے کیوں زر سے محبت اتنی
غش ہیں گھر بھرنے پہ منعم دیکھتے ہیں گو کہ روز
کلیجے سے لگائے رکھتے ہیں لوگ
سکھا دیتا ہے اقبال آدمی کو نیک و بد آخر
منہ پھیر کر چلی جب جاہ و حشم کی دولت
دنیا ہے شست و شو کے لئے آبرو گدا
زر داروں کو سمجھتے ہم دل میں آدمی
دولت سے بیخودی ہے جوانی کے واسطے
دولت کے سبب ڈرتے ہیں سب سے متمول
نادان سر جھکاتے ہیں دولت کے واسطے
ہر کسی کو نشہ ہے تو دولتی کا کس لئے
دولت وہی اچھی ہے کہ جو کام میں آئے
اچھا ہے وہ زر کام میں جو آئے کسی کے
دولت تری اے شخص ودیعت ہے خدا کی
زر قبلہ حاجات ہے سوچے اگر انسان
دولت نہ ہوئی اور نہ ہوگی یہ کسی کی ۓ
جبتک کہ ہے زر پاس ترے نفع کوئی لے
دولت و حشمت و سیم و زر و لعل و گوہر
خاک ہیں دولت رلائی کر کے دم
کیا تعجب ہے جو ہیں تیرہ دروں دولتمند
افلاس میں ممکن نہیں بزم و مے و معشوق
اسباب پریشانی خاطر کا ہے
تنگ حالی کا خطر رہتا ہے خوشحال کے ساتھ
تم بہر حال جان نہ جوکھوں میں ڈالنا
تری نظروں میں زر ہے قبلۂ حاجات اے غافل
بدن کی جان کی صحت کی پروا کچھ نہیں تجھکو
دم نکلنے کو نکلتا ہے مگر دقت کے ساتھ
ہمیشہ نہیں رہتے دولت کے دن
جتنا ہے یہاں درہم و دینار سے اخلاص
تم کو نظر ہے مال پہ مجھکو مآل پر
نام کو گھر گھر خدائی ہو گئی
کہ یہ نشان ہے قارون کے خزانے کا
رکھ لے اسے سجدہ گاہ کر کے
نقش جب سکے کی جا ہوتا ہے دینار و درم
ہاتھ جاتے ہیں سب مال دنیا چھوڑ کر
عجب دلچسپ شئی دنیا میں زر ہے
یہ دولت ہے وہ شئی شان ریاست آہی جاتی ہے
جاتی ہے ساتھ اس کے سب آبرو عزت
مال اہل دل کی آنکھوں میں ہاتھوں کا میل ہے
دیکھا تو آدمی کا بھی گوسالہ بیل ہے
سونا ہے نیند نشہ فنانی کے واسطے
اکسیر کے کھانے سے کوئی مرد ہوا ہے
گوسالہ سامری کا نظر میں یہ گائے ہے
پارہ کہنہ خم چرخ کہن میں کیوں نہیں
بیکار ہے دولت نہ کرے خرچ اگر انسان
بیکار پڑے رہنے میں ہے خطرۂ نقصان
کر غین نہ اس میں کہ بہت سخت ہی نقصان
یہ شئی وہ ہے جس سے کہ ہو مشکل ہر ایک آساں
حقدار کو حق بخشے تجھے رحمت یزداں
کیوں یوں عوض سودا اٹھاتا ہے تو نقصان
ساتھ لیجائیگا او منعم ناداں کیا کیا
خاک چھانی کیوں عبث زر دار نے
ہو ہی جاتی ہے سیہ لاکھ ہو ٹکسال سفید
یہ زر کا تماشا ہے یہ دولت کا مزا ہے
اسباب تیرے مکان کا اے جاہل
خوف چوری کا ہے دنیا میں زر و مال کے ساتھ
خطرے بھی مہر ہمرہ گنج خطیر ہیں
اسی مطلب سے تو نے عمر کسب زر میں غارت کی
سحر سے شام تک بس تو ہے اور تحصیل دولت کی

مہر

فوق، قدر، تلق، کمال، منیر، مہر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دولت کبھی روز بیٹھ کر کھائے گا	یا ساتھ اِسے باندھ کے لیجائیگا	مہر
کیا کرتا ہے صندوق مقفل میں بند	کر راہ خدا میں خرچ پھل پائیگا	"
تحصیل کیا تو ہے تحفظ کا خیال	محفوظ رہا تو صرف کا ہے جنجال	"
آنے میں بھی رنج اور جانے میں بھی رنج	لعنت تجھ پر ہزار لعنت اے مال	"
غفلت اہل دول نشہ زر سے ہے بجا	کیجیے معکوس تو زر حرفوں میں سے رز نکلے	"
چاہت دولت کی محض رُسوائی ہے	تو نے کس سے طبیعت اٹکائی ہے	"
آغوش میں آج اس کے ہے کل اس کے ہے	نادان یہ بیسوا تو ہرجائی ہے	"
غرہ دولت پہ محض نادانی ہے	یہ چیز وہ ہے کہ آنی اور جانی ہے	"
کل تک جو تھے مہر لکھ پتی ساہوکار	آج اُنہی کے گھر بے سر و سامانی ہے	"
ہرجائی سے کی تھی آشنائی تو نے	دیکھی نہیں اس کی بیوفائی تو نے	"
ہوگی نہ ہوئی نہ ہے کسی کی دولت	اٹکایا ہے دل کو کس سے بھائی تو نے	"
دیکھ گل کو تک کہ ہر ایک سر چڑھا لیتا ہے یاں	اس سے پیدا ہے کہ عزت اس چمن میں زر سے ہے	میر
وی کے پاس کچھ رہتی ہے دولت	ہمارے ہاتھ آئی ہو چکی بس	"
سلیمان سکندر کہ شاہان دیگر	نہ رونق گئی کس کی دولت سوا تک	"
دولت بڑی وبال ہے انساں کے واسطے	نادار کا فقیر کا کوئی عدو نہیں	مزیب
جس قدر اہل دول ہیں تن پرستی میں خراب	اس قدر مفلس نہیں ہے تنگدستی میں خراب	محب
تو بھی ایکدن چھوڑ کر یہ سیم و زر مر جائیگا	کیا حفاظت ہو سکی اگلوں سے اس انبار کی	"
آجکل پاس زر و مال ہے جس احمق کے	وہی عاقل وہی لائق ہے وہی قابل ہے	"
کثرت دولت بھی کر دیتی ہے قوموں کو تباہ	منہدم کتنے چمن باران پیہم سے ہوئے	"
کثرت سے زر کی ہوتے ہیں تنگ اور دل کے تنگ	پھیلی شعاعیں گر یہ کی پتلی سمٹ گئی	"
دولت بڑھی تو اور کشادہ دلی گھٹی	نظروں میں اہل بخل کی دنیا سمٹ گئی	"
سمجھتے ہیں بہت قسمت سے دولت ہاتھ آتی ہے	مگر ہم تو اسے تعلیم و محنت کی جزا سمجھے	"
فائدہ کیا جو کیا جمع زر سرخ و سفید	فائدہ قوم کو ہو جس سے وہ دولت اچھی	"
تکلیف سہہ کے مال کیا جمع عمر بھر	ہاتھ آیا ہم کو مال سے کیا جز ملال کے	"
کہتا ہوں میں تجھے یہ ذرا کان دھر کے سن	سب دوست ہیں یہ پیرے مال و منال کے	"
دنیا کی رہ کے مال کی کرنا نہ تو ہوس	پھنستے ہیں اس سے آدمی پھندوں میں جال کے	"
عیش میں سرمست ہیں پاکے یہ دولت امیر	نشہ جام شراب دیکھیے کب تک رہے	"
فائدہ کیا قوم کو ان اہل دولت سے محب	ہاتھ آیا مال تو عیش و طرب میں پڑ گئے	"
جو دانا ہیں وہ مال و جاہ سے پرہیز کرتے ہیں	مگر دیتے ہیں نادان جان اس ہر بلا پر	"
دوا کو بھی نہ ملتا ایک خدمتگار ڈھونڈے سے	اگر ہر آدمی اس دار میں زردار ہو جاتا	"
محتاج مفلسوں کے ہوتے ہیں اہل دولت	بندھتا ہے بے بطانہ کب باندھنوں کا چیرا	مصحفی
کیونکر نہ ہو محبت دنیا پہ اعتقاد	قارون کے ساتھ مال زمیں میں اتر گیا	منتہی
ہوتا ہے اہل زر کا ہر ایک سیم پہ منتہی	مجھ سے غریب کی کوئی امداد کیا کرے	"

دولت

شعر	شاعر
کیوں نہ پھیلائے دولت دنیا ہمیں ہے وہاں پر دام جس جا دانہ ہے	غنی
کثرت دولت دنیا منعم ہے پھولے گویا کہ جس وفا رکی ہے	"
قوم کے نادار سے یا عطر رہو ہے بڑا اشراف اگر زردار ہو	"
قدر ہے یا دولت نہیں مال و زر کی زیر ہے غیر دنیا سے کیا لے جائے	"
ساتھ کسی کے گئی کہنے تو متاع دنیا سب اسباب یہیں وقت سفر چھوڑ دیا	مسکین
پھرے مفلس منہ بند کے بیٹھے زردار ہے اہل دنیا عید میں سب درہم و دینار ہے	"
سیاہی واسطے زر کے اس نے اپنی سرا کیوں طمع ہوئی اگر لیں نہ واں اکسیر سونے کی	"
دولت مغرور دوران میں بدل جاتی ہے رنگ چار دن کے نظارے گلشن شداد کے	مجروح
تھوڑی سی دولت دنیا پہ ہے منعم مغرور پیتے نہ تو ہی تنگ ظرف کو ایک جام بہت	"

زر و مال کا

دولت

نہ کرو جمع سیم و زر ہرگز

گنج قاروں سے [illegible]

ایک جا ٹھہری نہیں کسی کے پاس

[illegible]

دنیا میں

نشاط — = — ناسخ — = — = — = — = — = — = — =

زر و مال کا کیا ہے انسان حریص
کم ظرف کو یہ دولت دنیا خدا نہ دے
مال دنیا میں نہ ملتا ہے مقدر سے سوا
نہ چھو یہ روپے ہاتھ کا میل ہے
تاج شہی کے بوجھ سے بچنا ضرور ہے
چلتی پھرتی چھانوں ہے نازاں نہ ہو
ہستی کو اپنی بھولے نہ انسان عروج میں
کثرت دولت میں لطف خانہ بربادی بھی ہے
لگیگی دم میں سر چنگ زمانہ سر اٹھانے پر
کون پوچھے[1] ہے جہاں میں بات مفلس کی نصیر
وہ بادلہ پوش اور مرے دوش پہ کمل
شاہ و گدا برابر دونوں ہیں بعد رحلت
جو زیست چاہے کرے مال سے تہی پہلو
زردار جو ہوں کیوں نہ ہوں خنداں برنگ گل
جس قدر دولت ہے صحبت سے ہے اتنا اجتناب
ہر صاحب خزانہ کو ہے اوج ہی زوال
نہ کوئی مال دنیا کا اٹھا لیجائیگا سر پر
مفلسوں کے منہ سے ہوتی ہے بہت شرمندگی
ہر گل زبان برگ سے کہتا ہے باغ میں
جسکے ہاتھ آیا خزانہ قصد رکھتا ہے یہی
اسفلوں سے دولت دنیا کو ہے الفت کمال
کہہ رہا ہے باغ میں ہر گل زبان حال سے
جو مالدار ہے اُسے کھٹکا ہے چور کا
جو دل سے ہے تونگر بے تکلف
غافلو نشۂ دولت سے نہ اتنا بہکو
اسی صندوق میں کل انکی لاشیں بند کرتے ہیں
جہاں موذی ہیں دنیا میں مسخر زر سے ہوتی ہیں
یہ زر سے تنفر ہے کہ ہوتا ہوں جو بیمار
بندۂ زر کی مرے آگے ہو رفعت کیا خاک
ہوتا ہے رنج دولت دنیا سے اس قدر
جس طرح ہاتھ سیہ درہم و دینار سے ہوں
گنج قاروں کا سنا آپ نے قصہ صاحب
فقط یہ زر کی نمائش ہے باغ دنیا میں

کہ قیمت سے بھی کچھ سوا چاہتا ہے
فوارہ کا ابھارنے والا خزانہ تھا
سیم و زر کے لئے میعاد خط قسمت ہے
تو بس آبرو لے گہر کے عوض
سر پر فساد و شر کا نہ مسکن اٹھائیے
منعمو رہتی ہے دولت چند روز
ہے خاک چاہیے کچھ اس اوقات کا لحاظ
شہد کے ہونیسے گھر لٹ جاتا ہے زنبور کا
نہ اتنا منعمو فوارہ ساں اچھلو خزانے پر
ہے جو کچھ دنیا میں سو اس سیم و زر کا امتیاز
ہاں مفلس و زردار میں ہو نرات کا ہی فرق
کام آئیگی نہ ہرگز زیر مزار دولت
صدف کے سینے کو کرتے ہیں لال واں چاک
باغ جہاں میں زر بھی کم از زعفراں نہیں
رُوئے انساں سے ہی وحشت صاحب اکسیر کو
ٹپکے نہ کیوں اچھل کے فوارہ آب کو
زمانہ میں نصیب ایسے ملی بس ایک قاروں کو
زردیہ اے منعمو بے وجہ رُوئے زر نہیں
انساں کو کیا نبات کو ہے زر کی احتیاج
مثل فوارہ جہاں میں سر اٹھانا چاہیئے
دیکھو تا زیر زمیں ہمراہ قاروں مال ہے
مبتلائے خار غم رہتا ہے جو زردار ہے
مچھلی کی طرح خار ہے پائے درم کے ساتھ
لٹاتا ہے وہی زر بے تکلف
دیکھنا کاسۂ سر کاسۂ سائل ہوگا
یہ غافل آج کیوں بیفائدہ زر بند کرتے ہیں
کہ نقش زر خزانے میں بُرا ہے مار افسوں ہے
جاتا ہے اٹک شربت دینار گلے میں
زر و شئی ہے وہ نظر میں جسے زر کہتے ہیں
دینار میرے ہاتھ میں اخگر سے کم نہیں
الفت زر سے یونہی ہیں دل زردار سیاہ
داغ دیتے ہیں زمانہ میں یہ پیسے ایسے
ہزار رنگ بدلتا ہے گل بھی زر کے لئے

ماہ — " — " — محو — منیر — مضطر — " — نسیم — نصیر — " — " — نوح — ناسخ — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — " — نشاط — "

[1] پوچھتا ہے ۱۲

دنیا میں وہی خوش ہیں جو ہیں صاحب دولت
سب ل کے پانوں چوٹمے ہیں اس کے غلام کے
دنیا میں کون ہے جو نہیں مبتلائے زر
جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
دنیا میں لگا مفلس و درویش سے تا شاہ
مرتا ہے کوئی مال پہ ڈھونڈھے ہے کوئی جاہ
پیسا ہی رنگ و روپ پیسا ہی مال ہے
کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
نقش یاں جسکے میاں ہاتھ لگا پیسے کا
جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شئے کا
رہتا نہیں کسی کا سدا مال و دھن درست
دین کے درست کرنے کو دنیا ضرور ہے
دنیا نہ ہو تو دیں کی رونق کہاں سے ہو
ایثار و بذل وجود محقق کہاں سے ہو
دُنیا کو جب کسی نے عموماً بُرا کہا
جس جگہ دیکھو وہاں پر قدر ہے زردار کی
دولت نہ غافلوں کے کبھی کام آئیگی
کبھی دولت کو سمجھتا نہیں دولت میں فقیر
محبت مال کی اے غافلو بیہودہ ہے بالکل
عالموں کو پوچھتا ہے کون اب اس عہد میں
جمع دولت سے ہوا فائدہ کیا قاروں کو
اللہ کا خزانہ یہ دولت ہے واسطی
واسطی دولت دنیا کا بھروسا کیا ہے
کیا ہے دولت کا بھروسا جائینگے سب بادشاہ
بیجا تلاش دولت دنیا ہے اے وزیر
گنج ہوتا ہے وہاں اکثر جہاں ویرانہ ہے
ساتھ دولت کو اگر لے گیا قارون تو کیا
جمعیت دل قسمت مفلس میں لکھی ہے
گر غرض ہے تجھ کو صافی اگر کہہ دنیا سے ول
نیں ہے حاصل غیر گردش اسکو جگ میں رات دن
بھروسا نہیں دولت تیز کا
تیرہ بختوں کو ملے فیض نہ دولت سے کبھی
ہر سحر کیوں نہ شگفتہ ہوں وہ لے باد سحر

گلزار میں ہے خندہ گل زر کے سبب سے — ناسخ
کیا رتبے ہیں طلائے علیہ السلام کے — 〃
جتنے ہیں سب کے دل میں بھری ہے ہوائے زر — 〃
ہر اک یہی پکارے ہے دنزات ہائے زر — نظیر
سب زر کے طلبگار ہیں لے ماہی تا ماہ — 〃
دولت ہی کا ملنا ہے بڑی چیز نظیر آہ — 〃
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخہ کی مال ہے — 〃
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں — 〃
اس نے تیار رہر اک ٹھاٹھ کیا پیسے کا — 〃
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا — 〃
دولت رہی کسی کی نہ باغ و چمن درست — 〃
دنیا نہیں تو دعوی دیں مکر و زور ہے — نذیر
اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو — 〃
مصدر رہی جب نہیں ہے تو مشتق کہاں سے ہو — 〃
میں اسکے منہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا — 〃
بات کوئی پوچھتا ہرگز نہیں نادار کی — نواب
بیکار ہے اگر ملی اکسیر خواب میں — واسطی
آہن و زر نظر آتے ہیں برابر مجھ کو — 〃
جدا ہوا اس سے تم پہلے کہ جو تم سے جدا ہوگا — 〃
ہے وہی علامہ جس نے خوب کسب زر کیا — 〃
نہ ہوئی دولت دنیا ہمیں حاصل تو کیا — 〃
مسرف کریں نہ مصرف بیجا میں زر خراب — 〃
کہ کفن سے تھا تہیدست سکندر باہر — 〃
سوئے تربت سلطنت کا کار و ساماں چھوڑ کر — 〃
غیر از کفن نہ جائیگا شاہ و گدا کے ساتھ — وزیر
خانہ ویران ہر درویش و دولتخانہ ہے — 〃
جو نہ انسان کے کام آئے وہ زر کچھ بھی نہیں — وقار
رہتی ہے مگر خاطر زردار پریشان — 〃
جز سیاہی میں ہے اے نادان تاثیر طلا — ولی
جیوں سورج لاگا ہے جس کے دل منیں سیر طلا — 〃
عجب نیں کہ تا ظہر آوے شئے زوال — 〃
فائدہ کیا ہر طاؤس کو زرداری کا — ہرچند
غنچہ کی طرح سے مٹھی میں جو زر رکھتے ہیں — ہوش

دولت

بالعار ری کب ہے طاعت کیلئے وجہ قبول — مولوی
آب گوہر سے بھلا کیونکر وضو ہو جائیگا
نہیں کچھ اعتبار اس دولت فانی کا دنیا میں — آرزو
خزانہ ہے سکندر کا نہ دارا کا
زر گل کی طرح یہ مال و دنیا بھی دو روزہ ہے — ہدایت
بشر کو چاہئے نازاں نہ ہو ایام دولت میں
دو روزہ دولت دنیا پہ نازاں ہو نہ اے منعم — ہمت
زمانہ کا دگرگوں حال ہو جاتا ہے ساعت میں
قاروں کی طرح سے جمع کر کر زر و دن گنج — تسلیم
جی مار کر اپنا یاں سے بیجا مت بنا گنج
عمر دو سہ روزہ کو خوشی سے گزاران — 〃
ہاکرم جو ہو صرف کر نہ کچھ اکشش و پیچ
زر و سیم جو اہم نقد و جنس ملاک پاکرم — 〃
عبث ہے جنگ یک دیگر تیرا ہے نہ میرا

راستی

دنیا میں راہ راست دلیل عروج ہے — امیر
منفی سپہر یہ خط استوا کے ہیں

راستی

صدق راہ مستقیم اور کذب ہے راہِ جحیم
صدق سے صدیق ہے اور کذب سے زندیق ہے

حالی

بات سچی کہی اور انگلیاں اٹھیں سب کی
سچ میں حالی کوئی رسوائی سی رسوائی ہے

ذاکر

سچ بولنے سے خوف ہے جھوٹوں کے عہد میں
جو حق کہیگا اس کو سرِ دار دیکھنا

خلیل

سچ بولنا اس کو ہے تیغ دو دم پہ
جو حق کہیگا اس کو ضرر پہنچیگا اس سے

ناظر

راستباز دل کو صیاد کی پرواہ نہیں
ڈرتے دیکھا نہیں خضر کی منت اٹھاتے نہیں

داغ

ہم راست رو ہیں طالبِ راہ راست ہیں
ڈرتا نہیں ہے بات برا ہو یا کہ بھلا

=

آئینہ منہ پہ کہتا ہے جو ہوتا ہے صفا کا یہ
سچ یہ ہے صاف کہ نہیں ان کا مزاج

ذوق

راستی کا پیچھا کرنے سے رکی جاتی ہے
اے بھلا کوئی طبیعت کی عالم میں راستی کہ بنے

سودا

نہ چھوڑ تو پیر سرو سیف آتش
عصا ہے پیر کا پیری میں کفِ دست آ پڑا
راست کیشوں کے لئے جب وقت نشاں پڑا
پیر کہتا نہیں جب وقت نشاں پڑا

حصول دولت

صاف کہدیتا ہوں میں منہ پر صفائے قلب سے	فرق مثل آئینہ کچھ دوست دشمن میں نہیں	اسیر
ہو اگر قاتل بھی سر پر ترک حق گوئی نہ کر	موت تیری جز خدا قبضہ میں خنجر کے نہیں	"
برنگ آئینہ ہر چند طینت پاک ہے اپنی	برائی صاف کہدیتے ہیں تا عیب ہے ہم میں	"
کیا عجب ہے سخن حق کو جو باطل سمجھیں	اہل بطلاں کو گماں ہے کہ انا الحق حق ہے	"
نہ پھروں میں جہاں اگر پھر جائے	قول ہے قطب آسیا میرا	"
آدمی کیا راستی ہے جانور کو بھی پسند	ہم یہ سمجھے سرو پر قمری کو مائل دیکھکر	"
راستی ساتھ تواضع کے ہے انساں میں ضرور	ہے کماں ہاتھ میں بیکار اگر تیر نہیں	"
مٹائے سے کہیں مٹتا ہے باطلوں کے حق	پہ کچھ اختیار سے کیا برگزیدہ ہونا تھا	آتش
ل نہیں چلتے ہیں کج طبعوں سے ہرگز راستباز	چین پیشانی سے باہر ہے الف آزاد کا	"
غیر حق کو میں سمجھتا ہوں خیال باطل	آتش اک دلمیں نہیں ہوتی ہے دوچار کی راہ	"
منصور و فتحیاب کریگا خدا ہمیں	حق بات بولے جائینگے گو ہو ویں دار پر	اختر
دنیا میں راستی ہی بس اک ایسی چیز ہے	اللہ کو جو سب سے زیادہ عزیز ہے	افسون
منزل صدق و صفا ہے ہر طرح خطروں سے پاک	نیک بختوں میں سے طے یہ راہ جو چاہے کرے	اکبر
جس کو سچ بولنے کی عادت ہے	وہ بڑا نیک باسعادت ہے	اسمٰعیل
وہی دانا ہے جو کہ ہے سچا	اس میں بوڑھا ہو یا کوئی بچا	"
سچ کہوگے تو دل رہے گا صاف	سچ کرادیگا سب قصور معاف	"
سچ کہوگے تو تم رہوگے شاد	فکر سے پاک رنج سے آزاد	"
سچ کہوگے تو تم رہوگے عزیز	سچ تو یہ ہے کہ سچ ہے اچھی چیز	"
سچ کہوگے تو تم رہوگے دلیر	جیسے ڈرتا نہیں دلاور شیر	"
سچ کہو سچ کہو ہمیشہ سچ	ہے بھلے مانسوں کا پیشہ سچ	"
سچ ہے سارے معاملوں کی جان	سچ سے رہتا ہے دل کو اطمینان	"
سچ ہے دنیا میں نیکیوں کی جڑ	سچ نہ ہو تو جہان جائے اُجڑ	"
سچ میں راحت ہے اور آسانی	سچ سے ہوتی نہیں پشیمانی	"
سچ سے رہتی ہے تقویت دل کو	نرم کرتا ہے سخت مشکل کو	"
سچ کی پاؤ گے صدا ہر دم کڑی	آخر کش میں بول ہی جاتا ہے جھوٹ	"
راستی سیدھی سڑک ہے جسمیں کچھ کھٹکا نہیں	کوئی راہرو آج تک اس راہ میں بھٹکا نہیں	بحر
مجھ کو میری راستی مقصود تک پہونچائیگی	تیر کو سوئے ہدف کیا رہنموں درکار ہے	"
منزل مقصد کو پہونچائیگی اپنی راستی	کیا ہدف کی راہ میں ناوک کو رہبر چاہئے	"
پرتو ہم ایسے قول کے سچے ہیں دیکھئے	جو کچھ کہا گیا ہے زباں سے کیا گیا	پرتو
پھر جائے یک جہاں نہ پھروں اپنے قول سے	ہر حال میں زباں کے لئے مستقل ہوں میں	تراب
اسی کا تو ہے معتبر قول و فعل	طبیعت سے جس کی تلوّن گیا	ثاقب
معنیٔ الحق مرا کی یہی تفسیر ہے	ہے اثر کڑوی دوا میں صاف سچی ہے	"
راستی کام آئی چنگل سے خزاں کے بچ گیا	رونے والا بھی ترا سرو چمن کوئی نہ تھا	"

حصول دولت و اقبال و مال کی خاطر
رہ راستی میں جما دے قدم

جو بات سچ ہے وہ کہدے سراج خوف نہ کر
مت مکر جو کہ بات سچی ہے

سچ بولنا زمانہ میں جن کا شعار ہے
ہندی مثل یہ ہے کہ نہیں آنچ سانچ کو

ہے موجب رضائے خدا راہِ راستی
ہے حسن راستی سے تو آراستہ اگر

حق گوئی جس کو کہتے ہیں وہ حق کو ہے پسند
بے آبرو ہے دونوں جہاں میں دروغگو

جس میں کہ راستی نہیں ویران ہے سر بسر
سچ ہے دروغ کو نہیں کونین میں فروغ

اپنا ظفر ہمیشہ سے شیوہ ہے راستی
راستبازوں کو نہیں ہر میں پروا اس

حق کہے جو گلشن عالم میں اس کی موت ہے
حق پسندی حق کو ہے ازبس پسند

پوچھتے کیا تم ہو حالِ راستی
کچھ نہیں خوف و خطر اس شخص کو

لائق نفرت رُخِ کذب و دروغ
ظاہر و باطن ہو یکساں مستدام

ستم قاتل گفتگوئے کذب ہے
عاجز اس سے خوش خدائے ذوالجلال

راست گوئی سے ملا درجہ مجھے الہام کا
اسباب زور کا ہے زمانہ ورنہ بولا

سچ مثل ہے روبرو جھوٹے کے سچا رو مرے
اے قدر ایسا آدمی اپنے پسند ہے

بات جو حق ہے وہ سن الحق مرے سے نہ ڈر
کجروی کی رہ نکل سکتی نہیں

منہ پہ کہدیتا ہوں۔ ہو صاف نقش ہیں ایسا
سچ ہے بہت پائدار جھوٹ ہے ناپائدار

سچ کہے جاؤنگا گو لاکھ برا مجھکو کہیں
خوف جاں بھی ہو تو کہدیتے ہیں منہ پر بات سچ

راستی پر آسی کو کم پایا

ہے صدق و راستی اکسیر کیمیا اخلاص	سرور
ہے باقی ترا جب تلک دم میں دم	"
اگرچہ مذہب و ملت میں ہم رہے نہ رہے	سراج
منہ سے مت کہہ جو بات کچی ہے	شاداں
سچ پوچھئے اگر تو وہی با وقار ہے	شفق
کاذب کلام پاک سے درخورد نار ہے	"
سعدی کے قول سے یہ سخن آشکار ہے	"
تجھ سا نہیں جہاں میں کوئی وضعدار ہے	"
ناحق پسند سفلہ ہے ابتر ہے خوار ہے	"
اور راست گو مثالِ دُرِ آبدار ہے	"
جس دل میں راستی ہے وہی پُر بہار ہے	"
ہے روسیہ یہاں تو وہاں شرمسار ہے	"
ہم تو کبھی بھٹکتے نہیں پاس جھوٹ کے	ظفر
دامن تو اس کا پابند سر تبسر نہیں	عاشق
سرو پر قمری کو دیکھا دار پر منصور کو	عرش
یاد رکھ اس بات کو اے ہوشمند	عاجز
امن و ایمن ہے مآل راستی	"
جس کے دل میں ہو خیال راستی	"
دید کے قابل جمال راستی	"
اس کو کہتے ہیں کمال راستی	"
قند و شکر قیل و قال راستی	"
مرحبا جاہ و جلال راستی	"
اٹھ گیا آگے سے میرے سب حجاب ابہام کا	فدا
دنیا میں راستبازوں کی مطلق گذر نہیں	"
بات حق کہنے پہ کیا درجہ ہوا منصور کا	قلق
جو دل میں کہدیا کچھ کہا گیا	قدر
یہ ذرا تاثیر میں کڑوی دوا سے کم نہیں	"
راستہ ہے راستی کے واسطے	قطب
پاس بھی میرے نہیں بوئے ریا آتی ہے	میکش
جھوٹ سے وہ کامیاب دیکھیے کب تک رہے	محب
صاف کہنے میں جو ذلت ہو وہ ذلت اچھی	"
بزدلوں کا اور دل ہے اور یہ دل اور ہے	"
جسکا کج فہم و کج ادا ہے دل	"

راستی

ازل سے دشمنی قائم ہے باہم حق و باطل میں	مجبر
جہاں رشوت مسلط ہو عدالت پھر وہاں کیوں ہو	
کہو جو حق کی تو ہوتے ہیں دوست بھی دشمن	"
عدو جو حق شناسا ہو وہ مہرباں سے سو	
مزے اڑاتے ہیں ہر عہد میں ناحق شناس	"
جو حق کہیں وہ سزاوار دار ہوتے ہیں	
منصور کی حقیقت تم نے سنی ہی ہوگی	میر
جو حق کہے ہے اس کو یاں دار کھینچتے ہیں	
راستی دنیا میں سیدھا راستہ ہے ہر جگہ	ماہر
کجروی چھوڑ نا سیمیں ہی مرد خدا کبھی نہیں	
ہے شیوہ راستی جن کا کبھی گمراہ ہوتے ہیں	ناسخ
غرض کیا شانہ شمشاد و گیسوئے سنبل سے	
جو کج ہیں راست ان کو کر نہیں سکتا کوئی ہرگز	"
نکالے شانۂ شمشاد کیونکر پیچ سنبل کو	
چرخ کجرو راستبازوں کو ستاتا ہے مدام	"
صرف حق کہنے سے کھینچا دار پر منصور کو	
راستی زناخ کا پیشہ ہے سچ ہی قول فرق	
تیر سیدھا تیر تا ہے وقت رفتن آب میں	

سر نگوں حق

راضی برضا

حال استقبال و ماضی پہ تاسف کیا کریں
ہوگا وہ جو ہونا ہوگا تھا جو ہونا ہو گیا — امیر

تنگی سے دل تنگ ہو جاتا ہے شکر خدا کر
اے خوش وہ دل تنگ کہ راضی برضا ہو — اسمٰعیل

جو وہ کہے کر اس کے لئے سر ادا کر
چون و چرا کا نہیں پایا رابطہ — "

نہیں معلوم کیا ہوا جب ہے کیا اذن
اے مذہب جان ہے تیری رضا منظور — "

سب جھوٹ ہے کوئی کیا کرے اس کا
ہوگا وہی جو خدا کی رضا ہے — "

دنیا دار کی بھی ہے عین دینداری
اگر ہو رضائے حق عزوجل — "

جن کو عنایت ازل سے ہوئی ہے رضا
وہ معتقد وفائے زائل دوا کے ہیں — "

شاید کوئی لطیفہ غیبی ہو اس کا
اچھے ہوئے ہیں یہ بیمار بفضل خدا کے — "

کام اگر حسب مدعا نہ ہوا
تیرا چاہا ہوا برا نہ ہوا — جلال

سرنگوں حق گو نہ امت سے کبھی ہوتا نہیں	دار پر بھی گردن منصور ایدل خم نہیں	نساخ
راستبازوں کو نہیں بیم حوادث کا خطر	مورد بیم خزاں باغ میں شمشاد نہیں	"
راستی پیشہ ہے ان کا جو کہ یاں آزاد ہیں	باغ دنیا میں نہ دیکھا سرو کو نہار کج	"
راستبازوں کو نہ ہو صدمہ بلائے دہر سے	تیغ جوہر دار میں مشکل ہے آنا زنگ کا	"
جو راست ہیں کجباز سے رہتے ہیں بہت دور	رہتا ہی نہیں ربط کہیں تیر و کمان کا	"
صاحب گفتار حق کیونکر نہ ہو مشہور خلق	صرف حق باعث ہوا ہے شہرۂ منصور کا	"
راست گو کی جان کے درپے ہی کجرفتار چرخ	صرف حق باعث ہوا ہے شہرۂ منصور کا	"
راست گو کی جان کے درپے ہے کجرفتار چرخ	صرف حق کہہ کر ہوا منصور شایان دار کا	"
کج روی کو چھوڑ ظالم راستی کر اختیار	خوب دیکھا ہار ہے انجام الٹی راہ کا	نسیم
غیر حق آئی نہیں ہرگز زبان پر کوئی بات	ہے یہی اس دار فانی میں نشان منصور کا	ناسخ
حکمت حق ہے طبائع کی کجی اور راستی	گر کماں پیدا نہ ہو کس طرح پھینکے تیر کو	"
جو سچی بات ہو اے نظم وہ پہلو نہیں رکھتی	نظر آتا ہے یکساں ہووے سیدھا یا کہ الٹا	نظم
پہلے اپنی بات کا پیدا تو کرلے اعتبار	پھر اگر جھوٹوں بھی کہدیگا یقیں ہو جائیگا	"
کہیں ہزار میں حق ہم وہ تیغ عریاں ہیں	کسی کا منہ نہ کریں پاس آبرو نہ کریں	"
راستبازوں ہی کو پیسا آسماں نے رات دن	وائے قسمت جب پھری یہ آسیا الٹی پھری	"
گردن باطل منصور اٹھے دار پہ کب	حق ہے یہ بات بڑے بول کا سر نیچا ہے	وقار
ہو نہ جھوٹا تو کیا کرے سچا	آگے جھوٹے کے رو مرے سچا	"
ہے مثل سانچ کو نہیں ہے آنچ	پاک اگر ہے تو کیوں ڈرے سچا	"
بخدا اس کی ہے قسم جھوٹی	ہاتھ مصحف پہ گر دھرے سچا	"
آگ جلتی ہوئی اگر ہووے	ہو ورے تو کبھی پرے سچا	"
وہ صادق ہیں نہ بولیں بھول کر بھی جھوٹ جوگا	انہیں ہر وقت ہیں پاس اپنے ہو قول موکد کا	ہوش

راضی برضا

یا مختار ہے جو چاہے کرے ہم نے امیر	گردن عجز تہ تیغ قضا رکھی ہے	امیر
ہم نے اکثر سنا ہے اہل رضا کو کہتے	اپنی وہی ہے خواہش جو ہے خدا کی خواہش	اثر
کہو کرے گا حفاظت مری خدا میرا	رہوں جو حق پہ مخالف کریگا کیا میرا	اکبر
خدا کے در سے اگر میں نہیں ہوں بیگانہ	تو ذرہ ذرۂ عالم ہے آشنا میرا	"
جنت دے یا کہ دوزخ کچھ غم نہیں کہ مولا	راضی تری رضا میں خوش ہیں تری خوشی میں	"
منزل مقصود کا جادہ ہے تسلیم و رضا	ڈگمگایا پانوں رستہ میں تو پھر منزل کہاں	آثم
تم پھینکدو جہاں وہی باغ بہشت ہے	خواہاں نہیں ہے بندہ تمہارے نعیم کا	انجم
چاہے جنت میں بھرے چاہے کہ دوزخ میں حضور	ہم بہرحال ہیں دم آپ کا بھرنیوالے	"

جس احوال سے تو رضامند ہے
وہی خوب ہے جو ہے تجھ کو پسند

تقاضا مرا سخت معیوب ہے
چند در چند اپنا یہ افسانہ ہے اے دوست تو

رنج والم میں عمر بھر کی قسمت کا شکوہ نہ کیا
بحر ماں باپ سے افزوں ہے عنایت اُس کی

چاہیئے راضی رہوں اس کی رضا پر ہر طرح
راضی برضا ہے اے دل

انسان کا مزاج اگر ہے رضا پسند
جیسی سکی ہے خوشی اسیں خوشی اسکی ہیں

بحر شاکر رہو مقدر پر
جو ملا خوان کرم سے اُسے بہتر سمجھا

نوکر چاہے عطا و مہر اور جور و ستم چاہے
دنیا کے نیک و بد سے کچھ تاباں نہیں ہے مجھ کو غم

حاضر ہوں سب طرح سے جو کچھ ہو رضائے دوست
تن بتقدیر ہوں راضی برضا ہوں خوش ہوں

وہ شکوہ کرے کس طرح خلق کا
بال و پر سب نوچ جائیں اور قفس میں بند ہوں

توفیق ہو رہیگا جو ہونا ہے کیا اگر
تو بخشے نہ بخشے ہے مختار و مالک

سر موسے جھکا جب دشت ایمن میں ندا آئی
بندے ہیں تری رضا میں راضی

جس میں ہو تیری رضا ہے وہی منظور مجھے
نہ خوشی اچھی ہے اے دل نہ ملال اچھا ہے

جرم بخشے یا سزا دے ہے تجھی کو اختیار
انسان اس کی راہ میں ثابت قدم رہے

جہاں میں آبرو۔ ایمان۔ یا رزق مقدر ہو
بھلی ہے غیر کے الطاف سے جفائے حبیب

ہر حکم پر ہوں راضی ہر حال میں رہیں خوش
میں بچا تیر حوادث سے نشانہ بنکر

لطف ہو تیری طرف سے یا عتاب
جفا و جور کیا یا وفا ہوا سو ہوا

بھلا ہوا سو ہوا یا بُرا ہوا سو ہوا

شعر	شاعر
اگر زہر بھی ہو تو گلقند ہے	اسمٰعیل
ہو آسودگی ظلم ٹھہرا یا گزند	″
جو مرضی ہے تیری وہی خوب ہے	″
پوچھو نہ پوچھو کیا ہوا جو کچھ ہوا اچھا ہوا	″
دن کاٹے آشفتہ سری میں کچھ نہ غم ایام کیا	بحر
خلد سمجھوں جو مجھے دے مرا یزداں دوزخ	″
درد و غم کیا موت اگر دے کہوں کا ہے	″
اپنا تو نہ غیر کا گلہ کر	″
پھر غم نہیں جہان میں اسکو سوائے عیش	″
مرضیٔ حق پر رضامندیٔ بشر کیونکر نہ ہو	″
کس و ناکس سے التجا نہ کرو	″
آگیا زہر بھی حصہ میں تو شکر سمجھا	″
کیسے ہے دم زنی کی تاب ہو تیری رضا ہو کر	بختاور
گریوں ہوا تو کیا ہوا اور روں ہوا تو کیا ہوا	تاباں
دل بھی فدائے دوست ہے جاں بھی فدائے دوست	تجلی
وہ جو چاہے سو کرے اس پہ فدا ہوں خوش ہوں	تراب
جو تقدیر پہ حق کی خورسند ہے	″
تھا یونہی قسمت میں اپنی کیا گلہ صیاد سے	توفیق
آمادہ ستم فلک کینہ باز ہے	″
گناہوں کی میری ہے کثرت زیادہ	تحقیق
گزر میدان تسلیم و رضا میں سخت مشکل ہے	ثاقب
کن سے کیا کام ہے ممکن کیا	″
بیم و اُمید نہیں نفع و ضرر سے مجھکو	جنون
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے	جلیل
تو مرا غفار ہیں تیرے گنہگار نہیں ہوں	جلالی
گردن وہی ہے امر رضا میں جو خم رہے	چکبست
رضامندی سے اس کی جو طلب کی ہے بہتر ہیں	حیرت
وہی رضا ہے ہماری جو ہے رضائے حبیب	حسرت
کچھ ہے اگر تو یہ ہے دنیا میں شادمانی	حالی
آڑے آئی مرے تسلیم۔ سپر کی صورت	″
ہم کو ہے سب شہد و شکر سے لذیذ	
ہوں میں تو راضی جو اسکی رضا ہوا سو ہوا	خاموش
طرف سے یار کے جو کچھ ہوا ہوا سو ہوا	

راضی برضا

شعر	شاعر
عاشقوں کو خوف جنت ہے نہ دوزخ کی خوشی	خاموش
ہر حال تیری رضا ... حاجت نہیں	خوشدل
شاکر تقدیر کو تدبیر کی حاجت نہیں	
الٰہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضی الٰہی ہو	درد
لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے	ذوق
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے	
وہ کام ... ہو وہ نہ ہو	سودا

ریختگاں

راضی برضا

شعر	شاعر
مطلب ہے ہم کو عیش سے کیا غم سے کیا غرض تیری خوشی سے کام ہے عالم سے کیا غرض	فروغ
مطلب فقط ہے اس کی خوشی سے ہمیں فروغ کیا کام خلد سے ہے جہنم سے کیا غرض	"
چاہے ہمیں بنا کے بگاڑے راضی ہیں ہم اسی میں جو ہے رضا جاناں	قربان
ہے مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ تیرا چارہ ہی نہیں عیش میں توشاد عشرت ہر رنج میں ناشاد و غمگین	قدر
واقف نہیں ہم کہ کیا ہے بہتر جز اسکے کہ تری رضا ہے بہتر	قائم
شادی و عیش دیا رنج و عنا دیتا ہے لے تو دل کھول کے جو تجھکو خدا دیتا ہے	"
ساغر صاف و دُرد جہاں میں جو کچھ تجھکو ساقی دے سو واہ واہ ہے	"
غم بُرا ہے نہ عیش و نشاط اچھا ہے سبھی ساوی ہے یہاں یہ فقیر کا گھر ہے	"
دیتا ہے وہی طبیب حاذق بیمار کو جو دوا ہے بہتر	"
کس سے کہوں حال بد کہ وہ آپ کچھ مجھ سے بھی جانتا ہے بہتر	تسلیم

لب تشنگان جام تسلیم ہم ہیں ساقی
جتنے ہیں کام تیرے سونپ خدا کو اے سوز
ستم کو اس کے مجبو ستم نہ کہئے کبھی
بے فائدہ ہے فکر حصولِ مرام کی
مد نظر ہے مجھ کو تو ہر دم تری خوشی
جو رضا پر نہ ہو اوس کی راضی ہو
رضا ہو جو اوس کی ہمیں ہے برابر
درد و غم میں رہے خالق کی رضا پر راضی
نہیں خواہاں کہ حاصل مجھکو جاہ و مال و دولت ہو
سعید اللہ بس باقی ہوس ہے
مجھے آباد کر برباد کر دونوں طرح خوش ہوں
دوزخ میں اسے ڈال یا جنت میں جگہ دے
رہو خموش نہ تدبیر کچھ کرو اے سرور
تسلیم سے وفاق رضا سے ہے اتفاق
کب وہ ہوتا ہے جو بندہ کی رضا میں آیا
اختیار اس کا ہی چاہے سو کرے وہ اے شہید
کم و زیادِ فلک سے نہ ہو تو چیں بجبیں
برنگ سرو گزری اس چمن میں ایک حالت پر
ہوا کہ ذرا تو رمز حقیقت سے آشنا
نیرنگیاں وہ کہاں ہیں فلک نے بہت دے
انسان کو لازم ہے کہ راضی برضا ہو
وہ جو ریا ستم کرے یا رحم یا کرم
یار مختار ہے جو چاہے کرے
جو خوشی اس نے دکھائی دیکھ لی
راضی ہیں عتاب و کرم دوست پہ عاشق
جو تم عاشق رضینا با رضا ہو
جو ہو ترک رہ تسلیم و رضا سے محفوظ
نہیں ہے کوئی دلا راز قضا سے واقف
شکوہ بخت ہے بیجا کرو تسلیم کی خو
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
ناکامیوں کا تجھ کو مناسب نہیں گلہ
ہے رضا معبود کی منظور اگر
اے بے نیاز بخشدے یا دے سزا مجھے

شعر	شاعر
یا بادہ یا ہلاہل جو ہو سو واہ واہ ہے	سودا
تری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے	سوز
بغیر شفقت و لطف و کرم نہ کہئے کبھی	"
کچھ ہو رہے گا گردش لیل و نہار میں	سخن
مر جاؤں میں بلا سے مجھے اس کا غم نہیں	"
ہائے وہ بندۂ خدا ہی نہیں	"
کہ دوزخ میں ہم جائیں یا ہوں بہشتی	"
خلق کو دیکھ کے خوش ہم کو نہ حسرت آئی	سعید
جو ہو عفو جرائم ہو رضامندی عنایت ہو	"
خدا خوش ہو یہی نعمت بڑی ہے	"
میں سچے دل سے قائل ہوں خدایا تیری خدائی کا	سفیر
تو خالق عالم پہ گنہگار رہے تیرا	سرور
طریقہ ہے یہی تقدیر آزمائی کا	"
نے چرخ کا گلہ نہ گلہ ہے نصیب کا	شیفتہ
وہی ہوتا ہے جو مولا کی رضا نے چاہا	شہید
کیا بھلا میں اور کیا مقدور مجھ مجبور کا	"
ہلال وار تو کر شکر جبہہ سائی کا	"
نہ شادی ہمکو شادی کی نہ غم تا زیست تھا غم کا	"
اے بیوقوف شکوہ بیگانہ کیا ضرور	"
عاشق نے کب جواب رضینا دیا نہیں	عاشق
بندہ وہ ہے جو تابع مرضی خدا ہو	"
راضی ہیں ہم اسی میں کہ جو ہو رضائے دوست	"
رنج بیہودہ ولا کیا حاصل	"
جو مصیبت پیش آئی دیکھ لی	"
ہر حال میں لازم ہمیں شکرانہ ہے اس کا	"
خوشی پر ناز غم کا غم نہ کرنا	"
سر بھی جائے تو رہے لغزش پا سے محفوظ	"
تو ہوا اس واسطے تسلیم و رضا سے واقف	"
جو کہ پیشانی میں مسطور ہوا خوب ہوا	"
بے نیازی تری عادت ہی سہی	غال
راضی رضائے حق تعالیٰ پہ رہ ولا	ف
چھوڑ مت دامن کبھی تسلیم کا	فیص
مالک ہے تو ہی میرے سپید و سیاہ کا	فو

سر تسلیم خم رکھتا ہوں ہر دم	ہوں راضی اس میں جو تیری رضا ہے	میکش
تیرے بندے ہیں گنہگار ہیں کر جو چاہے	اتنا تو حشر میں کہدینگے خدا سے کچھ ہو	"
جنت میں بھیج خواہ جہنم میں ڈال دے	ہے اختیار تجھ کو سپید و سیاہ کا	"
راضی ہم اس میں ہیں کہ ہو جس میں رضا دوست	ہم کو ہے وہ پسند جو اس کو پسند ہے	منتہی
غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کا تیرے خواہاں ہوں	نہ ہیں بیزار دوزخ سے نہ ہیں مشتاق جنت کا	مومن
جو کچھ وہ ہم پہ حکم کرے سب قبول ہے	حق میں ہمارے نص ظلوم و جہول ہے	مسکین
شاکر ہیں تقدیر پر اپنی راضی اپنے نوشتہ پر	منشی حکم کار قضا کا ہم کو ہے مرغوب لکھا	"
نہ کیا شکوۂ قضا و قدر	غم کو راحت کا پیشوا سمجھے	محب
مضطر خوشی کی نہ کچھ رنج رنج کا	راضی ہوں جو مشیت پروردگار ہے	مضطر
مجھ کو جنت جو ملے شکر کرونگا تیرا	اور دوزخ میں بھی دم جا کے بھرونگا تیرا	مہر
بہشت و دوزخ ہی ہمکو یکساں اس سے ناخوش اس سے شاداں	رضا و تسلیم اپنا مسلک ہے یاں چنانچہ نہ یاں چنیں ہے	"
رزاق کو بس اس نے پہچانا ہے	بے فکر کبھی فکر رزق سے دانا ہے	"
دنداں دئے جس نے نان بھی دیگا اے مہر	جو فکر کرے وہ محض دیوانہ ہے	"
ہوگا وہی مہر جو ہے منظور خدا	پھر تم جو کرو فکر تو حاصل ہے کیا	"
سب چھوڑ کے کام اپنے رضائے حق پر	بس صبر سے بیٹھے رہو راضی برضا	"
ہیں کیا مرے کئے سے ہوتا ہے کیا	ہوتا ہے وہی جو چاہے تو رب علا	"
میں نے سب کام اپنے تجھ پر چھوڑے	مختار ہے جو چاہے سو کر تیری رضا	"
ہے فکر عبث کہ کام کیونکر ہوگا	حق چاہے گا جس طرح برابر ہوگا	"
کام اپنا خدا کے حوالہ کر اے مہر	پھر دیکھ کہ بہتر سے بھی بہتر ہوگا	"
اچھا ہوتا ہے یا برا ہوتا ہے	ہم کو پروا نہیں کہ کیا ہونا ہے	"
مسلک ہے مہر اپنا تسلیم و رضا	ہو جائے گا جو مرد خدا ہونا ہے	"
نہ ہم طوفاں سے ڈرتے ہیں نہ ہم جوروں سے ڈرتے ہیں	ہمارا دین ہے یہ تیری رضا پر صبر کرتے ہیں	"
توکل اپنا مسلک ہو رضا پر تیری شاکر ہیں	جو چاہے جور کر یا لطف ہم تو صبر کرتے ہیں	"
بے زری کا گلہ نہ کر غافل	رکھ تسلی کہ یوں مقدر تھا	میر
گر اس نے دیا غم تو اسی غم میں ہے خوش	جس طور رکھا اس نے اسی عالم میں ہی خوش	نظیر
افلاس میں ادبار میں اقبال میں خوش ہیں	پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں	"
طوفان نوح اس میں ہو یا شور حشر ہو	ہونا جو کچھ ہے ہوگا جو گزرا گزر گیا	نسیم
غم و اندوہ و حسرت یا نشاط و شادی و فرحت	وہی تسلیم ہے ہم کو تری جس میں رضا ٹھہرے	نشاط
یارب مری تسلیم کی عادت ہو جائے	دل میں مرے جا گزیں قناعت ہو جائے	واسطی
غم ہو نہ ترے غم کے سوا اور کوئی	جو رنج کہ درپیش ہو راحت ہو جائے	"
بن گیا میں ہمہ تن شیوۂ عجز و تسلیم	مجھ کو اندیشۂ بے مہری جاناں نہ رہا	وحشت

رزق

رزق

مل رہیگا رزق تقدیری ہمیں کچھ بہانہ کچھ سبب ہو جائے گا	امیر
رزق کی تنگی نہ ہو کیونکر پئے اہل زمین ایک خوشہ ہے فقط خرمن افلاک میں	"
تلاش رزق میں انساں کیوں سرگشتہ ہیں اتنے عنایت رزق کرتا ہے خدا گھر بیٹھے کو گھر میں	"
ہوں حق ناقہم رہیں فکر معیشت میں خراب روز دیتا ہے خدا رزق معین مجھ کو	"
تنگی ہوں کس لئے رزق کا میں ار خرمن سے دانہ مور کے حق میں زیادہ ہے	"
روزی کی جو تنگی ہے امیران سخن کو خود رزق کا ضامن تو وہ رزاق ہوا	"
برابر رزق عالم کا ہے اس کے خوان نعمت پر نہیں لقمہ اٹھانے میں کمی بیشی انامل کی	"
رزاق ہے وہ سب کا دیتا ہے سب کو روزی کیونکر نہ رزق سب کا تا وقت شام پہنچے	

نہیں رکھتی

رزق

برنگ آسیا گھر بیٹھے روزی مجھ کو ملتی ہے
خدا پھر دیتا ہے منہ دانۂ رزق معین سے — احسن
ہر رنگ میں پاتے ہیں بندے خدا کے روزی
ہے پیٹ تو پھر کیا ہے [illegible] ہے تو پھر کیا — رہبر
رزق مقسوم ہے ملے گا اُسے [illegible]
کوئی دنیا میں مال و دولت بہی — "
روزی مل جائے [illegible] شوکت بہی
راحت ہو نصیب [illegible] اگر آ گیا — "
خود بخود خرمن سے [illegible] دانہ ہوا
جو مقدر [illegible] ہوا
کیا رحمت [illegible] رزق مقدر [illegible] ہوا
اسیر بھی [illegible] رزق مقدر نصیب
انسان رزق [illegible] ہے
کس علم میں [illegible] کمال [illegible]
بکر روزی وہ بلا ہے [illegible] پریشان [illegible]
تقسیم [illegible] روزی کے واسطے
کیا کیا [illegible] آدم [illegible] نان ہے
سچ یہ کہتے ہیں [illegible] آسمان [illegible]
رزق بالا [illegible] آفتاب [illegible]
کیوں ہو [illegible] رزق ملتا

نہیں رکھتی ہے یہ فکر معیشت کس کو گردش میں — احسن
بیزباں بھی فکر روزی سے یہاں فارغ نہیں
مثل طفلی کے جوانی میں بھی بھوکے نہ رہے
طفل بیخبری سے کرتا ہی تلاش جوئے شیر — رہبر
آسیا وار مجھے رزق بھی دیتا جو فلک
عدم سے آکے دنیا میں بجا فکر معیشت ہے
پانی کا جانور ہو کہ کیڑا ہو سنگ کا — "
اندیشہ مجھ کو سختیٔ ایام سے نہیں
ہے محروم کیونکر نعمت رزاق سے انساں
پرورش کرنا فقط رزاق عالم کا ہے کام — "
رزق ہر روز نئے ہاتھ سے ہاتھ ہی نصیب
رزق گردش سے کہیں ہوتا ہے دنیا میں حصول
بند کرلے دہن حرص صدف کی صورت
زبردستوں سے رزق افزوں یا ہی زیردستوں کو — انجم
تلاش رزق سے توام ہے عالم میں گرفتاری
نگاہ غور سے دیکھو تو اوس کی شان رزاقی
وہ آسیا کی طرح رزق بھی مجھے دیگا — انور
آسیا کی طرح سے نالاں ہو چکر کمہار
داغ کھایا کبھی لالہ سے کبھی پھول سے زخم
گھر میں بیٹھے یا پھرے در در اسیر — بحر
رزق تقدیر اڑ کے پہنچے گا
سوائے رزق مقدر نہ ہوگا کچھ حاصل
ملتی ہے کیڑے کو روزی سنگ میں — "
قحط روزی کا زمانہ میں ہے سارا رونا
اسیر اندیشۂ روزی جو رکھتے ہیں وہ ناداں ہیں
خلاف وقت ملیگا نہ رزق تقدیری — "
بانٹتا ہے رزق سب کو رات دن دست کریم
مزرع سبز فلک سے کیا توقع رزق کی
کس سے مانگے کس کے آگے ہاتھ پھیلائے فقیر — "
دام تدبیر میں ہے دانۂ رزق
بے تردد کہاں ملی روزی
ذرہ ذرہ ہے رزق کا بندہ
شکر خورے کو ملتی ہے شکر مشہور صادق ہے

کہ سنگ آسیا بھی ہے سدا محتاج دانہ کا — اسیر
ہے برائے شیر رونا کودک بے شیر کا — "
شیر مادر کی طرح رزق مقدر اترا — "
ورنہ ہر انگشت میں عالم ہے جوئے شیر کا — "
پہلے حسرت سے ہے میں انگشت بدنداں ہوتا — "
مسافر کو تلاش آب و ناں ہوتی ہے منزل پر — "
دیتا ہے رزق سب کو خدا تا بشام روز — "
رزاق رزق دیتا ہے کیڑے کو سنگ میں — "
ہمیشہ رزق پہونچاتا ہے وہ کیڑے کو پتھر میں — "
کیا گدا کو دیگا حاتم حوصلہ پیدا کرے — "
خانہ پروردۂ آرام سگ منزل ہے — "
ایک خوشہ بھی نہ حاصل خرمن افلاک ہے — "
آپ پہونچائیگا رزاق مجھے دانہ پانی — "
کہ مملو نعمتوں سے خوان ہے سرپوش خالی ہے — "
کبھی اس سرزمیں میں دانہ بیدام ملتا ہے — "
کہ سب کو رزق تھوڑا یا بہت تا شام ملتا ہے — "
عطا کیا ہے دہن جس نے بے سوال مجھے — "
پڑ رہے گا منہ میں گو قسمت کا دانہ دور ہے — "
لے گیا بخت جہاں رزق مقدر پایا — "
ہر طرح رزق مقدر مل گیا — "
اے حریصو ہے اضطراب عبث — "
حریص جان نہ دیں مفت دانے دانے پر — "
ہے عبث رزق مقدر کی تلاش — "
شیر دایہ جو پیا طفل نے خاموش ہوا — "
کہ ضامن ہے خدا رزق اعالی و ادانی کا — "
کریگا لاکھ کوئی اضطراب کیا ہوگا — "
دیکھو تو عالم میں گویا ہاتھ ہے کفگیر کا — "
ایک بھی دانہ نہیں ہے خرمن مہتاب میں — "
رزق بے منت کے لائق آسیا تھی میں نہ تھا — اشک
دست کوشش میں ہے خزانۂ رزق — آزاد
بحث مقسوم ہے فسانۂ رزق — "
ہے یہ دنیا طلسم خانۂ رزق — "
ملا ہے ہنس کو گوہر بھٹکتا پھرتا کوا ہے — اصغر

رزق ملتا ہے جنیں کو شکم مادر میں
آدمی پتھر کے کیڑے سے توکل سیکھ لے
بیجا ہے سعی۔ رزق ہمارا جو ہے سو ہے
فریب رزق میں دانہ بھی ہو تو منہ کی کھاتا ہے
فکر روزی میں یہ ناقدری ہے عالی ظرف کی
گردش میں میرا رزق بھی ہے میری طرح بحر
یہاں وسیلۂ روزی فقط ہے یاد خدا
رزق دینا ہو تو گھر بیٹھے ہی دے اے رزاق
میں پس گیا نگاہ حقارت سے بہر رزق
عدم سے جانب ہستی جو میں روانہ ہوا
کیا ہلاک مجھے میری فکر روزی نے
کوڑی کوڑی پہ رہا دانت تلاش زر میں
رزق پہونچائیگا رزاق کہیں اب بیٹھ رہیں
جز خدا کوئی نہیں اس بزم میں روزی رساں
صاحب ہنر کو آج کوئی پوچھتا نہیں
حیلہ جہاں میں کچھ پئے روزی ضرور ہے
خدا ہی جانے بحر احباب کی کیونکر گذرتی ہے
چوم کے پائے آسیا ڈھونڈھ وسیلہ رزق کا
گردش میں رزق کے لئے ہیں مثل آسیا
گردش میں کس طرح نہ رہوں قوت کے لئے
اپنے رزاق کی جو رزاقی کا آیا مجھ کو دھیان
بھرتا ہے خاک رزق سے رزاق دہان گور
رزق کی فکر عبث عالم ہستی میں ہی برق
معین ہے ہمارا رزق ازل سے
منعم تو مالدار سہی تجھ سے کیا غرض
رزق بے کوشش نہیں ملتا کسی کو دہر میں
کوشش سے بدلے صورت روزی محال ہے
عنقا ہے رزق بیٹھوں تجمل جو تم کہو
رزاق رزق وقت پہ پہونچائیگا ضرور
ہوگئی توفیق اک آفت مصیبت رزق کی
تنگئ رزق کا توفیق نہ پوچھو عالم
فکر روزی کی نہ کر ہرگز تراب
خدا رزاق ہے کیوں دربدر پھرے پئے دنیا

مطمئن روز کی قسمت سے بشر ہو کہ نہ ہو — بحر
کیوں کسی سے ملتجی ہو جب خدا رزاق ہو
جو بھر گھٹے نہیں کبھی تل بھر بڑھے نہیں
کہ باغ سبز ہے ہر آدمی کو کھیت گیہوں کا
سب کی نظروں میں جو چینی تھا سفالی ہوگیا
آیا یہاں وہاں سے جہاں سے وہاں گیا
کہ بیچارہ کو کوئی ہنر نہیں آتا
کہ گوارہ نہیں دریوزہ گری کا ٹکڑا
پتلی کا خال دانہ مجھے آسیا ہوا
تگرگ وار مرے ساتھ آب و دانہ ہوا
برنگ ژالہ عدو میرا آب و دانہ ہوا
ہڈیاں ہم نے چبائیں سگ دنیا ہو کر
باندھ کر صورت دست آس شکم پر پتھر
سمجھے اپنے آنسوؤں کو اپنا آب و دانہ شمع
یارب تلاش رزق کرے بے ہنر کہاں
عطار کی دوکاں ہے خزانہ طبیب کا
کلید عقل گم ہے خانۂ روزی مقفل ہے
شکوہ زباں پر نہ لا گردش روزگار کا
بیٹھا ہے کون گھر میں زمانہ سفر کا ہے
دانہ مرے نصیب کا ہے آسیا کے پاس
ذرہ ذرہ سامنے آنکھوں کے دانہ ہوگیا — برق
واقف ہے اس مزہ سے لب بے زبان گور
دیگا صیاد ازل دام میں دانہ مجھ کو
ترے ممنوں نہیں اے آسماں ہم — باقی
پروردگار پالنے والا ترا مرا — پرتو
آسیا ہے سیر فاقہ کش دہن تصویر کا — تسلیم
تسلیم لاکھ طور سے تو لفظ نان پلٹ
پھر تلاش ٹھوکریں کھاؤں کہاں کہاں — تجمل
فکر غذا نہ صبح کو کر شام کے لئے
روئے ہم گردشوں میں آسیا کو دیکھکر — توفیق
کہ غم رزق بھی کھانے کو برابر نہ ملا
رزق کا ضامن تو ہے رزاق مرا — تراب
وہ روزی ہم کو دیتا ہے جوں سنگ آسیا بیٹھے

رزق

رزق کو رزاق نے قسمت میں ہی سب کی لکھا — تراب
ہاتھ آئیگا جہاں تنخواہ ہو
پیدا وہیں ہے کس کا اس کی شان رزاقی ہے — ثاقب
پائے وحشت ... حلقۂ زنجیر میں
پیدا حلقہ وہاں حلقۂ زنجیر آئے تو کھل گیا
روٹی پانی گھر سبھی کچھ آ ... توکل توڑ کر
بیٹھا خلوت میں جو زانوئے توکل
رزق گھر بیٹھے وہی دیگا بقدر احتیاج
ارض کو لکھ کے پردہ میں جس نے تل دیا
وہ دانا ہے رزاق روزی رساں — جرار
اٹھاتا ہے بھوکا سلاتا نہیں
بیکاروں کو بس سے رزق اڑ کے چلا آتا ہے
... رزاق ہر ایک ... کو — جنون
پہونچا دیتا ہے رزاق سمجھنا آپ کو مغرور کا
ہے غلط رزاق سمجھنا رزق مار و مور کا
ہوگیا جسم سلیماں رزق مار و مور کا
رزق قسمت آپ میں ہمراہ اپنے لیگیا
دی نہ کچھ تکلیف اسے جس کا کہ میں مہمان ہوا
رزاقی ہے رزاق کی جو ہمکو رزق دیتا ہے
کوئی ڈھونڈے تو عالم میں ہمسا ... نظم تو ہوگا
رزق ہر صبح وہ رزاق کریگا تسلیم
حشر تک پہونچیں نہیں ہونی ہماری موقوف

رزق دینا

رزق

جو ہیں مغرور اور سیہ بدست و پاس فانی ہیں
انہیں دیتا ہے روزی خالق جن و بشر پہلے

رزاق کا شکر کوئی کہاں تک ادا کرے
دروازہ ایک بند ہوا چار در کھلے

ہر ایک سے رزق دیتا ہے وہ ہر روز کو
ہے وہ رزاق آدم و حیوان و مار و مور کا

انسان کو جان اپنی بہت پیاری ہے لیکن
کرتے ہیں فدا جان کو بھی نان کے باعث

رزق دیتا ہے جسے جب اس کو پتا ہی نہیں
وصف تیرا کیا بیاں ہو سکے رزاق کیا یگانہ نہیں

مالک الملک کیا کہیں رزاق کیا تقدیر ہیں
آسمان کے رزق ہو کے نکلے ہیں جب تقدیر میں

ہوتا ہے کیوں رزاق ضیا ارباب دولت کی
وہ رازق رزق دینے والا ہی ممکن ہے

مقدر سے زیادہ رزق ملنا غیر ممکن ہے
ملتا ہے بے طلب ہم کو اک لقمہ لینے والا

اہل زمیں سے کس لئے ہم التجا کریں
ہے رزق آسمان پہ اپنے نصیب کا

روز ازل سے ہے مرا انسان کی روزی کا
جو دیتا ہے طفل کو کو خیال شیر میں

شفق
=
شاداں
=
=
ضیغم
ضیا
طاہر
=
عاشق

حسن میر

رزق دیتا ہے بے طلب رازق
فقر و فاقہ کی نہ سختی سے ہو مضطر انساں
رازق فلک سے بھیجتا ہے رزق خلق کا
باعث کرب و غربت، ہیں یہی دانہ و آب
اس آب و دانہ نے مجھے دَر دَر پھرا لیا
دُرِ غلطاں کی طرح عالم میں
جس طرح گردوں کو قرص مہر و مہ ملتا ہے روز
تھا جو اک پتھر میں کیڑا تھی کسے اسکی خبر
عبث فکر روزی میں غلطاں ہو حامد
رزق اپنا غیر کو دے آپ سرگرداں رہے
آدمی کو رزق کی خواہش بہت دیتی ہے رنج
کرتا ہے پرورش وہ سب کی
خدا کو بھول گئے لوگ فکر روزی میں
دیتا ہے خدا خلیل سب کو
رزق کے واسطے نہ دوڑ خلیل
شاکر قسمت کو ہے خوشدل غم روزی عبث
رزاق نے کیا تجھے پیدا جہاں میں بعد
رزق خود اڑ کے پہنچتا ہے جو تقدیر کا ہو
جنگل میں بھی پہنچتا ہے حصہ نصیب کا
کس کا سبب مسبب الاسباب اور ہے
ہمارے حصہ کا ملتا ہے ہم کو گھر بیٹھے
اس کے دینے کے ہیں ہزاروں ہاتھ
جہاں گیا مرا حصہ مجھے وہاں پہونچا
بجا ہے دیتا ہے پتھر کے کیڑے کو بھی غذا
خوان نعمت پہ ذرا دیکھ مگس کا رتبہ
نے تلاش و پیچ ہم سے اور نے دنیا کی فکر
رزق دیگا آدمی کو کیا نہ وہ روزی رساں
رزق کا ضامن خدا۔ شاہد کلام اللہ ہے
عطائے رزق سے رازق جو تو غافل نہیں رہتا
نعمتیں پا کے ترے خوان کرم سے رزاق
خدا نے رزق جو لکھا ہے جس انساں کی قسمت میں
کہاں کہاں نہیں لایا ہے آب و دانہ شفق
جو ہے رزاق عالم سب کو روزی بھیجنے والا

ہر کسی سے سوال ناں نہ رہے	جنون
رزق پتھر کے بھی کیڑے کو خدا دیتا ہے	"
ہر روز گرم چرخ کا ہوتا تنور ہے	"
آب و دانہ کے سبب سیپ سے گوہر نکلا	جوہری
پانی کہیں ملا ہے تو ناں شبیں کہیں	"
میرے ہمراہ آب و دانہ رہا	جاہ
بھیجتا ہے غیب سے میرا خدا میرے لیے	جویا
اے تری قدرت وہاں روزی رساں تو ہی تو تھا	جلالی
وہ رازق ہے جس نے کہ پیدا کیا ہے	حامد
آدمی ہمت مثال آسیا پیدا کرے	خلیل
طفل بے دایہ کی شب کٹتی ہے چلاتے ہوئے	"
لولا لنگڑا اگرا پڑا ہو	"
خیال رزق ہے رزاق کا خیال نہیں	"
ہے عرش پہ رزق آدمی کا	"
بیٹھ رہنے سے کیا نہیں ملتا	"
رزق دنیا میں بشر سے پیشتر پیدا ہوا	خوشدل
موجود پہلے رزق ترا شیر سے ہوا	رند
پردے ہیں مرے رزاق نے ہر دانے کو	"
لشکر کو روز فکر رسد کیا ضرور ہے	سحر
تشویش و فکر و کوشش دشوار کیا ضرور	"
کسی کا رزق ہو منعم کے خوان پر موقوف	"
وہی دیتا ہے کوئی کیا دے گا	"
اٹھا کے خوان کرم سر پہ آسماں پہونچا	"
یہاں ملا جو نہیں اس کو بھی وہاں پہونچا	"
ہوس رزق بھی ذلت کا سبب ہوتی ہے	"
اس کی رزاقی سے ہے دے ورنہ کس کے کام کے	
جس نے اپنے فضل سے بخشی ہے اسکو زندگی	سودا
تسپر اپنی صورتوں سے زور حاجتمند ہیں	سرور
قلق مور و مگس کو بھی نہیں بیدست و پائی کا	سوز
اپنے گھر چیونٹی بھی بیٹھی ہے سلیماں ہو کر	سفیر
اسی کو ڈھونڈھنے والے بھی گھر سے نکلے ہیں	"
ہوئے وطن سے جدا روزگار کے باعث	"
تو گھر گھر کے بھٹکنے سے تو بہتر ہی مکاں اپنا	شفق

ہر چیز کا ہے رزق معین جہان میں
تو ہر اک اسفل و اعلیٰ کا ہے رزاق کریم
آسیا کہتی ہے ہر بار بآواز بلند
تلاش رزق مت کر پائے بند کنج عزلت ہو
غیب سے رزاق مطلق سب کو پہنچاتا ہی رزق
میرے رزاق نے بھوکا نہ کسی جا رکھا
محض بیجا ہے فدا فکر معاش
ہرگز نہیں ہی مجھ کو تردد معاش کا
کیا تردد ہے جو حارج ہے عدو روزی کا
جال سے رزق جو ہاتھ آئے بھی جنجال ہی وہ
رزاق عطا کرتا ہے گمنام کو بھی رزق
دشمن کو بھی تو قسمت روزی میں نہ بھولا
کہاں کہیں لیجاتا ہے آب و دانہ
رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے غیر حساب
تلاش رزق میں اتنا تردد
پہونچائیگا مجھے کسی صورت سے رزق وہ
قسمت کا کیا گلہ ہے کہ رزاق جن و انس
فکر روزی میں پھوڑتے ہیں سر
تلاش رزق نہ بھٹکائے آدمی کو اگر
انسان کو ہے رزق فقیرانہ سے قیام
مصحفی اوقات کا اپنی تو ہرگز غم نہ کھا
پتھر کے کیڑے کو بھی دیتا ہے رزق رازق
اپنے بندے سے بے خبر نہیں وہ
با ایں ہمہ وسعت بھی ہے کیا خوان فلک تنگ
بھولا تلاش رزق میں رازق کی بھی یاد
وہ رازق ہے رزق بے شبہ دیگا
بندوں کو فکر رزق مرتب نہ چاہیے
ہم نے تو کی نہ ایک دن بھی تلاش
ایک در بند ہو تو سیکڑوں کھل جاتے ہیں
ور رزق اڑ کے آتا ہے ٹلتی نہیں اجل
دمنہ میں رزق اڑ کے پہنچتا ہے صبحدم
ہرناں در در پھرایا حیف ہے
ہی ہے بطن مادر میں ہمارا پالنے والا

ہوتا ہے ایک دن تن انساں غذائے مور	عاشق
استخواں سگ کو پہنچتا ہے ہما سے پہلے	عرش
رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کے	"
قفس میں آپ سے طائر کو ملتا آب و دانہ ہے	"
فکر کوشش ہی عبث ملتا ہے سب تقدیر سے	عاجز
روز نعمت سے بھرا خوان کرم ساتھ رہا	فیض
رزاق اپنا ہے ایزد منعام	فدا
پروردگار رزق کا میرے کفیل ہے	"
چھین سکتا ہے کوئی باؤلے روٹی تیری	"
جانور ہے کرے دانہ جو تہ دام پسند	قدر
روزی وہی پہونچاتا ہے عنقا کو ہوا پر	"
فرعون نہ ہامان نہ شداد فراموش	"
یہ دونوں فرشتے کہاں کھینچتے ہیں	"
بس تری ذات کا رہتا ہے سہارا ہم کو	"
ارے جو گھر میں ہے باہر وہی ہے	"
رزاق نام ہے مرے پروردگار کا	قطب
اے ناسپاس راز ازل خود قسیم تھا	لاعلم
ٹکڑے کھاتے ہیں چھوٹی قسمت کے	منیر
مزے سے زیست گذر جائے ایسی راہ ملے	"
معجون آب و گل نہ جو عمر بھر رہے	"
جس طرح گزری ہی باقی بھی بسر ہو جائیگی	مصحفی
ہوتا ہے سبز پتا اک اُس کے بھی دہن میں	"
بطن مادر میں بھی خبر لی ہے	مہر
آسودہ نہ اس کا کوئی مہماں نظر آیا	"
تہمت شکم پرست ہے کیونکر خدا پرست	"
کھلائے گا وہ جس کا تو مہمان ہے	"
کھلتے ہیں در ہزار جو بند ایک در ہوا	مذہب
روزی روز عمر بھر پہونچی	محب
لاکھوں حیلے ہیں یہاں رزق کے پہونچانے کے	"
حیلے ہیں رزق کے تو بہانے قضا کے ہیں	"
نقصان کیا اگر نہ ہوئے آسیا کے ہاتھ	منتہی
مجھ کو صانع نے سنگ دنیا کیا	"
تو ہی حامی ہے اور رزاق مرغ آشیانی کا	"

رزق

جس نے جان دی ہے نان دیگا دیا ہے جس نے سر ساماں دیگا	منشی
دیا ہے جس نے وہ نے پایا ہے شفقت شفقت سے وہ ہر عنوان دے گا	"
ہر صورت یہ تردد و تشویش ہے عبث یہ وقت پر جو ہے مقسوم	نیر
پہنچے گا رزق پہنچے گا میں ہوا قائل نصیب سبزہ و شبنم کا آب و دانہ ہوا	ناسخ
دریا کیا غرض نے رزاق مطلق اور ہے	موحد
ایک سو چلے میں ہیچ حیلہ جو ہے کیا غرض منہ ہے تو کیا فکر روزی موتی رسا دیتا	بیکس
منہ کھولے صدف کو ابر نیساں دیگا دیکھیے منہ کھولے ہے گھر بیٹھا بیاں کافی	"
وہ رزق دیتا ہے گھر بیٹھے کوئی شام نہیں خیال صبح نہیں مجھ کو فکر شام نہیں	"
جس نے دیا ہے صبح کو شب بھی دیگا وہ نادان فکر کرتے ہیں جو شام کے لئے	ماہ
قسمت کا لکھا سمجھے رہے منہ کا نوالا تاکہ ہے بس رزق مقدر پہ بشر روز بندہ کو اپنے نصیب پہ دیتا ہے جب وہ درگاہ کبریا میں مانگے کوئی دعا کیا	فاضل

فی السماء رزقکم

فی السماء رزقکم آیا ہے جب قرآن میں
خوار رکھتی ہے تلاش رزق بیں اپنی تمیز
پیشتر سر سے یہاں ہوتے ہیں ساماں پیدا
رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہے تولد بعد غسل
بلیگار رزق تقدیری کروں تدبیر کیا ناسخ
بہر روزی ہے عبث گردش جوان و پیر کی
رزق کھا کر غیر کی قسمت کا زنبور عسل
کس کی بیتا نہیں خبر رزاق
قرص خور کو دیکھ کر تسکین رکھ اے مہمان صبح
جبتک رہا جہاں میں رہی رزق کی تلاش
جہد اے پیر و جواں چاہئے تم کو پئے رزق
پایا کبھی نہ رزق مقدر سے بھی سوا
جو رزق مقدر ہے پہنچتا ہے وہ سب کو
منہ جس نے دیا وہ رزق دے گا
قسمت کا جو لکھا ہے وہ گھر بیٹھے آئیگا
بشر رہتے ہیں سرگرداں پئے رزق
مثل انار رزق کی کرتا ہی ناداں بھی تلاش
پہلے منہ کھلنے سے پہونچاتا ہے رزق

کیوں ہو پھر فکر معیشت ہم کو اے پروردگار
ورنہ ہر انگشت ہی پستاں ہی طفل شیر کو
کھانے کے وقت سے پہلے ہوئے دنداں پیدا
پہلے بھرتا ہے خدا پستان مادر شیر سے
وہ ہے ہرزہ ارادہ جو کرے تحقیل حاصل کا
کس نے طفلی میں بھلا تدبیر کی تھی شیر کی
تو نے دیکھا حلق تک جا کر غذا الٹی پھری
آدمی ناصبور ہوتا ہے
تا و ہاں شام پہونچاتا ہے رزاق نان صبح
گردش میں رات دن صفت آسیا رہا
طفل بھی شیر نہ بے رو ہوئے پائیگا
ثابت ہوا یہ ہم کو کہ بیکار کی تلاش
ممنوں ہے جہاں صاحب احساں نہیں ظاہر
گویا یہ دہان آسیا ہے
چکی کی طرح دے تو کوئی فکر دانہ چھوڑ
ملے ہیں ان کو کیا بخت آسیا کے
طفل انگوٹھا منہ میں لے جب شیر مادر خشک ہو
وہ مرا مولا بڑا رزاق ہے

مضطر — مسکین — ناسخ — " — " — نظم — نیم — واصلی — " — " — " — وزیر — وقار — وہبی — ہوش — یکتا

رنج و غم

کثرت اندوہ غم میں سچ ہی کٹ جاتی ہے عمر
تھوڑی بلا بہت ہی کم حوصلہ کے حق میں
غم یہاں کا وہاں ہے عیش اسیر
جو ہوا شاہ مصیبت میں گرفتار ہوا
اماں چاہے اگر غم سے حواس اپنے پریشاں کر
مدت سے زندگی کا مزہ غم نے کھو دیا
غم سے چالیس برس حضرت آدم روئے
چار اخلاط ہیں اندوہ و غم و رنج و الم
خوشی ہوئی جو کبھی سامنا ہوا غم کا
غم ہے اس بحر میں کیا بے سر و سامانی کا
کر دیا جوش الم نے مجھے نزدیک فنا

پیچ ہو جس میں وہ رشتہ مختصر کیونکر نہ ہو
گربہ ہے شیر شرزہ کنجشک کی نظر میں
غم کریں وہ جو غم نہیں رکھتے
سایۂ بال ہما آفت بالائی ہے
کہ دہشت برق کی ہے جبتلک خرمن فراہم ہے
یہ کچھ صبر رہ گیا تھا سو اب ہم نے کھو دیا
سچ تو ہے چاک نہ ہو سینۂ گندم کیونکر
خون بلغم ہے مرے تن میں نہ صفرا سودا
شکست رنگ نے چہرہ مرا بحال کیا
ناخدا خود ہے خدا کشتیٔ طوفانی کا
زندگی مثل حباب ایک نفس باقی ہے

اسیر — " — " — " — " — " — " — " — " — " — "

رنج و غم

روز مولود سے ساتھ اپنے ہوا غم پیدا
لالہ ساں داغ اٹھانے کو ہوئے ہم پیدا
آتش ہیں رنج سارے اس زندگی کے ساتھ
مردہ کو کیا خبر کہ مدفن کے بوجھ سے
حالت غم کو نہ بھولا چاہیے شادی میں بھی
خندۂ گل دیکھ کر یاد آتا ہے اشک شبنم مجھے
رنج یاراں جو نکوہ ہے آتش نہیں راحت وہاں
لے خوشی حال جو دنیا سے خفا جاتے ہیں
روز ازل سے ہیں پیہ کی طرح سے ہمراہ
رنج و اندوہ و ملال اپنے ہمزاد ہیں سب
طلب آرام کی بیجا ہے گرفتاری میں
کب بھلا خانۂ زنجیر میں چھپ بیٹھی ہے
زیر زمیں بھی چین کی صورت نہیں کوئی
آسودگان خاک کی مٹی خراب ہے
شادی بے محل سے بھی ہوتا ہے دل کو رنج
طفل جمعہ کو ہوتا ہے عید کا
زندہ وہ کھینچے منزل کے شوق میں
سختی راہ میں ایذا اٹھائے عزیز
آرام کی تلاش میں ہوں کس طرح
رنج و غم و ملال نہ ہوں کس طرح عزیز
دکھ درد میں شریک اسیر محن کے ہیں
ثبات رنگ و بیم

" — آتش — " — " — " — " — " — " — " — " — اسیر

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل	مصیبت میری کیا جانیں ٹہلتے ہیں جو ساحل پر	افسر
دل آفت زدہ اپنا نہ ایذا سے ہوا خالی	نیا پیدا ہوا ناسور گر زخم کہن بگڑا	امانت
خدا ہے دل جو بچے حادثوں کے جھونکے سے	کہاں تمک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ	امیر
درد میں دکھ میں مصیبت میں کٹی ساری عمر	چار دن بھی کبھی دنیا میں میں اچھا نہ رہا	انور
بجا ہے گر رہے دل پر ہجوم آٹھوں پہر غم کا	ہوا ہے بارش غم سے خمیر خاک آدم کا	"
میرے حصہ میں کہاں سے آگئی گرد ملال	چار دن میں جامۂ ہستی کو میلا کر دیا	اشک
جب سے تن میں روح آئی مبتلائے غم رہے	چار دیوار عناصر خانۂ منحوس ہے	بحسرہ
گرد کلفت سے ہوں یہ آلودہ	خاک اڑتی ہے چار سو دل میں	"
رنج وہ راحت ہی فی الواقع ہونا مطبوع ہی	بیشتر روتے ہیں بچے ماؤں کی آغوش میں	"
اک نہ اک رنج مجھ کو رہتا ہے	درد سر ہے اگر بخار نہیں	"
کیونکر نہ زرد ہو گل خرسند باغ میں	پھر پھر کے دیکھتا ہے کہ غم ہے قفائے عیش	"
ہمزاد ہے غم اپنا شاداں کسے کہتے ہیں	واقف نہیں عشرت کا ساماں کسے کہتے ہیں	"
خوش ہوا میں جو طبیعت کو کبھی غم گذرا	صدمۂ چرخ کو رقاص کی ٹھوکر سمجھا	"
رنج پہنچا جو مصیبت میں تو راحت سمجھے	دکھ اٹھایا کئے دل اس سے اٹھایا نہ گیا	"
شکر کر اے بحر غم کھانے کا مطلق غم نہ کھا	رزق بے منت کا دنیا میں سہارا ہو گیا	"
سامان عیش تاکے آخر کو دور غم ہے	نظروں میں ساغر مے آخر بر آب ہو گا	"
رنج ہوتا ہے اگر دل کو تو روتا ہے بشر	آنکھ سے بہتا ہے پانی قلب کے ناسور کا	"
انجام کار کیا ہے ہنسی میں سوائے رنج	ممکن نہیں کہ خوش طبعی میں نہ آئے رنج	"
جی خوش نہ ہو محفل عشرت ہے جائے رنج	آتی ہے شادیانے سے مجھ کو صدائے رنج	"
ہم اپنے ہاتھوں آپ ہیں ہوئے مبتلائے رنج	چٹکائیں انگلیاں بھی تو آئے صدائے رنج	"
یہ چاہیے کہ رکھیں قدم پھونک پھونک کے	چیونٹی بھی اپنے پاؤں کے نیچے نہ پائے رنج	"
جو کچھ کہ شر بشر سے ہو پیدا عجب نہیں	اجماع چار عنصر و کا ہی بنائے رنج	"
اکتا کے یہ خدا سے دعا مانگتا ہوں میں	کبتک میں کھاؤں رنج بس اب مجھکو کھائے رنج	"
دامن چھٹا نہ پنجۂ غم سے تمام عمر	پہنا کفن گلے سے جو اتری قبائے رنج	"
مر مر گئے جہان میں جینے کے واسطے	راحت کے ڈھونڈھنے میں بہت ہم نے پائے رنج	"
مثل الف پڑو نہ ہلاکت میں بہر عیش	یہ حرف لکھ رکھو سر راحت ہے رائے رنج	"
دار غنا میں ہم کو کسی سے گلہ نہیں	یہ سینہ بھر داغ ہے یہ دل برائے رنج	"
صورت بشر کی خود کہے دیتی ہی حال دل	ہر چند منہ پہ لائے نہ وہ ماجرائے رنج	"
بیگاریوں کی شکل بسر کی جہان میں	پشتارے باندھ باندھ کے ہم نے اٹھائے رنج	بحر
ذرات کی طرح ہی عناصر کو انتشار	ہے میری مشت خاک کو آندھی بلائے رنج	"
غم کی اٹھی وہ گھٹا ہو گئی دنیا اندھیر	نور بینائی اڑا آنکھ سے جگنو کی طرح	"
چمن میں غنچہ و گل ہاتھ پاؤں کیا پھیلائیں	ہر ایک وقت کھڑی رہتی ہے خزاں سر پر	باقی
اب تو سوائے رنج نہ اس غم کدہ میں ہے	وہ دن گئے خوشی سے جو میں لاابال تھا	بحتاور

رنج و غم

جل جل کے زندگانی [illegible] تمام کی

[illegible]

[illegible]

رنج و غم

رنج فراق یار بھی صدمۂ روزگار بھی
ایکدل اور اتنے غم چاہئے گھر الگ الگ
کثرت غم سے مرے دل میں جگہ باقی نہیں
ڈھونڈھتا پھرتا ہے آزار کوئی
عیش و راحت کبھی تو نہ بیکس رسوا ہو گئے
آرام کبھی تو ایسے ہمارے طالع بیدار سو گئے
آج اس کے واسطے ہے تو کل اپنے واسطے
رنج کی کوئی رات دنیا میں نہ ہو
دیکھی کبھی رنج کی کوئی بات باہر نکلی
کشتی عمر نہ گرداب سے باہر نکلا
کبھی دریائے الم کا نہ کنارا نکلا
کیوں دیئے ہیں تو نے قسمت میں ازل
رنج لاکھوں ایک جی کے واسطے
غم نہیں درجہ کیا دل میں ہجوم
جا نہیں ہے خسرو آدمی کے واسطے
رنج و اندوہ و ملال و درد و غم
صدمے ہیں یہ آدمی کے واسطے
اے لالہ کونسا تھا نے ترے تجھکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ
رنج سے کوئی گھڑی خالی نہیں
دل کو حاصل فراغ بالی نہیں

فکر

مرکر بھی چلے سوختہ قسمت تہ گردوں — داغ
پس فنا بھی عذاب فنا رہتا ہے
ابتوائے تسلیم ہیں پامال ہر خوار و ذلیل
نیمدم بھی ہم کو جینا چین سے دشوار ہے — ″
انتہائے غم سے کیا تسلیم حال دل کہیں
خوگر تکلیف کو تکلیف سے آتی ہے نیند
سخت جاں ہوں سختی ایام میں کٹتی ہے عمر — درد
شہرت روز قیامت سنکے ہوتا ہے یقیں
کیا خاک چھٹے کشمکش دہر سے مرکر
پرخون جگر گل ہے تو نالاں لب بلبل — ذاکر
غم کدہ دہر ہے اول بھی ہے آخر بھی ہے رنج
نہ پوچھ صدمے جو اے ہمسفر سفر کے ہیں — اکبر
آکے ہستی میں عدم سے طفل روتا ہے ضرور
کچھ نہ بخشا اس ہوائے دہر نے جز یاد غم
فکر معاش وحشت روز شمار ہے
ہم وہ مغموم ہیں اس درد و محن میں ایدل — امیر
کٹتا نہیں یوں رنج و مصیبت کا زمانہ
کچھ نہ آیا نظر اس باغ جہاں میں ہم کو — ″
انتہا غم کی نہ پائی ہم نے ورنہ دہر میں
ایدل کسی کو عیش کوئی عیش کے لئے
ہوگیا ہوں وقف غم اب مجھ میں باقی کیا رہا
راتدن اس کے تردد میں ہے سرگرداں شبر — ″
ہم سے جلیل فکر سخن خاک ہو سکے
پڑتا ہے جس غریب پہ رنج و محن کا بار
چین سے بیٹھے نہ اکجا کبھی ہم خانہ خراب — ″
خانۂ دل کو نہ پایا کبھی اپنے خالی
غم دنیا ہیں ہزاروں تو کروروں غم حشر
وہ دل کونسا ہے جو بے غم نہیں — داغ
ابتدا کی تو اذیت کا نہیں اندیشہ
مشفق و دوست کی حسرت ہی رہی لیکن مدام
رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ
گردش رہی مکاں میں بھی قبلہ نما کی طرح
بہت مشکل ہے چھٹنا بحر غم کا ساتھ اس دل سے

ابتک وہی وطن وہی سایہ ہے وہی دھوپ — تسلیم
زمین گور بھی پیسے گی آسماں کی طرح — ″
کیا کریں ہم اعتبار خاندانی پر گھمنڈ — ″
شاد و خرم لوگ دنیا میں ہیں کیونکر سیکڑوں — ″
زندگی کو ہم ہیں دوبھر زندگی دوبھر ہمیں — ″
خشت بالیں مجھ کو بالش ہائے پر سے کم نہیں — ″
جوہر شمشیر کی صورت دل آہن میں ہے — ″
چین سے سونے نہ دیگا شور محشر خاک میں — ″
محشر کے ابھی سیکڑوں صدمے ہیں اٹھانے — ″
کوئی چمن دہر میں دلشاد نہیں ہے — ″
آئے تھے روتے ہوئے جاتے ہیں رنجور چلے — تجمل
چبھے جو پانوں میں کانٹے وہ بال سر کے ہیں — جرار
کچھ تو ایذا ہے مسافر کو سر منزل نصیب — ″
رنج و حسرت ہی مگر آدم کی آب و گل میں ہے — جوشش
آرام ہے یہاں نہ تسلی وہاں مجھے — ″
گر خوشی چاہیں گے افلاک سے غم دیکھینگے — ″
دن عیش کے جس طرح گزر جاتے ہیں جھٹ پٹ — جرأت
ہاں جو دیکھا بھی اک داغ عزیزاں دیکھا — جوشش
کونسی شے ہے کہ جسکی حد نہیں پایاں نہیں — جویا
تو واسطے الم کے الم میرے واسطے — ″
وہ ارادہ اب کہاں وہ حوصلہ جاتا رہا — ″
برق غم سیل حوادث سی سوا رنجور ہے — ″
غم نے دل و دماغ کو بیکار کر دیا — جلیل
کرتا ہے اس کو صبر عطا آپ کردگار — چکبست
اپنا مسکن کبھی صحرا کبھی کہسار رہا — حیرت
غم رہا رنج رہا اک نہ اک آزار رہا — ″
جان واحد پہ ہیں حیرت ترے کھٹکے لاکھوں — ″
وہ آنکھیں کہاں ہیں جو پرنم نہیں — ″
ہاں وہ تکلیف ہے ہوتی ہی جو آرام کے بعد — ″
جز غم و درد ہمارا کوئی خواہاں نہ ہوا — ″
زندگی موت ہے حیات نہیں — حالی
رنج سفر وطن میں بھی تقدیر سے ہوا — خلیل
جدا ہوتا نہیں دریا کبھی آغوش ساحل سے — خیال

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہے فکر وصل صبح تو اندوہ ہجر شام	اس روز و شب کے دھندے میں میں ہو چلا	راکب
ترا دل مجھ سے نہیں ملتا مرا جی رہ نہیں سکتا	غرض ایسی مصیبت ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا	"
جو گذرے مجھ پہ مت اس سے کہو ہوا سو ہوا	بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا	"
سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو	وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے	"
کیا کیا تھے چاؤ دل میں آئے تھے جب عدم سے	کھلتے ہی آنکھ یار رو پالا پڑا ہے غم سے	"
ہوا نہ غم سے رہا جب تلک رہا جیتا	کوئی بھی مجلس دنیا میں شادماں نہ ملا	سعید
کارخانہ ہیں جہاں کے عیش بھی غم فزوں	ایک دن ہو عید تو دس دن محرم چاہیے	سخن
عشرت و آرام و راحت سے ہیں بیزار ہم	غم ہمارا دوست غم کے ہو گئے غم خوار ہم	"
شکوہ غم فراق کا بیکار ہے سخن	خالی جہاں میں رنج سے کوئی بشر نہیں	"
عذاب فانی ذلیل دستگاری ہے	نہ ہو گر لطف حق شامل ستم مجھ پر یہاں کیوں ہو	"
اے ہمتی ہیں عدم سے دل کے بہلانے کو ہم	جب کھلیں آنکھیں کھلا ہیں رنج و غم کھانے کو ہم	سراج
رنج کو نزدیک ہی اپنے نہیں آنے دیا	میں تو ایام مصیبت میں بھی خنداں ہی رہا	شفق
اس غم آباد میں ہوتا نہیں آ کر کوئی شاد	رو دیا ہے وہی دنیا میں جو انساں آیا	"
پژمردہ ہو رہا ہوں غم روزگار سے	کیا خاک شاد ہوں گل گلزار دیکھ کر	"
رنج و غم ہے مری تقدیر میں تحریر اگر	نہ مٹے گا ہوں اگر سیکڑوں تدبیر اگر	"
دنیا میں دل کسی کا کسی سے نہ پائے رنج	یارب نصیب ہو نہ کسی کو بلائے رنج	"
ہے اپنی اپنی فکر میں ہر شخص مبتلا	وہ کونسا بشر ہے جسے کوئی غم نہیں	"
تھا موسم خزاں کا جو کھٹکا ہمیں شفق	فصل بہار میں بھی نہ ہم شادماں رہے	"
اسی کو کچھ مزے آئے نشاط عیش دنیا کے	اٹھایا ہے جہاں میں جس بشر نے رنج و غم پہلے	"
نہیں ملتی ہمیں دم بھر بھی راحت رنج دنیا سے	یہی ہے زندگی تو موت بہتر ایسے جینے سے	"
ہزار رنج ہیں دنیا میں ایک جان کے لئے	خضر بھٹکتے ہیں کیوں عمر جاوداں کے لئے	"
غم سے کوئی فارغ نہ ہمیں دل نظر آیا	ہر شخص کا دل طائر بسمل نظر آیا	شائق
لازم ہمیں شکایت چرخ کہن نہیں	وہ کون ہے بشر جسے رنج و محن نہیں	"
ہو گئی عمر سب بسر اپنی	پر غم دل بسر نہیں آتا	"
گنبد گردوں کی ہر گردش میں ہے رنگت نئی	کیوں بسر ہوتے نہیں یہ اپنے ایام قلق	صابر
وابستہ اپنے دم سے ہیں دنیا کے رنج و غم	سب قافلہ ہے ایک غریب الوطن کے ساتھ	ظہیر
موجود درد و غم تو ہیں موجود اے ظفر	ہوتا کبھی نصیب بمشکل سرور ہے	ظفر
خواب تھا جو زندگی جاہ و حشم میں کٹ گئی	ورنہ ساری عمر اپنی درد و غم میں کٹ گئی	"
غم اور کا دیکھا تو ہوا غم غلط اپنا	درد دل عالم ہے مداوا مرے دل کا	عاشق
نام سرور سنتے نہیں ہم سوائے رنج	یارب چلی زمانہ میں کیسی ہوائے رنج	"
بحر فنا میں موج حوادث کا غم نہیں	راحت طلب ہوئے نہ ہوئے آشنائے رنج	"
رفع الم ہے حاصل لذات دنیوی	ہے عیش کی طلب سے جہاں میں بنائے رنج	"
کون تھا ایسا جو ہوتا پھر رفیق	مونس اپنا غم تھا سو یہ ہمدم رہا	"

رنج و غم

مجھ کو الم پسند [illegible] — عاشق

وہ [illegible] — "

جس کو دیکھا [illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — عابد

[illegible] — "

[illegible] — "

رنج و غم

جو ہے سو پائمال غم ہے میاں
چال بے ڈول ہے زمانے کی — میر

[illegible]

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں	موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں	غالب
یا الٰہی نہ رہے کوئی ہمیشہ غم میں	ہو مصیبت میں کسی کی نہ بسر روز کی روز	غریب
دس دن محرم اور ہے اک دن جہاں میں عید	کم دن خوشی کے اور بہت دن محن کے ہیں	فلک
ہر وقت سوز رنج مری جان کو موجود	پایاں نہیں دنیا میں مرے درد و محن کا	فدا
مزہ اس تلخکامی میں ہے میرے نان و حلوا کا	نہیں ہے سوز غم مجھ کو من و سلوی سے کم تیرا	″
ہرگز نہ اے فدا میں کسی کام کا رہا	ڈسمس ہوا مقدمہ مجھ داد خواہ کا	″
آسیمہ سر کچھ ایسا میں آیا جہان میں	ملک عدم میں سب مرا آرام رہ گیا	″
ہے خام فدا جو تو ہے دلگیر	کرتے نہیں پختہ کار افسوس	″
ایام زندگانی کا غصہ شریک ہے	شامل ہے رنج حال پریشان عمر میں	″
جس دن سے میں نے ہوش سنبھالا ہے خلق میں	جز رنج روئے عیش نہ دیکھا فدا کبھی	″
گویا نشاط سے دلا ہے ہمہ عالم خالی	غم سے پایا کسی انساں کو بہت کم خالی	″
جو رنج تھا وطن میں وہی رنج ہے ہنوز	ماتم کدہ مگر یہ سرائے سپنج ہے	″
گھیرے مجھے رہتے ہیں غم و رنج ہمیشہ	یہ مجمع احباب کبھی کم نہیں ہوتا	فراغ
رنج گر ہو تو قدر راحت ہو	لطف کیا عیش جاودانی کا	فوق
مری راتیں ہیں رنج و آلام کی	مرے دن ہیں فکر و مصیبت کے دن	
ہم کو ازل سے آج تلک غم رہا نصیب	راحت کے نام سے بھی نہیں آشنا نصیب	قلق
ہم سا کوئی جہاں میں نہیں ہے الم نصیب	آئی کبھی خوشی نہ دل غم سرشت میں	″
خار رنج و غم و اندوہ گل حسرت و یاس	چمن دہر سے ہم لیکے یہ سوغات چلے	″
غم جو تقسیم ازل میں ہوا سب مجھکو ملا	اوروں کے واسطے حصہ مرا کم کیا کرتے	″
پیدا ہوا ہوں کیا میں الٰہی برائے رنج	راحت کے نام سے نہیں واقف سوائے رنج	″
وہ خفتہ بخت ہوں کہ نہ جاگے کبھی نصیب	دیکھا نہ خواب عیش بھی ہم نے سوائے رنج	″
وہ کونسی بہار ہے جس کو خزاں نہیں	کس باغ عیش میں نہیں چلتی ہوائے رنج	″
رہتے ہیں میرے دل پر اکثر ہزار سودا	بیں ہی ہو جو سنا تھا اک سر ہزار سودا	قائم
کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں یہ سب غلط	رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے	″
میرے دلمیں عوض عیش بھری ہے حسرت	میرے پہلو میں بھرا ہے عوض دل افسوس	قدر
جب سے کھلی ہے آنکھ نہ دیکھا سوائے رنج	سرمہ بنا مرے لئے گرد ملال کا	″
ریاض دہر میں ہے بعد رنج راحت بھی	کہ پھول کھلتے ہیں ہوتا ہے جب گلاب قلم	گویا
تا نہ پہنچے رنج یاں راحت نہیں ہوتی نصیب	کٹ گئے شاخ تاک سال ایدل ثمر پیدا کروں	″
مورد رنج و بلا دنیا میں ہے بار مراد	سنگہائے کودکاں سے بید کو کیا باک ہے	″
وردہ۔ غم۔ اندوہ کس کس کا گزر ہوتا نہیں	یا الٰہی دل ہے میرا یا مسافر خانہ ہے	″
پاس اپنے کچھ نہیں اے دل معاش	رنج و غم پر اب بسر اوقات ہے	مشتاق
گزرا کسے جہاں میں خوشی سے تمام روز	کس کی کٹی زمانہ میں بے غم تمام شب	میر
اندوہ و غم سے اکثر رہتا ہوں میں مکدر	کیا خاک میں ملی ہے میری صفائے دل	″

		شاعر
غم سے خالی نہیں کسی کا دل	دیکھ لالہ کے دل میں بھی ہے داغ	محب
جس کو دیکھو وہ مثال آسیا چکر میں ہے	چین دم بھر بھی بزیر آسماں ملتا نہیں	"
درد دل اپنا کوئی کیا جانے	اس کو ہم جانیں یا خدا جانے	"
یارب یہ ضعف اور پھر اس پہ یہ بار غم	جو اٹھ سکے نہ بوجھ وہ کیونکر اٹھائیے	"
خوشی کو دل سے تعلق کبھی یہاں نہ رہا	سوائے غم کوئی اس گھر میں میہماں نہ رہا	مہستر
دنیا کے رنج یوں سہینگے کب تک	اور قصۂ درد یوں کہینگے کب تک	"
اے موت ہمیں آن کے آزادی بخش	اس طرح اسیر ہم رہیں گے کب تک	"
آج کل حال ایسا ابتر ہے	زندگی موت کے برابر ہے	منتہی
اس یک جان زار پہ کیا کیا عذاب ہے	فکر معاش ہے کبھی فکر حساب ہے	میکش
ہر دم رہا ہے توشۂ غم اپنے ساتھ ساتھ	خالی کبھی رہے نہیں اس ما حضر سے ہم	مجروح
ہمیں ہے نعمت الواں سے کیا کام	پڑی ہے یاں تو غم کھانے کی عادت	مصحفی
یہ عمر دراز اپنی گیسو کی صورت	پریشانی و سوگواری میں گذری	محو
بھولتا ہے کوئی یہ کہنہ رفیق	عیش کے وقت بھی غم آیا یاد	"
ڈال دیتا جو بار غم اپنا	آسماں آٹھویں زمین بنتا	مضطر
بس اب مبتلا رنج میں ہے مضطر	بہت عشرت و عیش میں دن گذارے	"
سنگ غم دل کو لگتے ہیں ہر دم	کب مرا شیشہ پاش پاش نہیں	ناسخ
خار غم سے برنگ گل ناسخ	کونسے عضو میں خراش نہیں	"
تمام رنج ہیں تا حشر ساتھ اے ناسخ	بجز حیات کوئی چیز مستعار نہیں	"
بے حقیقت کو بلا سے کب ہے دنیا میں گزند	عکس تنکے کا بھی بہ سکتا نہیں سیلاب سے	"
بانٹ لے کوئی کسی کا درد یہ ممکن نہیں	بار غم دنیا میں اٹھواتے نہیں مزدور سے	"
سو طرح کے ہیں فائدے تکلیف و بلا میں	بے سود نہیں یار و یہ رنج و محن اپنا	"
توام جہاں میں ہے دل انسان اور غم	لاکھوں جو نعمتیں ہوئیں پیدا شکم کے ساتھ	"
دنیا میں جتنے لوگ ہیں کیا شاہ کیا فقیر	سب کہہ رہیں ہیں پر ایک اک دکھ میں ہیں اسیر	نظیر
کہتی تھی آج شمع سحر مجھ کو دیکھکر	جیتے ہو کس طرح سے غم جانگداز میں	نظم
تم تو دانا ہو کہیں کیا اے نصیر اتنا یہ رنج	مزرع دنیائے لاحاصل یہ کھنچیں ہیں غم آپ	نصیر
گھر بنائے اس قدر کثرت سے رنج و یاس نے	دل مرے سینہ میں چھتہ ہو گیا زنبور کا	نسیم
عشرت سرائے اہل طرب میں جگہ کہاں	ہے غمزدوں کو گوشۂ خاطر میں جا رنج	"
غم راہ نہیں کہ ساتھ دیجے	دکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے	"
دیکھنے کو دی ہیں جب اللہ نے آنکھیں ہمیں	رنج و غم جو کچھ دکھاتا ہے مقدر دیکھنا	وقف
موت کا ہر روز چکھا ذائقہ	جبتلک دنیا میں ہم جیتے رہے	واسطی
غم اٹھائے اسقدر غم کا نہیں اب مجھ کو غم	سختیٔ ایام نے دل کو مرے پتھر کیا	"
زمانہ نے اکدم بھی راحت نہ دی	کبھی غم سے ہم کو فراغت نہ دی	"
کبھی اس و ار محن میں نہ ملی غم سے نجات	خوشی پیری نہ جوانی نہ لڑکپن میں رہے	"

رنج و غم

صد چاک کیوں نہ ہو وہ دل کہ جو درد آشنا نہ ہو — پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو گرا نہ ہو — وزیر

[illegible] — ناظر

[illegible] — امیر

ریاکاری

الٹے ہی [illegible] پیر مغاں [illegible] — اب چلے مسجد جامع کو امامت کرنے — امیر

اہل ریا [illegible] — شیخ [illegible] کیا بات — امیر

زاہد و زہد ریائی [illegible] — ہوش [illegible] — "

نقطہ [illegible] — [illegible] — اکبر

ریاکاری

گمراہ کو اپنے پیچ میں لانے کے لئے
دانے ہیں یہ اس میں دل لبھانے کے لئے
تسبیح نہیں ہاتھ میں تیرے اے شیخ
[illegible]
[illegible]

دنیا کے دکھانے کو [illegible]
[illegible]
دل [illegible]
[illegible]
شیخ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

از [illegible]

مہر — اچھوں سے بُرے ملکے بنا لیتے ہیں جوڑا
اس قدر مکر و دغا کا ہے زمانہ میں رواج
حال دنیا کا یہ ہے جس نے لنگوٹی باندھ لی
پرتو بڑا گنہ ہے دکھانے کی بندگی

〃 — کیونکر نہ اس زمانہ میں ہو ہر طرف ریا
دوزخ میں کیوں نہ کھائیں وہ پھل آگ کے مدام
جو بشر پتلا بنا ہو مکر اور تلبیس کا

〃 — ریا سے نفس کو فربہ نہ کر تو
شیخ اگر تو نے نظر جگ سے اٹھائی ہوتی
گنہگاروں سے بد تر ہیں ریاکار

〃 — گنہ کرتے تو کچھ لذت اٹھاتے
ریاکاریاں کام دینگی نہ زاہد

〃 — مکر میں تیرے نہ آئیگا خدا
وہ رند پاک طینت ان زاہدوں سے اچھا
پیرے کہ خود گم ست کرا رہبری کند

مومن — لب پہ ہے نام خدا اور دل میں ہے کبر و منی
آب خلوص جبتک دل کے نہ داغ دھوئے
کوئی لقمہ چرب تاکا ہے شاید
کئے ہیں حضرت زاہد نے خم کے خم خالی
جاان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر

مہر — اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے
کی ریا سے نہ شیخ نے توبہ
بھلا ہے شیخ کو کچھ کچھ تو ہو چلا ہے مباح
جو کہ ہیں اہل ریا صاف نہیں دل ان کا

〃 — شیخ صاحب کی ریا کا نہیں اک میں شاکی
دوزخ میں بھی وہ دامن زاہد نہ خشک ہو

ناسخ — وعدۂ فردا کو بھولا کی عبادت زور کی
پہنکر جبہ و دستار جو دنیا کماتا ہے
ممکن مجھے جو ہو بے ریا ہو

واصل — نہ پوچھ تو دین زاہدوں کے سمجھ لے خود کس کے ہیں یہ بندے
جس میں ریا کی بو ہو وہ ہے بوریا خراب
ظاہر میں گرچہ رکھتے ہیں اہل ریا خلوص
اتنا ہی نقص ہے اے مشفق من

بحر — مکارہ مہوس ہے زمانہ ہے دغل کا
〃 — جال مکڑی نے بھی تانا ہے فریب و زور کا
〃 — اولیا میں مل گیا یا کیمیا گر ہو گیا
پرتو — طاعت وہی قبول ہے جس میں ریا نہیں
تراب — فسق و فجور کا تو نہیں حد و مرتبا
〃 — کھاتے ہیں جو مزے سے یہاں لقمہ ریا
〃 — آدمی اس کو نہ کہہ بچہ ہے وہ ابلیس کا
〃 — ریاضت سے ہو لاغر بے تکلف
〃 — کب عبادت تری ناقص و ریائی ہوتی
تائب — نہ دنیا کے نہ دیں کے ہیں یہ مردار
〃 — ریاکاری میں ہیں اس سے بھی جاتے
ثاقب — وہ عقبیٰ ہے عقبیٰ ہے دنیا نہیں ہے
〃 — خود کہا ہے اس نے خبرا لما کریں
〃 — جام مے محبت تو نے جسے پلایا
〃 — ثاقب نہ کھا فریب کسی حیلہ ساز کا
حسرت — پھینکدے زاہد تو اپنے جبہ و دستار کو
〃 — مقبول حق نہ ہوگا یہ سجدۂ ریائی
حالی — یہ حالی کی عزلت نہیں بے سبب کچھ
داغ — بناکے آئے ہیں اب روزہ دار کی صورت
ذوق — عاری عبائے ہوش و قبائے خرد سے ہیں
〃 — معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی
رعنا — مرگیا وہ گناہگار افسوس
سوز — سماع خانۂ ہمسایہ حسن رہگزری
شائق — وہ تو مجبور ہیں پھر لائیں کہاں سے اخلاص
شہید — سینہ سوراخ ہے تسبیح کے ہر دانے کا
عاشق — چھینٹا پڑا ہے جس پہ یہاں حرص و آز کا
قربان — زاہد ناداں یہاں غفلت میں آکر سو گیا
محب — اسی مکار زاہد کو تو ہم شیطاں سمجھتے ہیں
منتہی — مسند ہو کہ اس میں بوریا ہو
ماہر — کئے ہیں از بسکہ زر کو سجدے بنا ہے درہم نشان جبیں کا
میکش — جبیں نہ کیف و ذوق ہو وہ وجد و حال کیا
〃 — ایسا خلوص بھی ہے کسی کام کا خلوص
〃 — جس قدر بوئے ریا تجھ میں ہے

اثر سجود زاہد ہو جبیں سے گر نمایاں — تو تری نماز کو میں نہ کہوں نماز ہرگز — وحشت

زبان

سخن ہو اگر باعث تلخکامی — تو ہم آپ اپنی زباں کھینچتے ہیں — انیس

سن لے اگر ملے ہیں تجھے گوش حق نیوش — مفتاح قفل رازِ خدا ہے زبان خلق — اسیر

دیکھا وہی جہان میں جو تھا بیان خلق — نظارۂ خدا ہے مقرر زبان خلق — "

سن تو سہی جہان میں ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا — آتش

زبان پاک گر پیدا کرے انسان اے آتش — ہر اک نام الٰہی میں اثر ہے اسم اعظم کا — "

دل کی تسخیر ہے شیریں سخنی پر موقوف — کچھ کرامت نہیں جادو نہیں اعجاز نہیں — اسمٰعیل

یوں تو ہر انسان گویا ہے مگر — شیوہ شیوا بیانی اور ہے — راسخ

ہم نے جو کچھ ہے کہا منہ سے کریں گے اے بحر — مثل معنی کبھی ہونگے نہ سخن سے باہر — بحر

جان کیا چیز ہے آئے پہ نہ چوکے انسان — مر مٹے بات پر اتنی تو حمیت رکھے — "

قِیلَ اِنَّ الالٰہ ذُو وَلَدٍ — کیا بچے کوئی طعن خلقت سے — باقی

بھلا آدمی اس کو کہتا ہے کون — کسی سے کہے جو برائی کی بات — تراب

شمع ساں جو ہوا دراز زبان — وہ زباں سے گیا سخن سے گیا — "

زبان تیغ سے تیغ زباں کے چرکوں کا — اگر ہوا بھی تو کچھ اندمال ہوتا ہے — ثاقب

آج کہتے ہیں برا مجھ کو جو اچھا کہہ ہیں — کل ہی شرمائیں گے دشنام کے دینے والے — "

کلام تلخ کہاں اور پاکباز کہاں — کہ ایک بال زباں کو وبال ہوتا ہے — "

مزہ کی بات ہے ہو تلخکامی خوش بیانوں میں — غلط گو بھی تو کہتے ہیں زباں شیریں ملک گیری — "

جانچ پڑتال کر انسان جو ہو گرم سخن — غیر ممکن ہے کہ ہو جائے نہ پتھر پانی — "

منہ سے نکلیں نپی تلی باتیں — اس لئے ہیں زبان کے کانٹے — "

کس طرح گہر سنج نہ ہوں دل سے خریدار — تقریر مسلسل مری موتی کی لڑی ہے — "

بک بک کے مغز کھانا ہے کام واعظوں کا — اہل سخن میں ثاقب ہم طول سے بری ہیں — "

محفل عالم میں بڑھ کر بولنا اچھا نہیں — ہے خموشی کی علامت چرچرانا شمع کا — "

لکنت سے کیوں نہ کام لیا طور پر کلیم — سر سے اڑیں نہ ہوش جو رک کر زبان چلے — "

شیریں سخن بھی ہو تو نہ زائد کرے کلام — حد سے شکر بڑھیگی تو ہو گا طعام تلخ — "

زیادہ سے زیادہ بات کہنا کم سے کم ثاقب — جو بڑھ کر بولتے ہیں وہ ہمیشہ منہ کی کھاتے ہیں — "

نہ کیونکر رنج پہنچے نوک باتوں میں نکلتی ہے — اقارب کی زباں کچھ کم نہیں ہے نیش کژدم سے — جرار

لحد میں ہو گی نہ تقریر و گفتگو کی مجال — زبان تیری میان دہن غنیمت ہے — "

آدمیت بھی کوئی شے ہی بھلا سوچو تو — ہم دعا دیتے ہیں اور تم کو ہے دشنام کلام — حافظ

زبان

جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زباں سے — نہیں لگتی کچھ اس میں دولت زیادہ — حالی

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو — زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو — ذوق

[illegible] — رند

[illegible] — "

[illegible] — راسخ

[illegible] — سودا

[illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — "

[illegible] — نسیم

[illegible]

زندگی

کہتے ہیں جسے عدم ہیں اہل عدم
زندگی کا عجیب سلسلہ تھا وہ — آرزو

جا کے کنج لحد میں ہم سمجھے
زندگی عمر بھر کا جھگڑا تھا — "

انیس دم کا بھروسا نہیں ٹھہر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے — انیس

وہ بوالہوس جو عمر کو غم میں بسر کرے
وہ خوش نصیب جو خوشی میں گزار دے — انجم

دم جب تلک رہا میں رہا غم میں مبتلا
نکلا جو دم تو رنج و محن سے نکل گیا — امانت

دم فنا ہوتا ہی کیا کیا قفس ہستی میں
کھینچیں اس قید سے کس روز رہا ہوتے ہیں — "

چار دن زیست کے گذرے تھے تاسف میں مجھے
حال دل پر کف افسوس میں مل جاؤں گا — آتش

زندگی تنگ ہے

زبان

کیوں نہ رکھیں گے لوگ دل سے عزیز
بات کیجئے تو کیجئے ایسی

بات انساں کا خاص جوہر ہے
جانچ پرتال پہلے دل میں کرو

بات تھوڑی ہی پسندیدہ اور مرغوب ہے
ظفر ہونا زیادہ گو نہیں اچھا سخنور کا

زباں دراز نہ ہووے جو شمع گلگیر
ہر ایک سے تو نہ کرو وہ کلام بیہودہ

ہے تو گویائی کی خاطر منہ میں انساں کے زباں
تیز آگ وہ ہے جس سے پگھل جائے آئنہ

بات جو منہ سے نکل جائے وہی بات رہے
بات وہ جس میں بات ہو پیدا

دہن میں رہے وہ جو میٹھی زباں ہے
کرو بات سب سے بہ نرمی و لینت

ہے اظہار مطلب کا بہتر ذریعہ
کڑی بات اٹھائی نہیں جاتی تیری

زیاں اس سے ہوتا ہے تلخی ہو جس میں
غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے

گویا ہے فال نیک جہاں میں مقال نیک
اس کو برا کہے گا عالم اگر برا ہے

زباں اپنی ہی جو چاہیں کہیں کیا فائدہ اس سے
ہو زباں کی تیغ میں لاکھوں ہی شمشیر کی کاٹ

ناطق کیا خدا نے ہے تقریر کے لئے
منہ کا ہے کام سخنہائے عذوبت آگیں

سخن تلخ نہیں زیب دہان شیریں
تری باتیں ہوں متیں اور نہایت پرمغز

تہمت تازہ نہ دھر سر پہ کسی کے اے دوست
بات وہ کر وقار عالم میں

نہ ہو جو غم کا طلبگار وہ جگر کیا ہے
بد زبانی کا نتیجہ ہے یہی

نظم ہو یا نثر ہو یکتا اگر
گر ہماری رہے زباں اچھی

سننے والے کو ہو بھلی معلوم
بات سب گوہروں کا گوہر ہے

سب وجوہات سوچکر بولو
بولنا حد سے زیادہ سخت ترمعیوب ہے

سخن فہمی اسی میں ہے سخندانی اسی میں ہے
پکڑ کے چٹکی سے کیوں اس کی دے زبان مروڑ

کہ جس سے ہو ترا مشہور نام بیہودہ
پھر زباں کس کام کی ہو وہ جو بدگوئی کرے

پرسوز وہ سخن ہے جو دل پر اثر کرے
ترک ہو اس میں محبت کہ ملاقات رہے

یوں تو سارا جہان ہے گویا
جو قابو سے نکلے وہ کیسی زبان ہے

سنے جو کہے وہ کہ اچھی زباں ہے
کرو شکر حق نے تمہیں دی زباں ہے

بتا تجھ میں کیوں ایسی سختی زباں ہے
جو شیریں ہو عاجز وہ اچھی زباں ہے

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے
ناداں زبان پاک سے نکلے نہ بدکلام

ہرگز نہیں ہے اچھا وہ سربسر برا ہے
نظر پڑتی ہے گہری ہر جگہ اعمال قابل پر

جو نہ لشکر سے ہوا وہ قوت میں ہے تقریر کی
ورنہ زبان شمع ہے گلگیر کے لئے

جن کے سننے سے ہو سامع کو حلاوت فرحت
دہن مار ہے وہ جس میں رہے سمیت

پوچ و بیہودہ سخن کی نہیں قدر و قیمت
ترک کر غیبت و غمازی و عجب و نخوت

جس کے باعث ترا وقار رہے
نہ ہو جو حق کی طرفدار وہ زباں کیوں ہو

دشمن جاں اک زمانہ ہو گیا
لفظ کم ہوں اور معنی ہوں بہت

سراج
ضمیر
"
"
ظفر
"
عزیز
عاشق
"
عاجز
"
"
"
غالب
فدا
کمال
محب
مسکین
مہر
"
وقار
وحشت
یکتا

زندگی تنگ ہیں قیامت کے یہ سارے دھڑکے
برنگ سایہ گذر شاہراہ ہستی سے

بھروسا زندگانی کا نہیں کچھ
کسی کا ہو رہے آتش کسی کو کر رکھے اپنا

اچھا نہیں جہاں سے یوں سرسری گزرنا
ہے وہم نقش ہستی ہر چند دلنشیں ہے

اکبر نے سنا ہے اہل عزت سے یہی
یہ تماشے ہیں یہیں زیر زمیں تو کچھ نہیں

فنا کا دور جاری ہے مگر مرتے ہیں جینے پر
ہر ایک کو ہے زمانہ میں زندگی مقصود

دو چار دن کی ہے زندگانی
جس طرح ہو سکے دن زیست کے پورے کر لو

خواب پر اضطراب ہے یہ حیات
دیکھتا ہے وہ مبدم گردش کو کیا افلاک کی

یہ اشک چشموں میں اب جم رہے رہے نہ رہے
یہ دو روز کی زندگانی ہے اطہر

مقام رہروان ملک ہستی ہے عدم آخر
غم نہ کھا چار عناصر کی پریشانی کا

تار نفس مرا سبب زندگی ہوا
چاہیے جو طول عمر نہ کر عیش اختیار

زندگی پر کون رکھتا ہے جہاں میں اعتماد
صبح و شام اپنی صبح و شام ہوئی

ممکن نہیں کہ روح رواں تن سے رک سکے
تن صد چاک میں اپنے قیام روح مشکل ہے

ہے جمع کاروان عناصر تو کیا ہوا
کم شرر سے نہیں مری ہستی

کیا منزل ہستی میں اسیر اپنی ہے ہستی
بے ثباتی بحر عالم میں ہے ہم سے متصل

کیا بھروسہ ہستی موہوم کا ہے اے اسیر
پہنچے اس چار حد میں کیا حساب زندگی

اس کو وقفہ بھی ہے کچھ کچھ اس کو وقفہ ہی نہیں
اضداد کا فساد عیاں صاف صاف ہے

مثل حباب آب ہے دم بھر کی زندگی

مجھ کو کیا غم ہے اگر حشر ہوا میرے بعد	آتش
کسی کے دوش کا آتش جنازہ بار نہ ہو	"
کفن لے رکھے اے آتش بتر مول	"
دو روزہ زیست کو انساں نہ رائگاں کھوئے	"
سب کچھ کیا ہے ہم نے سب کچھ ہے ہم کو کرنا	اسلم
دیکھو اسے تو سب کچھ سوچو تو کچھ نہیں ہے	اکبر
جینا ذلت سے ہو تو مرنا بہتر	"
زندگی جبتک ہے سب کچھ ہے نہیں تو کچھ نہیں	"
طلسم زندگانی بھی عجب اک راز فطرت ہے	"
کسے خبر ہے کہ مقصود زندگی کیا ہے	"
آپس میں مل لو یاران فانی	"
چار دن کے لئے انسان کو حسرت کیسی	"
ہائے مرنے کو ہم ہوئے پیدا	آہ
پیکر خاکی کو دیکھ اپنے گھڑی ہی خاک کی	آزاد
حباب وار کوئی دم رہے رہے نہ رہے	آصف الدولہ
رہے گا یہاں تو نہ کوئی رہے گا	اطہر
کوئی آگے کوئی پیچھے پہنچ رہتا ہی منزل پر	اسیر
روح جب تک ہے نہ ہونگے کبھی یہ چار جدا	"
تھاما سمند عمر کو اس باگڈور پر	"
روغن دماغ تر ہے چراغ حیات میں	"
آسماں کھینچے ہے تیغ کہکشاں بالائے سر	"
عمر اسی دور میں تمام ہوئی	"
مٹھی میں کوئی بند کرے کیا نسیم کو	"
شکستہ دام ہو جائے تو کب طائر ٹھہرتا ہے	"
یہ چار دن میں چار طرف کو روانہ ہے	"
جب کھلی آنکھ میں تمام ہوا	"
مٹ جانے میں ہیں نقش کف پا کے برابر	"
ہستی اپنی ہے حباب آسا عدم سے متصل	"
دم وہ دم ہے جو گزر جائے خدا یاد میں	"
پنجروزہ ہے فروغ آفتاب زندگی	"
ہے حباب آب سے نازک حباب زندگی	"
چاروں میں ایک دوسرے سے برخلاف ہے	"
ہم کیا ہماری ہستی ناپائدار کیا	"

زندگی

امید زندگی کی ہو کس اعتماد پر
آمادہ بیٹھا رہے غلط ہیں ہر دم فنا پر
چند روزہ ہے یہ فقط روح تن زنداں ہیں
قید یوسف نہیں اپنے لئے روح کو چھوڑا
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
زیست کا اعتبار کیا ہے امیر
آدمی بلبلہ ہے پانی کا
[illegible]
زندگی کیا ہے [illegible]

ایجد
"
"
"
"
امیر
"
"

زندگی

شعر	شاعر
ہیچ ہے سب جو ہم نہیں احسن	تسنیم
کیا جانئے کوئی بھانمتی تھی کہ زندگی	
اکدم کے لئے کیوں قیدیں ہیں دنیا بھر کی	
زندگی وہ چاہیئے دنیا کی زینت جس سے ہو	=
دو چار دن کی ہے زندگانی	
جس طرح ہو سکے دن زیست کے پورے کر لو	
کھل گیا اخگر معما زندگی کا بعد مرگ	=
ہو سکا ہم سے نہ اجماع حواس	
اس طرح زیست بسر کی کوئی پرساں نہ ہوا	
اپنی ہستی کو سمجھتا رہے برباد انساں	=
اعتدال اپنے عناصر کا غنیمت جانئے	
بحر طول امل سے باز آؤ	
اتنا نہ اتفاق عناصر پہ ناز کر	=
دم ہے کوئی دم کفن لے گور رکھو	
زندگی پر جسے تکیہ ہے بڑا احمق ہے	
زندگانی اپنی جو دم ہے غنیمت ہی ہمیں	-
آمد شد نفس پہ ہے موقوف زندگی	
پرتو ہے سب کچھ اپنے ہی اکدم کے ساتھ ساتھ	
جو کرنا ہو سو کر لو آج دیکھو راہ نہ کل کی	=
زندگی کے ہیں یہ سارے ماجرے	
شب باش چمن میں ہو چلے ہم	
جان ہے تو جہان ہے یارو	=
فکر ہستی میں کٹ گئی اوقات	
یہ دم ہی جبتلک تب ہی تلک عالم سے ناتا ہے	
آدم کی آمد شد سے یہ ثابت ہوا	=
زندگی بحر جہاں میں ہے تجمل کوئی دم	
اے تعشق چار دن ہے زندگی	
آئے تھے قسمت کو رونے مثل شبنم رو چلے	=
راحت طفلی جوانی غفلت پیری و مرگ	
دیر رہی ہے راتدن طعنہ حیات مستعار	
حرف باطل کی طرح چندے رہے تو کیا رہے	
دنیا خراب گور پر آشوب وائے بخت	
زندگانی شرط ہے اظہار عشرت کے لئے	

شعر	شاعر
جان ہے تو جہان ہے گویا	احسن
کیا کیا نہ ہوئے یہ تماشے دکھا گئی	اسیر
چیز ہی کیا ہے وہ جس کی نگہبانی ہے	اختر
شمع روشن بنکے رہ بزم جہاں کے واسطے	اقبال
آپس میں مل لو یاران فانی	اکبر
چار دن کے لئے انسان کو حسرت کیسی	
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا	اخگر
عمر بھر یہ گنجفہ برہم رہا	بحر
یوں ہیں دنیا سے اٹھا داغ عزیزاں ہوا	″
چار عنصر نہیں دھوکا ہے یہ چوبائی کا	″
ناموافق ہے یہ مجمع چارسو ہو جائیگا	″
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں	″
بروقت دیکھنا یہ ہیں سب برخلاف صاف	″
دست و پا چلتے ہیں کچھ سامان کر	″
جسم کو قلعہ نہ سمجھے کہ لحد خندق ہے	″
شمع ہستی کو یہ ناسور محبت چور ہے	″
باقی حباب وار مراتن ہوا پہ ہے	باقی
سچ کہتے ہیں کہ جان جو ہے تو جہان ہے	پرتو
گھڑی میں کچھ سے کچھ ہی کیا بھروسہ زندگانی کا	تراب
مر گئے قصہ گیا جھگڑا گیا	″
شبنم کے مثال رو چلے ہم	″
جی سے سب عیش و کامرانی ہے	″
زندگی اب تو رہ گئی تھوڑی	″
گیا جب دم نکل تب کیا بنی آدم سے ناتا ہے	″
ہے حضر اک دم میں اکدم میں سفر	″
بلبلے دیکھو ادھر اٹھے ادھر ٹوٹ گئے	تجمل
دشمنوں سے بھی محبت کیجیے	تعشق
پوچھتے ہو کیا ہماری نوجوانی کیا شباب	تسلیم
جیتے مرتے ہم نے دو آنکھوں سے دیکھے چار خواب	″
اس قدر بھی جینے پر اے دل نہ مرنا چاہیے	″
صفحۂ ہستی سے اے تسلیم اٹھنا چاہیے	″
آئے تو کس جہاں میں چلے تو کہاں چلے	″
قہقہے کا لطف کیا جانے دہن تصویر کا	″

موج غم موج خوشی موج طمع موج اُمید	اٹھتی ہے اس چار بحر عنصری میں چار موج	تسلیم
اپنا حساب ایک ہے ہستی و نیستی	کیا یاں سے لیکے جائینگے لائے وہاں سے کیا	جنون
چاروں کی زندگی ہنس بول کر یار دنیں کاٹ	پھر کہاں یہ چہچہے یہ لوگ یہ محفل نصیب	جرّار
کم نہ تھا تازیانے سے مرا تار نفس	اڑگیا کوسوں سمند زندگانی وقت نزع	؍؍
دنیا میں زندگی نہیں نقش بر آب ہے	یہ روح کیا ہوا ہے یہ تن کیا حباب ہے	جوہری
دور گزرے ہیں زیست میں کیا کیا	گئی طفلی جواں سے پیر ہوئے	؍؍
زیست اور مرگ کا ٹھکانہ کیا	ایک آتی ہے ایک جاتی ہے	؍؍
ہزار حشر ہے اے خضر جس کی ہر ساعت	پھرے خراب اسی عمر جاوداں کے لئے	جویا
چار دن اور مکیں بنکے رہے اس گھر میں	رُوح سے کہدو کہ قالب میں نہ گھبرائے بہت	جوشش
اے چمن والو چمن میں یوں گذارا چاہئے	باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی	جلیل
گہ عشق گہ خوں میں گہ حرص اور ہوا میں	یوں زندگی کی حیرت کیوں تم نے خاک اڑائی	حیرت
ہے کسی کی نہ شکایت نہ کسی کا شکوہ	کردیا دل نے مرے جینے سے بیزار مجھے	؍؍
نفس کی آمد و شد تک ہے قالب خاکی	اُسے بھی ایک طلسمی حباب سمجھے ہیں	؍؍
نفس کی آمد و شد تک جو آجاتے تو بہتر تھا	یہ دم آئے نہ آئے زندگانی کا کیا ٹھکانہ ہے	
آہ میں نالاں نہیں درد نہانی کے سبب	درد جو دیکھے سو میں اس زندگانی کے سبب	حسرت
اس زندگی کے ہاتھوں چین اکدن نہ پایا	یہ جان ہے بدن میں یا خار پیرہن میں	حالی
جیتے جی رکھ نہ فراغت کی توقع ناداں	قید ہستی میں مری جان فراغت کیسی	؍
بحر ہستی بجز سراب نہیں	چشمۂ زندگی میں آب نہیں	؍
ادھر آؤ ادھر جاؤ نہ ساتھ لاؤ نہ لیکے جاؤ	سمجھ میں آتا نہیں ہے آساں معمّا ہے زندگی کا	حمید
یہ جلسے جیتے جی کے ہیں اگر دم ہے تو سب کچھ ہے	کہ بہتر زندگی سے کوئی میلا ہو نہیں سکتا	داغ
ثبات بحر جہاں میں اپنا فقط مثال حباب دیکھا	نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا نہ موج دیکھا نہ آپ دیکھا	؍؍
فرصت زندگی بہت کم ہے	مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے	درد
زندگی ہے یا کوئی طوفاں ہے	ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے	؍؍
اس زیست کا اعتبار کیا ہے	کوئی دم میں یہ زندگی ہوا ہے	؍؍
جتنی بڑھتی ہے آتنی گھٹتی ہے	زندگی آپ سے آپ کٹتی ہے	؍؍
جس طرح ہوا اسی طرح سے	پیمانۂ عمر بھر گئے ہم	؍؍
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے	زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے	ذوق
نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات	جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو	؍؍
دل اپنا غم دہر سے تو کر نہ اچاٹ	جس طرح بنے روز مصیبت کے کاٹ	
بے خطر ہیں حادثات دہر سے اہل عدم	میں گرفتار بلائے زندگانی ہو گیا	رشک
ریاض دہر میں نابود و بود ہے یکساں	بڑھے شجر کی طرح گر پڑے ثمر کی طرح	
زندگی اس بحر فانی میں فنا سے کم نہیں	نقش ہستی اپنا نقش بوریا سے کم نہیں	؍؍
کیا اعتبار زندگی مستعار کا	انساں کی ہست و بود یہ نقش بر آب ہے	
زندگی سمجھا تھا جس کو موت تھی	مجھ کو راسخ عمر بھر دھوکا رہا	راسخ

زندگی

ہیچ تو ہے مدار [illegible] زندگی / شکر ہے کہ مر رہے ہم اپنے گھر چلے — رانج

میلہ ہے کہ یہاں میں جیتے جی کا / ہے کون جس میں نہیں کسی کا — رنجور

نہیں بعد فنا کوئی کسی کا / یہ سب جھگڑا ہے سارا جیتے جی کا — سالک

مجاز و حقیقت سے ہم میں بڑی / ہے ہستی ہماری مثال سراب — سخن

زیست [illegible] / [illegible] ہے انسان — ؍؍

[illegible] دنیا میں حیات [illegible] / [illegible] کیا کیا کرتا — سرور

اور [illegible] دل لگائے [illegible] — ؍؍

[illegible] ہے [illegible] دوست بھی — سرور

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے / ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے — سودا

[illegible] زندگی نے لاکے [illegible]

[illegible]

زندگی

ہنستے روتے ہو گئی اس دار فانی میں گزر
دوست و دشمن میں خوش و ناخوش گزارا ہو گیا — بھیہ

عمر دوران و محبت و جوانی و زندگی
بلبلے سے زیست میں ہیں یوں ابھر کر [illegible] — =

کیا ہے ہستی کا اگر یہ خواب نہیں
کیا ہے عالم اگر سراب نہیں — غضب

غرور زندگی مستعار بیجا ہے
جو اگلے سال تھے زندہ وہ اب کے سال نہیں — عاشق

کیا اعتبار تن کے عناصر پہ خاک کا
دیوار ہے یہ خانہ ناپائدار کی — =

دنیا میں بنا زیست کیونکر ہو استوار
ارض و سما ہیں بیضۂ فولاد کی طرح — =

کہتی ہے زندگی یہ دم برار [illegible]
کیوں خبر [illegible] عاشق — =

کچھ نہیں انجام کا بھروسا [illegible]
جان [illegible] حباب — عاشق

قلزم و دریا ہستی ہے [illegible] سیلاب فنا سے محفوظ
خاک رہ سکتا ہو [illegible] صاحب — =

ناز اس پہ [illegible] آنی جانی ہے
زندگانی یہ [illegible] — =

نیکی [illegible]

گزرا کبھی نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے
غفلت میں زندگی کو نہ کھو گر شعور ہے
نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہنچے گا کوئی
ایک تو مانند گل اس باغ میں
رات کی شبنم کی طرح دوسرا
مرتے ہیں ارباب دنیا زندگی کی فکر میں
دریا ہے اس کی ذات بشر صورت حباب
ہستی و عدم میں نفس چند بشر کے
چار دن زندگی کے کٹ جائیں
چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے سعید
ڈالے کمند بام فلک پر بھی آدمی
جب آفتاب عمر لب بام ہو گیا
کیا بھروسہ ہے دم کا آئے نہ آئے
نہ پوچھ زیست کا وقفہ جہاں میں کتنا ہے
آب حیات زندگی مستعار کو
اعتبار اس کا کچھ نہیں ہرگز
زندگی عالم فانی کی ہے مانند حباب
اپنی ہستی کو غم و درد و مصیبت سمجھو
ہم کو یہ ہستی موہوم ہے عین غفلت
جب نظر ہم کو مآل خواب ہستی پر ہوئی
روح یوں اس تن خاکی کو لئے پھرتی ہے
طلب دین کی یا فکر دنیا کریں
کچھ اعتبار نہیں تن میں جاں رہے نہ رہے
دو دن ہیں جینے کا بھروسہ نہیں صفدر
عالم امکاں عجب دریائے بے پایاں ہے
جیتے ہی جی جہان کے جھگڑے پچاس تھے
عقب آہوں کے جھونکے ہیں قیامت صبح پیری ہے
مانند حباب آنکھ جو کھولے تو فنا تھے
زندگی جب تک ہے کوئی عیب یا دیکھے ہنر
یہ ساری آمد و شد ہے نفس کی آمد و شد پر
نفس کی ہے جو آمد و شد بغور کر سیر اسکی غافل
یہ دم کی آمد و شد ہے اسی میں اے ظفر
کوئی دم بھر کی ہستی میں غنیمت ہے ہمیں رہنا

دنیا کے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا
یہ خواب زیر سایۂ بال طیور ہے
جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے
خرم و خنداں گزر گیا
شام سے رو رو کے سحر کر گیا
حرص کرنے دے انہیں کس طرح مرنے کا لحاظ
رکھ اتحاد و تفرقۂ باہمی کو چھوڑ
جھونکے ہیں ہوا کے نہ ادھر کے نہ اُدھر کے
رنج و راحت کو دیکھتے ہیں ہم
زندگی ہو جائے مرجانا نہیں
افسوس زندگی کی نہیں رسیاں دراز
اس ہستی دو روزہ کا انجام ہو گیا
زندگی کی قلیل فرصت ہے
یہاں رہا جو کوئی پل تو جوں شرار رہا
اہل نظر سمجھتے ہیں دھوکا سراب کا
زیست ہے اک حباب اے قاصد
ہے طلسمات جہان گذراں نقش بر آب
موت کی قید لگا دی ہے غنیمت سمجھو
آنکھیں سوتے میں کھلی رہتی ہیں بیدار نہیں
سمجھے ہم خواب پریشاں نامۂ تعبیر کو
بوجھ جس طرح مسافر ہو کمر پر باندھے
حیات دو روزہ میں کیا کیا کریں
رواں چمن میں یہ آب رواں رہے نہ رہے
چرچے تو رہیں گے یہی دنیا کے ہمیشہ
بلبلہ پانی کا جس میں ہستی انسان ہے
امید و بیم درد و ہوس رنج و یاس تھے
خدا حافظ ہے اے طاہر چراغ زندگانی کا
دنیا نظر بھر کے تماشہ نہیں دیکھا
ورنہ زیر خاک سب عیب و ہنر چھپ جائیگا
اسی تک آنا جانا ہے نہ پھر جانا نہ پھر آنا
کہ دیکھ طے ہو رہی ہے کیونکر رہ وجود عدم چھپ چھپ
دمبدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہیں ہم
حباب آسا لبالب عمر کا پیمانہ رکھتے ہیں

سودا
"
"
"
سراج
سفیر
"
سعید
شفق
شہید
"
شرم
شائق
شاد
صابر
"
"
صفدر
"
"
طالب
"
طاہر
"
ظفر
"
"
"
"

مصرع	مصرع	شاعر
پتلی کا ہے تماشا بگڑے گا دم میں نقشہ	کیا روح کا سہارا کیا آسرا بدن کا	عاشق
فکرِ انجام کہ راحت کی تمنا کیجے	چار دن زیست ہے اس عرصہ میں کیا کیا کیجے	.
نہ طمع مال ہے ہم کو نہ خواہش جاگیر	ہم آپ زندگی مستعار رکھتے ہیں	"
فلک نے اور بھی پیسا کیا جہاں تک شکر	یہ زندگی ہے مگر بھر امتحاں میری	"
آگاہ ہوتی کشمکش زیست سے اگر	روح رواں کبھی نہ بھٹکتی بدن کے پاس	عزیز
ہوس ذوق اجل لائی تھی ہستی میں ہمیں	تلخ اس کا جو مزہ کر چکے معلوم پھرے	"
کیا حیات کے رشتہ نے رنج کا پابند	ہم ایک دھاگے سے اس دارِ پرمحن میں بندھے	"
غافلو ہر نفس عمر میں ہے کاہش جاں	دھار پر تیغ کی ہر وقت گلا رہتا ہے	"
یہ بول تار نفس سے نکلتے ہیں غافل	کہ اعتبار نہیں کچھ حیات فانی کا	"
اے غافلو حباب کی صورت حیات ہے	اک سانس پر مدار بقا و ثبات ہے	"
کیا ہی دشوار راہ ہستی تھی	عمر بھر چل کے پہنچے مدفن تک	"
غفلت سے ہے یہ ہستی موہوم کی امید	معدوم ہو حباب اگر چشم وا کرے	"
جہاں کی جتنی تکلیفیں ہیں وہی ہیں راحت ہیں	کہ رہتی ہے تمنا زغ میں بھی زندگانی کی	عاقل
اے شمع صبح تک ہے تیری زندگی تمام	رو رو کے جمع کرتی ہے پونجی لگن میں کیا	"
دم بھر کے واسطے ہے ہماری یہاں نمود	شکل حیات میں ہے تشابہ حباب کا	"
دم بھر کی زندگی یہ نہیں چاہیے غرور	ظاہر ہے صاف دیکھ لو حالت حباب کی	عاجز
اگر تلخ کامی سے اے عیش گزری	تو اس زندگی کا مزہ کچھ نہیں ہے	عیش
عمر کٹنے کو کٹ گئی لیکن	چین سے ایک دن بسر نہ ہوئی	"
زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب	ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے	غالب
غم ہستی کا ہو جز مرگ اسد کس سے علاج	شمع بھی ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک	"
نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے	بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایکدن	"
قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں	موت سے پہلے آدمی اس سے نجات پائے کیوں	"
اک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل	گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک	"
خرابی اس بنا سے ہستی فانی کی نہ پوچھو	حباب آب جو کی طرح بلکر قصر تن بگڑا	غافل
ایسے جینے کی ہم کو چاہ نہیں	شام اگر ہے تو پھر پگاہ نہیں	فیض
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں	بے قیام اور بے ثبات ہے یہ	"
کاروان گر درست شتاب	زندگانی کی کچھ امید نہیں	فدا
ناپائدار محض ہے بنیاد زندگی	ناحق ہے تجھکو شک و ایواں کی احتیاج	"
فدا جلد کر کام دل کچھ حصول	مگر زندگانی دوبارہ نہیں	"
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں	کر گزر کچھ شتاب دنیا میں	"
سرمایۂ ابد ہے تری زندگی کا مول	عمر عزیز کو نہ فدا مفت کھوئیے	"
میں نے مانا کہ زندگی ہے مری	کب اسی کا ہے اعتبار افسوس	فروغ
کیوں زندگی عزیز ہے دنیا کی اے فروغ	معشوق کیا وہی ہے کہ جس میں وفا نہ ہو	"
کچھ طرفہ مزہ یہ زندگی تھی	اس سے جو کوئی جیا سو مر کر	قائم

زندگی

شعر	شاعر
قائم تو اپنی ہستی نہ سمجھا کہاں تلک / [illegible] حباب کوئی بھی یہ اپنے پاس تھا	قائم
اے خضر [illegible] آج گزرنی ہے غنیمت سے جان / [illegible]	متلق
بھول کر عیش گزشتہ کو قلق یاد نہ کر / [illegible]	=
اے ہستی کے [illegible] کیا کام ہم / [illegible]	=
اپنے دم سے چلے [illegible] / انساں کو اعتبار نہیں زندگی کا کچھ	=
لازم ہے آج [illegible] / [illegible] گزرے گی	=
[illegible] ہر طرح سے بسر ہو / [illegible]	قدر
[illegible] دنیا میں جب [illegible] / خدا نے [illegible] بنایا ازل کے دن [illegible]	=
زندگی جسم میں ہے خود مایۂ بے تابی ہے / روح جس پر [illegible] زندہ رہا	=
کیا سبک عالم میں [illegible] / [illegible]	=
[illegible] آمد و رفت نفس [illegible] / [illegible] اور ایک روح	=
[illegible] عنصروں کا خلاف [illegible] صورت [illegible] / [illegible] دنیا میں	

زندگی

مرے دنیا میں ہو نیسے نہ ہو نالا کہہ بارا چھا
نازک ہے زندگی کا رشتہ جناب عالی
بُرا ہو زیست کا کیا کیا الم دکھاتی ہے
بس ایک رات کا مہماں چراغ ہستی ہے
سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
باوجودیکہ نہیں فرصت یک چشم زدن
حلاوت اور بھی لائقؔ کو بھی ایسی ہے
کس لئے غفلت میں کھوتا اپنی ساری عمر کو
ساتھ ہر دم کے فنا موجود ہے مثل حباب
ہے کچھ تو دم کے ساتھ کہ جس سے ہے زندگی
جہاں میں مانگی ہوئی چیز کا بھروسا کیا
کیا تھی ہستی یہ نہ سمجھا کوئی ہائے
یہ زیست کیا ہے فقط شغل دم شماری ہے
پھنسایا زیست کے جھگڑے میں دم شماری نے
اک روز قطع ہو گا یہ سلسلہ نفس کا
چھوٹوں کس طرح قید ہستی سے
جس کو لباس ہستی سمجھتے ہو دوستو
جہاں میں کام کسی کا کبھی بد لجمعی
مجلس آفاق میں پروانہ ساں
آیا جو واقعی میں درپیش عالم مرگ
بُود آدم نمودِ شبنم ہے
ہستی اپنی حباب کی سی ہے
فرصت زندگی سے مت پوچھو
ہے زیست کوئی یہ بھی جو میرؔ کرے ہے تو
کیسے ہیں وہ کہ جیتے ہیں صد سال ہم تو میرؔ
اس موج خیز دہر میں تو ہے حباب سا
یہ زیست کیا ہے فقط شغل دم شماری ہے
پھنسایا زیست کے جھگڑے میں دم شماری نے
چھوٹوں کس طرح قید ہستی سے
ساتھ ہے بحر جہاں میں چار دن مثل حباب
ہیں جبھی تک یہ کھیل دُنیا کے
پھرتا ہے زندگی کے لئے آہ خوار کیا
کلفت گذری ساری مدت تو زندگی کی

عدم کو ہے شرف اس ہستی موہوم باطل پر
خطرہ سے آدمی کی ہستی نہیں ہے خالی
چھٹے وہ رنج سے پیوند جو زمیں کے ہوئے
سرہانے روئے گی اب شمع گور ہستی ہے
زندگی گر کچھ رہے تو نوجوانی پھر کہاں
اپنی ہستی پہ بھی ہم مثل شرر جلتے ہیں
جہاں کے پیچ میں ہے اس قدر حیات لذیذ
گر ہمیں معلوم ہوتی انتہائے زندگی
جو رکھا ہے سر میں پھر اپنے ہوئے از زندگی
حکمت سے کام خالی نہیں ہے حکیم کا
کہیں بھی زندگی یہ مستعار رہتی ہے
کہہ کے سب من نیز ہستم چل دئے
یہ اپنی ہستی نہیں جبر اختیاری ہے
قفس میں ڈال دیا جبر اختیاری نے
ٹوٹے گی مرغ جاں کی زنجیر کھلتے کھلتے
ہر نفس پیش قید خانہ ہے
اکدن وہ تار تار ہے آنکھوں کے سامنے
بوجہ زندگی مستعار ہو نہ سکا
میرؔ بھی شام اپنی سحر کر گیا
یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا
ایک دو دم میں پھر ہوا ہے یہ
یہ نمائش سراب کی سی ہے
سانس بھی ہم نہ لینے پائے تھے
ہر آن میں مرنے کو تیار رہا تھے
اس چار دن کی زیست میں بیزار ہو گئے
آنکھیں کھلیں تری تو یہ عالم ہے خواب سا
اپنی ہستی نہیں جبر اختیاری ہے
قفس میں ڈال دیا جبر اختیاری نے
ہر نفس پیش قید خانہ ہے
تن کو ہے کس روح کی پھر آشنائی پر گھمنڈ
تن میں جب تک ہے اے برادر روح
اس وہم کی نمود کا ہے اعتبار کیا
آسودگی کا منہ اب دیکھیں گے ہم عدم میں

روتے کڑھتے خاک میں ملتے جیتے رہے ہم دنیا میں	دس دن اپنی عمر کے گویا عشرہ تھا یہ محرم کا	میر
جہاں میں نہ کی میرؔ اقامت کی نیت	کہ مشعر تھا آنا مرا یاں سفر پر	"
ایسی معیشت کر لوگوں سے جیسے غمکش میرؔ نے کی	برسوں ہوئے ہیں اٹھ گئے ان کو روتے ہیں ہمسائے ہنوز	"
اس گلستاں میں نمود اپنی ہے جوں ابر رواں	دمبدم مرتبہ سے اپنے چلے جاتے ہیں	"
سن کان کھول کر کہ تنک[1] جلد آنکھ کھول	غافل یہ زندگانی فسانہ ہے خواب ہے	"
زندگانی بھی ایک وقفہ ہے	یعنی آگے چلیں گے دم لے کر	"
آمد و رفت دم کے اوپر ہم نے بنائے زیست رکھی ہے	دم سو ہوا ہے آوے نہ آوے کس کو بھروسا دم کا ہے	"
مت[2] فکر خانہ سازی میں منعم ہلاک ہو	بنیاد زندگانی کی ناپائدار ہے	"
جہاں کے بحر میں مثل حباب گھر رکھنا	سفر عدم کا لگا ہے بندھی کمر رکھنا	"
انساں کی زیست آمد و رفت نفس سے ہے	دم سے ہوا کے بیٹھتے اٹھتے غبار ہیں	"
وقفۂ زیست کھلے چشم حقیقت بیں سے	جا کے جس وقت حباب لب دریا دیکھو	"
وقفہ حیات و موت کا مد نظر رہے	شکل حباب بحر جو باندھے کمر رہے	"
عمارت تن خاکی کو کچھ ثبات نہیں	اگر تو قصر فریدوں بنا گیا پھر کیا	منتہی
اس طرح آیا عدم سے ہوں میں ہستی کی طرف	جس طرح جاتا ہے کوئی سیر کو بازار تک	"
غایتِ زندگی نہیں ہے عیش	اور نہ مقصود عمر غصہ و طیش	محب
ہے لب بام آفتابِ زندگی	کوئی دم میں میں نظر کے پار ہوں	"
ہے نفس کی آمد و شد پر مدار زندگی	تن میں سانس آئی نہ آئی کیا قرار زندگی	"
دیدۂ بینا سے دیکھیں آشنائے بحر عقل	ہے حباب آسا یہ بنیاد حصار زندگی	"
شان و شوکت جاہ و حشمت نغمۂ عیش و طرب	مٹنے والے ہیں یہ سب نقش و نگار زندگی	"
نشۂ عیش و طرب میں مست کیوں ہیں اہل شوق	ہوش میں آئیں نہیں کچھ اعتبار زندگی	"
صورت نمرود و فرعون آپ کو بھولے ہیں کیوں	یہ سمجھ لیں موت ہے انجام کار زندگی	"
بعد طفلی کے ہوا جب دورۂ عہد شباب	تو پسند آئی شراب خوشگوار زندگی	"
ہر گھڑی رہنے لگا آنکھوں میں عشرت کا سرور	چین سے کٹنے لگے لیل و نہار زندگی	"
وقت پیری کھل گئیں آنکھیں یہ ثابت ہو گیا	تھا وہ نشہ زندگی کا یہ خمار زندگی	"
چھوڑ جاؤ مر کے تم نام نکو اے دوستو	اس سے بہتر کچھ نہیں ہے یادگار زندگی	"
طالبان موت مثل خضر زندہ ہیں مدام	ہیں اگر مردہ سے بدتر جاں نثار زندگی	"
لازم ہے اشک رخ پہ رواں ہوں لہو کے ساتھ	ہے زندگی وہی جو کٹے آبرو کے ساتھ	مصحفی
دیکھے جو آنکھ کھول کے غافل تو جان لے	ہستی تری برنگ شرر ہے بھی اور نہیں	"
اے مرگ جلد آ کہ ترے انتظار میں	اس زندگی نے سخت دیا درد سر ہمیں	"
ہستی سے درگزر جو ہو مطلوب وصل دوست	جلوہ ہے آفتاب کا بعد از فنائے صبح	"
ہمیں آخر کار آیا یہ رونا	کہ عمر عزیز اپنی خواری میں گذری	"
ہے جی میں یہ زندگی کا برقع	مانند حباب دور کیجے	"
ہزاروں حوادث ہیں تا زندگی	یہی زندگی ہے تو کیا زندگی	"

زندگی

کیا گرم اختلاط کسی سے ہوں مصحفی — مصحفی
فرصت ہے زندگی کی فقط اک شرر ہیں — "
جب اٹھ سکا نہ ہم سے بارِ گرانِ ہستی — "
یہ بوجھ سر سے ہم نے آخر اتار ڈالا — "
قالب خاکی کے دم کا اعتبار ہرگز نہ پوچھ — نجم
ہے ہوا کے مصحفی اک لحظہ جیسے حباب — "
مر مر کے جاویں آفتوں سے چھٹیں — "
زندگی اور اس غذا ہے ہیں تو — "
آتش و آب و ہوا و خاک ہیں بنیاد — "
اپنی ہستی کی یہ ثابت ہوتی ہے — "
ہوش عقبی کا جو اس کو نذر کرتے ہیں — "
زندگی بھی وہی دنیا میں بسر کرتے ہیں — "
سمجھا ہے اپنے ذہن میں تو زندگی ہے — "
وہ بیشتر زندگی کا طوفان خیز — "
بحر ہے زندگی کا طوفان میں بلا — "
اس کے طوفان میں بلا انگیز — جرأت
ہستی ہر ایک شے کی بیان جا ہے — "
انساں کی زندگی نہیں موج سراب ہے — "
زندگانی کا کیا بھروسہ ہے — "
ہائے جھگڑے سے نیر تو چھٹ پڑے — "
اس میں

---

[1] آنکھ کھولتے ہی ۱۲ [2] نہ آئے ۳ نہ ۱۲

زندگی

زندگی ہے حباب ساں اپنی
غرقۂ موجۂ نفس ہیں ہم — ناظم

دنیا کا فکر اور کبھی عقبیٰ کا غم رہا
گزری یونہی ہمیشہ بخوف و رجا غرض — "

غرقۂ موجۂ فنا ہیں ہم
ہم مثل حباب زندگانی — "

اپنے ہی چلنے تک ہے زمانہ کا چل چلاؤ
کشتی کو تختۂ ساحل دریا کو چل کے دیکھ — نسیم

فقط آمد و رفت ہے دم کی
دو روزہ یہ زندگانی عبث — واسطی

طول حیات ہے سبب کثرت گناہ
عاقل وہ ہیں جو چاہتے ہیں اختصار عمر — "

زندگی تک ہے فقط گردش ایام کا غم
ساکن زیر زمیں شام و سحر کیا جانیں — "

چاہے جو زیست کرے دنیا میں اگر گزر
افسوس پیر زن اجل کو مگن ہوا — "

یوں دہر بے ثبات میں اپنا قیام ہے
دریا میں جس طرح کوئی دم کا مکیں حباب — "

ہزاروں بیخبر ان دیکھیں ہزاروں مخصوص جیسے
بسر کی زندگی ہم نے نہیں ایں بنانے دنیا میں — بیخود

اس میں طول امل ہزار ہزار
اتنا اے مجروح ساماں کس لئے
اپنی ہستی ہے خواب کی صورت
کہا سچ حضرتِ ناظم نے مجروح
قالب بے ثبات میں رُوح نے گھر کیا عبث
قالب خاکی میں اے دل آتی ہے سیلِ فنا
حفظِ صحت کی عبث ہے تجھ کو اے ناداں فکر
کٹتی جاتی دمبدم ہے شاخِ نخلِ زندگی
ظاہر میں زندگی ہے عجب بوستاں سرا
ہستی کا گماں کر نہ تہ پیرہن اے دل
زندگی قید سے بڑھ کر ہے تو عشرت کیسی
کیا بھروسا زیست کا دم بھر کی ہے کل کائنات
کھلا عقدۂ زندگی ہے حباب
اک دم کی زندگی میں کیا کیا
اپنی حیات پر ہے مجھے شک حباب کا
دو روزہ زندگانی ہے مرنے کے واسطے
دیکھ پچھتائے گا مضطر۔ نہ کر
عمر جاوید زر و زور سے کیا ملتی ہے
زندگی چشم جہاں میں خوار رکھتی ہے مدام
قصر تن کی بے ثباتی کا جو آیا ہے خیال
ساتھ تیرا چھوڑ دیگا راہ میں رہ جائیگا
آدمی سے کہہ رہی ہے آمد و رفت نفس
پھر کہاں یہ دلبری شیان ہنس لے بول لے
دنیا کے ہیچ یار و سب زیست کا مزہ ہے
گزرتے ہیں قفس مستعار مثلِ نسیم
دو دن کی زندگی پہ ہے اہلِ دل کو ناز
ہوا پر ہے یہ بنیاد مسافر خانۂ ہستی
دم کے اس آمد و شد کا ہے بھروسا کس کو
بات پانی ہے یہ شکل کوئی کیا سمجھے نصیر
طرفۃ العین کا یہ وقفہ ہے
بعد از فنا ہو خاک یہ تن کا مکاں رست
نصیر اس کا بھروسا جو کرے وہ محض ناداں ہے
پانچ دن زندگی کے دنیا میں

زندگی کا مدار ایک نفس — مجروح
چار دن ہے ہستیٔ فانی مری — "
بود ہے یہ حباب کی صورت — "
ہماری زندگی کیا اور ہم کیا — "
قصر حباب میں رہی ایسی پری ہوا عبث — منیر
پھرتی ہے جھاڑو صفائی تیرے گھر ہونیکو ہے — "
ایک دن خالی یہ بیماری کا گھر ہونے کو ہے — "
ہر نفس باغِ جہاں میں زیست کا آرا ہوا — مسکین
پھر بعد چند دن کے کہاں ہم کہاں سرا — "
مانند حباب آہ یہ پردہ ہے کفن کا — "
تنگ ہے عرصۂ دنیا تو فراغت کیسی — مجبوب
بحر ہستی میں ہر اک شکلِ حباب آنیکو ہے — ماہ
کہ اک آن میں دم ہوا ہو گیا — "
نیرنگ یہ شام کا سحر کا — "
کس درجہ بے ثبات ہے یہ قطرہ آب کا — "
ہستی کی صورتوں سے عیاں ہے فنا کا راز — "
چار دن کی زندگانی پر گھمنڈ — مضطر
آبِ حیواں سے رہا جامِ سکندر خالی — ناسخ
آسماں پیشِ زمیں بہرِ تواضع خم ہوا — "
ہر حباب اپنی نظر میں قلعۂ فولاد ہے — "
اے مسافر جسم تیرا نقشِ پا سے کم نہیں — "
زندگی کی کشمکش میں کوئی دم راحت نہیں — نظر
دم غنیمت ہے ارے ناداں ہنس لے بول لے — نظیر
جیتوں کے واسطے ہی یہ ٹھاٹھ سب ٹھٹھا ہے — "
کسی کو خار نہیں ہیں کسی پہ بار نہیں — نظم
حال ایک ہے لحد میں میر و فقیر کا — ناسخ
نہ ٹھیرا ہے کوئی یاں یہ دل محزون ٹھیریگا — نصیر
اپنی ہستی کو یہاں خواب سمجھتا ہے حباب — "
زندگی ایسی ہے جس طرح سرِ آب حباب — "
زندگانی حباب وار ہے اب — "
رہتا ہے گھر تو صاحبِ خانہ سے ہاں درست — "
بنائے ہستیٔ فانی ہے دم کے آنے جانے پر — "
طرفہ حالت عجب حقیقت ہے — "

یہ نمودِ عالمِ آب ہے یہ وجود نقش بر آب ہے
تھا چار دن کا اپنے عناصر میں ارتباط
دونوں کا ایک تارِ نفس پر مدار ہے
واسطی زیست کا دنیا میں بھروسا کیا ہے
خاک کے پتلے کو آخر خاک ہی میں ملنا ہے
حباب آسا کروں کیا سیر کشتی میں
اپنی ہستی میں تو آتا رفنا سارے ہیں
زیست اک دم میں ہو گی آوارہ
بحرِ ہستی میں رہے شکلِ حباب
نہیں دم کا بھروسا غمکدہ میں بحرِ ہستی کے
دما مہ ایک، دم کا ہے نہ آئے دم تو جاں جائے
تیرے جینے سے خوشی ہو قوم کو ایسا تو جی
کام کرنا ہے جو وہ کر لو ہوش
انسان کو جینے میں نہیں دم کا بھروسا
اس ہستیٔ دو روزہ کا کیا اعتبار ہے
صفحۂ دہر پہ کیا نقش ہے اپنا ہمدم
غنیمت جان آدم کے گلو میں دم کی آمد شد
بھروسا ہے کیا زندگی کا کہ دم کو
نکر لاحق ہیں سینکڑوں ہمدم
اے وائے یہ تب سمجھے جب مرگ تک پہونچے
بہارِ عمر جو ہے اک دو روزہ دم غنیمت ہے
زندگی سی چیز کو غفلت میں کھوتا ہے بشر
زندگی کو نیک کاموں میں بشر آخر کرے
زندگی کے دن غنیمت جان اے انجان تو

یہ حیات عین حباب ہے یہ محیط محض سراب ہے — واسطی
دیکھا تو کچھ بھی دم کے نکلتے ہوئے نہ تھا — ″
کیا اعتبار زیست ہے کیا اعتبارِ عمر — ″
کہ سوا ذات خدا کے کوئی جاوید نہیں — ″
چار دن کی ہے یہ دنیا میں بہارِ زندگی — ″
ثباتِ زندگانی ایک دم ہے — ″
شام کو ذرے ہیں اور صبح کو ہم تارے ہیں — وزیر
اک نفس میں سحر پریشان ہے — وقار
ہر نفس تاراج فرصت ہو گیا — ″
فقط اک جام ہے پر کیا جاب آسا بھر تبسم — ″
کہ دم آنا سبب ہے زندگیٔ نوعِ آدم کا — ہر چند
ورنہ یہ جینا ترا پھر کام کس دن آئے گا — ″
زندگانی کا اعتبار نہیں — ہوش
دن رات میں یہ باندھتا مضمون ہے کیا کچھ — ہمدم
آخر لگی ہوئی ہے فنا اور فنا سے ہم — ″
جوں نگیں زندگی کرتے ہیں ہم اک نام کے ساتھ — ″
یہ نے حرف و حکایت سے کبھو پُر ہے کبھو خالی — ″
رواں دیکھتے ہیں دواں دیکھتے ہیں — ″
زندگی بھی ہے دردِ سر تحقیق — ″
جینے کا جو تھا چرچا افسانہ نظر آیا — ″
برنگِ گل ہے آخر رہ کے جانا آجکل پریوں — ″
عیش و عشرت خواب و خور میں مفت کرتا ہے بسر — ہنر
رستم و جمشید و دارا و سکندر سب مرے — ″
عیش میں بھولا ہوا ہے گر تو دل میں ہو بیان تو — ″

سخت بات

کیا پڑے زبانیوں کا کسی کی گکر کریں — جنون
دل لے کے چھپا ہوا تو کلیجا چھپا ہوا [illegible] — داغ
بات کا زخم ہے تلوار کے زخموں سے سوا / کیجیے قتل مگر منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو — سوز
نشتر سے زیادہ ہے زبان کا [illegible] / مرہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا — سفیر
دلوں کو توڑتے ہیں [illegible] حاسدوں کی [illegible] — شاد
ٹھیس وہ ہے جو دشمن سے نکالو بات ہو کوئی [illegible] — شہید
زباں سے فتنے اٹھتے ہیں [illegible] — اوجی
[illegible] / بد زبانی سے پہنچ جاتا ہے انساں کو ضرر — غالب
گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر / کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی — قدر
سخت باتوں کی [illegible] نہیں تاب / کہیں شیشہ سے [illegible] سخت کلامی — بحر
کرتے نہیں ارباب کرم سخت کلامی / [illegible] دل بریاں — محسن

سخت بات

اٹھاؤں سخت کس کی ہر گھڑی بات
نرم طینت کو نہیں کچھ اثرِ زخمِ زبان
نہ کسی کو کڑی کہی ہم نے
خالق کو سخت بات کسی کی نہیں پسند
مرہم پذیر کونا ہے گھاؤ جو نہیں

کہ تپھر ہے مرے حق میں کڑی بات — اسیر
کاٹے کیا خاک جو تلوار پڑے پانی پر — آتش
نہ کسی کی کڑی اٹھائی بات — ″
کیونکر زبان منہ میں نہ بے استخواں رہے — بحر
پر ایک زخم تیغ زباں کا نہیں علاج — جرأت

سخن نہ تلخ کبھی تم زبان پر لانا
دوست دشمن ہوں جس سے کون وہ بات
گلہ نہیں ہے ہمیں اپنی جاں گدازی کا
اس کی زباں کے عہد سے کیونکر نکل سکوں
اے نظمؔ سانپ کاٹ کے پلٹے تو غم نہ کھا
ممکن نہیں بھولے سخن سخت کسی کا
دیتے ہیں سخت گوئی جاہل سے ہوشمند

یہ وہ سخن ہے کہ سینہ فگار کرتے ہیں
بدزبانی ہے بدزبانی ہے
جگر پہ زخم ہے اس کی زباں درازی کا
کہتا ہوں ایک میں تو سناتا ہے مجھ کو دس
ہشیار رہ پلٹ کے نہ کاٹے زباں کہیں
مرہم سے جو بھرتا نہیں وہ زخم دہاں ہے
دانہ پایا جو دہنِ آسیا ہوا

مہر — محو — میر — 〃 — نظم — واسطی — ہمت

سخاوت

جو کامیاب نہ ہو کوئی یہ نصیب اس کا
کرم کیا ہے جو سائل پہ غم نہ کھا منعم
مال بخشا ہے خدا نے صرف کرنے کے لئے
سائل امین ہیں انھیں دے مال اے بخیل
دنیا میں لٹا کے ہم گھر اپنا
کب فرق سائلوں میں کرتے ہیں اہل ہمت
دے جو محتاجوں کو دینا ہے کہ فرصت ہے ابھی
زندہ سخی ہے ہر دم آئے جو موت کیا غم
سائل کرم کا کون نہیں تجھ سے اے کریم
حاجت روائے خلق نہیں ہے ضرر رساں
زر سے خالی ہے دستِ اہل کرم
کر فیض سے کشادہ جہاں میں کسی کا دل
صرف زر کرتے ہیں تعمیرِ عمارت میں جو لوگ
گورِ حاتم پر ہو یہ مصرع رقم
خوف گر تجھ کو کل کی پیاس کا ہے
دیکھیے جس دن کشادہ ہے درِ اہل سخا
دے خدا نے عوض ایک ایک کے دس دس
خالی نہیں ہے فیض سے تکلیف اغنیا
سخاوت سے ملا ہے نامِ روشن صبح محشر تک
راہِ خدا میں دیجئے جو دستیاب ہو
فیاض کا ہے فیض برابر جہان میں
اربابِ فیض ہیں خلشِ دہر سے بری

نہیں قبول کی آصف نے التجا کس کی
خسارہ کیا ہے جو دنیا ادھر ادھر دینا
واسطے غیروں کے اس کو چھوڑ جانا کیا ضرور
مل جائے گا زمین میں نہ مدفون خزانہ کر
عقبیٰ کا ثواب لوٹتے ہیں
ذرے ہیں سب برابر خورشید کی نظر میں
ڈھونڈھتا ہے خاک میں قاروں گدا ملتا نہیں
ہے ذکرِ خیر حاتم اب تک ہر انجمن میں
دستِ گدا و دامن سلطان کشادہ ہے
بنتی ہے تیغ زر سے نہ بندوق سیم سے
صاحبِ زر کرم نہیں رکھتے
لازم ہے فکر وسعتِ کنج مزار آج
ان سے پوچھو کہ کشتئ دل میں بھی گھر کرتے ہیں
ناخدائے کشتئ سائل گیا
کر یہاں نہرِ فیض جاری آج
کام اس دروازہ میں ہرگز نہیں زنجیر کا
کریم بانٹ کے زر صاحب خزانہ ہوا
منعم مریض ہو تو مقدر طبیب کا
چراغ اس سے سوا کیا ہوگا بہتر گورِ حاتم پر
لیجائیے زمین کا مال آسمان پر
یکساں نگاہ مہر ہے نزدیک و دور پر
نشتر کا خوف کیا رگِ ابرِ بہار کو

آصف — اسیر — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — امیر — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃

سخاوت

چاہے جو طول عمر تو کر فیض اختیار
کرتے نہیں تمام شجر میوہ دار کو
کھانا بغیر غیر کے کھاتے نہیں کریم
ہر روز ہے خلیل کو مہماں کی احتیاج
جہاں میں جو دیا کرتے ہیں نعمت اہل حاجت کو
نہیں ذکر ثواب سورۂ انعام ملتا ہے
سخاوت سے پیام دولت و نعمت ہے منعم
چمن ہے خرم و شاداب جب تک نہر جاری
اہل ہمت کو نہیں اسفل و اعلیٰ کی تمیز
ہر جگہ چشمۂ خورشید سے ضو آتی ہے
ہاتھ میں لا کسی کا دل منعم
جم کا روشن نگیں سے نام ہوا
بخل یعنی زمین قارون کو کیونکر
جو کچھ بھی فی سبیل اللہ دیتے
عیش دنیا سے جو ہیں محروم
کچھ نہیں ملتا ہے اکثر صاحب تقسیم کو
کرتی ہے سائلوں سے خجل مجھ کو مفلسی
اس واسطے ہے درہم و دینار کی تلاش
جو تم کو خدا نے دیا ہے تو دو
بہشت کرو اس میں جو ہو سو ہو

امیر — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — 〃 — اسمٰعیل — غنی ناتھ

غنی ساتھ دنیا سے کیا لے گیا — مگر جو کسی کو دیا لے گیا — امیر
چرخ ممک نے مٹانے کی بڑی کوشش کی — نام حاتم تھا مگر یہیں کہ مٹایا نہ گیا — ″
سخی کے پاس ہو اور کچھ نہ دے یہ غیر ممکن ہے — نہیں کرتا ہے مٹھی بند جب تک ہاتھ چلتا ہے — ″
ایک اُس کو دیا تو دس پائے — جھک کے مل اے کریم سائل سے — ″
مال رکھنے کو نہیں کہدو غنی سے بانٹ دے — لفظ میں تقسیم کے داخل کیا ہے سیم کو — ″
اے غنی دے سیم و زر وقتِ بلا — مالِ دنیا جان کی خیرات ہے — ″
مطبخ عالم میں اپنا ہاتھ ہے کفگیر وار — صرف کر دیتے ہیں جو ملتا ہے ہم رکھتے نہیں — انجم
صاحب دولت اگر بے فیض ہیں بے کار ہیں — کچھ نہیں رکھتے اگر دستِ کرم رکھتے نہیں — ″
گھر میں قاروں کا خزانہ ہے تو بے مصرف ہے — دیدیا جس کو وہ دینار و درم ساتھ رہا — اشک
لازم ہے اُسے جس کو خدا بخشے امارت — یک چشم ترحم تو بسوئے غربا ہو — انشاد
ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر — دولت جو ملے اس کو تقسیم بھی کر — اکبر
خدا دے دولتِ قاروں تو کیجئے — نہ حاتم نے کیا ہو اس قدر خرچ — آتش
سخی کا ہاتھ اگر لنگر جہاز عافیت کا ہے — سخی کا ہاتھ اونچا ہے سخاوت میں کہیں پل سے — بحر
اے امیرو دے چلو بذل و کرم کی روشنی — گور کے گھر میں نہیں طوغ و علم کی روشنی — ″
آب زر رکھتا نہیں کیا بحر فیاضی کرے — ورنہ یاں دریا کو بھی نہ کاٹے کہیں امساک نے — ″
زر سے جس کا خوش کیا دل گھر بنایا خلد میں — خاک میں دولت ملی جو صرف کی تعمیر میں — ″
ہر جگہ مال تلف ہونے کا اندیشہ ہے — حفظ زر کی ہے مگر دامنِ سائل میں جگہ — ″
کل سفر درپیش ہے زاد اپنا اپنا ساتھ لو — سائلوں کو دو یہ پہونچا دیں گے سر پر لاد کے — ″
جو کوئی دیتا ہے اپنے خدا کو دیتا ہے — گدا بطور وکالت سوال کرتے ہیں — ″
شیریں زبان و دستِ کرم کو نہ پوچھئے — دو کنجیاں ہیں میرے لئے در کشائے عیش — ″
مزرعِ دنیا ہے عقبیٰ کچھ سخاوت کر چلو — کل وہ خرمن پائے گا بخشے گا جو اک دانہ آج — ″
عدم کی راہ میں اک گنج ڈالتے اے بحر — ہمارے پاس نہ قارون کا خزانہ ہوا — ″
چلے کرم کی سرکار میں جو دنیا سے — تو کچھ ضرور نہیں توشہ سفر لینا — ″
بے دئے ممکن نہیں دنیا میں ہو اجرائے کار — عاملوں سے اسم اعظم بھی ہے دولت مانگتا — ″
محتاج کو محروم نہ رکھ اپنے کرم سے — سائل کی پیالی کو سمجھ جام خدا کا — نظیر
بخشش سے باز رکھ نہیں سکتے ہیں یہ عمل — چھینیں گے کیا شکار بھجنگے عقاب کا — ″
بخشدے سائل کو اپنا گھر سفر درپیش ہے — لے چلے مزدور پشتارہ ترے اسباب کا — ″
نام حاتم کا ہے باقی آج تک — گر فراغت ہو سخاوت کیجئے — باقی
بہر نفع غیر ہم رکھتے ہیں زر کی احتیاج — کس شجر کو آپ ہوتی ہے ثمر کی احتیاج — برق
دے کر سخی اٹھاتے ہیں دنیا کی سختیاں — پتھر عوض ثمر کے ثمر ہے نہال کا — ″
سو حسن سے بہتر ہے زمانہ میں سخاوت — وہ سرو سے بہتر ہے شجر جس میں ثمر ہو — امیر
مال بخشش سے کریموں کا نہیں ہوتا ہے کم — صرف سے عالم میں کیا نقصانِ دریا ہو گیا — ″
لازم اہل شجاعت ہے سخاوت اے برق — اپنے جوہر سے نہیں ہوتی ہے تلوار جدا — ″

سخاوت

بخشش سے مال کم نہ سخی کا ہوا کبھی — نقش ایک نگ سے لاکھ جگہ نام ہو گیا — داغ
بخشش سپر ہے تیغ زبان فقیر کی — مرہم کرم ہے زخم دہان سوال کا — ″
کیونکر نہ جود باعث رفعت بشر کو ہو — دیتا ثمر ہے باغ میں ہے سر نہال کا — ″
غیر کی حاجت کو سمجھا ہے جو اپنی احتیاج — دونوں عالم میں وہی پیر و مرادِ ایام ہے — بہادر
لٹاتا ہوں سخی مشہور ہونے کے لئے دولت — نہیں پروا ہے سیم و زر کی ہو جو نام کا طالب — ″
جن کو وسعت ہے وہ تنگی سے بسر کرتے ہیں — اہل دولت میں بہت اہل سخاوت کم ہیں — اکبر
جو اہل سخاوت ہو تو اب اس کو نہ کہیو — پیالہ کہیں رہتی ہے بھی ہے جو ندی — ″
جو دل سے ہے تو نگر بے تکلف — لٹاتا ہے وہی زر بے تکلف — ″
یہی اشارہ ہے فوارہ کی روانی سے — خزانہ جب فلک سفلہ دے لٹا دینا — نظیر
جو عمل ہے جہاں میں خرچ ان کی راہ میں — کھویڑی کھاتی ہے ٹھوکر قیصر و فغفور کی — ناسخ

سخاوت

فیض سے ہو جو ہاتھ سے جاری تو ہے فضلِ خدا
فیض سمجھے ہیں اسے جو ہو اگر اپنا فیض — شاداں

دوستوں سے ہے محبت ہر کسی کو خلق میں
زر وہ ہے جو کیا کرتا ہے [illegible] فیض — ″

کام اپنا آپ ہی اپنے ہاتھوں سنوار دو
دو ایک زر اوقات میں ہیں تو سو سو ہزار دو — ″

ہے سخاوت وہ شجر جیسے چراغ متصل
[illegible] شاخ اسکی ہری رہتی ہے — ″

عیب گر دیکھے کسی کا اس پہ دامن ڈھانپئے
[illegible] لطف سے تن ڈھانپئے — ″

دیکھ قاروں نے گنج اس کو کیا ہوا حاصل
[illegible] دولت ایسی ہوتی ہے — صابر

[illegible] اہلِ کرم کو نہیں [illegible]
کچھ کام تیرے [illegible] فیض [illegible] بے طلب — ″

ہوتا صدف کو فیض [illegible] کرم سے
ہر اک سوال اہلِ کرم ہے [illegible] — ″

[illegible] ارباب ہمت کو فروغ جاوداں
نام حاتم کا چراغ روشن حاتم ہوا — ″

نام ارباب کرم کو ہے برابر [illegible]
ماہ کو دیتا ہے [illegible] فرق پرتوِ آفتاب — کیفی

شاعر	مصرعِ ثانی	مصرعِ اول
ثاقب	جس طرح مرکز کرم کے کاف کا	یوں کس و ناکس سے جھکتے ہیں سخی
″	خضرِ طریق شہرۂ اہلِ کرم ہوا	غربت میں دل جو سائلِ دام و درم ہوا
″	جھکا کرتا ہے بڑھ کر ہاتھ یوں دامانِ سائل پر	کشش کافِ کرم کی یوں کس و ناکس سے کہتی ہے
جنون	گو مجلس سے بخیل کا دروازہ بند ہے	ہر دم درِ کریم کھلا ہے پئے قبول
جوشش	رکھ کے لیجاؤ گے کیا دولتِ دنیا سر پر	غافلو جمع ہے جو مال اُسے خیرات کرو
″	لے ہمتِ عالی کوئی سائل نہیں ملتا	ہر دم ہے یہی جوشش کلام اہلِ سخا کے
″	خدا کی راہ میں جو صرفِ مال کرتے ہیں	انہیں کو دولتِ کونین جوشش حاصل ہے
″	جس میں کچھ نام کو بھی بوئے سخاوت ہوگی	ہاں بھریگا دُرِ مقصود سے دامن وہ امیر
جوہری	حشمت و زر کے مکاں میں بذل و احساں ہے چراغ	ہے وہاں ادبیر جس دولت میں کچھ بخشش نہیں
چکبست	یاں جو رہِ مولا میں لٹاتے ہیں زر و سیم	سنتے ہیں انہیں کے لئے ہے کوثر و تسنیم
″	جیسے کہ کرم ابرِ گہر بار چمن میں	یوں فیض کے چشمے ہوں رواں باغِ وطن میں
″	ہاتھ دھونے کو ملے بہتا ہوا پانی مجھے	کلفتِ دُنیا مٹی بھی تو سخی کے فیض سے
حالی	رہیگی اے منعمو تو باقی دئے کی کچھ روشنی رہیگی	نہ عیشِ کیخسروی رہے گا نہ صولتِ بہمنی رہیگی
حیرت	دیکھتا ہے رات دن عیش و خوشی	چین سے رہتا ہے دنیا میں سخی
″	چھوڑنا ہرگز نہ تو اس کام کو	گر سخاوت سے تو روشن نام کو
″	معزز ہے وہ خویش اور غیر میں	کرے خرچ زر تو کوئی خیر میں
داغ	جو ہوتا ہے سخی خود ڈھونڈھ کر سائل سے ملتا ہے	مثالِ گنجِ قاروں اہلِ حاجت سے نہیں چھپتا
″	ہوتی ہے خود بخود دلِ سائل کو اطلاع	چھپتی ہے کب چھپانے سے اہلِ کرم کی شان
″	خود ہاتھ وہ ملاتے ہیں سائل کے ہاتھ سے	پہنچے نہ اہلِ فیض سے نوبت سوال کی
″	تم پہ احسان وہ اے اہلِ کرم کرتے ہیں	گر نہ سائل ہوں تو کیونکر ہو سخاوت مشہور
ذوق	کچھ فائدہ بے دستِ کرم اٹھ نہیں سکتا	دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
رند	گدا کو دیگا نہ منعم تو پائے گا پھر کیا	متاع و مال کی عزت اٹھائیگا پھر کیا
″	کیوں رکھیں درِ فیض کو اربابِ عطا بند	کرتے نہیں اربابِ کرم دستِ سخا بند
″	لٹایا ہے خدا کی راہ میں جو ہاتھ آیا ہے	نہیں رکھا کبھی اپنے لئے اسبابِ دنیا کا
″	بیکار وہ شجر ہے کہ جس میں ثمر نہیں	دے نفع ہر کسی کو جو مقدور ہے تجھے
سودا	چھین کب لیتے ہیں کچھ دیکر کسی کو اہلِ جُود	ہیں زمانہ کی سخاوت کا نہیں ہرگز مقر
″	خالی ہمیشہ کیسۂ اہلِ کرم رہے	مفلس ہیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں کچھ
سرور	نہ کر اس کی حفاظت کو مقرر پاسبان غافل	سخی بنکر خدا کے نام پر دے ڈال مال اپنا
″	سخی کا چہرۂ تابان مثالِ زرِ روشن	جہاں میں وقتِ سخاوت ہمیشہ رہتا ہے
سید	درجہ یہ ہے سخی کا وہ درجہ بخیل کا	اہلِ کرم ہیں خلد میں قاروں عذاب میں
سعید	قاروں مغضوب ہوا بخل کا مخزن بنکر	موردِ رحم ہوا حاتم طائی یہ کرم
″	وہی رزاق زمیں اور زمن دیتا ہے	نام نیت سے سخی پاتے ہیں ورنہ سب کو
ثاقب	وہ شجر کس کام کا جس میں ثمر ہوتا نہیں	نفع پہنچا خلق کو حاصل یہی ہے زیست کا

کچھ صرف بھی لازم ہے اگر جمع کرے مال	زر لیکے گل آتے ہیں خزانے جو گڑے ہیں	عاشق
کریم وُہ ہے جو دے کے منفعل خود ہو	کرم کو مدحتِ سائل سے عار آتی ہے	،،
ہاتھ سے کچھ دے رہے ہیں جو کہ راہِ خیر میں	عیشؔ اُن لوگوں نے ہے زادِ سفر اچھا کیا	عیش
رو سخی کا نہیں ہوتا ہے درِ حق سے سوال	ہاتھ بخشش کا اُٹھے دستِ دُعا سے پہلے	عزیز
جھپکاتی ہے آنکھوں کو چمک دستِ کرم کی	اے حضرتِ موسیٰؑ یدِ بیضا ہے تو یہ ہے	عزیز
جو کہ ہیں اہلِ کرم بار ہے دولت اُن پر	ہمیں ثابت ہوا یہ شاخ کے جُھک جانے سے	عاقل
شرم کرم کریم کو رہتی ہے بالضرور	پنہاں ہے ہر سوال کے پردہ میں ہر جواب	،،
دے فقیروں کو خدا کی راہ میں تو مال و زر	جان تک بابا خدا کی راہ میں قربان کر	عرشی
بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ	تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں	غالب
زندہ ہے جس کا خلق میں کچھ نام ہوگیا	حاتم کا شہرۂ کرم عام رہ گیا	فدا
ہے صرفِ زر میں نعمتِ دارین کا مزہ	دَولت جو تیرے گھر میں ہے اسے بیجا نکال	،،
ترے سائل کو اظہارِ تمنا کی نہیں حاجت	کہ بے مانگے دیا کرتے ہیں وہ جو دینے والے ہیں	فروغ
یہ جان تک نہیں کرتے عزیز سائل سے	نہ کیوں جہان میں ہوں صاحبِ کرم مخصوص	قربان
کلیدِ قفلِ مشکل ہوتی ہے داد و دہش آخر	سخی کے ایک دن آڑے سخاوت آہی جاتی ہے	قلق
ایک دیتا ہے تو دس غیب سے ملتے ہیں اُسے	اہلِ ہمت کا تہی کیسہ زر کیا ہوگا	،،
سودا ہے تجھے قاروں تو نہ بن کچھ راہِ خدا میں دے بھی	یہ بوجھ نہ تجھ سے اُٹھ سکے گا سر پہ بہت تو لاد عبث	قدر
بانٹ دے نام پہ اللہ کے حاتم بنکر	سر پہ کیا لاد کے لیجائے گا قاروں کی طرح	،،
احسان مہر کا مہِ کامل سے پوچھئے	کیا کیا دیا کریم نے سائل سے پوچھئے	نیر
سخی تو پھولتے پھلتے ہیں باغِ عالم میں	بخیل جلتے ہیں لیکن چنار کی صورت	محب
بغیر حکم خدا کب کسی کو دیتے ہیں	یہ اہلِ دولت و ثروت ہیں آزمائے ہوئے	،،
درِ سخی پہ لکھا ہے یہ مصحفیؔ مصرع	کہ بے نصیب نہ یاں سے کوئی گدا پھر جائے	مصحفی
خزانے جو قاروں کے پاؤں لٹا دوں	غنی دل ہے گو پاس دولت نہیں ہے	میکش
پڑ گئی میری جو کچھ چشمِ حقیقت سے نظر	کفِ معطی نظر آیا یدِ سائل مجھ کو	،،
جو سائل آئے تو سر کاٹ کے ابھی دیدیں	ہمارا دل ہے غنی گو نہ پاس مال ہوا	،،
ہمدم تجھے گر حق نے دیا مالِ فراواں	لازم ہے کرے تو بھی سپاسِ شہِ شاہاں	مہر
محتاج کو دے گر تجھے توفیق خدا دے	حقدار کو حق بخش تجھے رحمتِ یزداں	،،
گر حوصلہ نہیں متمول فقیر ہیں	یاں ہیں وہی امیر جو دل کے امیر ہیں	،،
کان اچھا ہے وہی جس سے بھلائی سنئے	ہاتھ اچھا ہے وہی جس سے دیا کرتے ہیں	،،
زندگی کی بھی تو اے دوست ہے دُنیا میں زکوٰۃ	پاس زر ہو تو سخا اہلِ سخا کرتے ہیں	،،
کام آئے گی خیرات جو کر جائے گا	خیرات سے گھٹ تیرا نہ زر جائے گا	،،
پیاسا پانی پی جائے جو دریا سے مہرؔ	پانی دریا کا کیا اتر جائے گا	،،
توفیق عطا کرے اگر تجھ کو خدا	اوروں کو کھلا بیٹھ کے اور خود بھی کھا	،،
چلتی پھرتی ہے چھاؤں دولت اے مہرؔ	جب تک رہے پاس اسمیں کچھ نفع کما	،،

سخاوت

ہے نام سخا یہاں وہاں نجات اس کی ہے
بڑا اس کا ہے دن میں یا رات اس کی ہے
جس شخص کا ہے فیض زمانہ میں عام
[illegible] زمانہ میں حیات اس کی ہے — مہر

اے [illegible] کرو [illegible] خیرات
تم اختیار کرم [illegible] شاخ بنے
[illegible] سخیوں میں [illegible] بنا کرتے
[illegible] خدا کی ذات — ،،

کرم [illegible] مال و زر نہیں جاتا
سخی کو [illegible] تو دریا اتر نہیں جاتا — امین

[illegible] منفعل بھی ہے کریم
بالطبع [illegible] سے فیض
ہوتا ہے سایہ [illegible] کوئی فقیر
[illegible] نہیں — میر

[illegible] سخا ہنوز — منشی

اے دل عزیز [illegible] لذیذ
[illegible] سرفراز — ،،

[illegible] زوال
باغِ عالم میں [illegible] ہے
شاخ پہ وہ [illegible] ہے — ،،

[illegible]

سخاوت

کھاتے ہیں کھلاتے ہیں سخی دولت دنیا
رہتا ہے تہِ خاک سدا مال غنی کا — ذہین

سائل کا ہاتھ چوم لے دستِ خدا کے ساتھ
آیا ہے بادشہ ترے در پہ گدا کے ساتھ — وزیر

سخاوت و جود سے مشہور نام حاتم ہے
ہزاروں مر گئے ہر چند جن کا نام نہیں — ہرچند

جو ممسک مثلِ قاروں صاحبِ حشمت ہوئے پامال
ہوا مشہور زر بخشی سے ہر جا نام حاتم کا — "

نامور حاتم سخاوت سے زمانہ میں ہوا
مثلِ قاروں مال و دولت کو نہ چھوڑا چاہئیے — "

جو اہلِ فیض ہیں ان پہ ہے سخی عالم
زماں میں تنگ سے کب نخل میوہ دار رہا — جوش

وہ حاتم ہیں سبب پیدا کیا اللہ نے جن کو
بخیل ان کو بنایا دہر میں ہر اک کے مقصد کا — "

زر اندوزی پہ دنیا میں کمر مت باندھ اے منعم
سخاوت کر کچھ اپنا یاں سے زادِ راہ کر لیجے — ناظم

دنیا میں کانوں کان کبھی خبر نہیں
کیا جانے ہم نے کس کو دیا کس سے کیا لیا — واسطی

جو مال بخشش میں اپنی صرف کر دو عمر اے منعم
صوم و صلوٰۃ و ذکر و وظیفہ سب سے خیرات بڑھی — ناظم

کچھ نام خدا بھی تو دیا کیجئے مضطر
ایک دم میں تو لٹا دیتا میں گنجِ قاروں
کوئی محتاج زمانہ میں نہ رہتا زنہار
اس درجہ تھا قلق مجھے ردِّ سوال کا
کاملوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں ناقص بھی مدام
جو کہ ہو فیاض دیتا ہے اسے خالق فروغ
خوش ہے اِدھر خدائی راضی اُدھر خدا ہے
ظالم سے اہلِ فیض کو ہوتا نہیں گزند
سخاوت جس کو کہتے ہیں کہاں ہے اس زمانے میں
خدا نے زر کیا پیدا اڑا دینے کو دنیا میں
کریم زندۂ جاوید ہوتے ہیں منعم

روشن رہے دائم جو چراغ سرِ تربت
ممسکو کیا میں کہوں پاس مرے زر نہ رہا
ممسکو ہاتھ میں آتا جو مرے زر کچھ بھی
دریا بہا کیا عرقِ انفعال کا
فیض سے خورشید کے مہتاب کی تنویر ہے
روشنی ہوتی ہے روئے مہرِ عالمتاب میں
رُتبہ غرض سخی کا دونوں طرف بڑا ہے
نخل میوہ دار کو رنجِ تبر کہاں ہے
بخیلوں کی بدولت رہ گیا ہے نام حاتم کا
زمیں میں جس کو پنہاں کرتے ہیں وہ گنجِ قاروں ہے
رہیگی دولت دنیا نہیں سدا محفوظ

اب جینے کو تم رخصت دو اور مرنے کو مہمان کرو
خیرات کرو احسان کرو یا پن کرو یا تو دان کرو

دولت جو ترے پاس ہے رکھ یاد تو یہ بات
کھا تو بھی اور اللہ کی کر راہ میں خیرات

آتا نہیں دُنیا کی روانی میں کبھی فرق
تھمتے نہیں رُکتے نہیں شوریدہ سرِ فیض

طوبیٰ لکم اے اہلِ کرم واہ ری رفعت
لے اُڑتے ہیں طوبیٰ کی طرف بال و پرِ فیض

اہلِ کرم اُٹھے بھی اُٹھے صفتِ مہر
اٹھ جانے پہ بھی رہ گیا باقی اثرِ فیض

کیونکر ہو اس کا دوست نہ ہو جس کو جس سے فیض
خاموش ہو چراغ تو اعدے کو غم نہ ہو

دے اگر دو چار درہم بھی خدا کی راہ میں
مرتبہ زردار پائے مالکِ دینار کا

عقل وہی ہے جسے اللہ نے ہے صاحبِ فیض
کبھی رہتا نہیں زرِ مشتِ خردمند میں بند

خالی نہیں ہے فیض سے اک دم درِ کریم
دیتا ہے بے طلب وہ نہ مانگ اُس سے خواہ مانگ

مصرع درِ کریم پہ یہ ہے لکھا ہوا
جو مدعا ہے ہم سے طلب کر جو چاہ مانگ

خدا از روئے تو کچھ راہِ خدا میں چاہئیے دینا
خیالِ انجام کا انساں کو لازم ہے فراغت میں

مضطر
نواب
"
نسیم
ناسخ
"
نوح ناسخ
"
"
نمود
نظیر
"
نظم
"
"
واسطی
"
"
"
"
"

سرکشی

تعجب ہے جو سرکش ہیں یہ زردار
حاصل ہوا نہ خاک سے مانند گردباد
جو کرے گردن کشی لازم ہے اُس کو بارِ غم
سرکش ہیں پختہ مغز کے جوہر کہاں نصیب
کیا سمجھ کر آسماں پر سرکشوں کے ہیں دماغ
کہدو سرکش سے کہ چلنے کو چلے کبر سے چال
ثبات بحرِ جہاں میں کہاں ہے سرکش کو
سرکشی صورتِ آتش نہ کر اے پارۂ خاک
سرکشی عالمِ ایجاد میں بے جا ہے اسیر
سرکشی کو جانتا ہوں عیب میں رنگیں مزاج
سرکشی ادنےٰ سے بھی لازم نہیں آفاق میں
سرکشی کرتی ہے پامال جہاں مغرور کو
سرکشی کی جس نے عالم میں رہا محرومِ وصل
سرکشی عیب سمجھتے ہیں دلا اہلِ کمال
سرکشی آخر فرومایہ کو دیتی ہے شکست
فرومایہ کی گردن خم فلک سے بھی نہیں ہوتی
جو کی سرکشی اُس نے کچھ پھل نہ پایا
زیبا نہیں کسی کو زمانے میں سرکشی
جب آگ لگی ہے تو وہ پانی سے بجھی ہے
سر اُٹھاتا چمنِ دہر میں کیا کیا انساں
سر اُٹھا کر نہ چلو جورِ فلک سے اک دن
کوئی دم سرکش کی اے تسلیم رہتی ہے نمود
کھاتے ہیں منہ کی صورتِ فوّارہ سربلند
سرکشی رفعت میں کچھ اچھی نہیں ہے منعمو
منعم غرورِ مال پہ ہے سرکشی عبث
ہیں جو سرکش وہ زار رہتے ہیں
گلشنِ عالم میں دیکھو سرکشی کا ہے یہ پھل
جب ہوا تیر بلند آکے گرا سر کے بل،
تیر جب اونچا ہوا پیکاں کے بل آکر گرا
اِن سرکشوں سے رکھ نہ امیدِ وفا کبھی
سرکشو بعد فنا خاک میں ملنا ہے ضرور

کہ ہے سربزمیں شاخِ ثمردار	امیر
سرکش اگر زمین سے تا آسماں گیا	اسیر
سر اُٹھاتے ہیں تو کڑیاں پڑتی ہیں دیوار پر	"
موتی صدف کی طرح نہ دیکھے حباب میں	"
آخر اک دن خاک ہے سارے زمانے کی جگہ	"
کاسۂ سر تو غریبوں کے نہ ٹھکرا کے چلے	"
کہ سر اُٹھا کے کوئی دم حباب رہتا ہے	"
ذرّہ ذرّہ کو ہے معلوم حقیقت تیری	"
سیکڑوں خاک میں پنہاں ہوئے پیدا ہو کر	"
قدِ آدم نخل کوئی میرے گلشن میں نہیں	"
جان سے تنگ ایک پشہ نے کیا نمرود کو	"
ٹھوکریں کھاتے ہوئے دیکھا سرِ فغفور کو	"
پہلوئے گل کیا ملا خارِ سرِ دیوار کو	"
خم نظر آتی ہے ہر اہلِ ہنر کی گردن	امانت
ٹوٹتا ہے نخل پر انجام خشتِ خام کا	آتش
بھلا تیغ گلی کو بھی کہیں دیکھا کہ کستی ہے	"
رہا سرو گلشن میں خالی اکڑ کر	اشک
دھبا لگایا چاند نے اپنے جمال میں	بحر
سرکش سے زبردست فروتن نظر آیا	"
مثلِ فوّارہ اگر پاس خزانہ ہوتا	تسلیم
صفتِ نقشِ قدم خاک میں ملنا ہوگا	"
دو گھڑی دیکھا نہ فوّارہ کو یکساں سربلند	"
گرتے ہیں سر کے بل ہوسِ اوج و جاہ میں	"
حال پوشیدہ نہیں نمرود اور ضحاک کا	جنوں
قاروں کے سر پہ بوجھ زمیں میں خزانہ ہے	"
خارِ بے برگ و بار رہتے ہیں	جوہری
بے ثمر ہے سرو اس پر پائے در گل اور ہے	"
سرکشوں کو یوں نہیں دیکھا ہے پشیماں ہوتے	جویا
سرکشوں کو ہم نے دیکھا سر سے گرتے بارہا	"
شاخِ نہال سرو میں ہرگز ثمر نہ ہو	"
سر اُٹھا کر نہ کوئی خاک میں انساں بیٹھا	خلیل

سرکشی

پاؤں ٹھکرا کے بعد مرنے کے بھی کب بلندی پہ یاں آسودگی
سرکشی کرتا ہے کیوں سر گردن کشاں گردش میں ہے
پاؤں ٹھکرا کر ہیں دلا مر کر ہے چند روزہ زندگی
سر فغفور کا

سعی

گر سعی بھی بلیغ ہو مطلب بزرگ ہو
زینہ دار ارتجا ہے ہر ایک بزرگ کا
حیف ہو راہ خدا میں ناتوان سے کوشش
وقت قدرت نے بنائے نہیں بیکار قدم
کاہلی اور توکل میں بڑا فرق ہے یار
کوشش کرو بیٹھے ہوئے کس دھیان میں ہو
کوشش ہی نے اجرام سماوی کو ہے تولا
کوشش ہی نے طبقات زمیں کو ہے کھولا
کوشش ہی نے اسرار نہاں دنیا کا ہے کھولا
کوشش ہی نے گوہر ہے تہ بحر سے رولا
کوشش ہی کا موقع ہے سدا دہر میں بولا
کوشش غرض طرفہ طلسمات کا گولا
قدرت نے

گر پڑے فوارہ سرکش نہ کیونکر سر کے بل — ابن خیر
زیردستوں سے نہ پیش آ تو زبردستی سے دیکھ
سرکشی کر کے گرا فوارہ آخر سر کے بل — ،،
بحر جہاں میں موج کے مانند جھک کے چل — ،،
سرکشی مانند شعلہ اس قدر اچھی نہیں
جائے عبرت ہے یہ دنیا جھک کے چلنا چاہیئے
پست کرتی ہے بگولے کی بلندی آخر
چرخ بریں ہے تیغ بکف بہر سرکشاں
اے دوست سرکشی کا نتیجہ ہے بد ترین
اونچا ہے سر تیغ دم ذبح بھی دیکھو
چاہیئے جھک جھک کے ملنا سب سے دیکھو سرکشو
بڑی۔ ہے ساتھ ہی سرخپک اک موج حوادث کی — اسیر
کسی سرکش کو خدا نے نہ سرافراز کیا
دریا میں دیکھ لیں وہ حبابوں کا پھوٹنا
اگر زمانہ میں انجام سرکشی دیکھے — رشک
سرکش اپنے دور میں سونگھینگے کیونکر بوئے خلق
عوض نفس سرکش سے بنتا ہیں کیونکر — ،،
سرکشی سے ہے جو دکھلاتی ہے اس محفل میں داغ — اکبر
گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے
پامال لوگ کیا کیا آگے ہوئے ہیں تم سے
سرکشوں کی جناب باری میں — اسمٰعیل
جو مالک گنج زر کا ہو بجا ہے سرکشی اُس کو
کیا کوئی سر بلند کرے دعوئ عروج — ،،
دار پر چڑھکے کہے کیونکہ نہ منصور نصیر
اہل دول کو چاہیئے اتنی نہ سرکشی — ،،
ایک دم کی زندگی پر سرکشی مت کر حباب
سر بلندی پر اُبھر مت ایک دم کی اے حباب
سرکشوں کو خاک میں دی ہی سیہ بختی ملا
لگے کس دم میں سرخپک زمانہ سر اُٹھانے پر
جہاں میں سرکشی فوارہ ساں کرتا ہے جو کوئی
جو سرکش ہیں احبا بھی ہیں اُن کے دشمن جانی
گردن کشی سے اہل صفا کو ہے احتراز
شعلہ شمع دھن رہا ہے سر

ہے بلندی کے عزیز و ساتھ پستی لگ گئی — ظفر
ہو گئے کتنے زبریاں زیر آنکھوں کے تلے — ،،
جو کہ ہیں سر کھینچتے وہ ہیں خجالت کھینچتے — ،،
برباد سرکشی نے کیا گھر حباب کا — غافل
خاکساری کر کہ آخر ایک دن تو خاک ہے — ،،
سرکشی کرتے تھے جو پامال ان کی خاک ہے — ،،
سرکشی خاک میں ہر ایک کو ملواتی ہے
جس نے اُٹھایا سر یہاں فوراً قلم کیا — فدا
.ہو جو پشت چرخ نہ معکوس رہ گئی — ،،
مظلوم سے سرکش کبھی جھک کر نہیں ملتا — ،،
ٹھوکریں کھانا نتیجہ ہے سر مغرور کا — قلق
حبابوں نے جب اس بحر جہاں میں سر ابھارا ہے — ،،
سر دہیں کیوں نہیں آتا ہے ثمر کیا باعث — قدر
منعم جہاں میں سر نہ اُٹھائیں کسی طرح — ،،
نوگر کے آبلہ پا سے ہر کلاہ ملے — منیر
بد دماغی میں زکام زور و زر ہو نیکو ہے — ،،
مرے ہاتھ میری کمر تک نہ پہونچے — ،،
ہو سکے تو شمع ساں دیجے رگ گردن جلا — میر
اس دشت میں سرکٹے جو سبل چلے جانا — ،،
اس پر بھی تم جوائے یاں تم نے سر اُٹھائے — ،،
مفسدوں کی طرح سے بندی ہے — مہر
کہ فوارے کو دیکھو پاس پانی کا خزانہ ہو — ناسخ
سایہ ہے پائمال سدا کو ہسار کا — نصیر
حق ہے یہ بات بڑے بول کا سر نیچا ہے — ،،
پابوس ہوئی شاخ شجر بھی ثمر کے وقت — ،،
مل گئے ہیں خاک میں یاں کاسۂ سر ٹوٹ کر — ،،
بیٹھ رہ بحر جہاں میں تو کنارہ کھینچکر — ،،
منعم غافل نظر کر سایۂ دیوار پر — ،،
نہ اتنا منعمو فوارہ ساں اچھلو خزانے پر — ،،
ولا آخر وہی پھر سر کے بل گرتا زمیں پر ہے — واسطی
بجھے آتش اگر پڑ جائے آب زندگانی میں
نکلے سوائے سر نہ کبھی گردن حباب — ،،
سرکشی سے مگر پشیماں ہو — وقار

قدرت نے فتوحات کی رکھی ہے یہی راہ	سعی اپنی طرف سے ہو تو اتمام من اللہ	اسمٰعیل
بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے	بے غوطہ زنی گنج گہر کس کو ملا ہے	"
کرے سعی انساں تو امدادِ حق ہو	کہ کوشش سے بس جاتے ہیں گھر اُجڑ کر	تجمل
کمال سعی سے سیدھی ہوئی مری قسمت	مگر گبڑ کے بنی زُلفِ نازنیں کی طرح	توفیق
اپنی طرف سے سعی جنوں پر ضرور ہے	حاجت روا ملے نہ تو سائل کا کیا گناہ	جنوں
مقصود کی طلب ہے تو گھر سے قدم نکال	موتی ملے گا خاک زمانے کی چھان کے	جاہ
بن آئے گی ہرگز نہ یہاں کچھ کئے بن	جو کچھ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا	حالی
کی کوشش تو ہوا شاہدِ مقصد کا ظہور	اک چلک میں نے پس پردۂ قسمت دیکھی	سفیر
کوشش انسان کو ہے ایسی ہی کرنی لازم	چشمۂ آب نکل آئے جو پھوڑے پتھر	شاداں
اپنی ہی گر سعی سے ہو اپنا مطلب خوب ہے	کوہکن ہو قتل تیغ موج جوئے شیر سے	صابر
شاخ ارماں سے امید ہار ہو بے سعی کیا	بے ریاضت نخل کوئی بارور ہوتا نہیں	ضیا
ہے کوششوں کے وسط میں رتبہ کمال کا	ہے ایک حال اول و آخر ہلال کا	"
مانا اگرچہ رزق کی تدبیر ہے عبث	کم ہمتی سے تکیۂ تقدیر ہی عبث	عیش
نہ کچھ چرخ کی نکلی ہزار گردش کی	فضول سعی ہے طالب اگر سعید نہیں	عزیز
دونوں جہاں کی فکر سے فرصت نہیں مجھے	فکر مآل میں ہوں کبھی فکر مال میں	فیض
حضورِ حق میں رسائی ہماری ہو جائے	کرے نہ کوشش پیہم سے گر کنارہ دل	مہر
نہ کیجے سعی تو بے سعی کام کیونکر ہو	بلا دوا نہیں ہوتا مرض علاج پذیر	"
کر سعی بقدر وسع پائے گا مراد	مایوس نہ ہو خدا سے رکھ دل کو شاد	"
جو اپنی مدد آپ کیا کرتے ہیں	ملتی ہے تہہ اُن کو غیبی امداد	"
کر سعی کہ سعی سے مطلب حاصل	ہمت زنہار ہار مت اے شاغل	"
اے مردِ خدا راہِ خدا ہے سیدھی	تو چل تو یہی دور نہیں ہے منزل	"
اے دل تگ و دو شرط ہے آئندہ مقدر	سرگشتہ تجسس میں ہوں پاؤں کہ نہ پاؤں	واسطی
خوان دنیا سے کہاں نعمت ملے بے سعی غیر	وقت خوردن منہ کے اندر یوں زباں گردش میں ہے	ہرچند

سوال

جو چاہیے سو مانگیے اللہ سے امیر	اس در پہ آبرو نہیں جاتی سوال سے	امیر
مانگنا ہو جو مانگ لے اوس سے	کون سی شے خدا کے گھر میں نہیں	"
سائلِ محتاج ممسک کو سمجھتا ہے کریم	کم نہیں چشمے سے چشمِ تشنہ لب ہیں آئینہ	اسیر
ملی تقدیر مجھکو کاسہ سائل کی دنیا میں	امانت دار ہوں میں غیر کے منہ کے نوالے کا	"
ہے اشارہ کہ کرے غیر سے انساں نہ سوال	اس لیے کاسہ سر ہوتے ہیں واژوں پیدا	"
کرینگے ردِ دعا سے کبھی نہ ترک دعا	کریں گے غرض قبول التماس ہو کہ نہ ہو	"

سوال

[illegible]

سوال

اے گدا کیا ہے شکوۂ اہل دولت سے
عرض کرنا مطلب دل موجب آزار ہے
تو روز بار بزم میں دیکھا جو ابا کیا
ہر کس کسی گدا کا نہ توقع سوال کر
عزت کی ہے ہوس تو زبان اپنی بند کر
ذلت سوا حصول نہیں کچھ سوال سے
مخلوق سے سوال ہے معیوب برادری
خالق سے سوال ہے ہر احتیاج کا
خالق کو خود خیال ہے بشتی اعمال میں
عاجز کو زری کا خدا سے کریں انجام میں
اب سوال اللہ سے کر ہاتھ میں کچھ گدا اے
جھولی ہے جس کے بغل میں بہ سبب ہے جانو وہ اے
طلب نہ کر تو کسی سے خدا سے مانگ وہی
امیر کو بھی جو دیتا ہے اور غریب کو بھی
حرف طلب جو لب پہ آئے تو سبھی آئے اے وہ
دانتوں سے جکڑ کے اپنی زبان سوال کر
دنیا میں ہاتھ پھیلتے ہیں پیٹ کے لیے
وسائل کو اور سے پیٹ کرتے ہیں خوار ہاتھ
جب باب رزق بند ہو یہ در بھلا ہے
پروردگار بند ہے لب سوال کا

سازوسامان

ذوق
=
=
=
=
=
فدا
=
=
=
=
ناصر
=
ذوق
=
مقبول
=
فدا
=

پھیلانہ کبھی دست طلب غیر کے آگے
ہے تہیدستی میں تو یکساں گدا ہو سوال
نہ جاؤں در پہ کسی کے نہ ہاتھ پھیلاؤں
ستم ہے سامنے بندوں کے پھر کبھی ہاتھ پھیلاؤں
ہاتھ میں رکھتے ہیں کشتی کیوں گدائے خشک مغز
کیا کاسۂ حباب سے ہاتھ آیا موج کو
دنیا کے تنگ چشموں سے کیا چشم فیض ہے
بڑھا کر دست حاجت آبرو اپنی گھٹانا ہے
جواب یہ ہے گھٹاتے ہیں آبرو اپنی
اے فلک تجھ سے میں کیا دولتِ دنیا مانگوں
دنیا و دیں کے واسطے کیا التجا کروں
الٰہی رات دن جیرت کو یہ تجھ سے تمنا ہے
خدا سے بھی کبھی مانگا نہ ہاتھ پھیلا کر
پھیلا بغیر حق کے نہ اک کے روبرو
خدا کو چھوڑ کے بندوں سے ہوتا ہے سائل
کس لیئے اس رازق روزی رساں کو بھول کر
جائے دروازہ پہ خلقت کے خدا کو چھوڑ کے
مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نا سوال
مانگا نہ کچھ کسی سے بھی ہم نے بزیر چرخ
ان شعرا میں ہم نہیں وہ جو طلب میں پھرتے ہیں
پھیلاؤں ہاتھ اہل دول کے نہ روبرو
اپنی حاجت خدا سے مانگ اے شرم
ہم نے درخواست جو کی حق سے ہوئی وہ منظور
نے شکوۂ بخیل نہ شکر کریم یہاں
دولت دیں کا جو طالب ہے خدا سے طاہر
دنیا میں ہم کسی سے کبھی ملتجی نہ ہوں
اس کے در سے کوئی محروم نہیں ہے جاتا
ہر ایک کے روبرو لازم ہے کیا غرض
عوض میں ہاتھ کے لازم ہے پاؤں پھیلانا
ہر دم غبار خاطر اہلِ دول بڑھا
جان اپنی تو خدا کی راہ میں بابا جھڑک
ہے گداؤں سے فروغ محفل اہل کرم
بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے

جس چیز کی حاجت ہو تجھے مانگ خدا سے
فرق اتنا ہے کہ اس پر تین اس پہ چار حرف
خدا نے اس لیے بے دست و پا کیا مجھکو
مقدر میں جو ہے دیتا ہے بے مانگے خدا مجھکو
آج تک چلتی بھی دیکھی ہے کہیں خشکی میں ناؤ
پھیلا کسی کے آگے نہ تو بار بار ہاتھ
اے جوہری دراز نہ دستِ سوال کر
اگر ہو دسترس میرا تو کاٹوں ہاتھ سائل کا
دراز لوگ جو دست سوال کرتے ہیں
دست دوناں کہیں ارباب ہنر دیکھتے ہیں
چاہیں تو ہم خدا ہی کو چاہیں خدا سے اب
نہ لے جائے کسی در پہ یہ جوشِ التجا مجھکو
یہ ناپسند رہا شیوۂ سوال مجھے
دست سوال سرور نادار بار بار
یہ کیسا عقل سے خالی ہے بے خبر دیکھو
رزق کی خاطر سر پھرا کرتا ہے در در آدمی
کب مناسب ہے بھلا یہ بے نوا کے واسطے
گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا
اللہ سے سوال ہے جو کچھ کہ ہے سو ہے
نیل کے گھی کے لون کے جو کے گیہوں کے دھان کے
بندہ کا بندہ ہونا یہ بندہ کی خو نہیں
جانتا ہے وہ دمبدم کا حال
رہتی ہے صدق سے تاثیر دعا کے نزدیک
کیا کیا مزے اٹھائے ہیں ترک سوال میں
یہ طلب اچھی ہے اسکی یہ سوال اچھا ہے
ظاہر ہے یہ التجا ہے خدا کی جناب میں
جو تمہیں مانگنا ہے اپنے خدا سے مانگو
کرو جو کچھ کہ ہو پیش خدا عرض
نہ ان سے مانگ جو ردِ سوال کرتے ہیں
گھٹی کیا فقیر کا رتبہ سوال نے
آئے گر سائل ترے در پر تو او سکوت جھڑک
بھیک کا کاسہ ہے گویا دست سائل میں چراغ
وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

توفیق
ثاقب
"
"
"
جوہر
جوہری
جوش
"
"
جویا
جیرت
راسخ
سرور
"
"
"
سودا
"
"
سعید
شرم
شائق
عابد
طاہر
"
ظفر
عاشق
"
"
عرشی
عزیز
غالب

سازو سامان عیش کا افلاک سے چاہا نہ کر — آگے کم ظرفوں کے اے دل ہاتھ پھیلایا نہ کر — قدر
اس سے مانگو کہ جو خالق ہے تمام اشیاء کا — غافلو خلق سے کیوں ہوتے ہو سائل افسوس — "
سمجھو صورت سوال اے منعم اوس کی — اگر چپ ہے تو سائل بولتا ہے — "
ہاتھ پھیلانے سے بڑھکر نہیں ذلت کوئی — مفت خوروں کی جو عادت ہو تو ذلت کیسی — محب
جھڑکنا ڈانٹنا گرچہ نہیں زیبا فقیروں کو — حرام محض ہے لیکن سوال رزق سائل پر — "
محتاج سے نہ پوچھ کہ کیا تجھکو چاہیے — مرد فقیر آپ ہی صورت سوال ہے — مصحفی
اسباب طرب جتنے تھے موجود تھے لیکن — ہمت مری سائل نہ ہوئی چرخ دنی سے — "
میسر بندوں سے کام کب نکلا — مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ — میر
حق جو چاہے تو بندھی مٹھی چلا جاؤں میر — مصلحت دیکھی ہیں نے ہاتھ کے پھیلانے میں — "
خوب کیا جو اہل کرم کے جود کا کچھ نہ خیال کیا — ہم جو فقیر ہوئے تو ہم نے پہلے ترک سوال کیا — "
سائل ہوں میں اے کریم تجھ سے — محتاج رہوں نہ در بدر کا — ماہ
میرا کیا منہ ہے جو خدایا مانگوں — خود دیتا ہے تو نہ مانگوں میں یا مانگوں — مہر
تیرے ہیں ہزار ہاتھ میرے ہیں دو — پھر ہاتھ اوٹھا کر تجھ سے میں کیا مانگوں — "
دو ہاتھ والے جتنے ہیں ان سب سے موڑ ہاتھ — اس سے ہی مانگ جس کے ہیں اب سو کروڑ ہاتھ — نظیر
اس کے سوا کسی کے پاس گر تو جائے گا — اس آبرو کو اپنی تو ناحق گنوائے گا — "
ہاتھ پھیلانے میں شکل برگ کچھ حاصل نہیں — دیکھ غنچے کی طرف مٹھی میں زر پیدا ہوا — نظم
ہمدم تو اپنی خواہش دل کو خدا سے مانگ — تدبیر سے حصول نہ ہو تو دعا سے مانگ — نشاط
جیسے کہ چنار کے پنجہ کی طرح سے — بہر دعا نہ دست تمنا اوٹھائیے — نسیم
کیا ملا عرض مدعا کر کے — بات بھی کھوئی التجا کر کے — "
ذلت ہے جو پھیلائے بشر پیش بشر ہاتھ — یارب نہ کبھی ہاتھ کا ہو دست نگر ہاتھ
حاجت اپنی کہنا ہو تو اس سے کہہ ولی — محتاج جس کے نزدیک ہیں قدیم و جدید یاں — ولی
جس شے کی ہو احتیاج رب دیتا ہے — جو مانگتے ہیں لوگ وہ سب دیتا ہے — واسطی
ہنگام طلب نہ دے گا ہم کو کیونکر — جو سارے جہاں کو بے طلب دیتا ہے — "
بہتر ہے یہی ہوش کروں اس سے عرض حال — برلائے بے کہے ہوئے جو کل کی احتیاج — ہوش
جو سیر چشم ہیں کرتے نہیں طلب وہ کبھی — ادا کہو لب سائل سے کب سوال ہوا — "
مانگنا اچھا کسی شے کا کسی سے بھی نہیں — ساری دنیا میں کہیں پاتا نہیں سائل فروغ — ہزبر
بے واسطہ ملے وہ اسے جو طلب کرے — دربار حق میں کیا ہو توسل کی احتیاج

شاعری

امیر اک مصرعہ ترتیب کہیں صورت دکھاتا ہے — بدن میں خشک جب ہوتا ہے شاعر کا لہو برسوں — امیر
نام شاعر نہ سہی شعر کا مضموں ہو خوب — پھل سے مطلب ہمیں کیا کام شجر کس کا ہے — "
شاعر ہیں اس زمانہ کے دریوزہ گر امیر — نکلے ہیں بھیک مانگنے دیواں بغل میں ہے — "

شاعری

پہچانتے ہیں اہل ہنر خوب سخن کو — امیر
خاموش امیر اتنی مباہات سے حاصل — "
عبث ہے سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا — "
وہ بے تمیز ہے اندھے کو جو دکھائے چراغ — اسمٰعیل
جب طبیعت ہی نہ حاضر ہو تو بیسود ہے فکر — "
شعر گوئی تو کہاں قافیہ پیمائی ہے — افسوس
دو عالم جس کو کہتے ہیں وہ بیت فی البدیہہ ہے — "
ازل میں امتحاں اس نے لیا تھا طبع موزوں کا — "
مضامین طبع دریا وار سے بہتر نکلتے ہیں — "
خذف کے ماسوا ندی سے کب گوہر نکلتے ہیں — "
نافہم کے کانوں میں سخن کی نہ ہو وقعت — برق
بے حسن صدف قطرہ بھی گوہر نہیں ہوتا — "
زمین شعر میں اپنا عمل ہے ہم وہ شاعر ہیں — متین
ور مضمون عالی کا تصرف میں خزانہ ہے — "
خدا کا شکر بسم اللہ ہو سر نامہ دیواں کا — "
میرے دیواں نے رکھا ہے سر پہ تاج قرآں کا — "
نمایاں نقطہ نقطہ سے ہو جلوہ نور یزداں کا — ثاقب
بنا ہے مطلع الانوار مطلع اپنے دیواں کا — "
دلی جذبات پر جب انحصار شاعری ٹھہرا
تو اس کو کفر کہنا ہو دانائی کہ نادانی
نذر کھ

شاعری

نزع کے وقت بھی ہم شعر ہی کہتے لیکن
سکتۂ نزع نہیں سکتہ اب تو زباں کیا ہیں ہیں
سکا مر بستگی جس کی نہ ہو سکی ہے
نہیں وہ اک شعر سکا عشق
مصحفی اک شعر سمجھ آسان نہیں
کہ ہے سخن ایسی سمجھ کی جاتی ہے
مصحفی فن سخن سود و قیت سے
جو غزل ہے اس کو غرور ہے
اے مصحفی سخن کا ہر اک آگاہ ہی نہیں
راز سخن سے پر کوئی اہل زباں جو ہیں
سمجھے ہیں وہی اس بات کو اہل زباں ملتے ہیں
کہ سہل ممتنع مضموں بڑی مشکل سے ملتے ہیں
مسکن اہل سخن سے سرزمیں لکھنؤ ہو
نام زور وہی کا ہے مشہور ہر اک شہر حیدر آباد کا
دست بستہ اب مضامیں کیوں نہ حاضر ہوں بزم
کشور ستان سخن میں دخل اپنا ہو گیا ہو
مشکل ہو یا کہ سہل زمیں شعر خوب ہو
موقوف ہے یہ رنگ طبیعت کے زور پر
شعر شاعر کو نہ ہو کیونکر عزیز
باپ کو پیاری نہیں اولاد کب
رشک اعجاز مسیحا ہے کلام شعرا
سینکڑوں سال کے مردوں کو جلا رکھا ہے

شجاعت

شعر	شاعر
نہ رکھو اتنی بڑی تہمت خدا کے واسطے واعظ	مصحفی
اہل سخن نبی نہ ولی پھر یہ کیا سبب	
گرنہ ہو شاہ و گدا پر شاعروں کا دست فیض	=
شعر پارس ہے زباں آہن ہی شاعر ممتحن	
بے سمجھے بوجھے شعر کہے عمر بھر تو کیا	=
یوں تو ہم بھی شاعروں کے نام لیوا ہیں مگر	
کم قدر ہوں جو اہل سخن سے سخن شناس	=
کلام کی کوئی تعریف کس کی کرتا ہے	
کیوں نہ اپنے شعر کی الفت ہو دل میں جوش کے	=
رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق	
ذاکر یہ شاعری کی بھی دہن ہے بُری بلا	=
اس رنگ کی بہار میں دخل خزاں نہیں	نصیب
ہنر ہے گرچہ فن شاعری آفاق میں سودا	=
کلام بے ہنر کی شور انگیزی ہے کچھ ایسی	
جز جوہری کیا جانے کوئی قدر جواہر	[illegible]
دل احمق سے مت امید رکھنا مرغ معنی کی	=
مری زباں ہو ملک سخن میں اک خیاط	
کب اس کو گوش کر سُنے تھا جہاں میں اہل کمال	[illegible]
زباں دہن میں ہے تو غنچے کی بھی ہو کیا لازم	
ہماری نظم میں ہے شیفتہ وہ کیفیت	=
ہو خاص کو تو قدر شہید اپنے سخن کی	
مثال وحی مضمون جبرئیل عقل لاتا ہے	=
روح شاداں اور دل ہوتا ہے اس سے باغ باغ	
رتبہ داں ان کو تلامیذ خدا کہتے ہیں	=
شاعری سے شہرہ ہے عالم میں میرے نام کا	[illegible]
کیا ہے قدر رواج سخن میں مرا کلام	
دلچسپ تر خدا ہے ترا ہر کلام درد	=
محفل عالم میں مثل شمع سوزاں لے فروغ	=
جو نئے تھام لے دل اپنا مزہ جب ہی فروغ	
دل شگفتہ ہو تو پھر لطف سخن بھی ہو فروغ	=
بن گیا شاہ مضامین مل گیا ملک سخن	
شہر یار و شاعر و عالم بٹھاتے ہیں قریب	
شعر کی فکر بن آتی ہے اُسی سے جس کو	

شعر	شاعر
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی	ثاقب
کرتے ہیں سب کے دل کی حقیقت بیان عاف	”
نام مٹ جاتا جہاں سے ناصر و منصور کا	”
مجھ کو یہ نسخہ دیا ہے خضر سے نقاد نے	”
کیا فائدہ کتاب سے کرم کتاب کو	”
جو سمجھ کر شعر کہتا ہے وہی اُستاد ہے	”
رتبہ نہ ہو زبان سے اعلیٰ دماغ کا	”
نہ معترض ہوں اگر اہل فن غنیمت ہے	جرار
پاس ہوتی ہے پدر کو کس قدر اولاد کی	جوش
اولاد سے تو ہے ہی دو پشت چار پشت	ذوق
ہم نے ملایا خاک میں سب کاروبار کو	ذاکر
باغ سخن مدام ہے پھولا پھلا ہوا	رحمت
اگر نادان کو پہنچے تو اس میں عیب پیدا ہو	سودا
زمین بول گاہ خلق میں جوں کھار ہو پیدا	”
سمجھے[1] ہی سخن رس ہی سخن میری زباں کا	”
ہما بیضہ سے کیونکر بوم کے اے یار ہو پیدا	”
عروس معنی کا ہو ٹھیک پیرہن مجھ سے	”
یہ سنگریزہ ہوا ہے دُرِ عدن مجھ سے	”
کہ جس کے منہ میں زباں ہو سخنوری جانے	”
کہ کچھ رہی نہ حقیقت مئے مغاں کے لیئے	شیفتہ
گو عام نہ مجھ سے ہوں نہ میں عام سے واقف	شہید
ہمیں جو کچھ کہ ملتا ہے وہ ملتا ہے فلک پر سے	صابر
فرحت افزا ہے بہار بوستان شاعری	صادر
خود بُرے ہیں شعرا کو جو بُرا کہتے ہیں	طاہر
ہے نتیجہ نیک تر دنیا میں اچھے کام کا	قدر
کاغذ مری بیاض کا پرچہ ہی نوٹ کا	”
تر ہے قلم بجائے سیاہی سرش میں	”
نام روشن اپنا اس آتش بیانی نے کیا	فروغ
ورنہ پھر شعر ہی کہنے کی ضرورت کیا ہے	”
جس طرح پھول کے کھلنے سے مہک ہوتی ہے	”
گر کوئی دو دن رہا امیدوار شاعری	کاشف
ایسے لوگوں سے ملاتا ہے وصال شاعری	منظر
مینہ کی طرح نہ ہو فکر کبھی روزی کا	میر

[1] سمجھا ہے [2] سنتا تھا

شجاعت

سمجھتے ہیں جسے اکسیر سب وہ ہے جوانمردی	جسے کہتے ہیں عنقا ہی مروت اس زمانے میں	اسیر
شجاع اس کو میں کہتا ہوں بڑا ہی وہ سپاہی ہے	کہ جس کی جنگ سے شیطان الٹے پاؤں ہو بھاگا	تراب
مزا جھی ہے کہ شیروں سے شیر لڑتے ہیں	وہ مرد کب ہیں جو بیجا کریں شغالوں کا	میکش
دشمناں کیوں کر سکیں کرو فریب	صیقل زنگ وغا شمشیر ہے	ولی
ہے کلید باب فتح مدعا	ناخن مشکل کشا شمشیر ہے	"
راہِ غربت میں کہ مشکل ہے تمام	ناتوانی کا عصا شمشیر ہے	"
صاحب ہمت کوں ہے نت دستگیر	مرشد حاجت روا شمشیر ہے	"

شرم

اگرچہ گھر سے نکالا تھا مجھ کو راحت نے	حیا کو قفل دہانِ سوال ہونا تھا	بحر
ہیں بیہودہ اپنے خالق سے جو نعمت مانگتا	اپنا منہ دھونے کو پہلے آب خجلت مانگتا	"
دفن ہوتا ہے چھپا کر منہ بستر زیر کفن	خاک سے کرتا ہے کیا کیا خاک کا پتلا حجاب	تسلیم
جسم ہی پنہاں کفن میں گو رہیں پنہاں کفن	موت کے آنے ہی کیا کیا اٹھ گیا اپنا حجاب	"
انساں نہیں وہ جس کو نہووے حیا و شرم	بھاتا ہے جی سے شرم کو عالم حجاب کا	شرم
اس درجہ شرمسار ہوں یارب گناہ سے	ہوتے نہیں جدا سر و زانوں کسی طرح	طاہر
حیا جس جا نگہباں ہو وہاں درباں کی کیا حاجت	نگاہوں کا جہاں پردہ ہو واں کیا کام چلمن کا	عاشق
اک وہ ہیں سرخرو جو یہاں سے چلے گئے	ہم اے فدا ندامت و شرمندگی میں ہیں	فدا
خدا کو کیا منہ دکھائے گا تو ذرا تو اے بیحیا حیا کر	گناہ کرتا ہی برملا تو کسی سے کرتا نہیں حیا تو	گویا
کبھی جو آتا ہے اعمال کا خیال مجھے	کمال ہوتا ہے اس وقت انفعال مجھے	محب

شراب

پاکیزگی نفس دشمن مے ہے	انسان کو خراب کرنیوالی شے ہی	اکبر
جوان پیر گدا بادشاہ ہوتا ہی	دکھا رہی ہے زمانہ کا انقلاب شراب	اسیر
اللہ نے جس کو دی ہو عقل کامل	ہوتا نہیں وہ بنت عنب پر مائل	امجد
پیدا نہ ہوں کیوں سرور بیخواری سے	مقلوب اضافت ہے شراب اے غافل	"
بحر غم میں غرق کرتا ہے خمار شرب مے	کم نہیں دوران سر بھی حلقہ گرداب سے	برق
زرا شراب پینے سے لے کون دردسر	ساقی دماغ کس کو ہے رنج خمار کا	"
دخت رز کو منہ لگاتے ہیں جو رند	کہتے ہیں پہلے پیا تو جبر باد	بیدل
جو مزے سے پی رہا ہے ہاں شراب	کیوں نہ وہ محروم از کوثر رہے	تراب

شراب

اس کو نہیں ملے گی شراب طہور واں
جس کو یہاں مدام خمار شراب ہے
دل میں رکھتی ہے کدورت صاف شیشہ کی پری
آخری انجام اس کا درد ہے یا درد ہے
نام سے جب ہوا مشہور عالم آفتاب
کانپتا رہتا ہے خوف حق سے ہر دم آفتاب
جو اس کے شہر میں پھنسا وہ ڈوب کر اچھلا
کرتے ہیں ثواب سے غافل شراب بنتی ہے
جو ہوشیار ہیں ٹھکرا کے لگاتے ہیں سر
اسی سے پیاس بجھے شراب کے لگا
اسے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا
چھٹی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی
پلا تو کچھ آدمی کو پیار کرتی ہے شراب
رفتہ رفتہ ہر طرح پھر خوار کرتی ہے شراب
ہے نتیجہ نشہ خواری کا عیش شور و شر
سوتے فتنے کو سدا بیدار کرتی ہے شراب
آج آفت مال پہ ہے کل ہے آفت جان پر
زیست سے انسان کو بیزار کرتی ہے شراب
اہل عزت میکشی سے ہوتی ہیں خوار و ذلیل
پیچ پہ ہے اقبال کو ادبار کرتی ہے شراب
منہ سے

تراب، ثاقب، "، "، "، "، "، "، ذوق، "، سراج، "، "، "، "

لہ دشمن جے ہو

منہ سے لگتی ہے تو پھر چھٹتی نہیں کافر کبھی
جز علاج موت ہو سکتی نہیں اس کی دوا
منہ سے بو آتی ہے نفرت کرتی ہے خلقت تمام
تندرستی دین و ایماں آبرو اور جان و مال
تھیں ابھی اخلاص کی باتیں کہ جوتی چل گئی
میکشوں کے حال پر ہے اک زمانہ طعنہ زن
ناچتے ہیں بیخودی میں کس مزے سے بادہ کش
دختِ رز سے خدا رکھے محفوظ
اگرچہ مجھ میں ہیں صابر زمانہ بھر کے عیوب
چاہیے مے سے بچے ہر اک بشر
زہر کا ساغر ہے جام جم نہیں
نشے جتنے ہیں ترے دشمن ہیں
زہر قاتل اثر میں ہے یہ شراب
نگاہِ لطف جو بندے پہ بے نیاز کرے
پینے کے ساتھ مفت میں ہو درد سر نصیب
نہ ضائع کیجیے گا مایۂ جاں شراب خانہ خراب پیکر
ہوتے ہیں خراب دین و دنیا جس سے
کس قدر مہلک اثر ہے او ترا قاتل شراب
عقل و خرد کے ساتھ گئی عزت آبرو
مے ہے سم قاتل اسے زنہار نہ پینا
رہتی ہے نہ آبرو نہ عزت نہ مال و زر
خدا محفوظ رکھے شغل مے سے ہر مسلماں کو

اور پینے کے لیے اصرار کرتی ہے شراب
جب کسی میخوار کو بیمار کرتی ہے شراب
میکشوں کو رات دن بیکار کرتی ہے شراب
چھوڑتی کچھ بھی نہیں جب وار کرتی ہے شراب
دم کے دم میں یار کو اغیار کرتی ہے شراب
ہائے کیا رسوا سر بازار کرتی ہے شراب
بے حیا بے شرم بد اطوار کرتی ہے شراب
کیا بھرے گھر کیے ہیں اس نے خراب
ہزار شکر کہ رند شراب خوار نہیں
آتشِ دوزخ ہے یہ بہر جگر
موت کے قاصد سے ہرگز کم نہیں
رگ جاں کو یہ خار گلشن ہیں
خار اور خس شر رہیں ہی یہ شراب
شراب اور شرابی سے احتراز کرے
یہ سر بسر قصور ہے کس کا شراب کا
کہ ہوگا مغز و جگر کا نقصان شراب خانہ خراب پیکر
وہ زہر ہلاہل اور شیطاں ہے شراب
تو لگی منہ سے ادھر پھوڑے جگر میں پڑ گئے
کیوں میکشو یہ دیکھا نتیجہ شراب کا
اے مہر خبردار خبردار نہ پینا
اے ہبر بس یہی ہے کرامت شراب میں
یہی وہ ڈیڑھ چلو ہے کہ ایماں کو ڈبوتا ہے

سراج
"
"
"
"
"
"
شیدا
"
فوق
"
گوہر
"
"
لا اعلم
"
محب
"
"
"
"
میر
یکتا

شکر

شکر رب ایک زباں سے نہیں ہونیکا ادا
ہے شکر لاکھ لاکھ خدا کی جناب میں
کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے
حیواں پہ آدمی کو شرف نطق سے ہوا
شاکر نہیں ہے آدمی یونہی اسے مدام
ہوا ہوں میں ہمہ تن تیرے لطف کا شاکر
رنج ہوتا جو کوئی میرے برابر ہوتا
احسن میں کہاں اور یہ الطاف الٰہی

ہو جو توفیق تو ہر موئے زباں پیدا کر
دس سے بڑے تو بیس سے اچھے گزر گئے
مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے
شکر خدا کرے جو زبان بشر کھلے
اندوہ خورد و غدغۂ برد ہے سو ہے
کہ رونگٹوں کے عوض میں زباں نکلتی ہے
شکر کرتا ہوں کہ ہر ایک سے کمتر ہوں میں
بندہ سے کبھی شکر خدا ہو نہیں سکتا

امیر
"
آتش
"
انشا
اقبال
امیر
احسن

شکر

شکر ہے یہ عنایت خدا کی
کروں شکر گرفتار رہنا
بلاؤں میں اگر ہمیں شکر ہو واجب
نعمات الٰہی کا احسان و کرم عام خدا کا
بندوں پہ ہے احسان مجھ کے شکر کیا
ہر ایک رنج کو راحت کرے نہ سکا
کوئی شکایت آقا غلام سراسر چاہیے
شکر خالق کا ادا کرنا ہے اولاد کے اور آل کے
خوش مقدر ہوتے ہیں جن کو حاصل ہو تراب
فقر میں صبر و قناعت کرو ہی اللہ کے احسان سے
رہتے ہیں شکر کرتے ہیں اس نے ہمیں دیں
ہزاروں نعمتیں شکر ان نعمت
کریں کس منہ سے ہم منعم کے اپنے
تصدق جائیے سامان نعمت
دیکھیے کیا ہیں نعمت ہے خدا کی بندگی کرنا
ادائے شکر نعمت نشان ہے ناسپاسی کا
خلاف مرضی محسن شکر کرے
کیوں نہ ہر دم تراب ہے نعمت
شکر پروردگار وزر کو دیکھ
جو علم دولت کا مت کر اہل بیم وزر کو دیکھ
شکر کر دنیا میں رہ کے آپ سے کمتر کو دیکھ
دولت دنیا

اسمعیل
مجر
"
"
"
پیرنو
"
تراب
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"

شکر کر تسلیم ہاتھ آئے اگر نانِ جویں
دولتِ دنیا نہ دی بخشی قناعت شکر ہے
کیا شکر جس نے ہوا فتحیاب
خدا نے کہا ہے یہ قرآن میں
رحمتِ حق کا ادا شکر ہو کیونکر ہم سے
شکر سے میٹھی کوئی نعمت نہیں'
ہے فرض ادائے شکر لیکن کیونکر
یہاں افلاس میں بھی شکر سے دم بھر نہیں غافل
کس زباں سے شکر لطفِ عام ہو یارب ادا
کیونکر نہ شکر خالق رزاق کیجیے
شکر بندوں کا خدا کے جو نہیں کرتے ادا
خاطر جہاں میں سب کے لیے ہیں صعوبتیں
شکر کس منہ سے ادا ہو تیرا اے ربِ کریم
جز شکر کے شکوہ نہ کبھی آئے زباں پر
میں بھلا کون ہوں اور میری حقیقت کیا ہے
ہر موبہ تن خلقتِ خاکی جو زباں ہو
شکرِ نعمت چاہیے انساں کو ہنگامِ عیش
اگلی وفا کا شاکر ہوں جفا کا ابکی شکوہ کیا
تیرے کرم کا ہے مُقِر جسم پہ میرے بال بال
دیا تو نے مجھے اپنے کرم سے نورِ ایماں کا
کس کس کا ادا شکر ہو ناچیز زباں سے
خدا کے خوانِ عنایت سے رزق ملتا ہے
جو کچھ دے خدا اس کا احسان مانو
ہر حال میں ہے شکر خدا کا بہت اچھا
کہاں ہو شکر یہ خالق کی مہربانی کا
رزق بے منت دیا مور و مگس کو دہر میں
جب تک رہے دہن میں زباں اور زباں میں نطق
زباں نہیں جو کریں شکر اس کی نعمت کا
کیا نہ دستِ نگر غیر کا سوا اپنے
ہر بال اگر جسم پہ بندہ کے زباں ہو
کیوں نہ ہوں میں شکر سے رطب اللساں شائق مدام
کر نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا
کھاتا ہے جس کا رزق دیا روز و شب مدام

یہ وہ نعمت ہے جسے کرتے تھے پیغمبر پسند
اے کریم آخر ترا مجھ پر کرم یہ بھی تو ہے
کھلا اُس کے منہ پر ترقی کا باب
فزوں شکر سے مال ہو آن میں
ہم گناہ کرتے ہیں اور اُس کو حیا آتی ہے
رسم خط میں شکر و شکر ایک ہیں
شکرِ نعمت بقدرِ نعمت ہوا دا
وہ ناشکرے ہیں جو بھولے ہوئے بیٹھے ہیں دولت پر
ہے فقیروں کو لقب تیرے کرم سے شاہ کا
ملتی ہیں نعمتیں ہمیں اسے آسماں لذیذ
وہ نہیں لاتے بجا شکر خدائے لایزال
لازم ہے شکر نعمت پروردگار پر
لاکھ احساں کیے جو عضو بدن مجھکو دیا
انسان ہے باہر ہو تو مرضیٔ رب سے
شکر کس طرح ادا مجھ سے ہو یارب تیرا
مقدور کسے ہے ترے احساں کے بیاں کا
کیا جو مثل شیر بیٹھا جانور خس خانہ میں
بہت روزوں جو وہ جیسی کی تو دن دو چار ایسی کی
شکر گزار ہیں ترے ولساں ذوالحنک
کروں میں کس زباں سے شکر یارب تیری احساں کا
اس بندہ پہ مالک تیرے احسان بہت ہیں
سفیر شکر کرو فیض یاب ہم بھی ہیں
کہ ہو شکر نعمت سے افزوں زیادہ
ہے بندۂ شاکر بہت اچھا بہت اچھا
دکھایا لطف مجھے خوب زندگانی کا
شکر کس سے ہو سکے یارب ترے احسان کا
لب سے سپاس نعمت یزداں نکالیے
اسی کے لطف سے یہ دیکھتے بہار ہیں ہم
میں کس زباں سے کروں شکر اس عنایت کا
نعمائے الٰہی کا نہ کچھ شکر بیاں ہو
حال پر اپنے خدا کی یہ عنایت دیکھکر
شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا
رازق کا شکر یہ ہے تجھے بار بار فرض

تسلیم
″
تائب
″
تحقیق
ثاقب
″
″
جوہر
جوشش
حالی
خاطر
رند
″
″
سوز
سحر
سودا
سخن
″
سراج
سفیر
″
سعید
سرور
شفق
″
شاداں
شرم
شائق
″
ظفر
عیش

شکر

کیا کیا کرم ہے اپنے عطا کی ہیں نعمتیں
عاشق ہزار شکر خدائے کریم کا
بستر کو چاہیے شاکر رہے اللہ کے اوپر
نہیں مطلب نکلتا ہے بھلا سائل سے سائل کا
قسمت کی کرنی بھی ہے شکایت بہت بڑی
ہر حال میں ہو شکر پروردگار دو
زبان مردم آبی نہ کیوں ہو شکر سے تر
کہ رزق دیتا ہے وہ بے سوال پانی میں
قسمت بڑی ہے پر طبیعت نہیں بڑی
ہے شکر کی جگہ گر شکایت نہیں مجھے
ادا ہو تیرے احسان و کرم سے غیر ممکن ہے
کرے شکر ایک دن کی نعمتوں کا گر زباں ہر دم
ہماری حاجتوں سے ہم کو بڑھ کر دیا ہر دم
ادائے شکر کیجئے آپ کی کس کس عنایت کا
ہوا فضل خدا اے قطب تجھ پر
ادا کر شکر حق دل سے زباں سے
شکر ہے کیا گلہ مجبور ہیں مختار وہ
رنج ہو تو رنج راحت ہو تو راحت دیکھنا
سچ کہتا ہوں سچا ہے وہی شکر کہ جس میں
دل اور زباں اور عمل تینوں ہوں یکساں

احساں یامین

عاشق
″
″
″
″
عالم
″
غالب
″
قلق
″
″
″
قطب
″
مہر
″
″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
احسان ہیں بے شمار تیرے یارب	افضال ہیں سازگار تیرے یارب	مہر
کس طرح کروں شکر ادا حیراں ہوں	منہ ایک کرم ہزار تیرے یارب	"
شکر نعمت کے ہیں یہ معنے اگر سوچے کوئی	دے اگر خالق تو دے بندہ بھی اُسکی راہ میں	"
جو چیز یہاں ہے دی ہوئی تیری ہے	یارب یہ عیاں ہے دی ہوئی تیری ہے	"
کس منہ سے کروں شکر ادا حیراں ہوں	منہ میں جو زباں ہے دی ہوئی تیری ہے	"
غم فرقت ہو یا ہو شادی وصل	دلا ہر حال میں شکر خدا کر	منتہی
نان نعمت دے کہ دے نانِ جویں	ہر طرح بندہ ترا مشکور ہے	"
میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا	خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا	میر
شکر کیا اس کی کریمی کا ادا بندہ سے ہو	ایسی ایک ناچیز مشتِ خاک کو انساں کیا	"
شکر کس منہ سے ہم کریں میکش	حق نے کیا کیا نہیں دیا ہم کو	میکش
ہر وقت شکر نعمت پروردگار سے	شیریں کلامیوں کا مزہ اے زباں اُٹھا	ماہ
حق کا احساں جب تک اے غافل ادا ہوتا نہیں	منزل توحید کا طے راستاں ہوتا نہیں	مجبور
ہے شکر خدا آج تک تو مجھے	رکھا اُس نے مسکیں ہر انساں میں خوش	مسکین
منعم کے شکر میں بھی بلائیں کبھی کبھی	تنہا برائے لذت دنیا زماں نہیں	ناسخ
ادائے شکر نعمت ہے خدا کی بندگی کرنا	خلاف مرضیٔ محسن نشاں ہے ناسپاسی کا	"
راندن سجدۂ شکرانہ ہے واجب منعم	کہ خدا دیتا ہے اور نام ترا ہوتا ہے	وزیر
نفس کی آمد و شد میں ہوں جب دو نعمتیں حاصل	زباں کھولے ادائے شکر میں کیا منہ ہی انساں کا	واسطی
شکر ہر حال میں واجب ہے خدا کا مجھ پر	دس سے بہتر ہوں اگر بیس سے بدتر ہوں میں	"
کیا کرے اہلِ غرض سے اندنوں کوئی سلوک	شکر کے بدلے زمانہ میں شکایت رہ گئی	وہبی
ہمیں زمانہ کی حکمرانی پہ شکر واجب ہے اے ہمایوں	کہ ایسا منصف مزاج ہم کو خدا نے فرمانروا دیا ہی	ہمایوں
زرگل پا کے باغ میں گل بھی	شکر کرتا ہے سو زبانوں سے	یکتا

شکایت زمانہ

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
آج کل ہم نے زمانہ کی یہ حالت دیکھی	ایک کے دل میں محبت نہ مروّت دیکھی	آصف
خدا کے واسطے اے صبا جو کہو تو یہی	کہ رسم مہر و وفا بھی کچھ اس دیار میں ہے	انشا
نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اس دور میں یارو	جسے دیکھو یہی کہتے ہیں ہم بیکار بیٹھے ہیں	"
کہاں تک کروں میں زمانہ کا شکوہ	مصیبت ہے یوں تو سب اہلِ ہنر پہ	"
خصوصاً وہ جو وضعداروں میں ہیں یاں	برستا ہی افلاس ہے ان کے در پہ	"
روز افزوں ہے دشمنی تیری	ہم سے اے روزگار کیا باعث	احسن
شکایت جورِ گردوں کی عبث ہے	کہ حکمت کیا کوئی جانے خدا کی	"
کینۂ روزگار کیا کہنا	کر دیا مجھ کو خوار کیا کہنا	"
دبے زمانے نے غوطے ہمیں یوں	جھلاتے ہیں جس طرح کندھا پکڑ کر	اشک

گیا مرے دل کو ہو رنگ سحر و شام پسند
ستارہ اپنا گردش میں ہے آتش اسکی گردش سے

گردوں نے نہ ہو دولت دو نیا کا طلبگار
شہسواروں کو گراتا ہے یہ پشت زین سے

عوض یہی ہے زمانہ کی راستبازی کا
فرصت عمر قلیل اور یہ قصہ ہے طویل

خالق ہی جب نہ دے تو گلہ آسماں سے کیا
دشمن جاں ہیں سب زمانے میں

چکی میں پیستا ہے نشیب و فراز دھر
ازبس بدی پہ ابلق لیل و نہار ہے

زمانے کی کچھ ایسی بدلی ہوا ہے
زمانے نے بدلا ہے رنگ اپنا جب سے

اہل عالم کا عجب دستور ہے
چشم کرم کسو ہی سے اپنے تئیں نہیں رہی

ریخ پر ریخ دیے ہیں ہمیں ان دونوں نے
یہ وہ زمانہ ہے ہنستے ہیں لوگ رونے پر

خوش رہے کوئی گھڑی بھر تو غنیمت سمجھے
بھیک مانگے سے نہیں ملتی ہے اُلٹی رسم ہے

ایک دو کا شکوہ کس کس کی شکایت کیجیے
سفلہ پرور ہے زمانہ عجب اس کا کیا ہے

چرخ مینائی موافق ہو اگر
کوئی اس زمانہ سے باہر نہیں

ابنائے روزگار سے اب کیا گلہ ہے بحر
اہل جوہر کو زمانہ سے شکایت ہی عبث

ادنے سے ناموافقتِ روزگار ہے
گردش چرخ سے قیام نہیں

زمانہ مجھ کو عبث پائمال کرتا ہے
للہ الحمد بہت تھوڑی رہی ہے اے بحر

کیا دنیا کا رنگ کہوں کس کس سے نہ مجھ کو انس ہا
دشمنی رکھتا ہے ارباب منش سے آسماں

آج دنیا میں جو کرتے ہیں گلہ افلاک کا
اس چمن میں رنگ کس کس سے نہیں پہنچا مجھے

وسعت رزق آسیائے چرخ سے ممکن نہیں

اس کچہری میں نہیں ابلق ایام پسند	اسیر
فلک کی تنگ چشمی سے ہماری تنگدستی سے	آتش
کب فیض کو پہنچا ہے کوئی مال دنی سے	"
کس قدر ابلق ایام بُرا مرکب ہے	"
سلوک تو نے جو اے چرخ کج نہاد کیا	"
تا کجا شکوۂ ناسازیٔ بخت ایام	اخگر
ساقی نہ منہ لگائے تو ساغر سے کیا کہیں	اسیر
یاں کسی کا کہاں کوئی ہے یار	انور
صدمے پہنچ رہے ہیں زمین آسمان سے	"
اب جی میں ہے جہان سے باگیں اوٹھایئے	"
کہ اب بھائی کا بھائی دشمن بنا ہے	اسد
جو تا آشنا وہ بھی نا آشنا ہے	اطہر
کہتے ہیں بدنام کو بد سے برا	احمد شاہ
رسم مروت اٹھ گئی مہر کہیں نہیں رہی	پیماں
شکوۂ خاص کریں یا گلۂ عام کریں	بحر
ہوئی ہے نغمۂ نے پیش مردماں فریاد	"
یہ زمانہ وہ نہیں ہے کہ کوئی شاد رہے	"
بحر سائل کو پیالہ واژگوں درکار ہے	"
اور خلقت ہو نئی دنیا خدا پیدا کرے	"
ستم سلیماں کو دے چیونٹیوں کو شکر دے	"
دور دور جام و صہبا دیکھیے	"
زمانہ کا کس سے گلہ کیجیے	"
تھوڑی رہی ہے دیکھنا یہ بھی گزر گئی	"
جاننے والے نہ باقی رہے انجان رہے	"
مالوف جس سے ہم ہیں وہ ہم سے رسیدہ ہے	"
صبح گھر میں ہوں میں تو شام نہیں	"
خلش کسی سے جو رکھتا نہیں وہ خار نہیں	"
چار دن کے لیے کیا شکوہ ایام کریں	"
بوئے وفا اک گل میں نہ پائی گلشن کو تمام کیا	"
ہاتھ ملتا عمر بھر دم بھر جو راحت مانگتا	"
کل وہی زیر زمیں شکوہ کرینگے خاک کا	"
شکوہ گلچیں کا کروں بس یا گلہ صیاد کا	"
گردوں نا اک دونا حصہ ہے مہر و ماہ کا	"

شکایت

بدنک دانہ پیپا بڑھکے ہم کو اہل رفعت نے / زمانہ پھر گیا سر پہ پہاڑ سے آسماں ہو کر	برق
کوئی ایسے زمانہ میں بھی ہوگا / الٰہی آشنا سے آشنا روپوش	تاباں
دن بدن یارب گھٹتا ہے زمانہ کس لیے / کیا طاقت دل بیمار کی	نوشین
جو کوئی بھی سمجھا ہے ہزاروں تھوڑا ہے / اہل حق اگلے زمانے میں نہایت کم ہیں	"
اس زمانہ میں خدا والے امید رکھے / کوئی اس وقت میں اہل مروت کم ہیں	تراب
کہ کسی سے بے مروت ہیں بہت / کیوں نہ ہوں یہ	"
زمانہ آخری آیا قیامت ہیں اسی سے / ...	"
نفاق اب یاں تلک پہنچا مرید و پیر لڑتے ہیں	"
حسد سے اس زمانہ میں عدو فتنہ کریں بپا / ہمدم وہ آشنا بیچے	"
اگر دیکھیں کہیں ایک جا علم سے نایاب	"
اہل جہاں ہیں خراب اپنے کرب تک رہا	"
وضع بد دور نگار دیکھیے بد معاشی سے خراب	"
اغنیا اس وقت کے ہیں اپنی ساری کائنات / دولت ہیں اس وقت کے عمدہ	"
کرتے ہیں زیادہ ترمحتاج بہانے سے کیمیا پایا	"
گدائے صاحب دول کو تبلائے / گر ہر صاحب	"

بخت لوگوں

شکایت زمانہ

جہاں میں آشنا اپنا نہ پایا
جسے دیکھا اسے بیگانہ پایا

جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیاں چلے
اک ہم صفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے

نہیں ہم کو تو اس کا بالکل بھروسہ
ہوا ابھی ہے یارو زمانہ کسی کا

الٰہی الاماں الرحم کا یہ وقت آیا ہے
ہوا ہے اب بیٹیوں میں بپا جھگڑا شوہر و زن میں

دگرگوں ہے یارو زمانہ کا ڈھنگ
نیا ہے اب اس کارخانہ کا ڈھنگ

لکھا تقدیر کا لکھا عیاں ہے حرف حرف
نیا ہے اب بدلا انتر یہ وقت آج کل

صاحب تدبیر کا رہیں خانہ خراب
ساتھ بدکاروں کے نیکوکار ہیں آج کل

ہوا ہی ہے غافلوں کی غفلت شدید آج کل
نفسی نفسی کی صدا ہے ہر دوزن سے گوش زد

صاف آتا ہے نظر الرحم کا یہ وقت ہے
الغیاث والاماں ہے برادر کا برادر آج کل

دشمن جاں ہے چند روز اور نیز ہے تسلی
جس سے مانگی ہے وہ صدی یہ ہے متفرق آج

بیرا ہوں ہے

یا الٰہی بندگان

سعود	بہت لوگوں کے نکلے کام ہم سے جن کو وسعت ہے وہ تنگی سے بسر کرتے ہیں
=	اے دل راحت طلب شکوہ نہ کرنا چاہیئے آرام نہیں گردش بیجا سے کسی کو
=	لائے نہ کبھی شکوۂ بیداد زباں پر
سرور	دوست نے وہ ستم کیے کہ مجھے
=	ایک دن ابلق ایام کرے گا پامال زمانہ کے گلے شکووں کا قصہ مختصر ثاقب
سعید	ٹھوکریں خوب کھلائیں مجھے در در ای چرخ بخت کا چرخ کا زمانے کا
=	بظاہر جس کو سمجھو دوست وہ باطن میں دشمن ہے
=	دوستوں کے بن گئے سب دوست دشمن آجکل
=	چار دن عیش سے رہنے نہ دیا دنیا میں ہم پہ زمانہ تنگ نہ ہوتا اگر جلیل
=	جس کو چاہوں وہ برائی چاہیئے
=	چلی ہے کچھ ہوا ایسی کہ سبزہ تک نہیں اپنا
=	تلخی دوراں کے ہیں سب شکوہ سنج
=	اب تو دنیا میں نظر آتا ہے کمتر اخلاص نام سنتے ہیں جہاں میں نظر آتا کسے
=	اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا
=	کیے در پردہ لاکھوں ظلم گو ہم پر زمانے نے اس دور میں نصیب کہاں عیش جاوداں
=	زمانہ کو ذاکر یہ کیا ہو گیا
=	وفا نے گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے صدمہ ہر چند ترے جور سے جاں پر آیا
=	شاکی نہیں خدا سے بنی گر یہ شکل زشت
=	بوئے وفا رنگ محبت نہیں ہے یاں بیگانہ ہوا نہ ہووے آخر
=	یار اغیار ہو گئے اللہ
	نہ اپنوں نے کبھی پوچھا نہ بیگانوں نے آ دیکھا یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے میں دوش دوں کس کو جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں میں ہر اک سے یاری کو بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی

ہمارے کام پر کوئی نہ آیا	تراب
اہل دولت ہیں بہت اہل سخاوت کم ہیں	"
جو دکھائے گردش ایام دیکھا چاہیئے	تسلیم
عالم مجھے فانوس خیالی نظر آیا	"
یوسف سا زمانہ میں برادر نہیں ملتا	"
ہوس شکوۂ عدو نہ رہی	"
مجھ سے رہ رہ کے بگڑتا ہی یہ توسن گیا	تعشق
یہ طول شام غم صبح قیامت کا فسانہ ہے	ثاقب
پانوں سے باندھ دیا رزق کے پیمانے کو	"
کام ہے خاک میں ملانے کا	"
ہوا ہے انقلاب اے جوش ایسا زمانے میں	جوش
ہے تعجب ربط مقناطیس و آہن آج کل	"
خاک نے آب نے آتش نے ہوا نے ہم کو	"
آتے نہ سوئے میکدہ ہم خانقاہ سے	جلیل
ہائے نیکی کا زمانہ ہی نہیں	"
گلستاں جہاں سے اڑ گئی ہے بو محبت کی	جویا
یہ بھی ہے یارو کوئی رنجوں میں رنج	حالی
نہیں رکھتے ہیں برادر سے برادر اخلاص	حیرت
اس زمانہ میں عنقا کے برابر اخلاص	"
پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسی نے سنا نہ تھا	درد
مگر افسوس ہم اب تک نہ یہ جور و جفا سمجھے	داغ
غم بھی اگر ملے تو وہی ارمغاں ہے اب	"
مروت نہیں کچھ محبت نہیں	ذاکر
نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر	سودا
تپہ شکوہ نہ کبھی میری زباں پر آیا	"
ممکن نہیں کمہار کا ماٹی گلہ کرے	"
یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا	سوز
ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا	"
کیا زمانہ کا انقلاب ہوا	"
الٰہی اس جہاں میں آنکر جز رنج کیا دیکھا	"
جسے غمخوار سمجھا تھا وہی اہل دغا نکلا	"
محبت اٹھ گئی یارو ہوا کیا دوستداری کو	"
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
یا الٰہی بندگاں پر خطا پر رحم کر	درہم و برہم زمانہ ہے سراسر آجکل	سعید
بھروسہ کس کی محبت کا ہم کریں یارب	پدر پسر سے پھرے اور پسر پدر سے پھرے	سراج
کیا کیجے سخن شکوۂ بیداد زمانہ	ہم نے جسے چاہا وہ ہمارا نہیں ہوتا	سخن
مرے نزدیک غیبت سے سوا ہے	بجا ہو یا کہ بیجا ہو شکایت	سحر
آسماں کو غبار ہے ہم سے	ایک دن خاک میں ملا دے گا	″
فریب و مکر و دغا و حسد ہر ایک میں ہے	عجب طرح کا دکھائی دیا جہان کا رنگ	شرم
دلبستگی اے شہید چھوڑ دو	دنیا میں نہیں کوئی کسی کا	شہید
ہیں جتنے خویش و اقارب وہ سب عقارب ہیں	کسی عزیز کا اس وقت میں کہاں ہے عزیز	″
ہوں تنگ زمانہ سے مگر جاؤں کدھر آہ	عالم کوئی عالم سے نرالا نہیں ملتا	شائق
ہر کوئی یاں رنجش بے وجہ پہ آمادہ ہے	لطف صحبت کا نہیں افراد انساں میں رہا	″
ہوگئے طبع بہیمی کے سراسر خوگر	حیف دنیا میں پہ نام بھی انساں ہے	″
کچھ زمانہ سے نہیں حاصل بجز رنج و الم	اہل دنیا سے طبیعت کو اٹھایا چاہیئے	″
رکھتا ہے ٹھوکروں میں زمانہ ہمیں مدام	گویا کہ ہم ہیں سنگ کسی رہگزار کے	صابر
فلک پیر کو گوش شنوا تو نہ دیے	دی زباں مجھ کو کہ کر رنج و محن کا شکوہ	طاہر
دیتی ہے نکلنے یہ کوئی کشتیٔ مقصود	ہے ایک بلا گردش گرداب زمانہ	ظفر
اس زمانہ میں ظفر ایسے کہاں درد آشنا	چاہتا دل میں نہ ہو جو ایک خواری ایک کی	″
نہیں دنیا میں ہوا خواہ کسی کا کوئی	کچھ نصیبوں ہی سے بن جاتی ہے انساں کی ہوا	″
یکساں نہیں عالم کوئی دشمن ہے کوئی دوست	ہے ایک سے راحت تو ظفر ایک سے تکلیف	
امید آشنا سے تو کیا وہ زمانہ ہے	بھائی سے رفع ہو نہ برادر کی احتیاج	عرش
بحر عالم کی ماہیت دیکھی	آشنا دشمن آشنا کے ملے	″
ہوں تنگی زمانہ سے دلتنگ اس قدر	ارماں کے دل میں رہنے کی وسعت کہاں ہے اب	عاشق
ہوئی ہے گردش دوراں سے خاک تک برباد	چھٹے گا وقت فنا واسطہ زمانے کا	″
یہ زمانہ وہ ہے اے عاشق کہ اب	وجہ ذلت آبرو ہونے لگی	″
زمین و چرخ کے دو پاٹ مثل آسیا نکلے	جوان کے درمیاں آئے وہ پیکر مہ سا نکلے	″
اہل دنیا کے بہت ہاتھ سے تنگ آیا ہوں	عاشق اب زیر زمیں اپنا گزارا ہوگا	
زمانہ میں نہیں کچھ امتیاز ناقص و کامل	برابر ہے فلاطوں ہو کہ ہو طفل دبستانی	عارف
جب توقع ہی اٹھ گئی غالب	کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی	غالب
یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہے کس لئے	لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں	″
مارا زمانہ نے اسد اللہ خاں تمہیں	وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی	″
کہوں کیا خوبی اوضاع ابنائے زماں غالب	بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی ہے بارہا نیکی	″
خاک میں ناموس پیمان محبت مل گئی	اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے	
خالی نہیں ہے عالم و جاہل سے روزگار	کوئی ہے بے وقوف کوئی ذی شعور ہے	فدا
گنجائش اے فدا نہیں اخلاص کی ذرا	سینہ بھرا ہوا ہے جہاں کا نفاق سے	″

شکایت زمانہ

شعر	شاعر
ہر شخص گیا یہاں سے شاکی	فدا
دنیا میں کہاں موافق ایام	فائز
غضب کی مشق ہے تجھکو بھی اے سپہر [illegible]	″
کروں میں [illegible] نقشے بگاڑ کے بھی بنا دو بھی	فروغ
اس زمانہ میں نگہ کس کا کرے کوئی فروغ	″
دشمنی دوست بھی اب کرتے ہیں دشمن کیا	″
قسمت اپنی ہے زمانہ کی ہوا اپنی ہے	″
وہ مجھے بھول گیا ہیں نے جسے یاد کیا	قطرہ
کیا بات ہے عالم میں قیامت ہے ابھی سے	″
الفت نہیں انسان کو انسان سے زیادہ	قاسم
تنگ تر ہے وسعت حاجت سے دل اپنا ہے دم	″
کس سے کہئے ظاہر اپنی تنگدستی کیجیے	لائق
نہیں ہے وسعت روزی زمانہ میں کہ ہلال	″
ہے تنگ ان کی خاطر فلک پہ دور انی	″
لائق بقول سودا اس دور میں تو ہیں ہے	″
ایسا نہ دیکھا کوئی جو کوئی بشر کو پوچھے	″
بوالہوس شاد ہیں رہیں ناخوش	″
کیا خدائی ہے کہ امرا کے کارخانے ہیں	″
عالی نسب کا خون جگر قوت ہے مدام	″
سفلہ کو ہم نے دیکھا تو ہم بہت ہی یاں	
بزرگوں میں	

شکایت زمانہ

رکھنا ناسخ مجھکو محفوظ اس زمانہ میں خدا
[illegible] اب تو شہرت کا وقت [illegible]
اس دور میں [illegible] جز عمر [illegible]
وہ کونسا ہے دل کہ جو آزردہ [illegible] نہیں
کروٹ بدلنے کی بھی نہ فرصت ملی کبھی
مجھکو کیا ہے تنگ زمانہ نے اس قدر
کچھ خاص کسی بات پہ ہرگز نہیں موقوف
اب تو وہ زمانہ ہے کہ ہر عیب ہنر ہے
کسی نے لی نہ خبر [illegible] الفت دیکھیں
ان آشناؤں کی یاں آشنائیاں دیکھیں اے نظم
برا زمانہ ہے [illegible] کسی سے رنج [illegible]
[illegible] دور آسماں میں نہیں
[illegible] حلاوت زندگانی کی
نہ پوچھو دور گردوں میں [illegible] عشرت کا
کہ اپنا خون پیتے ہیں [illegible] کس طرح
گردش رہی ہے رشتۂ تسبیح [illegible]
[illegible] منزل نہیں ملا
آرام مجھکو [illegible] عبرت ہلال
گردش سے [illegible] ساحل نہیں ملا
کشتی اگر ملی بھی تو [illegible]
[illegible] مزاج فلک [illegible] ایام
[illegible] دکھلاتا ہے طلسم ایام

ناسخ / ناسخ / = / نواب / = / = / = / نصیر / = / نظم / = / = / = / = / = / = / = / ناظم / =

نہ بزرگوں میں بزرگی ہے نہ خردوں میں ادب	کیا ہوا ہائے زمانہ تری رفتار کو آج	مہر
کیا زمانہ کا گلہ کرتا ہے ناداں مت کر	نکتہ چینوں کی کسی روز بری گت ہوگی	
سب کچھ ہے سب کے واسطے گر کیجیے تلاش	دنیا میں ایک مہر و محبت مگر نہیں	"
نہ رہرووں سے بھی رہزن کبھی جو کرتے تھے	سلوک آج وہ یاروں سے یار کرتے ہیں	"
زمانہ اس طرح بدلا ہے پہچانا نہیں جاتا	ہوا پلٹی ہے ایسی دیکھنے والے کو حیرت ہے	"
نہ بخت نامساعد و تقدیر واژگوں	کیا کوسیے زمانۂ ناسازگار کو	"
دنیا میں جس شریف کو اس وقت دیکھیے	محتاج ہے ذلیل ہے بے روزگار ہے	مضطر
غم و الم سے کوئی دم کو ہو تو ہو فرصت	وگرنہ عیش تو عنقا ہے اس زمانہ میں	"
اولاد کام آتی ہے اب تو نہ جاہ و مال	جز خاک کیا نصیب ہوا ان کو پال کے	محب
رکھا ہے کب زمانہ نے قائم کسی کا نام	ریگ رواں پہ نقش بنایا مٹا دیا	"
جبر و نقصاں ہے زمانہ کا برابر یارو	چھینتا ایک سے ہے ایک کو گر دیتا ہے	مسکین
جو نظر آتی ہے صورت ہے وہ معنی سے تہی	اس زمانہ میں مرقع ہے جہاں تصویر کا	ممنون
اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر	وہ دور اب نہیں وہ زمیں آسماں نہیں	میر
کیا کوئی الفت کسی سے کرکے ہوگا شادکام	دوستی ہے دشمنی الفت نہیں کلفت ہے اب	"
یاری جہانیوں کی کیا میر معتبر ہے	نا آشنا ہیں اک دم یہ اک دم آشنا ہیں	"
بن بلاؤں کو میر سنتے تھے	ان کو اس روزگار میں دیکھا	"
بدی نتیجہ ہے نیکی کا اس زمانے میں	بھلا کسی سے جو کرتا تو وہ برا کرتا	"
میر صاحب زمانہ نازک ہے	دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار	"
کیا چال ہے گی زہر بھری روزگار کی	سب اس گزندہ کی ہے سیہ مار کی روش	"
التفات زمانہ پر مت جا	میر دنیا ہے روزگار فریب	"
جو ملا اس نے بے وفائی کی	کچھ عجب رنگ ہے زمانے کا	مصحفی
گلہ نہ کیجیے یاروں کی بیوفائی کا	کہ ان دنوں یہی تاثیر ہے زمانے کی	
ہزار حیف ہے اب وہ زمانہ آیا ہے	کہ آشنا کو نہیں پاس آشنائی کا	"
میں اعتبار کروں کس کی بیوفائی پہ	کوئی کسی کا زمانہ میں آشنا بھی ہے	"
جاؤں میں کس کے پاس مرا آشنا ہے کون	دنیا میں بے وفا ہیں سبھی باوفا ہے کون	"
جتنا کہ ہمیں خوار یہ رکھتا ہے زمانہ	اتنے تو گنہگار زمانہ میں نہیں ہم	"
وہ جو ہم لوگوں سے کرتے تھے محبت مر گئے	جی کے دشمن رہ گئے اہلِ مروت مر گئے	"
مجھ کو بتلا نہ زمانۂ غدار	تو نے کس سے نہیں برائی کی	منتہی
زمانہ کی ایذا کا شکوہ نہ کر	گزرتے گزرتے گزر جائیگی	"
چمن دہر میں جمعیت خاطر ہے کسے	بوئے گل کو بھی جو دیکھا تو پریشاں دیکھا	ماہر
عجب زمانہ ہوا ہے ابتر کہ پست فطرت ہیں نام آور	زلال کیونکر نہ ہو مکدر عروج ہے دُردِ تہ نشیں کا	"
شام سے تا صبح مضطر صبح سے تا شام ہم	ایک عالم میں ہیں کیوں اے گردش ایام ہم	مومن
سوائے مکر زمانہ میں رسم و راہ نہیں	وہ کون جا ہے جہاں چاہ زیر کاہ نہیں	ناسخ

اک نہ اک، اک نہ اک کا شاکی ہے	بخت کا، چرخ کا، زمانے کا	نوح
بتکدہ ہوگیا خدا کا گھر	کیا ہی وضع زمانہ برہم ہے	وقار
ہوا ہے جب سے کہ اس نیرہویں صدی کا دور	رہا نہ فرق کچھ اشراف اور کمینوں میں	؍؍
یہ زمانہ وہ ہے ناقص اس کو سب کہنے لگے	علم و فن میں جس کو استعداد کامل ہوگئی	؍؍
امن عالم میں کیوں نہیں یارب	اس کے قابل مگر بشر نہ ہوا	چشت
اپنا تو دل ہے خون زمانہ کے رنگ سے	جس کا شمار عیب میں کل تھا ہنر ہے آج	؍؍
وحشت سخن شناس زمانہ میں اب کہاں	کیونکر نہ روئیے کہ طبیعت پہ ناز ہے	؍؍
گرم بازاری فریب نہ پوچھ	بس یہی ایک کمال باقی ہے	؍؍
ابنائے روزگار کا کیا پوچھتے ہو حال	راحت رساں تو کم ہیں پر ایذا رساں بہت	دہبی
جس دنی کو دیکھتے ہیں ہم وہ مالا مال ہے	مقدرت لیکن کچھ ارباب کرم رکھتے نہیں	؍؍
وہ کیسے ناداں ہیں جو کرتے ہیں اے زمانہ تری شکایت	کہ نوع انساں کو تو نے تادیب دیکھے انساں بنا دیا ہے	ہمایوں
نہ پاس محبت نہ چشم مروت	زمانہ کا طور اب عجب دیکھتے ہیں	ہمدم
پژمردگی شگفتہ دلوں کو ہوئی نصیب	بگڑا ہے رنگ کیا چمن روزگار کا	ہنر بر
جو چاہو کہو ہوش زمانہ ہے پر آشوب	جہال کا ہے دور نہیں قدر ہنر آج	ہوش

صبر

ناگوار ہو غم دنیا تو ہے درکار صبر	صاف کرتا ہے توقف آب خاک آلود کو	اسیر
ہوئی ہے دل کی ضیا صبر خداداد کے بعد	ضاد اس واسطے کرتے ہیں رقم صاد کے بعد	؍؍
صبر تلخ است و لیکن بر شیریں دارد	میوہ چیں چمن خلد ہر اک صابر ہے	؍؍
نالہ کش اہل دول صاحب تمکیں صابر	شور دریا میں ہے خاموش لب ساحل پر	؍؍
صبر کی لذت اگر طبع گدا پیدا کرے	خشک روٹی نان نعمت کا مزہ پیدا کرے	؍؍
مال دنیا جو مرے پاس نہیں صبر تو ہے	شکر کرتا ہوں کہ اب کچھ نہیں درکار مجھے	؍؍
نہ دیتا صبر تو غم بھی نہ دیتا	جو غم دیتا تو صبر اللہ دیتا	؍؍
نہ دینے پر جو صبر اللہ دیتا	برابر تھا نہ دیتا خواہ دیتا	؍؍
لقمۂ صبر کی لذت کوئی کیا جانے	ذائقہ اس میں بھی ہے نعمت الوان کی طرح	؍؍
بہت بخشی مجھے دنیا کی دولت	الٰہی صبر بھی تھوڑا عطا کر	؍؍
دولت صبر عطا کی ہے خدا نے مجھکو	زیر خنجر بھی نہ تڑپوں گا میں بسمل ہوکر	؍؍
صبر کا کچھ حال طوفان حوادث میں نہ پوچھ	ایک خرمن تھا سو وہ بھی وقف صرصر ہوگیا	؍؍
تخت و تاج و مال و دولت کیا کروں	یاالٰہی صبر دے تھوڑا مجھے	؍؍
صبر کی تلخی کی حالت میں اثیم	یہ بکھیڑا سب ہے کچھ دن کے لیئے	اثیم
جلد بازی کی بھی عادت ہے بری	کام میں صبر و سہولت چاہیئے	افضل
جو مقدر میں ہے ملتا ہے ضرور	چاہیئے انساں نہ ہوئے ناصبور	افسوں

صبر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
صبر جو ہو سکے تجھ سے تراب	باعث آرام جان و دل ہے صبر	تراب
کلید در حل مشکل ہے صبر	جہاں ایک مزرع ہے حاصل ہے صبر	تائب
درد میں انساں دل صبر آزما پیدا کرے	زخم کی صورت دہانِ بے صدا پیدا کرے	توفیق
دولت دنیا نہیں ہے یہ کہ ضائع جائیگی	جمع کر لے صبر کی دولت جہاں تک ہو سکے	ثاقب
مارنا دم نہ تہِ تیغ الم اے ثاقب	کہتے ہیں اہلِ رضا صبر کا پھل میٹھا ہے	"
نہ کیوں ہو ابتدائے صبر حرف صاد سے ثاقب	کہ اچھی چیز پہ اہلِ بصیرت صاد کرتے ہیں	"
گنج قاروں نہ عمر نوح سے کام	صبر ایوب دے خدا مجھکو	"
شیریں ثمر ہے نخل مصیبت میں صبر بھی	گو ابتدا ہے تلخ مگر انتہا لذیذ	جوہری
قوت دست خدائی ہے شکیبائی میں	وقت جب آ کے پڑا ہے یہی کام آئی ہے	حالی
صبر کرنا ہر گھڑی ہر حال میں ہے بہتر بن	رحمتِ خلاق ہے بندوں کی زحمت کا علاج	خوشدل
تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق	ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے	ذوق
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے	کیوں برا کہنے سے تو اسکے برا مانتا ہے	"
صبر ہو تو دل پہ ہو سکتا ہے جبر	ورنہ تھوڑی سی مصیبت ہی بہت	راسخ
خوش حال وہی ہے کہ جو ہر حال میں خوش ہے	غمگیں کبھی اپنا دل خرم نہیں رکھتے	سحر
جس نے دیا تھا عیش وہی ہوگا پھر کفیل	اے دل یہ اضطراب نہ عسرت میں چاہیئے	سفیر
آغاز میں کڑوا ہے بہت صبر کا کرنا	ثمرہ ہے پر انجام میں اسکا بہت اچھا	سعید
کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہیں	جب کہ اپنے میں شکیبائی نہیں ایوب کی	سودا
بیقراری سے کچھ نہیں حاصل	لطف صبر و قرار میں پایا	سید
مصیبت میں لازم ہے صبر و تحمل	کڑی راہ عرفاں کی منزل یہی ہے	سراج
جگہ دے صبر کو گر دل میں انساں پھر مزے دیکھے	ہزاروں نعمتیں موجود ہیں خوان قناعت میں	سخن
چھاتی پہ سنگ صبر شفق نے رکھا مگر	تڑپا کبھی نہ ماہیِ بے آب کی طرح	شفق
صبر کرنے سے بر آئیگی شفق دل کی مراد	فائدہ کچھ بھی نہ ہوگا بترے گھبرانے سے	"
اے شہیدی شرط ضبطِ نفس ہے غواص کو	زیست چاہے دم نہ مار اس بحر اخضر کے تلے	شہیدی
مثل ہے صبر ہے کنجی فلاح کی یارو	نہیں ہے وصف بشر بیقرار ہو رہنا	شاداں
اللہ کا ہے مورد الطاف بیگمان	عالم میں جو بشر کہ صبور و شکور ہے	شائق
چرخ کا شکوہ نہ کر حاصل نہ ہوگا کام دل	رنج کیا اس کا نہ ہونے دے اگر ہوتا نہیں	"
جو کہ صابر ہیں بدل رنج و بلا کے نزدیک	اجر اس صبر کا ان کے ہے خدا کے نزدیک	"
صبر ہر امر میں لازم ہے بنی آدم کو	ہو وہی بگڑی ہوئی بات بنانے والا	صادر
اے صبر صبر کو نہ کسی طرح چھوڑنا	یہ وہ رفیق ہے جو رہا انبیا کے ساتھ	صبر
ٹالا بہت اس کو ستم و جور و جفا نے	یہ صبر وہ پتھر ہے کہ چھاتی سے نہ سرکا	طاہر
صبر درکار ہے ہر کام میں انساں لاریب	صبر سے مشکلیں ہو جاتی ہیں آساں لاریب	عیش
صبر کر عاجز کہ حاصل ہو مراد	بیقراری جان کا آزار ہے	عاجز
صابروں کا ساتھ دیتا ہے خدا	صبر کیجے تو ملے ایسا رفیق	"

وہ زبان خنجر صبر ہوں کہ زباں ہیں جس کے سخن نہیں	وہ دہان زخم ملال ہوں کہ دہن ہیں جس کے زباں نہیں	قدر
ہاتھ خالی رکھتے ہیں ہم لوگ نقد صبر سے	آپ جس دولت کے خواہاں ہیں یہاں حاصل کہاں	"
روٹی جس دن نہ ملی پیٹ پہ پتھر باندھا	پڑ رہے خاک پہ جس روز کہ بستر نہ ہوا	"
گو خاک پھانکنا ترے باعث نصیب ہو	اے آسیائے گردش ایام ہے لذیذ	"
صبر کا کرنا دلا بے جا نہیں	دیکھ تو ہوتا ہے کیا گھبرا نہیں	گویا
صبر و محنت سے کوئی کام کرو	زندگانی میں کچھ تو نام کرو	محب
ثبات و صبر سے کرتے ہیں جو کام	وہ پاتے ہیں ریاضت کا ثمر بھی	"
صبر کی قوت بڑھا جو ہے علاج برملا	مال وجاہ و زور و زر سے کوہ غم ہٹتا نہیں	"
رضا و صبر پہ ہر دم جو ہے نظر اپنی	کسی بلا میں مجھے کوئی اضطراب نہیں	"
صابر پہ ہو گیا غیظ مخالف کا اثر	چقماق سے جلتی ہے ہری گھاس کبھی	"
انسان نے پائی ہے طبیعت اگر ایسی	صبر اس کو کسی حال میں دم بھر نہیں آتا	مہر
رنج میں شکر خدا کر کہ تجھے راحت ہوگی	غم میں کر صبر ترے حال پہ رحمت ہوگی	"
تم اختیار کرو صبر چیز اچھی ہے	بڑی خدا کے ہے نزدیک چیز اچھی ہے	"
کرے جو صبر اسی کی تمیز اچھی ہے	یہ چیز اچھی ہے ہاں اے عزیز اچھی ہے	"
پڑے جو آ کے مصیبت تو دل پہ جبر کرو	جناب حق میں کرو شکر اور صبر کرو	"
تسکین اور سکوں سے رکھو کام دوستو	سب اضطراب ہیچ ہے سب اضطراب ہیچ	"
اے مہر ستائے جب ہجوم آلام	لے صبر سے کام اور تحمل سے کام	"
بے جا ہے مصیبتوں میں گھبرا جانا	کیا جانئے کیا ہے حکمت رب انام	"
سہہ لے رنج اور غم کو سہہ لے غافل	دکھڑے رونے سے کچھ نہیں ہے حاصل	"
الٹی تکلیف اور ہوتی ہے سوا	تکلیف کی جانب جو رہے گا مائل	"
حصول مطلب میں اضطرابی نہ تو کیا کر کہ ہے خرابی	جو چاہے مضطر تو کامیابی تو ہوگی حاصل ذرا ٹھہر کر	مضطر
چاہیئے مضطر نہ ہو ہرگز کسی تکلیف میں	آدمی پیدا ہوا ہے رنج و راحت کیلئے	میکش
شکر ہے آئی نہیں لب پہ شکایت تا مرگ	عمر ہی گذری ترے بندہ کی غم کھاتے ہوئے	"
گھبراؤ نہ پا کے نامرادی	غم کھاؤ جو چاہتے ہو شادی	نسیم
مجھ کو موسی کیا فرعون بنایا اوس کو	زر تونگر کو دیا صبر مجھے زر کے عوض	وزیر
بنا جب صبر دیوار قناعت حجرۂ دل میں	تو پایا عرش دامن کرسی ایوان رفعت کا	ہوش
صبر سے انسان پاتا ہے فروغ	صبر ہے شیر اور بے صبری ہے دوغ	یکتا

صحبت

فائدہ چاہے اگر اہل کرم سے صحبت	نہ بھرے مے سے جو شیشہ سے رہی جام جدا	اسیر
جو بیٹھے صحبت کامل میں آخر وہ بھی کامل ہو	کہ چھوتے ہی طلا پارس بنا دیتا ہے آہن کو	"
یا الٰہی صحبت احباب ہو دل کو نصیب	ہے بہت اس آئینہ کو انجمن کی آرزو	"

صحبت

انسان کو نیک کرتی ہے نیکوں کی پیروی

[illegible]

صحبت

کون کہتا ہے نہیں گرمی صحبت میں اثر
نبھتا نہیں ہے ساتھ لطیف و کثیف کا
ہوتی ہے نازل بلا جمعیت احباب سے
جو بد ہیں ان کو کب ہوگا اثر نیکوں کی صحبت کا
ہمجنس کی تاثیر نحوست سے نہیں خوف
ابھی امیر کو صاحب بُرا بھلا نہ کہو
اگر نام آوری مقصود ہے نیکوں سے صحبت رکھ
چندے ہیں پاک صحبت طاہر سے ہو نجس
بدمزاجوں کو نہ نیکوں کا اثر ہو ہرگز
لطف صحبت بہت غنیمت ہے
مار ڈالا رنج تنہائی نے غربت میں ہمیں
صحبت ناجنس سے سو بار ار شد الحذر
صحبت بد میں بگڑتے دیر کچھ لگتی نہیں
صحبت سے کاملوں کی جو کامیاب ہوگا
کسی کو گوارا صحبت مفلس نہیں ہوتی
کہاں تک نیک صحبت کا اثر ہوگا نہ انساں کو
ممکن نہیں کہ صحبت بد کا اثر نہ ہو
کوئی دم غم غلط احباب میں ہو جاتا ہے
ہزار شکر ملے ہم نہ بد مزاجوں سے
کسی امیر سے ملکر نہ خوش ہوئے ہم تو
نہ جنس سے زیادہ بلا کوئی شئے نہیں
یہ سچ ہے ملکے نیکوں سے برا بھی نیک ہوتا ہے
خُرد کو ربط بزرگوں کا بڑھا دیتا ہے
ملائم سخت طینت برق کب صحبت سے ہوتے ہیں
بُری صحبتوں میں گھڑی بھر جو بیٹھے
کچھ نیک نتیجہ بھی نہیں صحبت بد سے
اس کی صحبت میں رہو جس سے نصیحت پاؤ
ہم کو دنیا دار کی صحبت ہے زہر
یار و خدا شناسوں کی صحبت ہے کیمیا
ہے یہ صحبت اتفاقی ہم کہاں پھر تم کہاں
جس کی خدمت سے عاقبت ہو بخیر
جس کی صحبت میں نہ ہو کچھ اثر اور کچھ حاصل
باز آ بہر خدا خلق کے ملنے سے تراب

جل اُٹھا پنبہ شرر سے جو ہم آغوش ہوا	اسیر
گڑتی نہیں ہے روح زمیں میں بدن کیساتھ	"
بیشتر پڑتا ہے ڈاکہ کشور معمور پر	"
موافق بھی منافق بھی تھے اصحاب پیمبر میں	اسیر
تارا کوئی صدقہ نہیں دیتا ہے زحل کا	انور
بُرے بھلے کا تو صحبت سے حال کھلتا ہے	امیر
ہوا ہے شہرۂ آفاق لفظ طیب سنبل سے	آتش
سرکہ نمک سے چار گھڑی میں شراب ہے	"
صحبت گل سے نہ ہوں کبھی خوشبو کانٹے	"
میاں آزاد دم غنیمت ہے	آزاد
اب خیال آیا کہ یاروں ہی کی صحبت خوب تھی	اکبر
زندگی بھی تلخ اس سے عاقبت بھی پر خطر	ارشد
دیکھ لینا بحر تو بھی لا اُبالی ہوگیا	بحر
ہر جز و کل بنے گا نقطہ کتاب ہوگا	"
نہ دیکھا شمع نے منہ ایک دن گور غریباں کا	"
لے تانبا جو بیسے سے تو رنگت آہی جاتی ہے	"
دیکھو کہ پیچ زلف میں ہی بل کمر میں ہے	"
دل افسردہ کو بہلاتی ہے صحبت کیسی	"
ضرور جان ہماری یہ کینہ جو لیتے	"
کسی فقیر سے اب رسم و راہ کرتے ہیں	"
کس طرح آگ پانی سے صحبت برار ہو	برق
ہما ہو جائے جو پہنچے ہما تک استخواں ہوکر	"
قطرہ دریا سے جو مل جائے تو دریا ہو جائے	"
زباں کے وصف پیدا ہو نہیں سکتے ہیں دندان میں	"
وہ کتنا بھی ہو نیک بد کار ہوگا	پرتو
پرہیز ہی بہتر ہے دل خواہان ملاقات	"
جگ میں اوباش بہت لائق صحبت کم ہیں	تراب
صحبت اہل اللہ کی تریاق ہے	"
بیٹھو تراب صاحب عرفاں کے سامنے	"
ہے غنیمت جان لے یہ زندگانی چند روز	"
اس کی صحبت سے احتراز نہ کر	"
دور رہنا ہے بھلا اس سے کہ صحبت ہی عبث	"
کام سے اس کے اگر خلق خدا ہے مانع	"

[illegible]

بے حسوں پر صحبت عیسیٰ نفس کا کام دے
لگا کر آنکھ سے رکھیں اگر یعقوب بھی برسوں
پاک طینت گر بدل دیں اصل غیر
فرومایہ کی صحبت سے حذر لازم ہے انساں کو
جہاں میں کس طرح سے نیک و بد کا ساتھ ہے دیکھو
ترقی کا سبب ہوتی ہے صحبت پاک بازوں کی
صحبتِ اہلِ کرم فیض سے خالی ہی نہیں
صحبت سے بے ہنر کے نہیں نیک کو ضرر
نہ ہو دیوانہ منعم بیٹھ کر پریوں کی صحبت میں
دنیا کا ذکر یاں کبھی آتا نہیں جلیل
جو جا ہو فقیری میں عزت سے رہنا
اس کے جویا ہیں وہی جن کو خدا دے توفیق
فیض کامل سے پہنچتا ہے یونہیں ناقص کو
ہم دشمن بھی ہو یکجا تو الفت ہو ہی جاتی ہے
آپ ہوتا ہے تمیز نیک اور بد کا سہیم
اثر صحبت کا ہوتا ہے مقرر کچھ نہ کچھ آخر
رائیگاں ہو صحبت اہل نظر ایسی نہیں
کیا کام اہلِ علم کو اہلِ دول سے ہے
بد صحبت اہل معنوی میں گر اثر کرے
کہتا ہوں تجھ سے جان لے یہ بات میری سچ
صحبت ہے تنگ ظرف کی یوں کان ہے سن لے
بیٹھے نا جنس تو حیواں بن جائے
صحبت سے خاکساروں کے کیونکر نہ عار ہو
صحبت کامل سے ناقص ہو نہ کامل ہے محال
شیخ جی سچ ہے کہ ہوتا ہے اثر صحبت کا
کجرووں کو راست بازوں سے نہیں ہوتا ہی انس
اُٹھتا ہے خوب صحبت ہمجنس سے مزہ
زاہد خشک کی صحبت سے اُٹھے کیونکر لطف
فیض تو صاف طینت کر کے عزیز مصر ہو
فائدہ کرتا نہیں کچھ ہمنشینوں کا کمال
کشش دل سے ہے پیر دل کے جوانوں کو گریز
ہے سبک روح کو کیا غم اثر صحبت کا
قرب سے تر دامنوں کے ہو نہ پاکوں کو ضرر

جان ڈالے موسم گل بلبل تصویر میں — ثاقب
سیاہی سورۂ یوسف کی یوسف ہو نہیں سکتی — "
کیوں حرم میں آب زمزم شور ہو — "
عضب کا نشہ کم ظرفوں کو ہو جاتا ہی دولت کا — جنون
گلستاں میں نہیں ہوتے جدا گل خار سے پیدا — "
بنا موتی صدف میں جا کے قطرہ آب نیساں کا — جاہ
دامن بحر میں ہو جاتا ہی قطرہ گوہر — "
برباد آب بحر میں آب گہر نہ ہو — جویا
اگر انسان بننا ہے کوئی انسان پید اکر — جلیل
صحبت ہمیں پسند ہے اہلِ قبور کی — "
نہ رکھو امیروں سے ملت زیادہ — "
کب ہے فردوس سے کم صحبت نیکاں خاطر — خاطر
جس طرح عکس سے خورشید کے ہو بدر ہلال — "
یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے — داغ
آدمی بن جاتا ہے انسان انسان دیکھ کر — رند
نشانی دل کی اب تک اک پریشانی ہے گیسو میں — سحر
بے ہنر پر کھے جیسے جنس ہنر ایسی نہیں — سراج
بھاتی نہیں شریف کو صحبت رذیل کی — سفیر
پینے سے نیم کے ہو مذاق کباب تلخ — شہیدی
صحبت سے بُرے شخص کی اے مار تو چل بچ — شاداں
جوں پانی نکل جائے پیالے سے ہے نکلا — "
صحبت نیک سے حیواں انساں بنجائے — شاداں
ہوتا ہے آسمان پر زردار کا مزاج — شفق
جب ملا اکسیر سے اکسیر تانبا ہو گیا — شہید
خشکی زاہد نے چھوڑی نہ تری شیشہ میں — "
دیر تک صحبت نہیں ہوتی کمان و تیر کی — شائق
رکھتے ہیں ربط ہم سے گدا ہم گدا سے ربط — *
ہے کسی کو بھی بھلا قرب جمادات سے حظ — "
روح ہے مانند گوہر حاصل دریا کے بیچ — صادق
پاس عیسیٰؑ کے حرارت سے ہے رنجور آفتاب — صابر
تیر ہو حلقۂ آغوش کماں سے باہر — "
چشم نظروں کو بھگوتی نہیں گریاں ہو کر — "
عین گریہ میں رہے تار نظر سوکھے ہوئے — "

صحبت

صحبت ناکس سے داخل طبع میں ہوتا ہی کھوٹ — صابر
میل ملنے سے مس کے مول اس کا کم ہوا — ظفر
سیم میں بات ہیں جس کی ہزار طرح کے ست — "
ظفر ہوں بات ہے یا ہے سے اس بشر کے پیچھے — "
بشر کو چاہیے نا اہل سے نہ رکھو امید — "
صفات نیک کی نا اہل سے ڈھال کے کھینچے — "
کوئی گلاب نہ پھولوں سے کیوں کر کے ملاقات خراب — "
ہو بیچ رذیلوں سے اور ہو اوقات خراب — عرش
جس کی عادت ہو خراب اہل صفا میں بھی خراب — "
سخت دل ہیں صحبت میں ہو جاتا ہے آہن آب ہیں — عاشق
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے اہل صحبت کو ہو خاک — "
خشک مغزوں سے حلاوت لطف نیشکر ہوتا نہیں — "
پانی کے پوروں میں ہے ادنیٰ و اعلیٰ ہیں — "
رہے گولا کو صحبت فرق گل میں خار کی صورت — "
نظاروں میں ہے رنگ گل سے بھاگتا ہے دور تیر — "
اس لیے قریب کماں سے عالم میں جوان و پیر کا — عزیز
ربط کب ہوتا ہے دل اچٹ جاتا ہے عزیز — "
صحبت اہل وطن سے غربت میں جا کے چھائیں گے — عاقل
چھاؤنی اب وادی غربت میں صحبت کا اثر ہوتا نہیں — "
اصل اچھی ہو تو صحبت کا اثر ہوتا نہیں
زنگ کب چڑھتا ہے نور مہر پر تنویر پر

صحبت رنداں

صحبت

وہ فیض ہے عام تیرا اے صحبت نیک
مہرو کو بھی پہنچائے سپہر [illegible]
کچھ دے رہا تھا تیل کو قرب سمن
اب عطر بنا ہے غیرت مشک ختن
تو ہے بزرگوں کو بھی ہم مسند کر دے
اے صحبت نیک تجھکو آتا ہے وہ فن
قرب نیکاں میں اخذ کرے گا تو خو
ان کی عادات اور ان کی ہی خو
تسبیح کو رکھ برادۂ صندل میں تو
اور دیکھ کہ دانوں میں ہی صندل کی بو
قرب نیکاں میں ہے اکسیر اثر
ہو جائے گا انساں سے فرشتہ بشر
جس طرح کہ پارس کو ذرا مس کرکے
آہن اے مہر دم میں ہو جاتا ہے زر
مقام شکر ہے جب تک ہم یاروں کی صحبت ہے
خدا کا فضل ہے ہم پر خدا کی تم پہ رحمت ہے
دنیا میں بڑا ہے گوہر کار و گر سمجھ
قسمت سے ملا کرتے ہیں یہ لوگ سمجھ
ہے مجمع احباب غنیمت اے مہر
تو اس ندی ناؤ کا سنجوگ سمجھ
نہ ہوگی

مہر
=

صحبت رنداں سے واجب ہے حذر	جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیئے	غالب
آساں نہیں ہو وقعتِ دربار اے خدا	دشوار تر ہے کام حضور ملوک کا	فدا
گلشن میں لطف بلبل و گل ہے بہار تک	سچ تو یہ ہے کہ صحبتِ یاراں ہے چند روز	قدر
ہزار صحبت ہو ان سے بد ہیں بدوں سے نیکو نکو کیا ہو مطلب	کہ تلخی زہر نیش سے کیا مزہ بدلتا ہے انگبیں کا	”
سابقہ جتنک رہے قلق نہ پڑے	حال انسان کا ہو گیا معلوم	قلق
فیض لو عاقلوں کی صحبت سے	بھاگو تم جاہلوں کی صحبت سے	کمال
کہنا نہ ماننے میں کوئی مزہ نہیں ہے	بد صحبتوں سے بھاگو ان میں بھلا نہیں ہے	”
صحبت اٹھاؤ اچھی تم بیٹھو عاقلوں میں	پیدا کمال کرکے شامل ہو کاملوں میں	”
جہاں میں صحبت بد سے خدا رکھے محفوظ	مدام چشم حسد سے خدا رکھے محفوظ	لائق
دانا بچائے صحبت منعم میں آبرو	دریا میں اپنے اصل پہ آب گہر رہے	منیر
صحبت کا اثر ہرگز حیواں کو نہیں ہوتا	انسان کے رنگ آخر انسان پہ پڑتے ہیں	مصحفی
ذلیل سے نہیں نبھتی شریف کی صحبت	نصیب دُرد کشوں کو زوال ہوتا ہے	منتہی
سرعت برق سے صحبت کی ہے تاثیر سریع	اس اثر سے نہیں ممکن ہے بچانا دل کا	محب
صحبتِ نیک و بد کی ہے تاثیر	خلقتہ کب برا بھلا ہے دل	”
تفریح عجب قلب کو ہوتی ہے محب	چار آدمی مل بیٹھتے ہیں جب اک جا	”
صحبت بد کے اثر سے نہیں بچتا کوئی	زندہ و باش کے سایہ سے بھی نفرت اچھی	”
باز رکھتی ہے خدا کے قرب سے	صحبت جاہل کمی چیز ہے	منت
ہو کے ہی رہتا ہے صحبت کا اثر	جاہلوں سے میل جول اچھا نہیں	”
ہیں جو آہن دل اثر صحبت انہیں کرتی نہیں	آگئی کس دن گدازی شمع کی گلگیر میں	ماہر
کرے کیا صحبتِ نیک ان پہ تاثیر	ازل سے جن کی طینت میں بدی ہے	مخمور
باغ میں کیسے کھلے جاتے ہیں پھول	سب کو آئی مجمع احباب خوش	محو
اثر بوجہل پر کس دن ہوا دین محمد کا	کہیں ناقص بھی کامل ہوتے ہیں صحبت سے کامل کی	بیکش
کہتا ہے مہر زمانہ اکسیر	در اصل ہے قرب راستاں کی تاثیر	مہر
یہ دیکھ کمال کر دیا بد کو نیک	طاقت ہے اسی میں کہ بدل دی تاثیر	”
پھولوں کا جو سوت کا ہوا قرب اے یار	ہے آج بزرگوں کے گلے کا وہ ہار	”
نیکوں میں بیٹھ مہر نیکوں میں بیٹھ	آنکھوں میں بٹھائیں تا کہ تجھکو ابرار	”
داماں ملوثات یوں چاک ہوا	انسان لوث بدی سے بیباک ہوا	”
بہتی ہوئی گنگا ہے تو اے صحبت نیک	جو تجھ سے ملا آن کے وہ پاک ہوا	مہر
جس طرح ہے دلفزا فضائے گلزار	آتا ہے وہاں دل میں سکون اور قرار	”
تیرا وہی فیض ہے اے صحبت نیک	جو تجھ سے ملا آن کے وہ پاک ہوا	”
کھٹی بھی تھی جس درخت میں نارنگی	پیوند لگانے سے ہوئی وہ میٹھی	”
اے صحبت نیک آفریں ہے تجھکو	عادت نہیں تبدیل طبیعت کر دی	”
بازار میں ہے اگر دوکان عطار	خوشبو سے ہے عطر بیز سارا بازار	”

نہ ہوگی گرم صحبت سرکشوں کی خاکساروں سے	سلامت رہ نہیں سکتی ہے دم بھر آگ پانی میں	مہر
راستبازوں نے کج طبیعوں سے ہو کیوں کر گریز	رابطہ دم بھر نہیں رہتا کماں سے تیر کو	ناسخ
باوقاروں کی صحبت میں سبک ہیں بے وقر	ہو سکے کوہ گراں کا نہ کبھی ظل بھاری	؎
نہ ترک صحبت احباب کیجیو ناسخ	گرا جو برگ شجر پائمال رہتا ہے	؎
قربت منعم سے ہو خاک مفلس کو حصول	آب دریا سے ہوا ہے تر لب سائل کہاں	نساخ
ہو صاف دل کو صحبت کم ظرف ناپسند	دم بھر ہوا ٹھہرتی نہیں ہے حباب میں	؎
صحبت اسفل سے اعلیٰ کو مناسب ہے گریز	کانپتا ہے پرتو خورشید روشن آب میں	؎
قبول صحبت اہل صفا ہے صافی قلب	صدف کو صاف دلی ہے صفا گہر کیلئے	نشاط
اثر لطفہ یہ جو غالب تھا صحبت کا اثر	زاغ نشترنگ عبث مرغ سلیمان نہ ہوا	؎
معرا علم سے جو ہیں نہ ان میں بیٹھ اے غافل	کہ گمراہی کے رستے صحبت جاہل سے ملتے ہیں	نفیس
واسطے صحبت احباب ہے اپنی تو حیات	کس طرح خضر بسر کرتے ہیں تنہائی میں	واسطی
جو بیٹھے صحبت جاہل میں کیا ہو نفع جاہل کو	جگائے خواب غفلت سے کبھی غافل نہ غافل ہو	؎
وزیر نیکوں کی صحبت سے بد بھی ہوتے ہیں نیک	کسی کو کاٹے نہ زنہار یاسمیں کا سانپ	وزیر
اے عزیزان سیر گلشن ہے گل داغ الم	صحبت احباب ہے معنی باغ زندگی	ولی
صافی دلاں کے پاس بیٹھنا ہے کسب عزت کا سبب	دریا سے ہو کر تہ نشین پہنچا ہے موتی آب کو	؎
غنیمت ہے بہم جب تک ہے صحبت	بھروسہ اے صنم کیا زندگی کا	وفادار
چھوڑ دوں دھر کی محبت کو	نیک سمجھوں نہ بد کی صحبت کو	؎
غنیمت ہے غافل یہ دنیا میلا	ملے گا نہ پھر کوئی ساتھی بچھڑ کر	وجاہت
نہ دیکھے کوئی یارب دوست کو دشمن صحبت میں	یہ ایسی سیر ہے جس کا تماشا ہو نہیں سکتا	وحشت
کیمیا سے ہے زیادہ صحبت روشندلاں	خاک بھی رتبہ تہیں جس کے حضور اکسیر کا	ہمدم
رکھیں اہل صفا تیرہ درونوں سے نہ آمیزش	جو پانی کو ملاؤ تو کہاں ملتا ہے روغن ہے	؎
رہتے ہیں تیرہ درونوں سے دور روشندلاں	جہانیاں سے رہے کیوں نہ فرق سے خورشید	؎
ملے کب فائدہ تریاق کا زہر ہلاہل سے	بدوں سے ہو کبھی نیکی نہ حاصل ہم بھی سنتے ہیں	ہوش
زہد زاہد نہ کم صحبت تر دامن سے	قربت بحر سے تر دامن ساحل نہ ہوا	ہنر
نیک صحبت سے بشر کو فائدے ہوں بیشمار	نیک صحبت سے ہو حاصل عزت و فخر و وقار	؎
نیک صحبت سے وتیرہ ہو درست انسان کا	نیک صحبت سے طریقہ ہو درست ایمان کا	؎
صحبت عالم سے انسان کو ملے علم و ہنر	صحبت صانع سے صنعت سیکھے دنیا میں بشر	؎
ہندسہ داں کی جو صحبت سے بشر ہو بہرور	ہندسے کے علم سے واقف ہو بخوف و خطر	؎
صحبت شاعر سے فہم شعر ہو انسان کو	صحبت سیاح سے ظاہر جہاں کا حال ہو	؎
راہ ایماں پر چلے جنت میں ہو انساں کا گھر	صحبت درویش سے امید دل پائے بشر	؎
نیک صحبت سے بشر کے دل کو راحت ہو ضرور	بدظنی مٹ جائے دل کی نیک عادت ہو ضرور	؎
صحبت مہتاب سے انجم ہیں روشن چرخ پر	نیک صحبت کا جہاں میں نیک ہو بیشک اثر	؎
چور کی صحبت سے چوری میں اگر پھنس جائیگا	قید ہو کر قید خانہ میں بشر پچھتائیگا	؎

صحبت

صحبت عیاش میں پڑ جائیگا انساں اگر / نام بد ہو جائے گا برباد ہوگا مال و زر	ہنر
ننگ بازوں کی اگر صحبت کرے گا اختیار / صبر و ہوش و تاب و طاقت کھوکے ہوگا بیقرار	؎
صحبت [illegible] اگر آئے گی انساں کے پسند / [illegible] غرور اس کو گزند	؎
[illegible] باعث تو پہنچے گا [illegible] دل میں [illegible] / صحبت بد کا ہو جس انسان سے دل ہر مدام	؎
غافلوں کی وہ نظر میں جو اور رہتا ہے [illegible] / [illegible] خدا و ایمان کی	؎
صحبت بد سے [illegible] نہیں چلنے کا ارادہ ایمان کی / [illegible] بشر کو اجتناب	؎
صحبت بد سے نہ اب [illegible] ہوگی پھر مٹی خراب / [illegible] فخر و وقار	؎
صحبت بد میں [illegible] کا [illegible] ہوں کا فخر و وقار / [illegible] دنیا میں خوار	؎
صحبت بد سے [illegible] ہوئے دنیا میں خوار / صحبت بد چھوڑ دو	؎
صحبت بد سے [illegible] صحبت بد چھوڑ دو / [illegible] نیک کی صحبت اختیار کرو	؎
ان سے لازم ہے [illegible] نیک کی صحبت [illegible] / خوف اللہ دل میں [illegible] صحبت بد سے بچاؤ	؎
اے ہنر [illegible] دعا [illegible] اثر اچھا دکھائے / نیک صحبت میں [illegible] دینی سب نجات	؎
صحبت نیکاں بدوں کو [illegible] اب ہیں / [illegible] ۱۳۰۱ھ	؎

ہنر [illegible]

بد کو اپنے رنگ پہ لاتے ہیں پاکباز	ہوتے ہیں پڑکے آگ میں میلے ظروف سرخ	یکتا
صحبت جاہل سے ہے دانا کو یوں لازم گریز	جس طرح نفرت ہوا ہے یکتا کماں کو تیر سے	"

صفائے باطن

پاک طینت نہیں لیتے ہیں کسی کا احسان	سبز باداں سے کبھی دانۂ گوہر نہ ہوا	اسیر
کب رہیں اہل صفا ہو کر کسی کے زیر دست	لاکھ کھینچے خلط پر رہتا ہے روغن آب پر	"
صاف باطن صحبت مردم سے رکھتے ہیں گریز	دیکھ لو ہے شہر سے باہر دوکان میفروش	"
دل روشن ہے بری وسوسۂ شیطاں سے	دزد مایوس ہے جس گھر میں ہو مہتاب چراغ	"
صاف باطن کو لباس ظاہری درکار کیا	کس لئے فانوس کا پہنے ہے پیراہن چراغ	"
بہ رنگ آئنہ ہر ایک سے دل صاف رکھتے ہیں	بسر ہوتی ہے اپنی صحبت گبر و مسلماں میں	"
اہل صفا کو وضع سبک سخت عیب ہے	کس کام کا وہ آئنہ جس میں کہ دل نہیں	"
کلفت بدن کی کر نہ سکے دل کو بے صفا	پیراہن سیاہ سے عیب حرم نہیں	"
جو روشندل ہیں ان کا اک جہاں ہے تابع فرماں	رواں ہے سکۂ خورشید روشن ہفت کشور میں	"
تیرہ باطن صاف باطن کو نہ پہونچیں گے کبھی	کیا شب مہتاب سے نسبت شب دیجور کو	"
چین جبین سے اہل صفا آشنا نہیں	دیکھا ہے کس نے آب گہر میں نشان موج	"
رتبۂ اہل صفا کیا سمجھینگے یہ تیرہ بخت	دیکھتا ہے کوئی کب تاریک شب میں آئنہ	"
جو صفائے قلب رکھتا ہے وہ ہے ہر دلعزیز	ہے برابر ہو عرب میں یا عجم میں آئنہ	"
عیب ظاہر سے ضرر کچھ اہل باطن کو نہیں	کیا ہوا محراب مسجد ہو اگر تیار کج	"
زینت ظاہر نہیں ہے نور باطن پر دلیل	دل سیہ ہے کیا اگر ہو چہرۂ ہندو سفید	"
روشندلوں کو روک نہیں ہے کہیں اسیر	کرتے ہیں ہر مکان میں شمس و قمر گذر	"
بے رنج ہیں جو صحبت اہل صفا میں ہیں	پڑتی نہیں گرہ کبھی چینی کے بال میں	"
ہے ایک شکل بد و نیک دوست دشمن سے	وہ آئنہ ہے یہ دل جس میں میں رنگ و زیب نہیں	"
دشوار ہے کچھ دل کی صفائی نہیں آسان	چینی کا خمیر اٹھتا ہے چالیس برس میں	"
باطن کو کیا خرابی ظاہر کرے خراب	بڑھ جائے نور کعبہ جو پوشش سیاہ ہو	"
نیک و بد دونوں ہیں ارباب صفا کو یکساں	دوست دشمن پہ کشادہ ہے در آئینہ	"
اہل صفا کو کب سے ہے سرکشی اسیر	ظاہر ہے یہ کہ آب گہر بے حباب ہے	"
مخالف رنج دیسکتے نہیں ہیں صاف طینت کو	کھٹک کب چشم آئنہ میں ہے مژگان جوہر سے	"
بہ رنگ آئنہ یکساں نظر میں ہیں بد و نیک	کسی کو کام نہیں کچھ صفا گزینی سے	"
آئنہ کو دیکھکر ثابت ہوئی ہم پر یہ بات	دوست دشمن دونوں یکساں ہیں اگر دل صاف ہے	"
دل جن کے صاف ہیں وہ تواضع پسند ہیں	پانی زمیں پہ جانب پستی روانہ ہے	"
سخت دل کو کب ہے حاصل رتبۂ اہل صفا	آب گوہر میں ہے آتش سنگ اور آہن میں ہے	"
ہوتے ہیں کہیں اہل صفا باعث ایذا	زخمی نہ ہوا موج کی تلوار سے کوئی	"

صفائے باطن

ہیں ہم تو اسیر پاک طینت	اسیر
اغیار کو خبث باطنی ہے	"
جو ہیں اہل صفا کیا کام ہے ان کو تلون سے	"
کبھی اٹھتی نہ دیکھیں ہم نے موجیں آئینۂ گوہر کی	"
غیر کا احسان اوٹھاتے ہیں کہیں اہل صفا	"
دل وہ آئینہ ہے جس کو حاجت صیقل نہیں	"
کام ظاہر سے نہیں کچھ صاف باطن چاہیے	"
چہرہ زیبائی ہے ناحق سمجھو گردانی عبث	"
اہل جوہر کو کدورت سے حذر لازم ہے	"
زنگ لگ جانے سے ہو جاتی ہے صمصام خراب	"
جس جگہ ہیں صاف طینت ایک ہی پست و بلند	"
آگیا پانی جہاں سمجھے برابر ہو گئی	"
نیستی رحمت ہے کیا اہل صفا کو درکار	"
دیکھ لو آئنہ بنتے ہی نمد پوش ہوا	"
واہ کیا دولت کی فیض صفائے قلب سے	"
کبھی چاندی بھی سونے کے گھر میں آئنہ	"
شبہہ ہے ہم	"
روشندلوں کا عیب بھی بے کمال کا	اسیر
کبھی نہ ہو بدر ہو نا حق کا	"
جن کو دل صفا ہے کوئی دیکھتے ہیں اچھا	
عکس آئنہ میں سیدھا ہزار الٹا ہو خط نگین کا	

کلفت

کلفت سے امیر صاف کر دل	یہ آئینہ ہے جلا کے قابل	امیر
فی المثل آئینہ ساں شفاف جس کا دل نہ ہو	دیکھنے والوں کو تسکیں اس سے کچھ حاصل نہیں	انشا
سب پہ روشن ہے یقیناً کہ بہر صورت ہے	منجلی آئینہ سے اہل صفا کا سایہ	"
لغزش نہیں کرتا قدم ارباب صفا کا	انداز وہ پسندیدہ ہے مردان خدا کا	احمدی
اک قلندر کی پسند آئی مجھے کتنی یہ بات	چار ابرو کی صفا سے دل صفا ہوتا نہیں	آتش
صفائے قلب سے زیر نگیں ہیں بحر و بر دونوں	ملا نہ سکندر کا مجھے آئینہ سازی سے	"
سیاہی دور کر دل کی نوید انور عرفاں ہو	سر افعی کو کچلا جس نے مال اس کا خزانہ ہے	"
زیادہ چشم سے لازم ہے روشنی دل میں	خیال یار ہے اس گھر میں میہماں ہوتا	"
اہل صفا کی قدر نہیں کرتے تیرہ روز	روشن ہے حال آئینہ سے زنگبار کا	"
دیں نہ ارباب صفا ہرگز کسی کے دل کو رنج	گوشۂ دامن سے اسکا جھاڑ کب بلور کا	"
صاف ہو ہر چند بد باطن عزیز دل نہو	کج نما آئینہ ہرگز دل کے قابل نہیں	
روشندلوں کو بار حوادث سے کیا گزند	صرصر سے گل ہوا نہ چراغ آفتاب کا	امانت
ہیں خرابی سے بری اہل صفا زیر فلک	شدت باراں سے کب آئینہ کا گھر گر پڑا	"
صاف ظاہر ہو گیا سرمایۂ زیب و صفا	کیا تعجب ہے جو باطل با صفا ملتا نہیں	"
صورت آئینہ اے انگر رہو ہر اک سے صاف	دامن دل پہ نہ کچھ گرد ملال غم رہے	انگر
صفائے دل ہو تو راز نہاں عیاں دیکھیں	اک آئینہ ہیں طلسمات دو جہاں دیکھیں	انور
کدورت سے جس کا کہ سینہ صفا ہے	وہی با صفا ہے وہی بے ریا ہے	افسوں
منہ کہتا ہے بھلا اور برا آئینہ	ہے جہاں صاف دلی بات صفا آتی ہے	آزاد
حرص دنیا کو کیا جگہ ہو کہ دل	نقد توحید کا خزانہ ہوا	احسن
آدمی جب آئینہ ہے آدمی کے واسطے	ناخوش و خوش ہو جو کیوں مدح و ذم کیا کیجیے	بیخود
مس دل کو کیا ہے صاف جس نے	زر خورشید میں طل جانتا ہے	بحر
ہے سزاوار زیارت جو صفا پیدا کرے	خلقت آئینہ کچھ کعبہ کے پتھر سے نہیں	"
حاصل صفائے قلب ہوئی کسر نفس سے	ہیں خاک ہو کے عرش خدا کی ضیا ہوا	"
صفائے قلب سے حاصل ہو ہم کو سلطنت جم کی	کہ گھر بیٹھے ہے آئینہ حقیقت سارے عالم کی	بشیر
بیش روشن طبع سائل کیوں نہ مالا مال ہو	مہر تاباں رفع کرتا ہے قمر کی احتیاج	برق
صاف باطن ظاہر بد پر نظر کرتے نہیں	سنگ بھی ہے دیدۂ اہل نظر میں آئینہ	"
مرگ سے غافل نہیں جو شخص ہے روشن ضمیر	صبح کے ڈر سے یہاں شکوہ نہیں ہوتی ہے شمع	بیان
انسان کو صاف سینہ بے کینہ چاہیے	منہ دیکھنے کے واسطے آئینہ چاہیے	پرتو
تہمت آلودگی سے پاک طینت پاک ہیں	چادر آب رواں کو شست و شو سے کیا غرض	تسلیم
عرض سے اے شیخ کعبہ جوہر دل صاف رکھ	چاہیے جبہ نہ رنگ چاہیے جامۂ احرام رنگ	"
حسن باطن کو نہیں پروائے زیب ظاہری	نکہت گل کو نہ اک دن فکر عریانی ہوئی	"
صورت تصویر ہر لوث ہوس سے پاک ہیں	جو جسد جس میں رہے ہم وہ جگہ کہتے نہیں	"
عارفوں کے قلب کی کیا بات ہے عرش مجید	اولیا کا ہر سخن ہے ترجمہ مشکوٰۃ کا	تراب

صفائے باطن

گر آرسی ہو صاف تو چہرہ نظر آئے / اس دل میں نہ ہو جس میں کدورت	تراب
صوفیوں کو تصفیہ دل کا مقدم ہے تراب / قلب ہے جس کا ملوث وہ بدن دھوتا ہے کیا	=
بدن کو اپنے سبھی پاک و صاف رکھتے ہیں / سیاہ آئینہ دل کا تصفیہ نہیں کرتے	=
اے دل میں سوا اس کے نہیں ہے / یہاں نازل وہی وارد وہی ہے	=
کرے تصفیہ باطن طریق صوفیہ ہے	=
تراب آئینہ دل پھوڑ کے لیے چلا جاتا ہے	=
تراب زیارت کرے بے آرزو دل کی جو بیت اللہ کی	=
زاہد اگر زاہد کسی سے کدورت ہے	=
نہیں رکھتے ہیں دل صافی کرو ہیں پایا کیا صاف	=
صوفیوں کے دل سے کیا نہ پا وہ ہی	=
صوفیوں کے دل وہ لوح سادہ ہی	=
صفا میں آرسی صوفی کے دل کہاں وہ لوح	=
کہاں یہ لوح محفوظ اور کہاں کسی کی طرح	
تاریک اس کی قبر نہ ہو گی روشن ضمیر	
جب کا خدا اسے نور سے روشن ضمیر	
ہے وہی صاحب دل میں بھرا ہے	
نور حق کا جب سے دل میں بھرا	

حقیقت سر گوہر

صفائے باطن

[illegible]

صاف

حقیقت کو ہر اک صورت میں ظاہر
دیکھتے ہیں عالم میں صاحبدل خدا والوں کو سب
تراب کیوں نہ ہو نور خدا سے روشندل
جو روشندل ہیں اپنے فیض کو مختص نہیں کرتے
صاف دل نیک و بد خلق نہاں رکھتے ہیں
قلب تاریک تجلی گہ محبوب غلط
نور عرفاں سے دل کو روشن کر
فیض سے روشندلوں کے ہی سینہ دل بہرہ یاب
صاف طینت ہیں مگر زنگ کدورت سے بری
صاف باطن کی ضرورت کوئی رک سکتی نہیں
تیرہ دل فانی ہیں باقی ہیں مگر اہل صفا
ازل سے جو ہیں روشندل ہی من زنگ کلفت سے
تو جو ہے صاف شکل آئینہ
عزیز خلق ہوتا ہے تو کلفت دور کر دل کی
نہیں دشمن سے بھی میرے دل شفاف میں کینہ
رہتے ہیں سدا صاف جو ہیں صاف طبیعت
جو صاف دل ہیں گرد علائق سے پاک ہیں
تاریکی خودی نہ رہے تب ہو دل صفا
بت پندار کو توڑو تو ہو دل صاف جلیل
مثل آئینہ ہے دل صاف تو وہ انساں ہے
ڈھونڈھتا ہے جس کو وہ ہی جلوہ فرما آپ میں
کبھی دشمن سے بھی نہ کھٹکے ہم
اہل صفا جہاں میں مکدر رہو کبھی
قلب اپنا صاف کر لے سونا رو پا ہی بہی
جو چاہے کہ ہو جائے باطن صفا
نہیں مشتاق آئینہ کے وہ جو صاف طینت ہیں
اکسیر پہ ہوس آشنا نہ ناز کر
دل اگر صاف نہ ہو پاک نہ ہو گا انساں
خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ
صاف نہ ہو قلب ہو تو خود بینی و نخوت نہ ہے
کام آب کا لے خاک سے بھی روشنی طبع
تنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے
نور حق گرد و کدورت سے ہی پاک

شاعر	شعر
تراب	سمجھتے ہیں دل آگاہ والے
"	جان بھی اس دل کو کہیے جسمیں اس کا نور کا
"	کہ ہر مکان کو صاحب مکاں سے رونق ہے
توفیق	ہے سب پہ روشنی یکساں چراغ ماہ کامل کی
"	آئینہ عیب و ہنر سب کا دکھا دیتا ہے
ثاقب	عشق میں شوق ہے خود آرائی کا
"	گھر میں اللہ کے چراغ جلا
"	تیرگی شب کی مٹانے کو جلاتے ہیں چراغ
"	دوست دشمن سے رہا کرتا ہے اکدل آئینہ
"	قطرہ پانی کا صدف میں آتے ہی گوہر بنا
"	آئینہ عالم میں روشن ہی سکندر کا ہے
جوش	نہیں محتاج صیقل آئینہ مہر درخشاں سے
"	دل میں میرے لیے بھی غبار نہیں
جرار	کہاں مخمل کے لائق ہے جو آئینہ مکدر ہے
جنون	بدلنے کا نہیں اس آئینہ کو میں سکندر سے
جاہ	آئینہ کے دل میں کبھی کینہ نہیں آتا
"	کب بہر شوب چادر آب گہر گئی
جویا	جب زنگ اڑ گئی تو صفا آئینہ میں ہے
جلیل	تم خدا خانہ بناؤ اسی بت خانہ میں
جرأت	ہے زمانہ میں بشر کے لیے جوہر اخلاص
عظیما	دیکھ لے گر دل کو آئینہ بنا گزادی
حالی	صاف تھے آپ سکو پایا صاف
خلیل	تاثیر رو سے تجربہ کب ہو غبار کی
خاموش	پھینکدے پارس بھی اور اکسیر اپنے ہاتھ سے
خوشدل	تو کر دور آئینہ دل سے زنگ
ود و	صفا تو عارضی ہے اور کدورت اسکی ذاتی ہے
"	بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا
داغ	یوں تو ابلیس کو بھی شرط وضو آتی ہے
ذوق	روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہے
سخن	ظاہر اس شیشہ سے سب عیب و ہنر ہوتا ہے
"	آئینہ نے منہ گرد سے عمر دکھلایا
"	جو اپنے دل پہ کسی شکل سے غبار آیا
بیان	روشنی ہے صاف باطن کے لیے

وہ زبان خنجر صبر ہوں کہ زباں ہیں جس کے سخن نہیں	وہ دہان زخم ملال ہوں کہ دہن ہیں جس کے زباں نہیں	قدر
ہاتھ خالی رکھتے ہیں ہم لوگ نقد صبر سے	آپ جس دولت کے خواہاں ہیں یہاں حاصل کہاں	״
روٹی جس دن نہ ملی پیٹ پہ پتھر باندھا	پڑ رہے خاک پہ جس روز کہ بستر نہ ہوا	״
گو خاک پھانکنا ترے باعث نصیب ہو	اے آسیائے گردش ایام ہے لذیذ	״
صبر کا کرنا دلا بے جا نہیں	دیکھ تو ہوتا ہے کیا گھبرا نہیں	گویا
صبر و محنت سے کوئی کام کرو	زندگانی میں کچھ تو نام کرو	محب
ثبات و صبر سے کرتے ہیں جو کام	وہ پاتے ہیں ریاضت کا ثمر بھی	״
صبر کی قوت بڑھا جو ہے علاج ہر بلا	مال و جاہ و زور و زر سے کوہ غم ہٹتا نہیں	״
رضا و صبر پہ ہر دم جو ہے نظر اپنی	کسی بلا میں مجھے کوئی اضطراب نہیں	״
صابر پہ ہو گیا غیظ مخالف کا اثر	چقماق سے جلتی ہو ہری گھاس کبھی	״
انسان نے پائی ہے طبیعت گرا سی	صبر اس کو کسی حال میں دم بھر نہیں آتا	
رنج میں شکر خدا کر تجھے راحت ہوگی	غم میں کر صبر ترے حال پہ رحمت ہوگی	مہر
تم اختیار کرو صبر یہ چیز اچھی ہے	بڑی خدا کے ہے نزدیک چیز اچھی ہے	״
کرے جو صبر اسی کی تمیز اچھی ہے	یہ چیز اچھی ہے ہاں اے عزیز اچھی ہے	״
پڑے جو آکے مصیبت تو دل پہ جبر کرو	جناب حق میں کرو شکر اور صبر کرو	״
تسکین اور سکوں سے رکھو کام دوستو	سب اضطراب ہیچ ہے سب اضطرار ہیچ	״
اے مہر ستائے جب ہجوم آلام	لے صبر سے کام اور تحمل سے کام	״
بے جا ہے مصیبتوں میں گھبرا جانا	کیا جانئے کیا ہے حکمت رب انام	״
سہہ لے رنج اور غم کو سہہ لے غافل	دکھڑے رونے سے کچھ نہیں ہے حاصل	״
الٹی تکلیف اور ہوتی ہے سوا	تکلیف کی جانب جو رہے گا مائل	״
حصول مطلب میں اضطرابی نہ تو کیا کر کہ ہے خرابی	جو چاہے مضطر تو کامیابی تو ہوگی حاصل ذرا رکو گے	مضطر
چاہیئے مضطر نہ ہو ہرگز کسی تکلیف میں	آدمی پیدا ہوا ہے رنج و راحت کیلیئے	میکش
شکر ہے آئی نہیں لب پہ شکایت تا مرگ	عمر ہی گذری ترے بندہ کی غم کھاتے ہوئے	״
گھبراؤ نہ پا کے نامرادی	غم کھاؤ جو چاہتے ہو شادی	نسیم
مجھ کو موسیٰ کیا فرعون بنایا اوس کو	زر تونگر کو دیا صبر مجھے زر کے عوض	وزیر
بنا جب صبر دیوار قناعت حجرۂ دل میں	تو پایا عرش دامن کرسی ایوان رفعت کا	ہوش
صبر سے انسان پاتا ہے فروغ	صبر ہے شیر اور بے صبری ہے دوغ	یکتا

صحبت

فائدہ چاہے اگر اہل کرم سے صحبت	نہ بھرے مے سے جو شیشہ سے رہی جام جدا	اسیر
جو بیٹھے صحبت کامل میں آخر وہ بھی کامل ہو	کہ چھوتے ہی طلا پارس بنا دیتا ہے آہن کو	״
یا الٰہی صحبت احباب ہو دل کو نصیب	ہے بہت اس آئینہ کو انجمن کی آرزو	״

صحبت

انسان کو نیک کرتی ہے نیکوں کی پیروی	اسیر
خوشبو ہوئی سہیل سے حاصل ادیم کو	״
ادنیٰ کو ہمنشینی سے اعلیٰ سے کیا ثمر […]	״
پاتا ہوں پست سایۂ نخل بلند کو	״
صحبت ناجنس سے ہوتے ہیں دوں اہل صفا	״
کاسہ سائل سے دیکھو زر نہ بن جائے جام کا […]	״
صحبت پیر و جواں اچھی نہیں ہرگز اسیر	״
ایک دم کو ربط ہوتا ہے کمان و تیر میں	״
صحبت ناجنس کرتی ہے جگر کو چاک چاک	״
شیر پھٹ جائے اگر شامل نمک ہو شیر میں	״
صحبت ارباب دولت میں کہاں اہل کمال	״
آشناور موتیوں کی آب میں […]	״
صحبت اہل رفعت سے […]	״
پڑتے ہیں کب طبیعت اتحاد اہل رفعت […]	״
بدل جاتی ہے آتش چشمۂ خورشید روشن ہیں […]	״
ہوا ہے آب صحبت اثر […]	״
ظاہر ہے یہ کرتی ہے صحبت اثر […]	״
ہے پیوند اور عکس قرور میں […]	״
صحبت سے بدل جاتی ہے طبیعت […]	״
گلشن کی ہوا گرم ہے گلشن کی ہوا […]	״
فیض کی صحبت ناقص سے نہیں ہے امید […]	״
کس لیے سینچے شاخ ثمر خام کو […]	״

صحبت

نا خوش ہوا ہے کب وہ جس کو صحبت ہو بہار
ہر دو اں کب جس سے اہلِ بستر رہے
خدا رکھا ہے غض کو خوش گئے سایہ لئے رکھے
سر وقد ، نہیں ہے شغل میں وہ دار کی اس کا
اہلِ دنیا کو سے دیں سے صحبت اس کا
دل جس پکار سے رنج جیسے ہو نامرد کے ساتھ
کس طرح دل کو ہو دار کی مجلس میں لطف
صحبت نا جنس دنیا میں عذاب ہے جان
صحبت اچھی جس سے ہو ہدایت پاؤ
اس کی صحبت بہت لائق صحبت کم ہیں
کہیں ہیں وہ باتیں بہت اعلیٰ ادنیٰ اعمال
فیض صحبت سے کوئی ادنیٰ ہوا اعلیٰ ہو
آدمی ہوتا نہیں ہے سو بھی ہمسر اور سو
صحبت جاہل سے اہلِ علم کو گر فیض ہو
بلبل تیری یہاں گھبرائے کیوں صیاد سے
غافل کو نہیں صحبت جاہل سے کبھی چین
عنایت کو بلا جانتے ہیں اہل بصیرت
غفلت دل کو کرتی ہے صحبت پاک باز وں کی
سراپا ہی اِدھر عصیاں کی وصل جانی اور نیکوں
صحبت اہل خیال سے عیب بیٹھا ہو ہنر
دہر میں داغ ہے صرف موتی پہ بیٹھا ہوا

نذیر	کون کہتا ہے نہیں گرگی صحبت میں اثر
	نبھتا نہیں ہے ساتھ لطیف و کثیف کا
=	ہوتی ہے نازل بلا جمعیت احباب سے
	جو بد ہیں ان کو کب ہوگا اثر نیکوں کی صحبت کا
=	ہمجنس کی تاثیر نحوست سے نہیں خوف
	ابھی امیر کو صاحب بُرا بھلا نہ کہو
=	اگر نام آوری مقصود ہے نیکوں سی صحبت رکھ
	چندے ہیں پاک صحبت طاہر سے ہو نجس
=	بدمہر ہوں تو نہ نیکوں کا اثر ہو ہرگز
	لطف صحبت بہت غنیمت ہے
=	مار ڈالا رنج تنہائی نے غربت میں ہمیں
	صحبت نا جنس سے سو بار ارشد الحذر
=	صحبت بد میں بگڑتے دیر کچھ لگتی نہیں
	صحبت سے کاملوں کی جو کامیاب ہوگا
منیر	کسی کو گوارا صحبت مفلس نہیں ہوتی
	کہاں تک نیک صحبت کا اثر ہوگا نہ انساں کو
=	ممکن نہیں کہ صحبت بد کا اثر نہ ہو
	کوئی دم غم غلط احباب میں ہو جاتا ہے
=	ہزار شکر ملے ہم نہ بد مزاجوں سے
ذوق	کسی امیر سے مل کر نہ خوش ہوئے ہم تو
	نہ جنس سے زیادہ بلا کوئی شے نہیں
=	یہ سچ ہے ملکے نیکوں سے برا بھی نیک ہوتا ہے
	خُرد کو ربط بزرگوں کا بڑھا دیتا ہے
=	ملائم سخت طینت برق کب صحبت سے ہوتے ہیں
	بُری صحبتوں میں گھڑی بھر جو بیٹھے
=	کچھ نیک نتیجہ بھی نہیں صحبت بد سے
	اس کی صحبت میں رہو جس سے نصیحت پاؤ
	ہم کو دنیا دار کی صحبت ہے زہر
	یارو خدا شناسوں کی صحبت ہے کیمیا
	ہے یہ صحبت اتفاقی ہم کہاں پھر تم کہاں
	جس کی خدمت سے عاقبت ہو بخیر
	جس کی صحبت میں نہ ہو کچھ اثر اور کچھ حاصل
	باز آ ہر خدا خلق کے ملنے سے تراب

امیر	جل اُٹھا پنبہ شرر سے جو ہم آغوش ہوا
"	گڑتی نہیں ہے روح زمیں میں بدن کیساتھ
"	بیشتر پڑتا ہے ڈاکہ کشور معمور پر
امیر	موافق بھی منافق بھی تھے اصحاب پیمبر میں
انور	تارا کوئی صدقہ نہیں دیتا ہے زحل کا
امیر	بُرے بھلے کا تو صحبت سے حال کھلتا ہے
آتش	ہوا ہے شہرۂ آفاق لفظ طیب سنبل سے
"	سرکہ نمک سے چار گھڑی میں شراب ہے
"	صحبت گل سے نہ ہوں کبھی خوشبو کانٹے
آزاد	میاں آزاد دم غنیمت ہے
اکبر	اب خیال آیا کہ یاروں ہی کی صحبت خوب تھی
ارشد	زندگی بھی تلخ اس سے عاقبت بھی پر خطر
بحر	دیکھ لینا بحر تو بھی لااُبالی ہو گیا
"	ہر جز و کل بنے گا نقطہ کتاب ہوگا
"	نہ دیکھا شمع نے منہ ایک دن گور غریباں کا
"	لے تانبا جو بیسے سے تو رنگت آہی جاتی ہے
"	دیکھو کہ پیچ زلف میں ہے بل کمر میں ہے
"	دل افسردہ کو بہلاتی ہے صحبت کیسی
"	ضرور جان ہماری یہ کینہ جو لیتے
"	کسی فقیر سے اب رسم و راہ کرتے ہیں
برق	کس طرح آگ پانی سے صحبت برار ہو
"	ہما ہو جائے جو پہنچے ہما تک استخواں ہو کر
"	قطرہ دریا سے جو مل جائے تو دریا ہو جائے
"	زباں کے وصف پیدا ہو نہیں سکتے ہیں دندان میں
پرتو	وہ کتنا بھی ہو نیک بدکار ہوگا
"	پرہیز ہی بہتر ہے دل خواہان ملاقات
تراب	جگ میں اوباش بہت لائق صحبت کم ہیں
	صحبت اہل اللہ کی تریاق ہے
"	بیٹھو تراب صاحب عرفاں کے سامنے
"	ہے غنیمت جان لے یہ زندگانی چند روز
"	اس کی صحبت سے احتراز نہ کر
"	دور رہنا ہے بھلا اس سے کہ صحبت ہو عبث
"	کام سے اس کے اگر خلق خدا ہے مانع

بے حسوں پر صحبت عیسیٰ نفس کا کام دے
لگا کر آنکھ سے رکھیں اگر یعقوب بھی برسوں
پاک طینت گر بدل دیں اصل غیر
فرومایہ کی صحبت سے حذر لازم ہے انساں کو
جہاں میں کس طرح سے نیک و بد کا ساتھ ہے دیکھو
ترقی کا سبب ہوتی ہے صحبت پاک بازوں کی
صحبتِ اہلِ کرم فیض سے خالی ہی نہیں
صحبت سے بے ہنر کے نہیں نیک کو ضرر
نہ ہو دیوانہ منعم بیٹھ کر پریوں کی صحبت میں
دنیا کا ذکر یاں کبھی آتا نہیں جلیل
جو چاہو فقیری میں عزت سے رہنا
اس کے جویا ہیں وہی جن کو خدا دے توفیق
فیض کامل سے پہنچتا ہے یونہیں ناقص کو
بہم دشمن بھی ہو یکجا تو الفت ہو ہی جاتی ہے
آپ ہوتا ہے تمیز نیک اور بد کا سہیم
اثر صحبت کا ہوتا ہے مقرر کچھ نہ کچھ آخر
رائیگاں ہو صحبت اہل نظر ایسی نہیں
کیا کام اہلِ علم کو اہلِ دول سے ہے
بد صحبت اہل معنوی میں گر اثر کرے
کہتا ہوں تجھ سے جان لے یہ بات میری سچ
صحبت ہے تنگ ظرف کی یوں کان ہے سن لے
بیٹھے ناجنس تو حیواں بن جائے
صحبت سے خاکساروں کے کیونکر نہ عار ہو
صحبت کامل سے ناقص ہونہ کامل ہے محال
شیخ جی سچ ہے کہ ہوتا ہے اثر صحبت کا
کجرووں کو راست بازوں سے نہیں ہوتا ہی انس
اٹھتا ہے خوب صحبت ہمجنس سے مزہ
زاہدِ خشک کی صحبت سے اٹھے کیونکر لطف
فیض تو صاف طینت کر کے عزیز مصر ہو
فائدہ کرتا نہیں کچھ ہمنشینوں کا کمال
کشش دل سے ہے پیر دلی جوانوں کو گریز
ہے سبک روح کو کیا غم اثر صحبت کا
قرب سے تر دامنوں کے ہو نہ پاکوں کو ضرر

جان ڈالے موسم گل بلبلِ تصویر میں — ثاقب
سیاہی سورۂ یوسف کی یوسف ہو نہیں سکتی — ”
کیوں حرم میں آب زمزم شور ہو — ”
غضب کا نشہ کم ظرفوں کو ہو جاتا ہی دولت کا — جنون
گلستاں میں نہیں ہوتے جدا گل خار سے پیدا — ”
بنا موتی صدف میں جا کے قطرہ آبِ نیساں کا — جاہ
دامن بحر میں ہو جاتا ہی قطرہ گوہر — ”
برباد آب بحر میں آب گہر نہ ہو — جویا
اگر انسان بننا ہے کوئی انسان پید اکر — جلیل
صحبت ہمیں پسند ہے اہلِ قبور کی — ”
نہ رکھو امیروں سے ملت زیادہ — ”
کب ہے فردوس سے کم صحبت نیکاں خاطر — خاطر
جس طرح عکس سے خورشید کے ہو بدر ہلال — ”
یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے — داغ
آدمی بن جاتا ہے انسان انسان دیکھ کر — رند
نشانی دل کی اپنا اک پریشانی ہے گیسو میں — سحر
بے ہنر پر کھے جیسے جنس ہنر ایسی نہیں — سراج
بھاتی نہیں شریف کو صحبت رذیل کی — سفیر
پینے سے نیم کے ہو مذاق کباب تلخ — شہیدی
صحبت سے برے شخص کی اے مار تو چل بچ — شاداں
جوں پانی نکل جائے پیالے سے نکلا — ”
صحبت نیک سے حیواں انساں نبجائے — شاداں
ہوتا ہے آسمان پر زردار کا فراج — شفق
جب ملا اکسیر سے اکسیر تانبا ہو گیا — شہید
خشکی زاہد نے چھوڑی نہ تری شیشہ میں — ”
دیر تک صحبت نہیں ہوتی کمان و تیر کی — شائق
رکھتے ہیں ربط ہم سے گدا ہم گدا سے ربط — ”
ہے کسی کو بھی بھلا قرب جمادات سے حظ — ”
روح ہے مانند گوہر حاصل دریا کے بیچ — صادق
پاس عیسیٰؑ کے حرارت سے ہے رنجور آفتاب — صابر
تیر ہو حلقۂ آغوش کماں سے باہر — ”
چشم نظروں کو بھگوتی نہیں گریاں ہو کر — ”
عین گریہ میں رہے تار نظر سوکھے ہوئے — ”

صحبت

صحبت ناکس سے داخل طبع میں ہوتا ہی کھوٹ — صابر
صحبت میں ملنے سے مس کے مول اس کا کم ہوا — ظفر
ہم میں بات ہیں جس کی ہزار طرح کے شر — ”
ظفر ہوں بات میں ایسے اس بشر سے بچے — ”
بشر کو چاہیے یا رب نہ رکھو امید — ”
صفات نیک کی نا اہل سے ڈھال سے کھینچے — ”
کوئی گلاب ہو پھولوں سے کیوں کرکے ملاقات خراب — عیش
ہو بیچ ایسیوں سے اور ہو اوقات خراب — ”
جس کی عادت ہو خراب اہل صفا میں بھی خراب — عاشق
سخت دل ہیں صحبت سے آہن آب ہیں — ”
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے اہل صحبت کو ہو خاک — ”
خشک مغزوں سے حلاوت اہل صحبت نیک ہوتا نہیں — ”
پانی کے پوروں میں لطف ہے ادنیٰ و اعلیٰ ہیں — ”
رہتا ہے گو لالہ کا صحبت وفق ہے گل میں خار کی صورت — ”
نہ خاروں میں ہے رنگ گل بھاگتا ہے دور تیر — عزیز
اس لیے قرب کماں سے بھاگتا ہے دور تیر — ”
ربط کب ہوتا ہے عالم میں جوان و پیر کا — عاقل
صحبت اہل وطن سے دل اچٹتا ہے عزیز — ”
چھاؤنی اب وادی غربت میں جا کے چھائیں گے
اصل اچھی ہو تو صحبت کا اثر ہوتا نہیں
رنگ کب چڑھتا ہے نور ... پر

صحبت رنداں

صحبت

وہ فیض ہے عام تیرا اے صحبت نیک [illegible]

ہر اک کو بھی پہنچائے [illegible] اے گزند

[illegible] قرب اس سمن

اے عطر بنا [illegible] عزت [illegible] کر دے

قرب بزرگوں کو بھی [illegible] ہے وہ دن

اے صحبت نیک [illegible] اخذ کرے [illegible] تو

قرب نیکاں میں [illegible] اور ان کی [illegible]

ان کی عادات اور [illegible] صندل میں بو

[illegible] رکھ [illegible] صندل کی بو

اور دیکھ کر دونوں میں [illegible] اگر نہ گزر

قرب نیکاں میں ہے [illegible]

انساں سے [illegible]

ہوجائے گا [illegible]

جس طرح [illegible]

آہن اے [illegible] صحبت ہے

[illegible] رحمت ہے

خدا کا فضل [illegible]

دنیا میں [illegible]

نعمت [illegible] ابر

ہے مجمع احباب غنیمت اے [illegible]

تو اس ندی [illegible]

[illegible]

صحبت رنداں سے واجب ہے حذر	جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیئے	غالب
آساں نہیں ہے وقعتِ دربار اے خدا	دشوار تر ہے کام حضور ملوک کا	فدا
گلشن میں لطف بلبل و گل ہے بہار تک	سچ تو یہ ہے کہ صحبتِ یاراں ہے چند روز	قدر
ہر از صحبت ہوا ان سے بد مذہب بدوں سے نیکو نکو کیا ہے مطلب	کہ تلخیٔ زہر نشی سے کیا مزہ بدلتا ہے انگبیں کا	״
سابقہ جنتک اے قلق نہ پڑے	حال انسان کا ہو کیا معلوم	قلق
فیض لو عاقلوں کی صحبت سے	بھاگو تم جاہلوں کی صحبت سے	کمال
کہنا نہ مانتے ہیں کوئی مزہ نہیں ہے	بد صحبتوں سے بھاگو ان میں بھلا نہیں ہے	״
صحبت اٹھاؤ اچھی تم بیٹھو عاقلوں میں	پیدا کمال کر کے شامل ہو کاملوں میں	״
جہاں میں صحبت بد سے خدا رکھے محفوظ	مدام چشم حسد سے خدا رکھے محفوظ	لائق
دانا بچائے صحبتِ منعم میں آبرو	دریا میں اپنے اصل پہ آب گہر رہے	منیر
صحبت کا اثر ہرگز حیواں کو نہیں ہوتا	انسان کے رنگ آخر انسان پہ پڑتے ہیں	مصحفی
ذلیل سے نہیں نبھتی شریف کی صحبت	نصیب دُرد کشوں کو زوال ہوتا ہے	منتہی
سرعتِ برق سے صحبت کی ہے تاثیر ربیع	اس اثر سے نہیں ممکن ہے بچانا دل کا	محب
صحبتِ نیک اور بد کی ہے تاثیر	خلفشہ کب برا بھلا ہے دل	״
تفرقہ عجب قلب کو ہوتی ہے محب	چار آدمی مل بیٹھتے ہیں جب اک جا	״
صحبت بد کے اثر سے نہیں بچتا کوئی	زندہ و باش کے سایہ سے بھی نفرت اچھی	״
باز رکھتی ہے خدا کے قرب سے	صحبت جاہل کمی چیز ہے	منت
ہو کے ہی رہتا ہے صحبت کا اثر	جاہلوں سے میل جول اچھا نہیں	״
ہیں جو آہن دل اثر صحبت انہیں کرتی نہیں	آ گئی کس دن گدازی شمع کی گلگیر میں	ماہر
کرے کیا صحبتِ نیک ان پہ تاثیر	ازل سے جن کی طینت میں بدی ہے	مخمور
باغ میں کیسے کھلے جاتے ہیں پھول	سب کو آئی مجمعِ احباب خوش	محو
اثر بو جہل پر کس دن ہوا دینِ محمدؐ کا	کہیں ناقص بھی کامل ہوتے ہیں صحبت سے کامل کی	میکش
کہتا ہے مہر زمانہ اکسیر	در اصل ہے قرب راستاں کی تاثیر	مہر
یہ دیکھ کمال کر دیا بد کو نیک	طاقت ہے اسی میں کہ بدل دی تاثیر	״
پھولوں کا جو سوت کا ہوا قرب اے یار	ہے آج بزرگوں کے گلے کا وہ ہار	״
نیکوں میں بیٹھ مہر نیکوں میں بیٹھ	آنکھوں میں بٹھائیں تا کہ تجھ کو ابرار	״
دامان ملوثات یوں چاک ہوا	انسان لوث بدی سے بیباک ہوا	
بہتی ہوئی گنگا ہے تو اے صحبت نیک	جو تجھ سے ملا آن کے وہ پاک ہوا	مہر
جس طرح ہے دلفزا فضائے گلزار	آتا ہے وہاں دل میں سکون اور قرار	״
تیرا وہی فیض ہے اے صحبت نیک	جو تجھ سے ملا آن کے وہ پاک ہوا	״
کھٹی بھی تھی جس درخت میں نارنگی	پیوند لگانے سے ہوئی وہ میٹھی	״
اے صحبت نیک آفریں ہے تجھ کو	عادت نہیں تبدیل طبیعت کر دی	״
بازار میں ہے اگر دوکان عطار	خوشبو سے ہے عطر بیز سارا بازار	״

مصرع	مصرع	شاعر
نہ ہوگی گرم صحبت سرکشوں کی خاکساروں سے	سلامت رہ نہیں سکتی ہے دم بھر آگ پانی میں	مہر
راستبازوں نے کج طبیعوں سے ہو کیوں کر گریز	رابطہ دم بھر نہیں رہتا کماں سے تیر کو	ناسخ
باوقاروں کی صحبت میں سبک ہیں بے وقر	ہو سکے کوہ گراں کا نہ کبھی ظل بھاری	"
نہ ترک صحبت احباب کیجیو ناسخ	گرا جو برگ شجر پائمال رہتا ہے	"
قربت منعم سے ہو خاک مفلس کو حصول	آب دریا سے ہوا ہے تر لب ساحل کہاں	نساخ
ہو صاف دل کو صحبت کمظرف ناپسند	دم بھر ہوا ٹھہرتی نہیں ہے حباب میں	"
صحبت اسفل سے اعلیٰ کو مناسب ہے گریز	کانپتا ہے پرتو خورشید روشن آب میں	"
قبول صحبت اہل صفا ہے صافی قلب	صدف کو صاف دلی ہے صفا گہر کیلئے	نشاط
اثر نطفہ پہ جو غالب تھا صحبت کا اثر	زاغ شبرنگ عبث مرغ سلیمان نہ ہوا	"
معرا علم سے جو ہیں نہ ان میں بیٹھ اے غافل	کہ گمراہی کے رستے صحبت جاہل سے ملتے ہیں	نفیس
واسطے صحبت احباب ہے اپنی تو حیات	کس طرح خضر بسر کرتے ہیں تنہائی میں	واسطی
جو بیٹھے صحبت جاہل میں کیا ہو نفع جاہل کو	جگائے خواب غفلت سے کبھی غافل نہ غافل ہو	"
وزیر نیکوں کی صحبت سے بد بھی ہوتے ہیں نیک	کسی کو کاٹے نہ زنہار یاسمیں کا سانپ	وزیر
اے عزیزان سیر گلشن ہے گل داغ الم	صحبت احباب ہے معنی بلاغ زندگی	ولی
صافی دلاں کے پاس بیٹھنا ہے کسب عزت کا سبب	دریا سے ہو کر تہ نشین پہنچا ہے موتی آب کو	"
غنیمت ہے بہم جبتک ہے صحبت	بھروسا اے صنم کیا زندگی کا	ذفار
چھوڑ دوں دہر کی محبت کو	نیک سمجھوں نہ بد کی صحبت کو	"
غنیمت ہے غافل یہ دنیا میلا	ملے گا نہ پھر کوئی ساتھی بچھڑ کر	وجاہت
نہ دیکھے کوئی یارب دوست کو دشمن صحبت میں	یہ ایسی سیر ہے جس کا تماشا ہو نہیں سکتا	وحشت
کیمیا سے ہے زیادہ صحبت روشن دلاں	خاک بھی رتبہ نہیں جس کے حضور اکسیر کا	ہمدم
رکھیں اہل صفا تیرہ دروں سے نہ آمیزش	جو پانی کو ملاؤ تو کہاں ملتا ہے روغن ہے	"
رہتے ہیں تیرہ دروں سے دور روشن دلاں	جہانیاں سے رہے کیوں نہ فرق ہے خورشید	"
ملے کب فائدہ تریاق کا زہر ہلاہل سے	بدوں سے ہو کبھی نیکی نہ حاصل ہم بھی سنتے ہیں	"
زہد زاہد نہ کم صحبت تردامن سے	قربت بحر سے تر دامن ساحل نہ ہوا	ہوش
نیک صحبت سے بشر کو فائدے ہوں بیشمار	نیک صحبت سے ہو حاصل عزت و فخر و وقار	ہنر
نیک صحبت سے وتیرہ ہو درست انسان کا	نیک صحبت سے طریقہ ہو درست ایمان کا	"
صحبت عالم سے انسان کو ملے علم و ہنر	صحبت صانع سے صنعت سیکھے دنیا میں بشر	"
ہندسہ داں کی جو صحبت سے اثر ہو بہرور	ہندسے کے علم سے واقف ہو جو خوف و خطر	"
صحبت شاعر سے فہم شعر ہو انسان کو	صحبت سیاح سے ظاہر جہاں کا حال ہو	"
راہ ایماں پر چلے جنت میں ہو انساں کا گھر	صحبت درویش سے امید دل پائے بشر	"
نیک صحبت سے بشر کے دل کو راحت ہو ضرور	بدظنی مٹ جائے دل کی نیک عادت ہو ضرور	"
صحبت مہتاب سے انجم ہیں روشن چرخ پر	نیک صحبت کا جہاں میں نیک ہو بیشک اثر	"
چور کی صحبت سے چوری میں اگر پھنس جائیگا	قید ہو کر قید خانہ میں بشر پچھتائے گا	"

صحبت

صحبت عیاش سے بن جائیگا انساں اکثر
بنامرید ہوجائیگا برباد ہوگا مال و زر
نشہ بازوں کی اگر صحبت کریگا اختیار
صبر و ہوش و تاب و طاقت کھوئیگا ہوگا بیقرار
صحبت سگ کا اگر آئیگی انساں کو پسند
صحبت سگ کا [illegible] پہنچیگا ضرور اس کو گزند
[illegible] باعث تو پہنچے تیرے دل میں [illegible]
صحبت بد کا ہو جس انسان [illegible] ہے مدام
صحبت بد کا وہ نظر میں خوار رہتا ہے مدام
غافلوں کی وہ صحبت سے گمراہ جائے [illegible] انساں کی
صحبت بد سے بگڑ جائے گی [illegible] ایمان کی
بھول کر بھی صحبت بد میں نہیں چاہئے بشر کو اجتناب
صحبت بد سے نہ [illegible] مٹی خراب
صحبت بد سے [illegible] ہوگی پھر [illegible] فخر و وقار
صحبت بد میں بیٹھا یا کھو کر ہو گے دنیا میں خوار
صحبت بد سے ہزاروں ہوگئے [illegible] صحبت بد چھوڑ دو
اس سے لازم ہے کہ [illegible] صحبت بد سے بچاؤ
خوف ایزد دل میں [illegible] نیکی صحبت اختیار کرو
اے ہنر خوش [illegible] دعا [illegible] اچھا دکھلا دے
نیک صحبت میں [illegible] دیتی ہے نجات
صحبت نیکاں بدوں کو عمر سے [illegible] اب میں
ہو خوب کے ہمراہ ۱۵۰۱ [illegible]

ہنر

رسا	بد کو اپنے رنگ پہ لاتے ہیں پاکباز صحبت جاہل سے ہو دانا کو یوں لازم گریز	ہوتے ہیں پڑ کے آگ میں میلے ظروف مسنج جس طرح نفرت ہوائے یکتا کماں کو تیر سے	یکتا "

صفائے باطن

پاک طینت نہیں لیتے ہیں کسی کا احسان
کب رہیں اہل صفا ہو کر کسی کے زیردست

صاف باطن صحبت مردم سے رکھتے ہیں گریز
دل روشن ہے بری وسوسہ شیطاں سے

صاف باطن کو لباس ظاہری درکار کیا
بہ رنگ آئینہ ہر ایک سے دل صاف رکھتے ہیں

اہل صفا کو وضع سبک سخت عیب ہے
کلفت بدن کی کر نہ سکے دل کو بے صفا

جو روشندل ہیں ان کا اک جہاں ہے تابع فرماں
تیرہ باطن صاف باطن کو نہ پہنچیں گے کبھی

چین جبین سے اہل صفا آشنا نہیں
رتبۂ اہل صفا کیا سمجھینگے یہ تیرہ بخت

جو صفائے قلب رکھتا ہے وہ ہے ہر دلعزیز
عیب ظاہر سے ضرر کچھ اہل باطن کو نہیں

زینت ظاہر نہیں ہے نور باطن پر دلیل
روشندلوں کو روک نہیں ہے کہیں اسیر

بے رنج ہیں جو صحبت اہل صفا میں ہیں
ہے ایک شکل بد و نیک دوست دشمن سے

دشوار ہے کچھ دل کی صفائی نہیں آسان
باطن کو کیا خرابی ظاہر کرے خراب

نیک و بد دونوں ہیں ارباب صفا کو یکساں
اہل صفا کو کب سے ہے سرکشی اسیر

مخالف رنج دے سکتے نہیں ہیں صاف طینت کو
بہ رنگ آئینہ یکساں نظر میں ہیں بد و نیک

آئینہ کو دیکھکر ثابت ہوئی ہم پہ یہ بات
دل جن کے صاف ہیں وہ تواضع پسند ہیں

سخت دل کو کب ہے حاصل رتبۂ اہل صفا
ہوتے ہیں کہیں اہل صفا باعث ایذا

سبزہ باداں سے کبھی دانۂ گوہر نہ ہوا
لاکھ کھینچے خط پر رہتا ہے روغن آب پر

دیکھ لو ہے شہر سے باہر دوکان میفروش
دزد مایوس ہے جس گھر میں ہو مہتاب چراغ

کس لیئے فانوس کا پہنے ہے پیراہن چراغ
بسر ہوتی ہے اپنی صحبت گبر و مسلماں میں

کس کام کا وہ آئینہ جس میں کہ دل نہیں
پیراہن سیاہ سے عیب حرم نہیں

رواں ہے سکۂ خورشید روشن ہفت کشور میں
کیا شب مہتاب سے نسبت شب دیجور کو

دیکھا ہے کس نے آب گہر میں نشان موج
دیکھتا ہے کوئی کب تاریک شب میں آئینہ

ہے برابر ہو عرب میں یا عجم میں آئینہ
کیا ہوا محراب مسجد ہو اگر تیا کج

دل سیہ ہے کیا اگر ہو چہرۂ ہندو سفید
کرتے ہیں ہر مکان میں شمس و قمر گذر

پڑتی نہیں گرہ کبھی چینی کے بال میں
وہ آئینہ ہے یہ دل جس میں رنگ و زیب نہیں

چینی کا خمیر اٹھتا ہے چالیس برس میں
بڑھ جائے نور کعبہ جو پوشش سیاہ ہو

دوست دشمن پہ کشادہ ہے در آئینہ
ظاہر ہے یہ کہ آب گہر بے حباب ہے

کھٹک کب چشم آئینہ میں ہو مژگان جوہر سے
کسی کو کام نہیں کچھ صفا گزینی سے

دوست دشمن دونوں یکساں ہیں اگر دل صاف ہے
پانی زمیں پہ جانب پستی روانہ ہے

آب گوہر میں ہے آتش سنگ اور آہن میں ہے
زخمی نہ ہوا موج کی تلوار سے کوئی

اسیر
" (×24)

صفائے باطن

ہیں اسیر ہم تو اسیر پاک طینت
اغیار کو خبث باطنی ہے
جو ہیں اہل صفا کیا کام ہے ان کو تلون سے
کبھی وہ اٹھتی نہ دیکھیں ہم نے موجیں آب گوہر کی
غیر کا احسان اوٹھاتے ہیں کہیں اہل صفا
دل وہ آئینہ ہے جس کو حاجت صیقل نہیں
کام ظاہر سے نہیں کچھ صاف باطن چاہیئے
[illegible]
اہل جوہر کو کدورت سے [illegible] لازم ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کلفت سے امیر صاف کر دل	یہہ آئینہ ہے جلا کے قابل	امیر
فی المثل آئینہ ساں شفاف جس کا دل نہ ہو	دیکھنے والوں کو تسکیں اس سے کچھ حاصل نہیں	انشا
سب پہ روشن ہی یقیناً کہ بہر صورت ہے	منجلی آئنہ سے اہلِ صفا کا سایہ	"
لغزش نہیں کرتا قدم ارباب صفا کا	انداز و پسندیدہ ہے مردان خدا کا	احمدی
اک قلندر کی پسند آئی مجھے کتنی یہ بات	چار ابرو کی صفا سے دل صفا ہوتا نہیں	آتش
صفائے قلب سے زیر نگیں ہیں بحر و بر دونوں	ملا نہ سکندر کا مجھے آئینہ سازی سے	"
سیاہی دور کر دل کی نوید انورِ عرفاں ہو	سر افعی کو کچلا جس نے مال اُس کا خزانہ ہے	"
زیادہ چشم سے لازم ہے روشنی دل میں	خیال یار ہے اس گھر میں میہماں ہوتا	"
اہل صفا کی قدر نہیں کرتے تیرہ روز	روشن ہے حال آئنہ سے زنگبار کا	"
دیں نہ ارباب صفا ہرگز کسی کے دل کو رنج	گوشۂ دامن سے اسکا جھاڑ کب بلور کا	"
صاف ہو ہرچند بد باطن عزیز دل نہو	کج نما آئنہ ہرگز دل کے قابل نہیں	"
روشندلوں کو بار حوادث سے کیا گزند	صرصر سے گل ہوا نہ چراغ آفتاب کا	امانت
ہیں خرابی سے بری اہلِ صفا زیر فلک	شدت باراں سے کب آئینہ کا گھر گر پڑا	"
صاف ظاہر ہو گیا سرمایۂ زیب و صفا	کیا تعجب ہے جو باطل باصفا ملتا نہیں	"
صورت آئینہ اے انگر رہو ہر اک سی صاف	دامن دل پہ نہ کچھ گرد ملال غم رہے	انگر
صفائے دل ہو تو راز نہاں عیاں دیکھیں	اک آئنہ ہیں طلسمات دو جہاں دیکھیں	انور
کدورت سے جس کا کہ سینہ صفا ہے	وہی باصفا ہے وہی بے ریا ہے	افسوں
منہ کہتا ہے بھلا اور بُرا آئینہ	ہے جہاں صاف دلی بات صفائی ہی	آزاد
حرص دنیا کو کیا جگہ ہو کہ دل	نقد توحید کا خزانہ ہوا	احسن
آدمی جب آئینہ ہے آدمی کے واسطے	ناخوش و خوش ہو جو کیوں مدح و ذم کیا کیجیے	بیخود
مس دل کو کیا ہے صاف جس نے	زر خورشید میں طل جانتا ہے	بحر
ہے سزاوار زیارت جو صفا پیدا کرے	خلقت آئینہ کچھ کعبہ کے پتھر سے نہیں	"
حاصل صفائے قلب ہوئی کسر نفس سے	میں خاک ہو کے عرش خدا کی ضیا ہوا	"
صفائے قلب سے حاصل ہو ہم کو سلطنت جم کی	کہ گھر بیٹھے ہے آئینہ حقیقت سارے عالم کی	بشیر
بیش روشن طبع سائل کیوں نہ مالا مال ہو	مہر تاباں رفع کرتا ہے قمر کی احتیاج	برق
صاف باطن ظاہر بد پر نظر کرتے نہیں	سنگ بھی ہے دیدۂ اہل نظر میں آئنہ	"
مرگ سے غافل نہیں جو شخص ہے روشن ضمیر	صبح کے ڈر سے یہاں شکو نہیں ہوتی ہی شمع	بیان
انسان کو صاف سینہ بے کینہ چاہیئے	منہ دیکھنے کے واسطے آئینہ چاہیئے	پرتو
تہمت آلودگی سے پاک طینت پاک ہیں	چادر آب رواں کو شست و شو سے کیا غرض	تسلیم
عرض سے اے شیخ کعبہ جو ہر دل صاف رکھ	چاہیے جبہ زنگ چاہے جامۂ احرام رنگ	"
حسن باطن کو نہیں پروائے زیب ظاہری	نکہت گل کو نہ اکدن فکر عریانی ہوئی	"
صورت تصویر ہر لوث ہوس سے پاک ہیں	جو جسد جس میں رہے ہم وہ جگر کہتے نہیں	"
عارفوں کے قلب کی کیا بات ہے عرش مجید	اولیاء کا ہر سخن ہے ترجمہ مشکوہ کا	تراب

صفائے باطن

گر آرسی ہو صاف تو چہرہ نظر آئے	تراب
غنچہ چٹکے ہے اس دل میں نہ ہو جس میں کدورت	"
صوفیوں کو تصفیہ دل کا مقدم ہے تراب	"
قلب ہے جس کا ملوث وہ بدن دھوتا ہے کیا	"
بدن کو اپنے سبھی پاک و صاف رکھتے ہیں	"
کیا نہ آئینۂ دل کا تصفیہ تو کیا نہیں کچھ	"
اسے دل میں سوا اس کے نہیں ہے	"
یہاں نازل وہی وارد وہی ہے دیکھے	"
کرے تصفیۂ باطن طریق صوفیہ چاہیے	"
تراب آئینۂ دل پہ جو کوئی لے جلا خدا	"
گر زیارت کر ہمارے دل کی از بہر خدا کو بیت اللہ کی	"
آرزو ہے تجھ کو وہ کدورت ہم گر	"
زاہد اگر آرزو ہے کسی سے پایا کیا صاف	"
نہیں رکھتے ہیں دل صافی کو ہیں پایا زیادہ ہی	"
صوفیوں کے دل سے کیا وہ لوح سادہ ہی	"
صفا میں آرسی صوفی کے دل کہاں وہ کسی طرح	"
کہاں یہ لوح محفوظ اور کہاں روشن ضمیر	"
تاریک اس کی قبر نہ ہوگی کسی طرح	
جس کا خدا کے نور سے روشن ضمیر ہے	
ہے وہی صاحب دل و روشن	
نور حق کا جس کے دل میں بھرا ہے	
حقیقت کو ہر اک	

صفائے باطن

خلاف جبر و شر و بی بہرہ ور دگار ہے [illegible]
دشمن کی بھی طرف سے یہاں لطف [illegible] — سراج
ہاں صفائے قلب میں [illegible] دوستی [illegible]
[illegible] ظلمت کی کثرت دل میں ہو — "
اسے تیر دکھاتی ہے [illegible] بزرگی اپنی
ہاں جلوہ فگن دل میں ہے [illegible] ایمان کی صورت — "
روشندلوں کو [illegible] کدورت [illegible]
دامن اٹھائے خاک میں سب آفتاب کا — سبعہ
روشنی دل کو [illegible]
[illegible] — "
[illegible] نگاہ [illegible]
مثل آئینہ دل [illegible] منعکس — "
[illegible] صورت عرفان [illegible]
جب [illegible] آئینہ دل [illegible] سعید — سعید
صاف آئینہ دل [illegible]
صورت [illegible] — "
اپنے دل میں [illegible]
[illegible] خاطر میں غبار — "
صاف طینت [illegible] دل آئینہ [illegible]

صاف

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
حقیقت کو ہر اک صورت میں ظاہر	سمجھتے ہیں دل آگاہ والے	تراب
سمجھتے ہیں عالم میں صاحبدل خدا والوں کو سب	جان بھی اس دل کو کہیئے جسمیں اس کا نور کا	"
تراب کیوں نہ ہو نور خدا سے روشندل	کہ ہر مکان کو صاحب مکاں سے رونق ہے	"
جو روشندل ہیں اپنے فیض کو مختص نہیں کرتے	ہے سب پر روشنی یکساں چراغ ماہ کامل کی	توفیق
صاف دل نیک و بد خلق نہاں رکھتے ہیں	آئینہ عیب و ہنر سب کا دکھا دیتا ہے	"
قلب تاریک تجلی گہ محبوب غلط	عشق میں شوق ہے خود آرائی کا	ثاقب
نور عرفاں سے دل کو روشن کر	گھر میں اللہ کے چراغ جلا	"
فیض سے روشندلوں کے ہی سیہ دل بہرہ یاب	تیرگی شب کی مٹانے کو جلاتے ہیں چراغ	"
صاف طینت میں اگر زنگ کدورت سے بری	دوست دشمن سے رہا کرتا ہے اکیدل آئینہ	"
صاف باطن کی ضرورت کوئی رک سکتی نہیں	قطرہ پانی کا صدف میں آتے ہی گوہر بنا	"
تیرہ دل فانی ہیں باقی ہیں مگر اہل صفا	آئینہ عالم میں روشن ہے سکندر خاک میں	"
ازل سے جو ہیں روشندل انہیں کیا زنگ کلفت سے	نہیں محتاج صیقل آئینہ مہر درخشاں سے	جوش
تو جو ہے صاف شکل آئینہ	دل میں میرے لیے بھی غبار نہیں	"
عزیز خلق ہونا ہے تو کلفت دور کر دل کی	کہاں محفل کے لائق ہے جو آئینہ مکدر ہے	جرار
نہیں دشمن سے بھی میرے دل شفاف میں کینہ	بدلنے کا نہیں اس آئینہ کو میں سکندر سے	جنون
رہتے ہیں سدا صاف جو ہیں صاف طبیعت	آئینہ کے دل میں کبھی کینہ نہیں آتا	جاہ
جو صاف دل ہیں گرد علائق سے پاک ہیں	کب بہر شوب چادر آب گھر گئی	"
تاریکی خودی نہ رہے تب ہو دل صفا	جب زنگ اڑ گئی تو صفا آئینہ میں ہے	جویا
بت پندار کو توڑو تو ہو دل صاف جلیل	تم خدا خانہ بناؤ اسی بت خانہ میں	جلیل
مثل آئینہ ہے دل صاف تو وہ انساں ہے	ہے زمانہ میں بشر کے لیے جوہر اخلاص	جرأت
ڈھونڈھتا ہے جس کو وہ ہی جلوہ فرما آپ میں	دیکھ لے گر دل کو آئینہ بنا کر آدمی	عقبا
کبھی دشمن سے بھی نہ کھٹکے ہم	صاف تھے آپ سب کو پایا صاف	حالی
اہل صفا جہاں میں مکدر نہ ہو کبھی	تاثیر رد ہے تجربہ کب ہو غبار کی	خلیل
قلب اپنا صاف کر لے سونا روپا ہے یہی	پھینک دے پارس بھی اور اکسیر اپنے ہاتھ سے	خاموش
جو چاہے کہ ہو جائے باطن صفا	تو کر دور آئینہ دل سے زنگ	خوشدل
نہیں مشتاق آئینہ کے وہ جو صاف طینت ہیں	صفا تو عارضی ہے اور کدورت اسکی ذاتی ہے	ودود
اکسیر پہ ہوس آشنا نہ ناز کر	بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا	"
دل اگر صاف نہ ہو پاک نہ ہو گا انساں	یوں تو ابلیس کو بھی شرط وضو آتی ہے	داغ
جو روشندل ہیں دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ	روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہے	ذوق
صاف ہو قلب تو خود بینی و نخوت نہ رہے	ظاہر اس شیشہ سے سب عیب و ہنر ہوتا ہے	سخن
کام آب کا لے خاک سے بھی روشنی طبع	آئینہ نے منہ گرد سے عمر بھر دھلایا	"
زنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے	جو اپنے دل پہ کسی شکل سے غبار آیا	"
نور حق گرد و کدورت سے ہی پاک	روشنی ہے صاف باطن کے لیے	سیاح

صاف ہوجاتا ہے آئینہ کدورت سے مگر
جب کہیں دل میں غبار آیا صفا ہوتا نہیں — شفق

صاف باطن ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہتے ہیں وہی
ہم تو ہوجاتے نہیں سہواً بھی ریا کے نزدیک — شایق

سمایا ہے جو خاطر میں خیال ایزد برحق
گزر پھر کیونکہ ہو دل میں مرے وسواس شیطاں کا — ″

دشمنوں سے صاف باطن اور پاتے ہیں فروغ
دشمنی کچھ شمع سے چلتی نہیں گلگیر کی — ″

ہے عمارت کا بنانا دہر فانی میں عبث
چاہیے انسان کو ہر حال میں تعمیر دل — ″

نہیں کینہ ہے دشمن سے بھی اس کو
یہ رکھتا ہے مرا صدق و صفا دل — ″

اٹھا پردہ زمیں سے تا بعرش
دیدۂ دل جب کہ میں نے وا کیا — ″

کر صفا حاصل کہ دل میں جلوہ گر ہوجائے یار
آب میں موجود ہے گو اس سے دور ہے آفتاب — صابر

زنگ دوئی کو دل کی صفا نے مٹا دیا۔
وہ آئینہ ہوں عکس بھی جس کو گراں ہے اب — ″

دل کی صفا ضرور ہوئی خودنمائی کو
بے آئینہ نظر نہیں آتا ہے یار رخ — ″

تیرگی ظاہری کھوئی نہ باطن کا فروغ
نقش کاغذ پر سفید اٹھتا ہے اپنے نام کا — ″

روشن دلوں کو ہو نہ سیہ باطنوں سے رنج
سایہ جلے نہ آتش نخل چنار سے — ″

لوح دل سے کبر و کینہ دھوئے جب
وصل ہے تخم محبت بوئے جب — ″

دل کا آئینہ اگر زنگ گناہ سے پاک ہو
سارے آئینہ سے ہو ظاہر یہ بہتر آئینہ — طاہر

مشتاق دل اہل صفا کا نہیں کوئی
اس آئینہ کا دیکھنے والا نہیں کوئی — ″

نمود اپنی اگر چاہے صفائے قلب پیدا کر
جہاں میں آئینہ سے نام روشن ہے سکندر کا — ″

آبرو پائی تھی کیا میں نے صفائے قلب سے
سینۂ بے کینہ تھا یا آئینہ کا خانہ تھا — ″

دل فقیری سے صفا کر اس سے کیا حاصل اگر
تو نے داڑھی کو بڑھایا یا صفاچٹ کر دیا — ظفر

منہ پہ جو کچھ ہے وہی دل میں ہے
مثل آئینہ باصفا ہیں ہم — ″

خوف کیا روشن دلوں کو خانۂ تاریک سے
قبر میں جاکر چراغ عقل کب گم ہوگیا — عاشق

جن کی طینت پاک ہے دھبا نہیں لگتا انہیں
خاک میں سوتے ہیں پر میلا کفن ہوتا نہیں — ″

کدورت سے صفا سے فرق ہوجاتا ہے رتبہ میں
انہیں بالوں سے بنتے ہیں یہ کملی وہ دوشالہ ہے — ″

جو روشن دل ہیں وہ کب رکھتے ہیں پروائے اموال
دیکھو اپنے گھر میں کچھ رکھتا نہیں زر آئینہ — ″

اللہ رے صاف دل کی ہمارے صفائیاں
جس جا نگاہ کی وہیں جلوہ ہے نور کا — ″

عاشق ہمیں کدورت دنیا سے کیا غرض
رکھتی ہے کام ہم سے صفا اور صفا سے ہم — ″

صاف دل جو نہیں مشکل ہے ہی پانا تیرا
یعنی گمراہ نہ پائے گا ٹھکانا تیرا — ″

حرص دنیائے دنی سے پاک رکھنا چاہیے
یوں تو دل کو سب کہا کرتے ہیں دل اللہ — ″

طینت کی بھی صفا کو ہے صحبت میں کیا اثر
جو اپنا آشنا ہے وہ روشن ضمیر ہے — ″

غیر تو کوئی نہیں پھر کیا ہے یہ ما و منی
ترک کر عاشق اسے دل کی صفا کے واسطے — ″

دل کا آئینہ کدورت سے اگر ہوتا بری
اپنے دشمن کو بھی ہم اپنا برادر جانتے — ″

صاف باطن کے نہیں کھلتے ہنر
آئینہ میں جس طرح جوہر رہے — ″

رو سفیدوں کو بخت سیہ سے ضرر نہیں
گل ہو چراغ من کا نہ مار سیاہ سے — عرش

اے عیش ہے صفائی دل کا یہی طریق
مرغوب دل ہو جو کوئی شے تو اسی کو چھوڑ — عیش

صفائے باطن

صفائے دل، صفائے طینت

[illegible]

صفائے باطن

صفائے قلب پیدا کر کہ آئینہ ہے لا ثانی — مصحفی
اسی میں منعکس ، عکس یار ہوتا ہے
بدی سے کیا ہو نیک طینت کو ضرر ہے محال
زنگ تیرہ رابطہ غلغل سے نہ ہو گا نور کا
اثر کیا خاک ہیں جب اپنا تک آتی ہو پیدا
ملا کیا خاک میں جب دل تو اہل صفا جاتے ہیں — منشی
دیکھو جانے ہیں تو دنیا نے بہا دیا
دل کی صفا کو خواہش دنیا نے ڈبو دیا
تر دامنی نے جامۂ تن سے مٹا دیا — "
دل کی صفا کو حرص و ہوا نے کھو دیا
ہاتھوں سے اپنے کیا دُر شہوار کھو دیا — "
وہ صفا کی نہیں ارباب صفا کے گھر میں
فقر و فنا ہے محبوب خدا کے گھر میں — "
غم جھلکتا نہیں ارباب صفا کے گھر میں
کدورت کو دخل نہیں ہے تمہارے گھر میں — "
تاک باہر ظاہری باطن میں ہے آئینہ دار
خوب احوال دل اہل صفا معلوم ہے — "
دل جو رہتا ہے زمانہ کی کدورت سے بری
آئینہ سے بھی زیادہ وہ صفا ہوتا ہے — "
اپنا کر دو ہوس سے پاک ہے دل
آئینہ ہے سو صفا ہے یہ
دیدار کے

چشم ظاہر سے صفائے باطنی جاتی نہیں
دل نہ ہو صاف تو ظاہر کی فقیری کیا مال
زندگی ہیں کہیں ہوتی جو صفائے باطن
مثال آئینہ ہم سب سے ہیں صاف
دل پاک و صاف ہو تو حسد کیا ضرور ہے
صاف طینت کو نہیں درکار کچھ اپنا عروج
جو کہ روشن دل ہیں ان میں عیب ہی ہوتا نہیں
صاف دل زینت ظاہر کے نہ ہونگے محتاج
ہم صاف دل ہیں صورت آئینہ اے قلق
حال خوب و زشت کہدیتا ہوں منہ پر صاف صاف
آنکھ ہیں روشن دلوں کے شمع بنی ایک ہی
کام کب آئے شب تاریک میں گل کا چراغ
روشن دلوں کو گردش دوراں کیا ہے خوف
ہر آن اس کے سامنے دلبر ہے جلوہ گر
سینہ بے کینہ ہو تو اچھا ہے
کہنا ہوا جو کہدیا رکھتے نہیں کہیں
جو دل ہیں مصفا وہ کدورت نہیں رکھتے
پوچھو یہ نکتہ مرد کامل سے
سات پردوں میں بھی چھپ جاؤگے جا کر جو کہیں
کریں صیقل تو پھر یہ دل مجلا ہو ہی جاتا ہے
تیرگی دل کی صفا کر کے دیکھ
آگیا صاف دل میں عکس دوست
دل کی آتش کو خوب روشن کر
کدورت سے ہوا دل صاف تب آنکھیں کھلیں اپنی
آئینہ خانہ جب اس دل کا مجلا ہو گیا
قلب تیرہ پہ اگر صیقل کریں روشن بنے
حیرت ہو سکندر کو وہ صورت نظر آئے
جہل و پندار سے کہدو کہ نکل جائیں وہ
فلک جس طرح تر ہوتا نہیں ہے ابر باراں سے
ظرف ناپاک ہے تو اس میں ہے ہر شئے ناپاک
جس طرح عرش سے رحمت کے فرشتے اُتریں
انہیں کو ہوتا ہے دیدار یار بے پردہ
دیدار کی اے مہر ہوس بوالہوسی ہے

کب بنام سُرخ سے ہو جاتی ہے تلوار سُرخ — قدر
ناحق آئینہ صفت صاف کرے چار ابرو — "
جانتی چشم لحد آنکھ کا تار اہم کو — "
جو دل میں بات ہے منہ پر وہی ہے — "
جس مئے کو پیجئے وہ شراب طہور ہے — "
آئینہ کے گھر کو دیکھو احتیاج بام کیا — قلق
دیکھ لو دیکھا ہے کس نے جو رشمع طور کا — "
نور آئینہ کا بے خانۂ زر کیا ہوگا — "
سب نیک و بد ہیں ایک ہماری نگاہ میں — "
ہوں وہ آئینہ کہ جس سے ہیں مکدر سیکڑوں — گویا
رشتۂ زنار و سبحہ کعبہ و بتخانہ کے بیچ — لائق
جب تلک روشن نہ ہو لائق ترے دل کا چراغ — "
خورشید کو گھٹا نہیں ماہتاب سے — "
دل کو جو آئینہ کی طرح باصفا رکھے — •
نہیں اچھی ملال کی باتیں — میکش
ہم صاف گو ہیں دل میں چناں و چنیں نہیں — "
آتا نہیں کچھ رنج و محن آئینہ کے اندر — "
راہ کیوں دل کو ہوتی ہے دل سے — "
دیکھ ہی لیں گے گر چشم بصیرت والے — "
اندھیرا ست گیا جب دم اُجالا ہو ہی جاتا ہے — "
چشمۂ آب بقا تجھ میں ہے — "
واہ کیا کہنا اس صفائی کا — "
گر تجھے کچھ فروغ پانا ہے — "
بغل میں ہی چھپا رکھا تھا ہم نے نور کا ٹکڑا — "
دونوں عالم کا تماشا اس میں پیدا ہو گیا — "
ہے ہر ایک انسان کے پوشیدہ تن میں آئینہ — "
آئینہ ہے آئینۂ دل ارباب صفا کا — مہر
خانۂ دل میں میرے صدق و صفا آئی اب — "
دلِ صافی پہ آسکتا نہیں ہے داغ عصیاں کا — "
دل نہیں صاف تو کیا خاک عبادت ہوگی — "
یوں دل پاک میں انوار چلے آتے ہیں — "
دلوں کو صاف جو آئینہ دار کرتے ہیں — "
جب تک دل نا صاف مصفا نہیں ہوتا — "

ذرا زنگ کے صاف طینت نکلتا ہے اور کچھ ہو
میری صفائی باطن کا ہے جواب کہیں
دوست کا چاہیئے ہے باطن صاف
طالب دیدار بننا ہے اگر تو زاہدا
سب مذاہب کی یہی ہے غایت
سمجھو جو دل کو صاف کیا مثل آئینہ
ہو نصیب اس کو نہ کیوں جلوۂ حق اے محبوب
اُسی کا جلوہ نظر آئے جس گھڑی دیکھو
کس طرح سامنے وہ ترے مہ لقا ہے
میٹ کر زنگ دوئی دل کو نہ کیوں صاف کرے
پاک کر غیریت سے دل پہلے
روشن وہ آئینہ دل اہل صفا ہے ماہ
روشندلوں کو تیرہ درونوں سے غرض نہیں
صاف باطن سے نہیں افتادوں کو بھی خوف بیم
ہیں جو روشن دل گوارا کب کریں احسان غیر
پائیں روشندل سے بہرہ ساکن نزدیک و دور
جو ہیں خونخوار ہو ... صفا کی حاصل
جو صاف دل ہیں وہ نہ رہے پیچ و تاب میں
حاصل صفائے دل نہ کبھی بدگہر کو ہو
بہرہ ور روشندلوں سے ہوتے ہیں کل نیک و بد
ضرر کب ہو عدو کی دشمنی سے پاک داماں کو
صاف دل کے آگے رتبہ سربلندوں کا ہے پست
مثال آئینہ جوہر دلا تو پیدا کر
عیب بھی اہل صفا کا کچھ ہنر سے کم نہیں
اذیت شست و شو کی پاک طینت کب اٹھاتے ہیں
پاکان ازل کو نہیں پروائے مزکی
پاک طینت جو کہ ہیں اُن سے تعلق دور ہے
روشندلوں سے رکھتے ہیں نفرت سیاہ کار
پاکبازوں کے سوا کوئی ہو کیونکر کامیاب
آئینہ کو دوست رکھتے ہیں جہاں کے خوب و زشت
بگڑا جب بہر خود بینی دل صاف آئینہ
سیر خشکی و تری گھر میں میسر ہو جائے
لگا نہ خاک سے دامن نہ خاک دامن سے

پانی کھرا جو ہو تو بھر گھر بنتا ہے
جز مجھے ہو جو ٹوٹے دل حباب کہیں
کیا ہے ظاہر میں اگر ہوا اخلاص
صاف کر آئینہ دل سے ریا کے زنگ کو
دل انسان گناہ سے ہو پاک
دونو جہاں کی سیر ہمارے مکاں میں ہے
جس کو معلوم ہے آئینہ بنانا دل کا
رکھو جو دل صفت آئینہ صفا کر کے
جب تک نہ آئینہ ترے دل کا صفا ہے
بنے آئینہ نہ کیوں آپ میں پاؤں تجھکو
کیوں عبث تو مصفائے تن میں ہے
جس کو کبھی نہ ہو گی سکندر کی احتیاج
محتاج آفتاب نہیں ماہتاب کا
جس کو کچھ خطرہ نہیں ہے شعلۂ آواز کا
مہر کا آئینہ کب محتاج ہو سیماب کا
فیض پہنچاتا ہے سب کو گو کہ ہے دور آفتاب
نہیں دیکھا کبھی زنگ رخ بہرام سفید
ہوتی ہے موج بھی کہیں موتی کے آب میں
پیدا نہ ہو گہر بھی خنجر کے آب میں
فیض عالم میں ہے جاری مہر عالمتاب کا
ملوث کب گناہوں سے ہوا دامان مریم کا
آب میں آتا نظر ہے چرخ اخضر زیر پا
کہ سب رکھتے ہیں دنیا میں باصفا اخلاص
کیا ہوا دریا میں موجوں کی جو ہے رفتار کج
مصفا ہر کدورت سے ہے خرقہ آشنائی کا
عیسیٰ کو ضرر کچھ نہ ہوا بے پدری کا
خار سے کیا اُلجھے گوشہ چادر مہتاب کا
مکروہ جیسے وصل کی شب ہے سحر مجھے
یہ در جنت ہے دروازہ ترے گھر کا نہیں
دل ہوا جب صاف بر عالم سے جھگڑا پاک ہے
تھا نہاں اپنی نظر سے میں سو پیدا ہو گیا
دل اگر آئینہ ہو جائے سکندر ہو جائے
صبا کی طرح جہاں سے مرور میں نے کیا

میر
ماہر
مجروح
مسکین
محب
"
محبوب
"
"
"
"
"
نساخ
"
"
"
"
"
"
"
نصیر
"
"
نسیم
ناسخ
"
"
"
"
"
"
نظم

صفائے باطن

جو اہل دل ہیں الگ ہیں وہ اہل ظاہر سے — نظم
نہ میں ہوں شیخ کی جانب نہ برہمن کی طرف
مثل آئینہ ہوں صاف دوست و دشمن سے — واصفی
کسی سے بھی نہیں رکھتا غبار دل میرا
اپنے دشمن سے بھی رکھتا نہیں میں دل میں غبار — "
کس قدر صاف ہے آئینۂ خاطر میرا
آئینہ کی طرح سے جو رکھتے ہیں دل کو صاف — "
ہیں دوست نیک و بد کوئی اُن کا عدو نہیں
حادثات دہر سے بے خوف ہیں اہل صفا — "
سنگ رہ سیل صحرا سختی منزل نہیں
چاہیے صاف طبیعت کو کہ ہم دل ہو عزیز — وقار
بزم ہستی میں بسر آئینہ مانند کرے
جو صفا باطن ہو کیوں دل پر کدورت آئے — "
سینہ بے کینہ میرا آئینہ سا ہے سفید
جلا دینے کا باعث آئینہ کی خاک رہی ہے — "
نمایش سے صفائی قلب کی وقت کدورت میں
ظاہر میں ملاقات ہے باطن میں عداوت — وہبی
دل صاف نہیں ہوتا ہے ارباب دغل کا
دوست دشمن نظر آتے ہیں یکساں — "
جو دل جو ہو جائے صاف کینہ سے
نکال خاطر

صلح کل

کسی کو کر دی کبھی ہم نے
کسی کی کر دی اٹھائی بات
کسی کا عدو نہیں ہے بیباک
کوئی تیرا عدو نہیں کسی سے کینہ میں — انیس
سر بہت رہ صلح کل سے عادت مجھے
دوست دشمن سب ہیں مجھے یکساں ہیں خاک — بیان
خاک کا پتلا ہوں پنہاں مجھ میں نصیر ہم
ہمسر کرتے ہیں مثل عداوت نہیں — تسلیم
کسی سے محبت عداوت بر آب
تو تو کر کے سب اوپر اپنی نظر تنگ تر آب — شاداب
جو کوئی دیکھے مجھے دیدہ بد سے جل جائے
ہم تو بد خواہ نہیں اپنے مخالف کے تر آب
جو بدی ہم سے کرے اس کی خدا اجر سے راہ
ہندوؤں سے ربط رکھتا ہوں مسلمانوں سے راہ
ہیں حقیقت میں ہوں مجھ کو سب کے در و حرم چاہیے
کسی کدورت مجھ کو سب ہیں ایک — تجمل
کر نیک و بد کا سے اللہ خالق
اگر صلح کی ہم میں قابلیت
نہ برباد ہو بھائی بھائی سے اگر — نادر
جو اہل حق ہیں ان کو حق سے کام
نہیں بغض کسی سے بھی بری ہیں
نہیں ہم

نکالِ خاطر فاتر سے جام جم کا غم
صفا کر آئینۂ دل سکندری یہ ہے — ولی

روشندلوں کو ربط نہ ہو سبزہ بخت کو
خفاش دیکھ سکتا ہے نورِ سحر کہاں — ہرچند

سیہ کاروں کی کب چاہیں مدد جو صاف باطن ہیں
کہ روغن کی نہیں حاجت چراغِ ماہ روشن کو — ″

کرتے ہیں دید حق اپنے ہی دل میں جو ہیں روشندل
اس آئینہ میں عکس یار اے غافل نمایاں ہے — ہمدم

روشن دلوں کی ذات سے ہو رونق جہاں
خورشید ہے فلک پہ بروئے زمین چراغ — ″

دل نہ ہو جب تک منور کب مصفا چشم ہو
شمع روشن ہو تو ہو روشنی فانوس کی — ″

ہمدم جو کچھ ہمارے اس دل میں روشنی ہے
آئینہ مہر و مہ کا ایسا ہے کب جلا میں — ″

کدورت دل سے دھوتا جلوہ گر ہو یار کی صورت
خس و خاشاک سے رکھ صاف جوں آئینہ گھر اپنا — ″

بینا اگر ہے چشم تو روشن رکھے ہے دیکھ
ہر آن اپنے جلوہ سے دل کا مکاں مکیں — ″

منظور یار ہمدم بس ایک صفائے دل ہے
جیسا کہ خار خس سے گھر ہوئے رفتہ بہتر — ″

دل کے آئینہ میں یوں اسکی تجلی ہے نمود
صاف ہمدم جوں نظر آتا ہے درپن میں چراغ — ″

ہو نہ کس صورت ہویدا اس پہ حالاتِ جہاں
آئینہ کی شکل یہاں جس کو دل روشن ملا — ″

مصنقلہ کر کہ دل ابھی غافل
آئینہ مثال ہوتا ہے۔ — ″

جوں آئینہ کہیں ہیں منہ پر برا بھلا وہ
جو صاف دل ہیں ان کو کینہ نہیں خوش آتا — ″

روشندلوں کی ذات ہے مانند آفتاب
در کار گور میں نہیں اُن کے شبن چراغ — ″

ہمارا دل وہ آئینہ ہے جس کو
نہیں صیقل سے کچھ حاجت جلا کی — ہزبر

صاف دل جو ہیں رہا کرتے ہیں وہ بیباک ہوش
دیکھ لو محفل میں کرتی ہے کبھی پروانہ شمع — ہوش

ہے مقدر میں تو پڑ جائے گی اس پر بھی نظر
چشم دل چاہیے انسان کو وارہنے دے — ″

بندۂ حق کو خوش آتی ہے صفائی دل کی
زنگ ہر عیب مٹاتی ہے صفائی دل کی — ہنر

بدظنی صاف چھڑاتی ہے صفائی دل کی
دل تو دل جان کو بھاتی ہے صفائی دلکی — ″

دل کو آئینہ بناتی ہے صفائی دل کی
جلوہ نورد کھاتی ہے صفائی دل کی — ″

ان محروم نہیں کوئی جو ہیں روشندل
ذرے بھی مہر کی پرتو سے چمک جاتے ہیں — یکتا

عادو سے بھی ملے تو بے کدورت ہم ملے یکتا
کسی صورت نہ بل آنے دیا آئینۂ دل پر — ″

بری ہیں صاف باطن صاف دنیا کی صعوبت سے
ضرر پہنچا نہیں سکتی کبھی شمشیر پانی پر — ″

زمیں کیا آسماں سے بھی نہیں چھپتے ہیں روشندل
چہارم چرخ پر ہے مہر یہ تو اس کا عالم میں — یم

صلح کل

برائی نہ چاہے بروں سے بنا ہے
اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے — آصف رح

کیسے ناداں ہیں کہ اچھے کو برا کہتے ہیں
ہو برا بھی تو اسے چاہیے اچھا کہنا — امیر

بندگی ہے اپنی سب سے مہرباں ہیں سب کے سب
شیعہ و سنی و صوفی رند دردآشام بھی — انشا

باراں کی طرح لطف و کرم عام کئے جا
آیا ہے جو دنیا میں تو کچھ نام کئے جا — آتش

نہیں کچھ منحصر اچھے بروں پر فیض اچھوں کا	برستا یکساں ہے ابر رحمت باغ وصحرا میں	ثاقب
درخت پُرثمر سے نیک و بد کھاتے ہیں سب میوہ	نہیں رہتا کوئی محروم فیض اہل باطن سے	״
سمجھتے ہیں بڑا ہر ایک کو بندہ ہو یا حر ہو	خدا والے خودی سے دور رہتے ہیں خدائی میں	״
تری آنکھیں نہیں غافل یہ پلّے ہیں ترازو کے	نہ اعلیٰ کو سمجھ بھاری نہ ادنی کو سمجھ ہلکا	״
ہر ایک بزم میں میں شمع بزم ہو کے رہا	ہر ایک باغ میں رہ کر بنا گل بے خار	״
سنبرہ بیگانہ روی سے یا کمال خلق ہے	ہے معطر بوئے گل سے دوست دشمن کا دماغ	״
بہتر میں وہی تو ایک فرقہ جنتی ہوگا	کہ جس نے صلح کل پر اپنے مذہب کی بنا رکھی	״
ظرف اعلیٰ ہے تو ادنیٰ سے بھی ثاقب بھکے چل	کنکری رکھدیتی ہے منکے کو اکثر پھوڑ کر	״
بے خلش ہم نے بسر کی زیست گلشن میں جلیل	ربط گلچین سے تو یارانہ رہا صیاد سے	جلیل
نہ کی وہ بات جس سے سختیاں سہتے رقیبوں کی	سلامت ہم رہے بتیس ۳۲ دانتوں میں زباں ہو کر	״
میں تو دشمن کا بھی دشمن نہیں سچ کہتا ہوں	عمر بھر مجھ کو محبت سے سروکار رہا	جویا
گبر سے رکھہ رام رام اور شیخ صاحب کو سلام	حق نے کھینچی ہے یہ ہر تصویر اپنے ہاتھ سے	خاموش
خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ	روشن ضمیر ملتے ہر ایک نیک و بد سے ہیں	ذوق
بزرگوں کی آنکھوں سے دیکھو اگر	بد و نیک کوئی نہ آئے نظر	رمز
گورے کالے ہر ایک کے سر پہ	سایۂ آفتاب یکساں ہے	״
صلح کل ہوں دل لگی دونوں سے ہے	بغض مومن سے نہ کچھ کافر سے لاگ	راسخ
راحت مزہ نہیں ہے برائی میں تیہاں	سب کا بھلا ہو اور کسی کا برا نہ ہو	راحت
نیک و بد سے دوستی اپنی بڑھائے صلح کل	خاص بھی جس سے ترے غمخوار ہوں اور عام دوست	سرور
جو کسی کا نہ ہو سخن دشمن	دوست اس کا جہان ہے گویا	سخن
دیکھتا سب ہوں بس ایک نگہ سے میں سفیر	کم نہیں مردمک چشم سے مردم مجھ کو	سفیر
جنگ ہفتاد و دو ملت کے یہ جھگڑے مٹ جائیں	صلح کل جب ہو موحد اگر انساں ہو جائے	״
یاروں سے بے تکلف اغیار سے تلطف	برتاؤ ہے جہاں میں سب سے برابر اپنا	״
تقوے میں ہم شریک ہیں رندی میں ہم شریک	صحبت سے اپنی کوئی ملول و خجل نہ ہو	شیفتہ
جس بشر کو ہے خداوند جہاں سے اخلاص	اس کو دنیا میں ہے ہر خرد و کلاں سے اخلاص	شائق
صبر اپنی وضع نے ہم کو ملایا خاک میں	سب سے بنھ جائے خیال اس بات کا اکثر رہا	صبر
ہے یہ دنیا میں بزرگوں کی شناخت	چلتے ہیں نیکی کی لاٹھی ٹیک کر	صادر
سب سے الفت سب سے ملت سب سے راضی سب سے میل	حق سے یوں پیوستہ جیسے عشق پیچاں کی بیل	ضمیر
میری نظر میں ایک ہیں کیا دوست کیا عدو	احول نہیں ہوں میں جو مجھے ہو دوئی پسند	طاہر
اس کا رتبہ بہت ہے پیش خدا	جو بروں کو سدا بھلا جانے	عالم
دشمن کا بھی دل در پئے آزار نہ ہوگا	ہم وہ ہیں کہ ہم سے کوئی بیزار نہ ہوگا	عزیز
ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم	ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں	غالب
دوست دشمن مجھے یکساں ہیں جہاں میں گویا	نہ کسی سے ہے محبت نہ عداوت میری	فدا
صلح کل کو جب سے ہم رکھتے ہیں دوست	کوئی اپنا دشمن جانی نہیں	فیض

صلح کل

زمانہ میں رہ کر چلو چال ایسی / کہ دشمن کو بھی دوست اپنا بناؤ	ذوق
کفر و دیں ایک ہے سبحہ میں ہے زنار بھی ہے / [illegible]	قدر
[illegible] / صلح کل اختیار کر اے دل	میکش
[illegible]	مہر
[illegible]	محبوب
[illegible]	مضطر
[illegible]	نظیر

ضبط و تحمل

ہے سبحہ سے الفت مجھے زنار سے اخلاص
کوئی ہو کینہ جو اپنے لئے ہے
دلشکن اپنے پرائے کا نہ دنیا میں ہوا
جو کہ کہتے ہیں برا مجھ کو وہ اچھے ہیں وقار
جو کوئی ہر رنگ میں آپس کو شامل کر نہیں گنتے
سب سے رہنا صاف دل یہ کام کم مشکل نہیں
بر آئے سب کی آرزوئے دل خدا کرے
اے شیخ و برہمن حق باطل کی کیا ہے بحث
نیک و بد ہوتے ہی آئے ہیں برا کس کو کہیں
ہو کوئی بادشاہ خواہ گدا
دولت سے اس جہاں کی غنی دل ہیں جو بزرگ

یعنی ہے ہر ایک کا فرو دیندار سے اخلاص
تجھے کیا تو نہ ہو دشمن کسی کا
دوست کے مانند پاس خاطر دشمن کیا
جو برے ہیں میں انہیں کہتا ہوں اچھا بر ملا
ہمیں سب عاقلاں میں انکو عاقل کہ نہیں گنتے
دل سے سب دھو ڈالنا کینہ بہت دشوار ہے
اپنے سے جو برا ہو اس کا بھلا کرے
راہ بتان دروغ نہ راہ خدا دروغ
باغباں پھول جو خوش رو ہیں تو بدخو کانٹے
سب کے سر پر فلک کا سایہ ہے
ان کی نظر میں فرق غریب و امیر کیا

مود
نظم
"
وقار
ولی
ہمدم
"
"
ہوش
یکتا
یم

ضبط و تحمل

حوادث میں کوئی ہوتے ہیں مضطر صاحب تمکیں
غصے کے وقت بھی نہ کسی کو برا کہے
سائل کہے جو سخت تحمل کر اے غنی
جبتک رہا جہاں میں اٹھایا کیا میں رنج
ناگوار اکو جو کرتا ہے گوارا انساں
خدا کا شکر کرتا ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتا
دم گھٹ کے نکل جائے تو اچھا ہے نکل جائے
شکر ہے کھل نہ سکا حال کسی پہ میرا
رنج پر رنج سہے اف بھی نہ کی اے ذاکر
وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا
ایک دل اور اس پہ اتنے بار غم اللہ رے دل
نہیں اف کرتا ہر گز آفتیں برداشت کرتا ہوں
صابر کو بردبار سمجھ کر نہ چھیڑئیے
اف نہیں کرتے ہم اس محرومیٔ تقدیر پر
لاکھ صدمہ ہوں مگر منہ سے نہ کہنا بہتر
گو میں ستم کشیدہ اذیت رسیدہ ہوں
گر اسکی نہ دورنگی جہاں کی ہم کو
نہ بھاگے عسرت سے امتحاں ہیں وہ عین عشرت ہے اس جہاں میں
ہے اپنا شیوہ خلق سے آئینہ کی مثال

برنگ خس بہا سکتا نہیں سیلاب پتھر کو
لازم ہے اختیار بشر میں زباں رہے
پڑتے ہیں سنگ ہر شجر میوہ دار پر
جو وضع ناگوار ہوی اختیار کی
زہر پی کر مزۂ شیر و شکر لیتا ہے
جو کچھ صدمہ گذرتا ہے گزرتا ہے مرے دل پر
مرجائیں گے اظہار تمنا نہ کریں گے
ہوں وہ مطلب جو نہ آیا کبھی تقریر میں بھی
ہم سا دیکھا ہے جہاں میں کہیں یکتا کوئی
پہ میرا جگر دیکھ کہ میں اف نہیں کرتا
اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں
پسند آیا ہے جس دن سے مجھے شیوہ تحمل کا
کہتے ہیں قہر ہوتا ہے غصہ حلیم کا
تا نہ چھائے تیرگی آئینہ تدبیر پر
جو گزر جائے اسے دل ہی پہ سہنا بہتر
رنجیدہ ہوں کسی سے نہ میں اور کبیدہ ہوں
ہمیشہ ابلق ایام زیر ران دیکھا
سنا ہے زندان مومناں میں مزہ ہے کفار کے جناں کا
ہم کو محبت اور عداوت سے کیا غرض

اسیر
"
"
"
آتش
امجد
توفیق
"
ذاکر
ذوق
"
سعید
صابر
عاقل
عالم
عاشق
"
قدر
مضطر

ضبط کرنالوں کو اے بلبل نالاں دم لے
ضبط کر جائے عوض دے نہ برائی کا کبھی
بات انساں جو سنے کانوں سے خاموش رہے
مرد آزاد کو لازم ہے شکایت نہ کرے
ضبط سے خلق میں انسان کی آزادی ہے
ضبط دنیا میں دلیری کا ہے اسم دیگر
ضبط سے قدر ہو انسان کی عالم میں کہیں
ضبط ہے اصل نکو نامی انساں اے دل
ضبط کو کام میں لائے جو بشر خوب ہے یہ
ضبط سے ہوتی ہے انسان کو عزت حاصل
خواہش بد کو نہ انسان جگہ دے دل میں
ہند کے عالموں کا قول یہی ہے ہر دم
ضبط انساں کے ہے چال چلن کی بنیاد
ضبط کو کام میں مردانِ خدا لاتے ہیں
ضبط سے نل کو دوبارہ ہوی شاہی حاصل
ضبط سے بلبل بیتاب گل تر سے ملی
خاک پروانہ ہوا جلکے جو بے ضبط ہوا
زندہ دل ضبط کو ہر کام میں کر جاتے ہیں
ضبط سے ربط بشر کیلئے لازم ہے ہنر

کان پھٹ جائیں گے غنچوں کے فغاں خوب نہیں — ہنر
پہنچے انساں کو جو انساں سے زیاں خوب نہیں — ”
منہ سے کہنا کسی کا رازِ نہاں خوب نہیں — ”
سخن بد ہو اگر وردِ زبان خوب نہیں — ”
ضبط آئے نہ جو غصہ میں تو بربادی ہے — ”
ذاتِ انسان میں جو سچ پوچھو یہی ہے جوہر — ”
یوں تو انسان سے حیوان میں کچھ فرق نہیں — ”
رغبت و حرص و ہوا ہوتی ہے اس سے زائل — ”
نفس زشت کی طاقت گھٹے مرغوب ہے یہ — ”
حسن اخلاق میں ہے ضبط کی عادت داخل — ”
ہوشیاری سے عمل ضبط کا رکھے دل میں — ”
ضبط سے جیتے نفس کو تو وہی ہے رستم — ”
ضبط سے خالقِ عالم کی رہے دل میں یاد — ”
آہ کرتے نہیں ہیں رنج و الم کھاتے ہیں — ”
ضبط ہی سے ہوے یوسف بھی عزیز ہر دل — ”
ضبط سے قمری ناشاد صنوبر سے ملی — ”
چاک سینہ ہوا ناقوس نے نالہ جو کیا — ”
شکوہ کرتے نہیں تکلیف میں مر جاتے ہیں — ”
ضبط سچ پوچھو تو ہے راہِ خدا کا رہبر — ”

ضعف

معذور پیش حق ہے وہ طاقت نہیں جسے
رہتا ہے خشمگیں وہ فقط مجھ نحیف پر
یہ ضعف ہے کہ نکلتی نہیں ہیں اب دل سے
وہ ناتواں ہوں جو لیٹا کبھی میں بستر پر
وہ ناتوان ہوں نکالے جو گھر سے یار مجھے
کس طرح طالب ہوں میں دنیا کے عز و جاہ کا
قضا سر پر نہایت ناتواں ہوں
عہد پیری میں نہ اٹھا ضعف سے دستِ دعا
مری تو سن لے کہ مانند شمع وقت اخیر
قدرت نہ ہم کو آہ کی نے طاقت فغاں
کر دیا ضعف نے عاجز غالب

تکلیف کب ہے شرع کی مردم گیاہ پر — اسیر
گرتا ہے مادہ بھی تو عضو ضعیف پر — ”
کبھی فلک سے بھی اونچی ہماری آہیں تھیں — امیر
گماں ہوا کہ شکن پڑ گئی ہے چادر پر — ”
چلوں وہ چال کہ پہونچوں نہ حشر تک در پر — ”
بوجھ اُوٹھ سکتا ہے کس سے خیمۂ خرگاہ کا — جرار
بھروسہ کیا ہے میرا میں کہاں ہوں — ”
وائے حسرت رائیگاں وقت سحر جاتا رہا — جوش
پگھل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے — سودا
نکلے تو کیونکر اپنے دل زار کی ہوس — ”
ننگِ پیری ہے جوانی میری — غالب

ضعف

اے ضعف زرد روئی میں تو نے کیا خفیف
طاقت تھی کہربا کے تنکا اٹھا سکے
مٹ گئے جسم کو جب ضعف روح بھی ہو تو
رہے نہ شہر تو کس طرح شہر یار رہے — نسیم

طمع

خدا کو بھی ہے طمع ناگوار بندوں کی — امیر
سوال جس نے کیا اس کو زیر دست کیا — ”
چڑھ ہے القصہ اپنی اے ارشاد — ارشاد
ہے زمانے میں جس کا نام طمع — احد
برباد ہو گئے طمع مال و زر میں لوگ — ”
قارون کے ساتھ کیا دولت کو دیکھا
جو ہیں طامع انہیں جو سوز غم دولت بیگانگی حاصل
قیدی میں جلن ہوتی ہے زیادہ حرص و غرض سے — اکبر
شباب عمر نے کھویا طمع نے دین لیا
فلک نے ہم سے بڑی نعمتوں کو چھین لیا
عبث حرص و طمع میں مبتلا رہتا ہے اے نادان
پرائے مال و زر پہ منہ میں کیوں پانی بھر آتا — اصغر

تاریخ دین

طمع

دن رات بڑھتی جاتی ہے دولت کی حرص — خلف
آدمی کو بھی ہے کس قدر طمع

اللہ سے [illegible] ذلت و خواری نہ کیجئے حصول — "
ہوگا بغیر [illegible] سوا جو کسب کا نہ ہر طمع

تقدیر سے [illegible] نفس [illegible] طمع — "
ہرگز نہ پیروی [illegible] [illegible] خلق

انسان کو خوار کرتی ہے [illegible] — "
[illegible] قناعت [illegible] نہ کر طمع

جتنا ہے [illegible] نصیب [illegible] — قدر
غافل ہے [illegible] طمع کا کیا مضبوط گھر بنایا

قارون [illegible] — حاتم
[illegible]

[illegible] — گویا
[illegible]

[illegible] — عیب
[illegible] خدمت اہل وطن

[illegible] — منشی
[illegible] طمع

آدمی کو زر [illegible] دست طمع

تابع دین کبھی دولت کا نہ شیدا ہوگا
پیرو شیر خدا کیا سگ دنیا ہوگا — امیر

زمانے بھر میں ہے مشہور حال اخوان یوسف کا
طمع دنیا کی وہ ہے جس سے بازو ٹوٹ جاتے ہیں — "

اہل دولت کی ہوس مرنے پہ بھی جاتی نہیں
غنچہ و گل شاخ سے مٹھی میں لیکر زر گرا — اشک

صاحب اکسیر کو دیکھا فقیر
کیمیا کی آرزو اچھی نہیں — بحر

چربی چھا جاتی ہے آنکھوں میں طمع وہ چیز ہے
گنج زر سر پر اٹھانے کو بنی مزدور شمع — "

اہل طمع کے پاؤں کو چکر ہے کس لئے
تقدیر ہی کا ان کی یہ چکر اگر نہیں — پرتو

جب کیمیا کے شوق نے تاراج کر دیا
دنیا کا سب اثاثہ ہے گویا لنگوٹ میں — "

کس قدر کھاؤ گے خوشخوری میں کیا پاؤ گے
نان و حلوے کی طمع پھر صلاوت ہے عبث — تراب

گنج قاروں کا نہ کام آیا گیا تحت الثریٰ
مال و اسباب بہت حشمت و شوکت ہے عبث — "

گدا سے زیادہ تر محتاج ہیں اس وقت کے اُمرا
کہ ہر صاحب دول کو مبتلائے کیمیا پایا — "

کب تلک زر کے لئے پھرتا رہے گا دربدر
ہے جہاں کی ناخوشی و شادمانی چندروز — "

پھنسے ہیں لذت دنیا میں اہل دنیا یوں
ہو جیسے طعمۂ مردار پہ غراب کا حال — "

مالداروں کو زیادہ ہے طمع دنیا کی
مرد محتاج کو ہے روزی فزا کی تلاش — "

انساں کے دل سے جاتی نہیں کوئی دم طمع
رہتی ہے مثل خوں رگ دل میں ہم طمع — تجمل

طماع کو دکھاتی ہے پہلے بہار عیش
انجام کو دکھاتی ہے رنج و الم طمع — "

قارون ہے اپنے سر پہ خزانہ لئے ہوئے
گو مرگیا مگر نہ گئی ایک دم طمع — "

دولت دنیا کی بیجا ہے ہوس
قبر میں جب ہاتھ خالی جائے گا — "

کچھ اپنے کیسہ میں گو ہم گدا نہیں رکھتے
طمع کسی کی سوائے خدا نہیں رکھتے — جنون

آدمی کچھ غرض سے دیتا ہے
جب اٹھا دے طمع تو پھر کیا ہے — داغ

قرآن اُٹھاتے ہیں طمع زر کے واسطے
دیندار اگر یہی ہیں تو اسلام ہو چکا — رند

طمع دولت کی ہے تاب و تعب مت کھا زمانے سے
ہوس تا نہ جھونکے آگ میں بس زر نہیں ہوتا — سودا

آجائے گر خزانۂ قاروں بھی ہاتھ میں
پوری نہ ہو جہان میں زردار کی طمع — شفق

لالچ ہے بری چیز خبردار ہوشیار
جان اپنی گنواتی ہے مگس میٹھے کی لالچ — شادان

نہ دیکھا کبھی ہم نے طامع کو شاکر
کبھی پیٹ ظالم کا بھرتا نہیں ہے — صبا

دانے کے لالچ سے دیکھا مرغ نے دام قفس
خوان پر گر کر اپنی جان دیتی ہے مگس — طالب

طمع و حرص و ہوس ہیں خالی لفظ
ان سے حاصل ہوا کیا بجز حسرت — عیش

نہ طمع مال ہے ہم کو نہ خواہش جاگیر
ہم آپ زندگی مستعار رکھتے ہیں — عاشق

طلب بھی نہ ملا شہد خوان دنیا سے
ہوئے ذلیل پہ لذت زباں کیا کیا — "

طامع دنیا کو دیکھا ہے نہیں سر خرو
زرد گوں ہوتا ہے چہرہ ایسے دولتخواہ کا — "

دانا تو طمع کا نہ کبھی کام کریں گے
دانہ کو تصور گرہ دام کریں گے — عزیز

پیٹ بھرتے ہی نہیں اہل ہوس کا دیکھا
یہ گڑھا وہ ہے جو پلٹے سے نہیں پٹتا ہے — قلق

طمع بھی کیا بری شے ہے کہ مثل ماہ چند کہیں
گھٹا دیتا ہے غربت کو بڑھا دست حاجت کا — "

غنی ہونے پہ بھی عیب طمع جاتا نہیں ہرگز
دل اہل ہوس پیوند ہے دامان دولت کا — "

دستِ طمع کو توڑ کے مقصد کو کر حصول	دنیائے دوں سے ہاتھ اُٹھا کامیاب ہو	منتہی
آتی نہیں بہار دروں کو نفس پروری	کتّے کو پالتا نہیں جو شیر مرد ہے	منیر
اپنی نظر میں جو طالب دنیا ہے زرِ مرید	اس پیرِ زال پر جو ہو غالب وہ مرد ہے	״
کیا فقر میں گزر ہو چشم طمع سے بغیر	ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا	میر
آگے کسی کے کیا کریں دستِ طمع دراز	وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے	״
حب دنیا الفت زر دل سے دم بھر کم نہیں	اس پر اے زاہد ارادہ ہے خدا کی یاد کا	نسیم
ہو گئی زر کی جگہ دل میں خرابہ ہو گیا	پیشتر جس جا خزانہ تھا خرابہ ہو گیا	ناسخ
زر کے پیچھے طالب زر ہو رہے ہیں کیا ہلاک	فائدہ کیا نقد جاں دیکر جو کوئی پائے زر	״
خطرے کو حب جاہ کے دل سے نکالئے	یہ بے طرح کا چور ہے گھر میں دھنسا ہوا	نیاز
جو طامع ہیں فراغت ان کو دنیا میں نہ ہو حاصل	امیری میں پہنچ سکتا نہیں ہے کوئی گدائی سے	نساخ
منعموں کا دل طمع سے بھی کبھی خالی ہوا	ربع مسکوں پر قناعت کب ہوئی تیمور کو	״
جو کہ طامع ہو وہ چھانے خاک اے دل دربدر	کس نے دیکھا گھر میں بیٹھے رہتے ہیں سائل کہاں	״
مرد بے پروا ہوں ہے مجھ کو فقیری کا مزہ	ہیں جو طامع اُن کو دنیا کی رہے دولت پسند	واسطی
حال دیکھو صاحب اکسیر کا	خاک چھنواتی ہے دولت کی طمع	״
حال قاروں سن کے یہ ثابت ہوا	باعث آفت ہے دولت کی طمع	״
طمع مال کی سر بسر عیب ہے	خیالات گنجِ نہاں سر سے ٹال	ولی
جذب کرتی ہے زمیں قطرۂ باراں کو مدام	پُر طمع دل نہیں ہوتا کبھی غافل سیراب	ہمدم
زر کی طمع نے سب کا لہو کر دیا سفید	کچھ آج کل عجیب زمانہ کا رنگ ہے	ہزبر

ظاہر و باطن

حال باطن کا عیاں ہو ہے ظاہر اے اسیر	سُرخ آتا ہے نظر شیشۂ مئے گلفام کا	اسیر
ظاہر اگر برا ہو بزرگی میں فرق کیا	مسجودِ خلق کعبہ ہے رختِ سیاہ میں	״
شیشے کی طرح ظاہر و باطن میں نہیں فرق	جو دل میں ہمارے وہی مطلب ہے دہن میں	״
اہل ریا کا ظاہر و باطن کہاں ہے ایک	دلمیں صنم بغل میں کلامِ مجید ہے	״
فروغ ظاہری کو داغ روشندل سمجھتے ہیں	چراغ بادہ اے آتش نہ ہو محتاج روغن کا	آتش
دنیا کے لئے ہیں ہمارے دھندے	ظاہر ظاہر ہیں اور باطن گندے	اسمٰعیل
ہیں صرف زباں سے خدا کے قائل	دل کی پوچھو تو خواہشوں کے بندے	״
باطن کو بھی صورت ظاہر پہ کر قیاس	انگور میں شراب شکر نیشکر میں ہے	״
زبان و دل میں تفاوت جو آدمی کے نہ ہو	صفائی ظاہر و باطن رہے گہر کی طرح	انور
گھر میں تو نہیں بوریا بھی فائدہ کیا شیخ	دروازے پہ لٹکانے سے بانات کا پردہ	بختاور
اہل صورت کو کمال باطنی حاصل کہاں	قابل نشو و نما کب ہے چمن تصویر کا	تسلیم
کم نہیں شیشۂ ساعت سے ابنائے جہاں	صاف ہیں ظاہر میں اڑتی ہے دل باطن میں خاک	״

ظلم

بقدر حال ہیں قوت میں سب غریب آزار — اسیر
دہن کو دانت ملے آسیاب دانہ ہوا
روز ازل سے قسمت ظالم میں ہے زوال — "
کس دن جوان تھا کہ فلک پیر ہو چلا ہے
بس دن ہے مال مفت کھا کر سکندر اعظم — "
سمجھو نہ ظالم سے ایک دن سے فیض کو
کرے ہوگا جسم فن میں موذیوں سے غریب — "
حاجت ہے زنبور سے ہم نے عسل پایا تو غریب
خانۂ زنبور سے ظالم سے ہیں شامل نہیں — "
ظالم اہل ظلم کے ہیں مجرم خانۂ زنبور کا
ہوں غارت گری ممکن کر موذی ہے جہاں — "
لذت سے غم کہاں ابن زنبور کا
زنبیل سے خالی نہ پایا شہد سارا عذاب — "
جو بناوے کبھی ہو بڑا زینہ جو نیاز
جو بڑا ہے معمار سے ہے نہیں قابل جم — "
صاحب ظلم کا افلاس کی عمر باقی ہو
دل ایسے ہی کو تیغ سی ہو بڑی بیت ظالم — "
اپنی ہے بیٹے سے تیغ ہمیشہ سے زنجیر
ٹوٹ دے زمین سے مارنے کی بات نہیں — "
ظالم ہے ظلم فلک دم مارے ہے رضا انداز
رات دن اپنا وظیفہ ہے ظالم کی

باطن کو لوث حرص و ہوا سے تو پاک کر — سعید
ظاہر کی سود مند ولا شست و شو نہیں
ظاہر و باطن رہے انسان کا ہر دم یکساں — سراج
فائدہ کیا صاف منہ پر اور کدورت دل میں ہو
دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے — عاشق
ایسی الفت سے ہم کو نفرت ہے
عاشق یہ قول شاعر صادق بیاں ہے سچ — "
جن کے دلوں میں فرق ہے ان کی زبان پر فرق
صاف جوں آئینہ منہ پر کہو جو دل میں ہو — "
پر یہ اچھی نہیں ہر بات میں عیار لپیٹ
ظاہرا صوفی مگر باطن سیاہ — فوق
فوق تیری پارسائی دیکھ لی
ایک ظاہر و باطن ہے ہمارا اے قدر — قدر
چشم بیخواب ملے یا دل بیتاب ہیں
بر میں ہے جبہ و دستار مگر دل میں فریب — محب
دانت کھانے کے ہیں یہ اور وہ دکھانے کیلئے
خس ظاہر پہ شرف رکھتا ہے خس باطن — "
پھل اچھا ہے وہی جس میں خوش آئے گوشت
کیا لباس ظاہری کی اصل یہ بے اصل ہے — مہر
جب طمع اڑ گیا تو صاف تانبا کھل گیا
تم غم کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دو کبھی — "
غم کا خیال ہیچ ہے اور غمگسار ہیچ
شخص ظاہر ہیں کا بد باطن کا یہ احوال ہے — منتہی
گھر کے اندر ہے اندھیرا اور باہر سفید
اہل بصر کو جلوۂ خالق یہ ہے نظر — مصحفی
صورت پرست محو تماشائے خلق ہے
خدا دیتا نہیں انساں کو حسن ظاہر و باطن — مضطر
بری ہوتی ہے سیرت جنکی صورت اچھی ہوتی ہے
صاحب معنی سے کیا صورت پرستوں کو مثال — مسکین
شیر قالیں اور ہے شیر نیستاں اور ہے
شیشۂ ساعت کی صورت منہ پہ ملتے ہیں حسود — "
ہے کدورت دل میں گو ظاہر میں ہیں بسیار صاف
جو آدمی ہے ظاہر و باطن میں فرق ہے — ناسخ
خوبرو نہیں وہ کبھی زشت خو نہیں
خوار جو ظاہر میں ہیں ان کو حقارت سے نہ دیکھ — "
کیمیا گر پھرتے ہیں اکثر گدا کے بھیس میں
صورت نے کبھی غیبت میں دم نہ ماریں گے — نسیم
صاف جو ہوگا دل کا وہ کہے گا منہ پر
ٹیم ٹام آئینہ کی جو ہے وہ سب منہ پر ہے — وقار
عالم ٹھو کے سوا گھر میں مگر کچھ بھی نہیں

ظُلم

غم کسی کو نیش زن کے مرگ کا ہوتا نہیں — اسیر
کون روتا ہے جہاں میں مردۂ زنبور پر
ارباب ظلم گردش و پستی نصیب ہیں — "
گرداب میں نہنگ تو اژدر ہے غار میں
جو ظالم ہیں جہاں میں پھولتے پھلتے نہیں ہرگز — "
کبھی امید سر سبزی نہیں ہے چوب دار کو
ہیں جو ظالم فتنہ ہو جاتے ہیں افزایش میں اور — "
باڑھ کر دیتی ہے خونریز جہاں تلوار کو
سخت دل کی بعد مرنے کے بھی ہے مٹی خراب — "
کب کفن دیتا ہے کوئی کشتۂ فولاد کو
ظالموں سے نہیں رہتا ہے زمانہ خالی — "
روز جلاد نیا آتا ہے جلاد کے بعد
خونخوار کو عروج ہے ذلت کا سامنا — "
شہ پر کھلے جو باز کی ٹوپی اتر گئی
قدم قدم ہی آتی ہے خاک سے آواز — "
گڑیں گے مجھ میں جو کرتے ہیں پائمال مجھے
موذیوں سے بھی خدا چاہے تو ہو جاتا ہے نفع — "
شہد ملتا ہے جہاں کو خانۂ زنبور سے
سلوک خاک کریں گے بھلا یہ ظلم شعار — "
کسی نے دیکھی ہے کوڑی کٹار سے باہر

ظلم کی قوت بنا دیتی ہے انساں کو شریر
جتنے اہل ظلم ہیں سب ایک ہیں خرد و بزرگ
شریک صحبت ظالم کو خوفِ ظلم نہیں
بیجا ہے اہل ظلم سے امید فیض کی
زیر زمیں بھی ظلم فلک سے نہیں نجات
اوج فلک سفلہ ہے بیداد گروں سے
دیتا ہے ظالموں کو فلک دولت جہاں
یہ زور ظلم نہیں عقل کی ہے کوتاہی
جو سنجیدہ ہیں اون کو کام کیا ایذا رسانی سے
جو رنج دے اسے حاصل ملال ہوتا ہے
رعیت کو ستانا بادشاہوں کو نہیں لازم
نہ دیکھا سخت طینت کو کبھی سرسبز دنیا میں
ظالم کو سعی سے نہیں بحر جہاں میں نفع
پھل کسی ڈھب کا نہ توڑ انشاؔ کسی کو دکھ نہ دے
سایہ میں جس درخت کے آرام پائیے
کہا مان اچھا نہیں ظلم بے جا
ظالم کبھی سرسبز جہاں میں نہ ہوا
کیونکر نہ سر شمع کو کاٹے گلگیر
ظالم ظلم و ستم بہت بے جا ہے
لیتا ہے خدا سخت دلوں سے بدلا
انسان کی زمام ہے خصلت کے ہاتھ میں
بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت
یہ ظلم سارے ہیں چند روزہ ہی ایکدن انتقام کا بھی
کہو قاتل سے کہ سر کاٹ کے مغرور نہ ہوں
سخت طینت کے لئے راحت زمانہ میں نہیں
آدمی سنگدلوں پاس نہ حاجت لے جائے
بیدرد ہیں وہ لوگ جلاتے ہیں جو کہ دل
رحم بے رحموں پہ آتا ہے مقام صبر ہے
ظلم کا جن کو علاقہ ہے عجب ان سے نہیں
ظالم جگر جلوں کے تظلم سے خوف کر
دنیا ہی میں نتیجہ ظلم و ستم ہوا
کشت امید سے ظالم کو نہیں کچھ حاصل
کب پھولتا نہیں ہے مال ستمگر کو اور کا

ربط یکاں نے کیا خونریز عالم تیر کو — اسیر
موڑ ہاتھ آیا ہے نیزے کے برابر تیر کو — ״
شکار تیر کسی دن کمان کا زاغ نہ ہو — ״
کوڑی کٹار کی نہیں ملتی فقیر کو — ״
مردوں کی چھاتیوں پہ ہے پتھر دھرے ہوئے — ״
اڑتا ہے یہ پیر اور مریدوں کے پروں سے — ״
بندوق جو جہاں میں ہے صاحب خزانہ ہے — ״
فلک پھرے لئے ہے سدا ناپتا زمین ذرات — ״
کیا حملہ نہ شاہین تر ازو نے کبوتر پر — ״
کہ خار چھبتا ہے جب پائمال ہوتا ہے — ״
جو ہوں صحت سے اعضا روح کو آرام ملتا ہے — ״
شگوفہ پھولنے پاتا نہیں دیوار آہن پر — آتش
ممکن نہیں کباب جو مچھلی کا شست کھائے — ״
تا دعا تجھ کو کریں سب پھول پھل یاں باغ میں — انشاء
کیا ظلم ہے کہ اس کے ہی اثمار توڑیے — ״
ارے دل دکھانا برا ہے کسی کا — انجم
ملتا ہے ضرور نیک و بد کا بدلا — امجد
گردن پہ ہے اس کی خون پروانوں کا — ״
انسان کے لئے نرم دلی زیبا ہے — ״
دُر ہونے سے قطرہ کا جگر سفتہ ہے — ״
اہل جفا کو چین کہاں بے جفا کئے — اسمٰعیل
نہیں کام آتی دلیل اور حجت — ״
آمیر حمام گرم کریں فقیر کا جھونپڑا جلا کر — آمیر
اپنے سر کو بھی تہ خنجر قاتل سمجھیں — ״
چشم بادام آشنا ہوتی نہیں ہے خواب سے — انور
شکم گرسنہ پر باندھے پتھر نیٹھے — بحر
اشکوں سے ہم بجھائیں گے کسی کا جو گھر جلے — ״
میں نہیں کہتا خدا پہنچے مری فریاد کو — ״
جان عالم زر ستانی کے عوض میں کھینچ لیں — ״
گلخن دہان داغ ہے شعلہ زبان داغ — ״
پتھر کے بن گئے یہ بتوں کا جنم ہوا — ״
خرمن ماہ سے کب چرخ نے دانہ پایا — برق
بیکار زیر چرخ غذا آسیا کی ہے — ״

ظلم

یہ جو پروانہ کو مار کر کوئی پتا ہے کنگار — بیان
رو سیاہی اپنی رو رو کر عبث دھوتی ہے شمع
ظالم کو دل آزاری سے ہر دم ہے سروکار — پرتو
بے رحم کبھی رحم نہیں کرتے نظر پر
جو معاون ظالموں کا ہے اسے راحت نہیں — ״
تیز ہوتی ہے چھری تنگ فساں گردش میں — نسیم
اوج سے اپنے پشیمان رہتے ہیں بیداد گر
سر نگوں پایا ہمیشہ چرخ بے بنیاد کا — ״
ستمگر کو نہ دیکھا پھولتے پھلتے زمانہ میں
ہمیشہ بے ثمر شاخ کمان و تیر ہوتی ہے — ״
ستمگر داشتہ دل سے سدا محروم رہتے ہیں
نہ پھولا باغ عالم میں کسی دن غنچہ پیکاں کا — ״
ظالم نہ دیکھے دہر میں ہم نے کبھی نہال
ہنستے ہی رہتے ہیں لب سوفار رات دن — نوبتی
دیتی ہے تکلیف ظاہر کو بھی آزار کی
اشک خوں روتی ہیں آنکھیں بارہا تلوار کی — ثاقب
موذیوں سے ہو اگر اپنوں کو بھی راحت نصیب
بچہ عقرب نہ نکلے رحم مادر پھاڑ کر — ״
قید سے ظالم بھی کب آزاد ہے
دام فکر صید خود صیاد ہے — ظلم داراً

لے بھرتا ہی۔

ظلم

ہرگز نہ ہوئے سخت طبیعت سے نتیجہ
سرسبز نہ ہو خاک میں زنجیر کا دانہ — مصحفی

کرتا ہے جو پلید غریبوں پہ جور و ظلم
بیٹھے ہی جی وہ موذی و شیطان ہو گیا — محب

منعم نے بنا ظلم کی رکھ کر گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہے گا — میر

پودا ستم کا جس نے اس باغ میں لگایا
اپنے کیے کا ثمرہ اس نے شتاب پایا — ،،

ڈر ظلم سے کہ اس کی جزا بس شتاب ہے
آیا عمل میں یاں کہ مکافات ہو گئی — آہ

ستاتا ہے جو اوروں کو وہ خود گردش میں رہتا ہے
نہیں پوشیدہ ہے یہ رنگ فلاخن کا — مضطر

کسی کے حال پر ستم تو نہ کر ڈر ستمگر خدا سے
کہ دو چار دن ہی میں مکافات والے — ناسخ

کیوں ستاتا ہے ہم غریبوں کو
ارے ظالم ذرا خدا سے ڈر — نظامی

چشم دل کو ظلم کی عادت بنا دیتی ہے کور
دیکھ بینائی نہیں ہے دیدۂ سوفار میں — نیر

پیش جاتی نہیں ہرگز کوئی تدبیر ظلم
کام جب آن پڑا ہے زبردستوں سے
بے چوں و

ظُلم دارا پہ نہ کرتا تو سکندر ہرگز
زیرِ دستوں پر تعدی ظلم ہے اپنے لئے
عمر ظالم کی کم نہیں ہوتی
اتنا تو اے فلک ہو کہ وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں
یہ سچ ہے جو کسی کا دِل جلاؤ سے[1]
بے درد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے
کب اپنے ظلم سے ظالم امان پاتا ہے
غریبوں پر نہ کیجئے جور گر خوف خدا بھی ہے
ظالم کو نہیں ملتا ہے آرام جہاں میں
ظالم جو ہے کبھی نہ کبھی نامراد ہو
ظالم اپنی سختیوں سے آپ اُٹھاتا ہے شکست
بزم عالم میں نہ ہو ظلم سے زینت ای شمع
وبال جان ظالم عاقبت ہے فعل ظالم کا
ظالم کو خدا نے نہ دیا ظرف حیا کا
وضع ظالم کی درستی ہے اجل کا دھوکا
آفت قہر الٰہی سے بھی ڈرا اے غافل
توانائی نہیں اس میں ستائے ناتوانوں
جو کہ ظالم ہیں سزائے ظلم سے بچتے نہیں
ظالم کو نہیں حاجت اسباب ستم کچھ
جو ظالم ہیں ہمیشہ نطق سے بے بہرہ رہتے ہیں
چار دن زیست کے بے لطف نہ کر اے ظالم
ظالم نہ اختیار پہ مغرور ہو کبھی
ڈرتے رہو شکستہ دلوں کے ستانے سے
خاک میں مجھ کو ملا کر بچ رہے گا کیا فلک
ثمرۂ عشرت سے ہیں محروم خونخواران دہر
دل کسی کا دکھے نہ کر وہ بات
دِل کے دُکھانے کا ہے نتیجہ بہت بُرا
خوش نہ ہو او حرام خور اصلا
پسے ہیں خاک نشیں اہل اوج کے ہاتھوں
آتی ہے سنگ دلوں کو کب کڑی باتوں کی تاب
پامالوں سے ہے رتبۂ ظالم یہاں بلند
اے سنگدل تو خوف کر و گھر ہے خدا کا
ہم اپنی خود نہیں حالت تباہ کرتے ہیں

تشنہ لب چشمۂ حیواں سے نہ آتا واپس
میں پریشان ہوں تو کیا افلاک سرگرداں نہیں
فرق آتا نہ چرخ گرداں میں
جو پھول توڑتے ہیں عنادل کے سامنے
وہ دل ہی دل میں داغ اس کا اٹھائیں[2]
ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے
ستم سے رہتا ہے کب صاحب ستم محفوظ
مجھے ڈر ہے کسی دل سے مبادا بد دعا نکلے
چکر میں سدا چرخ جفا کار ہے دن رات
ہوتا نہال ظلم کبھی بار ور نہیں
ٹوٹنے کا خوف ہے فولاد کی شمشیر میں
سُرخ ہوتا دہن غنچہ گلگیر نہیں
ستم ضحاک کا باعث ہی اقبال فریدوں کا
دیکھو نہیں رکھتا ہے شکم جیم جفا کا
مانع ظلم کبھی راستی تیر نہیں
ناتواں کو نہ دے رنج توانائی میں
کسی ذی روح کی بے جاں نہیں یہ کام انساں کا
شمع کا سر کاٹ کر کالا ہے منہ گلگیر کا
محتاج فسان کی نہیں شمشیر نظر ہے
زبان تو ہے نہیں گویائی پر خار بیاباں میں
کون دنیا میں سدا آیا ہے رہ جانے کو
کیا چار دن رہی جو حکومت یزید کی
دِل اِس صدا سے ہلتا ہے عرش عظیم کا
ایک دن ظالم سزا اپنے کئے کی پائے گا
سبز کب بادِ بہاری سے درخت دار ہو
کام کی بات ہے تو بات ہے یہ
ظالم صدا نہیں ہے خدا کی جریب میں
ظلم کا مال جمع کر کر کے
زمین نشانہ ہے آفات آسمانی کی
جو کہو وہ کوہ سے پھر کر ملے الٹا جواب
دیکھو زمین پست ہے اور آسماں بلند
اچھا نہیں گر تم نے دُکھایا مرے دل کو
کوئی ستاتا ہے تب آہ آہ کرتے ہیں

ثاقب، جویا، ،، ، جلیل، حسن، داغ، سرور، سوز، شہید، شیر، صابر، ،، ، ،، ، ،، ، ،، ، عرش، عیش، عاقل، ،، ، ،، ، عالم، عاشق، ،، ، غافل، فیض، ،، ، فدا، ،، ، قدر، ،، ، ،، ، مسکین، ،،

۱؎ جلائے ۲؎ اٹھائے۔

بے جرم و خطا جس ظالم نے مظلوم ذبح کر ڈالا ہے	اس ظالم کے بھی لہو[1] کا پھر بہتا ندی نالا ہے	نظم
جو نازاں مردم آزاری پہ ہو اس کو یہ دو مژدہ	اجارہ چیونٹیوں کو مل گیا گور کہن کا	ناسخ
سخت دل جو ہیں انہیں محروم رکھتا ہے فلک	بیضۂ فولاد سے بچہ کہاں پیدا ہوا	"
خار خونخوار ہیں باغ جہاں میں ہم نصیب	موسم گل میں شگفتہ غنچۂ پیکاں نہیں	"
ہو خاک کوئی منعم ظالم سے منتفع	حلقوم آب تیغ سے ہوتا ہے تر کہاں	"
فیض ظالم سے نہیں پایا کسی نے غیر ظلم	آب دہقاں سے بھلا کیا کشت دہقاں سبز ہو	"
ہے بکو کاری عبث اے بانیٔ بنیاد ظلم	فائدہ حجاج کو کیا کعبہ کی تعمیر سے	"
اے شیخ دگبر سبحہ و زنار توڑیے	پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑیے	"
اہل ستم ستم سے نہ باز آئیں گے کبھی	خونخوار یاں ہیں صورت شمشیر دم کیساتھ	"
مردم خونخوار ہیں کیا مال پیش اغنیا	قدر لوہے کی بھلا ہو خاک زر کے سامنے	"
ہیں جوانی میں جو ظالم ہو گئے ظلم پیری میں	کوئی جز مار کہن سال اژدہا ہوتا نہیں	"
جہاں میں سنگدل سے ہوتی ہے راحت کسی حاصل	نہ ہووے تشنہ لب سیراب ہرگز آب آہن سے	نساخ
سنگدل سے رفع ہووے کیا کسی کی احتیاج	کار سیم و زر نکلتا ہے کہاں فولاد سے	"
جہاں میں سنگدل سے ہوتی ہے راحت کسے حاصل	کہ دفع تشنگی کا کب اثر ہے آب آہن میں	"
زنہار جور پیشہ نہ ہو اے ستمگرو	سمجھو کہ ایک روز پئے زینہار ہے	نشاط
دیکھ لے گلزار عالم میں ہے کم ظالم کو عیش	پھول کتنے ہیں سپر میں ایک پھل تلوار میں	وزیر
جہاں فروغ ہے وہاں موذیوں کو دخل نہیں	نہیں ہے چشمۂ پر نور آفتاب میں سانپ	"
حق پرستی کا اگر ہے دعوے	بے گناہوں کو ستایا نہ کرو	ولی
ہم تو چیونٹی کو بھی تکلیف نہ دیں تا مقدور	کون وہ لوگ ہیں جو دل کو دکھا دیتے ہیں	وہبی
ظلم پوشیدہ ہے اس کا جس کو حاصل ہے فروغ	ایک دن دیکھا نہ آغوش فلک میں تیر کو	ہوش
اٹھا کے سر جو چلے دہر میں ستم پیشہ	فلک کی طرح نہ کیونکر وہ شرمسار رہے	"
ظلم جو کرتا ہے عالم میں وہ ہوتا ہے ذلیل	خم نہ پائے شمع پر کیونکر سر گلگیر ہو	"
جتنے ظالم ہیں شعار ان کا ہے عالم میں نفاق	ہم جدا پاتے ہیں عالم میں حروف دار کو	"
سمجھ لے خانۂ ظالم خراب ہے آخر	بدی ہی کرتے ہیں مذکور ظالموں کے بعد	ہمدم
ظلم پر باندھی جس انساں نے کمر	عہد میں اس کے ہو کوئی شاد کیا	یکتا

عاجزی

توبہ نیاز مند سے کب عذر ہو سکے	اے بے نیاز سے سر تسلیم خم ہوا	آصف جاہ
تری کنہ حقیقت کو نہ پہنچا	مقدر سے سوا ہے نارسا دل	"
پسیجے گا دشمن سے دشمن کا دل بھی	کرے منتیں گر کوئی پاؤں پڑ کر	اشک
عجز بندوں کا کیوں پسند نہ ہو	کہ یہی تو خدا کے گھر میں نہیں	امیر
خدا بھی عاجزوں کی عاجزی سنتا ہے محشر میں	بڑی سرکار میں دربار میں یہ عذر چلتا ہے	

عاجزی

کی عاجزی جو ہم نے گئی سرکشی نفس / یہ دیو اس لباس میں تسخیر ہو گیا	ابر
غرور و عجز میں صاحب کمال ہوتا تھا / جو بڑھ کے بدر تو گھٹ کر ہلال ہوتا تھا	"
عبودیت انساں کا ہے کمال / کہ حق بندگی کا ہے عجز و نیاز	شراب
تراب آدمی کی صفت عجز ہے / نہ کرنا کبھی کبریائی کی بات	"
سر کا جھکانا داخل طاعت ہے / دیکھو رکوع کو کہ شریک نماز ہے	توفیق
قدرتی ہے ابروئے تسلیم کی مثل خم / ہنر کوئی نہیں	نسیم
ذرہ ایسا بے حقیقت ہے مگر کچھ ہراس نہیں	ثاقب
نہیں ہے دولت دنیا تو کچھ ہراس نہیں / ہمارے پاس وہ ہے جو خدا کے پاس نہیں	جلیل
کمال شکر کی جا ہے کہ ہے کمال ہمیں / کہاں مایۂ ناز و غرور ہوتا ہے	جلال
اہل نخوت سے یہ بولی عاجزی / مدعی تیرا ہے دعوی چند روز	یونس
وہی ہے اہل تواضع جو ہے سبب بھی جھکے / وگرنہ یوں تو ہے خم ہر گل بار وراں کی شاخ / ہر حال میں	

[1] لہو

عاجزی

مضطر کو ہے عنایت خالق کا آسرا
ہوگا کبھی تو خوبیٔ کردار پہ گھمنڈ
ہو تو اپنے شمار کن میں ہو
عیب آئے نہ کچھ ہنر آ سکے
قریب آگئی کوئی دل شکستہ سے
عجیب کام دیا دل کی انکساری نے
ہے کام ناریوں کا بیاں کرنا سرکشی
پتلے ہیں خاک کے ہمیں زیبا نہیں گھمنڈ
مثالِ خاک ہو پامال راہِ خلق اے صبر
رکھے ہے دل میں اگر قصد سرفرازی کا
وقار عیب کو اپنے ہنر کے تو رکھ
ہیں وہ نہیں ہوں کہ ہوں نقص کمال اپنا
سر جھکا تو بھی تواضع کو ذرا کچھ سرکشی
قلم ہوا ہے قلم تواضع کے لئے محراب کا
اسے ہوش ہے یہ ہم سے نہ بے ابتہ عمل
اک بندۂ ذلیل ہوں میں بے نیاز کا
دکھائی مجھ کو میری عاجزی نے خوبی شہرت ہی
تو تاج خاک ری زینت افزا ہوگئی سر کا
ہے کار عقل خاک نشینی جہان میں
ثابت اسی دلیل سے ہیں ہوش نقش پا

عبادت

مضطر
"
"
"
"
صبر
ہاتف
ہوش
"
"

ہر حال میں ہے باعث عزت فروتنی
بندوں کے حرف عجز ہیں اللہ کو پسند
کمال ہوتا ہے ہر ایک کو عاجزی سے حصول
عجز و نیاز کا ہے کیا شیوہ اختیار
خدا کا رستہ چلو صفا ہے اوبے سر کو جھکا جھکا کر
عاجزی اہلِ ریاضت کی خدا کو ہے پسند
گرہ کشودِ کارِ جہاں کیا بعید ہے
چاہیے سب سے عجز اے سید
ششدر رہوں امتیاز و خطا و صواب میں
انہیں کی آبرو ہے جن کا ہے افتادگی شیوہ
محقق اگر علم حق کا ہے تو
جو بندے خاص ہیں تیری زباں پر انکی جاری ہے
سب کا نیازمند ہوں مجھ کو نہیں غرور
داورِ محشر نے پوچھا بھی نہ روزِ بازپرس
زر مجھ کو ملے لاکھ گلستاں جہاں میں
افتادگی سے خاک کو حاصل ہوا سکوں
ہم بتا دیں تم کو کیا ہے عز و شانِ عاجزی
جس میں ہوگی عاجزی ہوگا وہی ہر دلعزیز
ہے شرافت جبین کرتا ہے وہی اس کو پسند
دوستانِ حق نے رکھا ہے اسے دل سے عزیز
اس گلستاں میں ہمیشہ رہتی ہے فصلِ بہار
ایک دن یہ اوج پر پہونچائے گی بیشک تمہیں
نہ چھوڑو عاجزی کو زندگی تک اپنی تم عاجز
عاشق امید عفو کی ہے انکسار سے
عاشق جھکائے رکھیو جبینِ نیاز کو
بر لا مرادِ بخشش عاصی کی اے خدا
گرچہ ہم نہیں قابل تری رعایت کے
جھک کے ہر ایک سے ملے کام میں ہر ایک کے آئے
فوراً دعا قبول ہوئی اضطراب میں
شیوۂ عاجزی نہ چھوڑ اے فیض
حد سے بڑھ کر عجز بھی کرتا ہے انسان کو خراب
جو چاہے رحمتِ حق عجز کر شعار اپنا
جھکے رہنے سے گردوں کے کجی گردوں کی ظاہر ہے

پھولے وہی شجر جو خزاں میں قلم ہوئے
مجرم جو منفعل ہو خطا کچھ نہ پوچھئے
جبیں پہ ماہ کی ہے داغ جبہ سائی کا
جب سے نشان ہم نے خودی کا مٹا دیا
مثالِ نقشِ قدم ہو تم غرورِ ہستی گرا گرا کر
سر جھکے ان کے جہاں واں خانقاہیں ہوگئیں
خوئے نیاز بابِ امل کی کلید ہے
تو ہے کیا تیرا مرتبہ کیا ہے
مالک سوالِ رحم ہے تیری جناب میں
گہر بنتا ہے گرتا ہے جو قطرہ ابرِ نیساں سے
ہے لازم تجھے عجز کر نا نہ لاف
کہ ہم سے حق ادا ہوتا نہیں تیری عبادت کا
خدمت گذار ہوں میں صغیر و کبیر کا
سربلندی ہوگئی حاصل مجھے تجھ سے
میں گل کی طرح جامہ سے باہر نہیں ہوتا
آسودگی نتیجہ ہے عجز و نیاز کا
ہے پسند ایزدِ برتر بیانِ عاجزی
سب کو محبوب اور پیاری ہے زبانِ عاجزی
دل شریفوں ہی کا ہوتا ہے مکانِ عاجزی
ہو بیاں کس منہ سے کیا ہے عز و شانِ عاجزی
کیا تجھے خوفِ خزاں ہے باغبانِ عاجزی
نردبانِ اوج ہے عاجز بیانِ عاجزی
کہ اچھے کام کا اچھا نتیجہ ہو ہی جاتا ہے
مغرور ہو نہ طاعتِ پروردگار پر
رتبہ بلند ہے سرِ عجز و نیاز کا
آخر گدا تو ہم بھی ترے آستاں کے ہیں
ہمارے عجز کا کر پاس التجا کا لحاظ
ہو جو غربت میں بھی تو لطفِ وطن کا آئے
کام آیا گڑگڑانا خدا کی جناب میں
یہ وہ شئے ہے نہیں خدا کے پاس
کی اسی نے سرکشی جس سے بہت جھک کر ملے
رواں ادھر کو ہے پانی جدھر کو پانی ہے
سمجھتا ہوں خم شمشیر میں تسلیم دشمن کو

جویا
جوش
جوہری
حسین
خاموش
سغیر
"
سید
سراج
سخن
سالک
شایق
"
صابر
طاہر
عزیز
عاجز
"
"
"
"
"
عاشق
"
"
"
عادل
فدا
فیض
قلق
گویا
"

عبادت

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دیداس کی ہی کرو جس نے بنایا سب کچھ	نہ کہ ہر لحظہ فدائے گل و شمشاد رہو	انشاء
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے	او بے خبر! کی تمنا بھی چھوڑ دے	اقبال
رزق ما یحتاج جب دیدے تجھے اللہ پاک	کر عبادت بسر اور سر کو رکھ بالائے خاک	اکبر
خالق کی عبادت سے یہ زینت ہوی حاصل	سجدہ کا نشان ماتھے پہ جھومر ہے ہمارا	″
حق مہرباں ہے اس پر کہ جس نے	صرف عبادت میں کی زندگانی	″
مزد طاعت میں خدا جنت جو بخشے کیا عجب	اہل ہمت بخشتے ہیں محل مزدور کو	اسیر
بندگی خاک ہو جب غیر کو ایذا پہونچے	میں نے پتے نہ پئے سجدۂ داور توڑے	″
چاہیئے مشق ریاضت مرد جوہر دار کو	صاف کر دیتا ہے صیقل زنگ سے تلوار کو	″
آنکھیں جہاں میں ہیں وہی جو ہیں خدا شناس	کہیئے اُسی کو گوش کہ جو حق نیوش ہے	″
چاہیئے سعی اس کے ملنے میں	بے ریاضت خدا انہیں ملتا	انور
کٹ جائے وہ زباں نہ ہو جس سے دعائے خیر	پھوٹے وہ آنکھ جو کہ نہ وقت سحر کھلے	آتش
رہے انسان شب بیدار دنیا کے خزانے میں	مسافر کو ہے اس مہماں سرا کے درمیاں کھٹکا	″
بے رغبتی سے شب کو سحر بھی کیا تو کیا	تاثیر نالۂ شب واہ حسرت میں ہے	اسمٰعیل
دنیا میں رہ کے اس کی عبادت نہ بھولتے	عقبےٰ کا کام کچھ ہمیں بار گراں نہ تھا	آثم
ہیں منفعل خطاؤں پہ زاہد کو زعم زہد	اب دیکھیں کیا پسند ہو اس کی جناب میں	بیدل
دنیا میں بحرؔ کون عبادت گزار ہے	صوم و صلوٰۃ داخل رسم و رواج ہے	بحر
اے بندہ تجھ کو چاہیئے مولا کی بندگی	پیدا کیا ہے جس نے اُسے فکر قوت ہے	تراب
بندگی میں خدا سے پاؤ گے	مدعا جس قدر تمہارا ہے	″
تسلیم و رضا اس کی ہمیں چاہیئے ہر حال	خاوند ہے وہ بندگی ہے کام ہمارا	″
بندگی میں اور اس سے زیادہ کیا ہو نفع و سود	ایک حسنہ یاں کرے کوئی تو واں ملتے ہیں دس	″
اس زمانہ میں ترابؔ اور عبادت معلوم	بس غنیمت ہے کسی سے ہو اگر فرض ادا	″
بھر عمر تراب اس کی اطاعت میں جو گزرے	پھر تو کوئی نعمت نہیں جینے کے برابر	″
بہت امید جنت پر بہت دوزخ کی دہشت پر	کوئی کمتر عبادت خالصاً للہ کرتا ہے	″
بندے تو سب خدا کو خداوند کہتے ہیں	حق بندگی کا کچھ بھی ادا ہو تو جانیئے	″
وہ عبث بندہ نوازی کی رکھے اس سے امید	جس سے مولا کی نہ ہو خدمتگزاری ہائے ہائے	″
ترابؔ اس کی طلب ہے فرض ہم پر	ہزاروں جس سے مطلب ہیں ہمارے	″
جو یہاں طاعت کرے جنت وہاں پائے ترابؔ	آتش دوزخ سے کیا ڈر بے گناہی چاہیئے	″
معشوق تب ایاز ہوا بادشاہ کا	مولا کی بندگی میں جب اس نے خطا نہ کی	″
پیدا کیا خدا نے عبادت کے واسطے	کیوں پیٹ بھر کے کھائے دن رات سوئے	″
عابد نہ کہیو اس کو خدا کے لئے کوئی	مقصود جس کو جنت و حور و قصور ہے	″
بندگی خوب ہوی جن سے خدا کی واللہ	وہی مردان خدا اہل کرامات ہوئے	″

عبادت

شعر	شاعر
تراب اس کو معمر کہو بہت جس نے عبادت کی / غنیمت ہے یہاں جو دم خدا کی یاد میں گزرے	تراب
بندگی سے ہم کو مولائی ہوئی / ہے شرف کیا بندۂ آزاد میں	″
دل سے جو عبادت ہو تو معبود ہے راضی / اخلاص سے سجدہ ہو تو مسجود ہے راضی	ثاقب
حقیقت سے رکوع و سجدہ کی واقف نہیں غافل / یہی زینہ تو ہے معبود تک تیری رسائی کا	″
ما خلقت الجن والانس سے ہے صاف آشکار / جو یہاں آیا وہ آیا ہے عبادت کے لئے	″
صدا سائیں کی لے ثاقب مجھے دل کو پسند آئی / غنیمت جان لے پایا جو دم اللہ ہی اللہ ہے	″
ہے واجب تو جو سرزد اور بندگی / مردوں پہ فرض عین عبادت خدا کی ہو	جنون
فقر و دولت کام دیتے قبر تک اے غافلو / بندگی لازم ہے فکر بیش و کم کیا چاہیئے	جعفر
دنیا کی فکر، عشق بتاں، عیش زندگی / یہ سب ہے پیش طاعت پروردگار ہیچ	جرأت
بندگی میں گردن گردوں جھک گئی / ہو گیا نور خدا سے مطلع الانوار صبح	سرور

ورد و کرہ

لے تمام عمر ۱۲ جے پائے ۱۲

علت

[illegible]

محبوب

ورد کر نام خدا لیل و نہار
کر و حسن عمل کی یاں شمع روشن گور کی خاطر
خلوص دل سے کرے بندگی اگر بندہ
مرگ کا اندیشہ پھر کیا رہ گیا باقی اُسے
تو بندہ ہو کے نہیں حق کی بندگی کرتا
خالق کی بندگی میں ہے دارین کی فلاح
اسجد کے ساتھ اقترب ارشاد اس کا ہی
تم دیر میں نہ پھنکو گر جا میں تم نہ جاؤ
بندگی کی جس کی اس کی مل گیا اس کو خدا
ہوی عمر غفلت میں طاہر بسر
آسماں کے سر جھکانے سے یہ ثابت ہوگیا
سر وہ کس مطلب کا جو سجدہ سے ہو نا آشنا
عاجزوں کی دستگیری میں نہ کر پہلو تہی
دھیان طاعت کا عبادت کا خیال اچھا ہی
گناہ سے پاک ہوا دل صفا ہوئی حاصل
پائیگا نور اجابت مثل خورشید اے عزیز
غدائے بندہ نوازی ہو بندگی ہے یہی
بیدار ہو کہ رات بہت کم ہے زیست کی
ذکر خدا سے غافل نہ ہو تم
سستی ہے جو کہ پڑھتے ہیں وہ کیا نمازیں
کئے لاکھوں برس سجدے ہوا شیطان مگر ناری
غافل خدا کے واسطے کچھ جاگ لے یہاں
دے چلے راہ خدا میں جان و مال اپنا جو دوست
خدا سے لو لگا کر ترک دنیا
روئے خدا کے غم میں پے خندۂ ابد
یہ ہی باعث وصل ذات صمد
مقبول بارگہ ہو ابھی بندگی تو کر
چاہئے لائق کہ جو دولت بیدار نصیب
طاعت سے خدا کو تو نہیں نفع و ضرر
خدا کی عبادت شب و روز صاحب
ہو سکے جتنی کرو تم بندگی
ریاضت میں فنا کر آپ کو اے خاک کے پتلی
عبادت ہی کیا وہ تو جس پر ہے نازاں

مغفرت کا ہے اگر امیدوار
رکھو اجلا چراغ بندگی سے ۔۔۔ اپنی گھر کو
خدا کے بندوں میں ہو جائے نامور بندہ
جس کی گزری طاعت مولا میں ساری زندگی
ذرا تو شرم کر لے مرد بے حیا صورت
بندہ کو حفظ امر و نواہی ضرور ہے
رفعت عزیز ہے تو رہے سر جھکا ہوا
لیکن جہاں رہو تم بس اس سے دل لگاؤ
بے عبادت بے ریاضت کب کسی کو وہ ملا
کرو بندگی اب تو اللہ کی
اہل رفعت کرتے ہیں سجدہ مدام اللہ کا
وہ زباں کس کام کی بھولے جو نام اللہ کا
ہاتھ ابھی چلتے ہیں کر لے کوئی کام اللہ کا
اس کا انجام ہو نیک ۔ اس کا مآل اچھا ہی
عجیب چیز ہے یارب کوئی عبادت بھی
ہاتھ اٹھا کر تو بھی ہنگام سحر سر کھول دے
وہی ہے بندہ جو معبود کو پسند ہوا
اے بخت خفتہ وقت ہی عجز و نیاز کا
اک روز سب کو ہی موت آنی
تو کاہلی کو چھوڑ دے کاہل نمازیں
حقیقت کیا ہماری ہی بھروسہ کیا عبادت کا
پیوستہ زیر خاک بآرام سوئیے
آئے تھے مفلس مگر دنیا سے دولت لے چلے
فدا یہ کارخانہ سب فنا ہے
دنیا کے واسطے تجھے رونا حرام ہے
ریاضت کی راتیں عبادت کے دن
کیا مغتنم ہے قطب یہ عالم شباب کا
رہیو غافل نہ کبھو وقت سحر سے پہلے
بندہ کو ہی ملتا ہے عبادت کا ثمر
جو دل سے نہ کرتا ہو غافل وہی ہو
تا نہ ہوئے حشر میں شرمندگی
مٹے جو راہ مولا میں رہی وہ بے نشاں ہو کر
تو ہے قبلہ رو دل ترا چار سو ہے

سرور
״
״
״
سعید
سراج
شفق
ضمیر
طاہر
״
״
״
״
عاجز
عزیز
عاشق
״
علی احمد
״
״
فدا
״
״
״
فوق
قطب
لایق
محب
مشتاق
مظہر
محبوب
״

اخلاص کے ساتھ ہی عبادت ای مہر	اخلاص نہیں ہے تو عبادت ہی نہیں	مہر
تم اختیار کرو طاعت خدائے کریم	کہ ذات پاک ہے اس کی غفور اور رحیم	”
نہ پوچھ مہر کہ کیا چیز حق کی طاعت ہے	اسی میں خیر ہے تیری اسی میں برکت ہے	”
اس کے سجدے میں وا تو بھی جھکا سر اپنا	جو کہ ہے مالک کونین اسے کر اپنا	مہتاب
نت ہر بھج ہر بھج لے بابا جو ہر سے دھیان لگاتے ہیں	وہ ہر کی آسا رکھتے ہیں ہر ان کی بپتا نبھاتے ہیں	نظیر
جو بھگتی ہیں سو ان کو تو نت ہر کا نام سہاتا ہے	جس گیان ہی سو ہر سے نیہہ بڑھے وہ گیان انھیں خوش آتا ہے	”
ہر نام کے جپنے سو من خوش نیہہ جتن سو رکھتے ہیں	نت بھگت جتن میں رہتے ہیں اور کام بھجن سے رکھتے ہیں	
رکھوا نہ عصبیت نے کہیں کا ہزار حیف	بندہ ہوا اور تابع فرماں نہ ہو تو کیا	نظم
تسبیح اس نے بعد پڑھی بھی تو کیا حصول	سو مرتبہ خدا کو جو بھولا نماز میں	”
چاہیے ہر سانس میں یاد خدا	آئے ہیں بندے عبادت کے لئے	نصرت
خورشید کے پیچھے سے اشارہ ہے کہ عاقل	اللہ کی جانب کو اٹھا وقت سحر ہاتھ	نسیم
وہ کام کر کہ جس میں ہو کل تیری مغفرت	اے بندۂ خدا ہے تجھے اختیار آج	واسطی
اے دل اس باغ میں مت چن گل راحت تو وہاں	پائیگا نخل عبادت سے ثمر خاص الخاص	ہمدم
مالک جو نیک و بد کا ہے اس ذات پاک کی	اب صدق دل سے لازم اطاعت ہوئی ہمیں	”
کارخانوں میں نہ دنیا کے کرو فکر ہزبر	چاہیے طاعت معبود کے سامان کی تلاش	ہزبر
سر اٹھا سجدۂ طاعت سے نہ ہرگز یکتا	سچ کہا ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے	یکتا

عبرت

وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ	اسے دیکھیے اب تو ماتم سرا ہے	آصف رح
مقام نیستی عبرت کی جا ہے ہوشیاروں کو	خبر بعد فنا ہوتی نہیں آسائش تن کی	آحد
آئی صدا یہ قبر سکندر سے بعد مرگ	دیکھا جوان آنکھوں سے عالم تھا خواب کا	”
اب سکندر ہے نہ دارا ہے کہیں	ایک کا باقی نہیں مطلق نشاں	احمد
مل گئے مٹی میں سارے شہریار	اب نہ رستم ہے نہ ہے اسفندیار	”
زندگانی کا مزہ ملتا تھا جن کی بزم میں	انکی قبروں کا اب مجھ کو پتا ملتا نہیں	اکبر
بالائے زمیں پاس سکندر کے تھا سب کچھ	اب جا کے ذرا دیکھیے تربت میں بھی کچھ ہے	”
سر خاک شہنشاہاں عالم کہتی ہے عبرت	قدم رکھے بچا کر آئے جو شہر خموشاں میں	”
پے تسلیم سر جھکتا تھا سب کا جنکے ایواں میں	انہیں کی خاک اب پامال ہے گور غریباں میں	”
پوچھتا ہوں میں جو عبرت سے مآل ہستی	راستہ گور غریباں کا بتا دیتی ہے	”
تماشا دیکھ اکبر دیدۂ عبرت سے دنیا	اجل کی نیند جب آئے لحد میں جا کے سو رہنا	”
ہر خزاں دیدہ ورق کوچ کا دیتا ہے سبق	یہ گلستاں ہے گلوں کا ادبستاں بلبل	”
یہ دیکھتے ہو جو کاسۂ سر غرور غفلت سے کل تھا مملو	یہی بدن ناز سے پلا تھا جو آج مٹی میں گل رہا ہے	”
سمجھ ہو جس کی بلیغ سمجھے نظر ہو جس کی وسیع دیکھے	کبھی یہاں خاک بھی اڑیگی جہاں پہ قلزم ابل رہا ہے	”

عبرت

سحر کو اسی غم میں رو دی ہے شبنم	اکبر
ملے خاک میں گلبدن کیسے کیسے	
ملے خاک میں جن کو خواب مخمل تھا گراں	”
ان امیروں کا جن کو گور غریباں میں بستر ہو گیا	
خاک پر گور غریباں میں ہزاروں بیٹھے ہیں	”
مل گئے خاک میں بن بن کے ایوان بنے بیٹھے ہیں	
خلق میں سیکڑوں ایوان ہو مقبروں میں	”
خاموش سوتے ہو وہ جس کی رانی	
نشاں ہو کہاں ہے وہ ہم سے اکڑ	”
عبرت کی جا ہے اکبر دیکھ ہیں ہم سے والے	
نیچے زمیں کے سوتے ہیں اونچے مکان والے	”
کہ فلک کان فلک وہ صورت کہاں گئی	
کہاں گئے وہ نزاکت کہاں گئی	”
وہ شکوہ کدھر گیا	
دارا کو دیکھیے کہ وہ شجاعت کہاں گئی	”
رستم سے پوچھیے وہ پیچیدگی	
کہتی ہے بادشاہوں کی تربت کہاں گئی	”
وہ جاہ وہ سپاہ وہ حشمت کہاں گئی	
شداد سے پوچھو کہ وہ باغ ارم کہاں	”
قارون سے پوچھیے کہ وہ دولت کہاں گئی	
کہیے حسین کی قبر پہ کانٹوں کی باڑ ہے	”
وہ پھول سا بدن وہ نزاکت کہاں گئی	
پوچھو جو	

عبرت

خانۂ تن کا بھی ہے معلوم منعم کو ثبات
اس قدر مصروف جو تعمیر بام و در میں ہے — اسیر

قیصر و خاقان و کیکاؤس و جم
چار دن سب کی حکومت ہو گئی — =

نادان نہ بھاگ گور غریباں سے اس قدر
آخر تو ایک روز ہے آنا یہیں تجھے — =

منعم فکر عمارت میں ہیں عیش مصروف بالائے سر
[illegible] سب خاک کے پردے میں نہاں — =

کیا اٹھائے جا کے [illegible]
سادہ رو ہو گئے کیا وقت ہے دنیا ہے فنا — =

دیکھتے دیکھتے دم بھر میں موج ہوتی ہے رفتار عمر
ایک دم لازم نہیں اس کو جو ہے فنا — =

طفل جو پیدا ہوا ہے آج جو گہوارہ میں
کل وہی ہوگا جنازہ [illegible] — =

نہ تو وہ تخت نہ وہ تاج نہ وہ بالا
نام باقی فقط اسکندر و دارا کا ہے — =

ہشیار ہو مغرور جہاں [illegible] کی گھڑی
[illegible] عمارت پہ جو لاکھوں کی گھڑی — =

رونا نہیں ہے وقت ولادت بے سبب
رخصت حیات پیرہن شوب خوردہ ہے — دیئے امیر

پوچھو جو نیچے خاک کے سوتے ہیں بادشاہ
شاہ وگدا جہاں میں مالک بس فنا — اسیر
سامان عیش جن کو مہیا تھا کل تلک
مالک جو زندگی میں رہے تاج و تخت کے
مسہری پھولوں کی اس کی لحد پہ آہ نہیں — =
قصر دنیا میں عمارت ہے محل عبرت کا
انقلاب چمن دہر ہے عبرت کا مقام
منزل دل کی خرابی کا الم کیا کیجے — =
دم فنا کیجئے اپنا نفس سرد کے ساتھ
اہل دنیا کی خرابی ہوئی ظاہر مجھ کو — =
ٹاٹ بھی مرقد میں ملتا نہیں کل سر فروش
جنہیں کج کلاہی کا تھا اپنے عزہ — =
عبرت سے بے ثباتی عیش جہاں کو دیکھ
پستی لحد کی یاد ہے ہر وقت اے اسیر
پھر ہوئی عبرت کے دنیا آخرت کا کھیت ہے
حال دنیا عین عبرت ہے اگر ہو چشم فہم
دنیا کا حال دیدۂ عبرت سے دیکھئے — =
ہوئے تلف تاج و تحت کیا کیا مٹے زوال کیسے کیسے
دو پھول بھی چڑھینگے نہ کل ان کی قبر پر
کہاں دولت کہاں حشمت کہاں ثروت کہاں شوکت — =
چشم عبرت ہو تو مردے نہیں کم واعظ سے
عبرت نے کہا بنی جو تربت
عبرت کی جا ہے گنبد گردوں کا انقلاب — =
تکیہ میں جاکے دیکھ تو پست و بلند دہر
اکدن زمیں میں جاکے کرینگے نہ خواب خوش
شاہوں کو کیا ہے خامشئ قبر سے خبر — =
لے گئی گور غریباں میں اجل دونوں کو — =
دنیا کا حال گور غریباں میں دیکھئے
چرخ نے ایسے مٹائے لحد صاحب تاج
کہاں وہ دولت و حشمت کہاں وہ شوکت و ثروت — =
منعم لحد میں طول عمارت سے ہے خجل
آج جو پیدا ہوا کل ہے ضرور اس کی وفات
رخصت اے اہل جہاں سوے عدم جاتے ہیں — =

ان کی وہ اونچی اونچی عمارت کہاں گئی — اکبر
دو گز زمین قبر کے دو گز کفن کے ہیں — ارم
محتاج آج ہائے وہ دو گز کفن کے ہیں — اثر
محتاج بعد مرگ وہ دفن و کفن کے ہیں — آغا
جو سونے والا تھا اے آسماں چھپر کھٹ کا — امانت
جس کا جشن آج ہے کل اس کا یہاں ماتم ہے — "
تھے جہاں گل نظر آتے ہیں وہاں خار پڑے — "
کیسے کیسے خانۂ آباد ویراں ہو گئے — آتش
ٹھنڈے ٹھنڈے طرف گور غریباں چلیئو
نظر آئے جو کہیں گنبد مدفن ٹوٹے — "
خوش نہ ہو گو آج بندہ صاحب اقبال ہوا — "
نہ خاک وہ بھی نہاں ہو گئے — "
دو چار دن ہے خندۂ بادر رکاب صبح
کب ہے مجھے بلندئ ایواں کی احتیاج — اسیر
اڑ گیا پھر رنگ میرا کشتۂ دہقا دیکھ کر — "
شرم عریانی سے آنسو پانی پانی ہو گیا — "
مٹ مٹ گئی ہیں ناموروں کے نشان گور — "
کہاں ہے وہ حشمت سکندر نشان ڈھونڈو کہیں ہے جم کا — "
جن کے گلوں سے لپٹے ہیں پھولوں کے ہار آج — "
کہنے کو کرنہ کیونکر فاتحہ طاق فریدوں پر
مرگ اک دن ہے یہ زندوں کو خبر کرتے ہیں — "
سرحد ہے یہ ملک آرزو کی — "
ہیں گرد باد تربت صاحب کلاہ پر — "
درویش کا ہے پاؤں سر بادشاہ پر — "
بے فائدہ بناتے ہیں منعم مکاں بلند — "
نوبت کا زور شور ہے بالائے بام روز
طاق کسریٰ سے فریدوں سے رہا دور محل — "
کشتے یہ سب غریب اسی بیسوا کے ہیں — "
اب نہ گنبد ہے نہ گنبد کا کلس باقی ہے — "
بجا ہے ورد کو کو قمریٔ طاق فریدوں کو
رکھ کر نہ لے گیا در و دیوار دوش پر — "
تعزیت بھی چاہئے پیچھے مبارک باد کے — "
پھر کے آنے کے نہیں اب کی بہت دور چلے — "

وہی ہم ہیں پڑے ہیں آج تنہا کنج تربت میں	انھیں آنکھوں سے مجمع احباب دیکھا ہے	اوج
گور کسریٰ و فریدوں پہ جو پہنچوں پوچھوں	تم یہاں سوتے ہو کیا حال ہے ایوانوں کا	امیر
کیا رنگ جہاں میں سو رہے ہیں	دو ہنستے ہیں چار رو رہے ہیں	"
پوچھتی ہے قیصر و خاقاں سے عبرت گور میں	کیوں پڑے ہو آج وہ کس بل بدن میں کیوں نہیں	"
لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیرؔ	آئے تھے دنیا میں اس دن کیلئے	"
جس جگہ وہ گز زمیں پائی کھدی سمجھا میں گور	جب نئی دو چادریں دیکھیں کفن یاد آگیا	"
ہے آج جو سرگزشت اپنی	کل اس کی کہانیاں بنینگی	"
گور میں کہتی ہے عبرت قیصر و مغفور کے	کیوں نہیں کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ	"
شوق ہوتا ہے عمارت کا تو مجھ سے عبرت	کہتی ہے گور جھنکا کر یہ گھر کس کا ہے	"
امیر فاتحہ پڑھنے کو کہاں آئے	مزار ہے نہ نشانِ مزار باقی ہے	"
ابھی مزار پر احباب فاتحہ پڑھ لیں	پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے	"
جو کل تھے ساتھ گئے آج کس طرف یارب	کسی کا حال کسی کی خبر نہیں معلوم	"
مجمع تھا جہاں شب کو وہاں صبح کو دیکھا	ہے شمع اکیلی کوئی پروانہ نہیں ہے	اختر
رکھتے جو لوگ ہیں نظر عالی	نہیں عبرت سے کوئی شئے خالی	آزاد
سیکھ لو اچھوں سے اچھی عادتیں	اور بُروں سے تم کو عبرت چاہیئے	افضل
لحد میں سوئے ہیں چھوڑا ہے شہ نشینوں کو	قضا کہاں سے کہاں لے گئی مکینوں کو	انیس
ہوا لگنے دیتی نہ تھی جن کو بلبل	وہی گل جفائے خزاں کھینچتے ہیں	"
کل تلک جن کے تھے ہر طرح کے سامان درست	آج آنکھوں سے انھیں بے سروساماں دیکھا	انور
قبر جمشید پہ جمشید سے پوچھے کوئی	ہے یہاں بھی ہوس دولت دنیا دلیں	"
جس گھر میں رہے نسرین و سمن یا گل و لالہ	اب فسل ابابیل میں ہے ان کا قبالہ	اسمعیل
جن تاروں کے پرتو سے بنا منور	اب ان کا متقابل میں تہ خاک ہو بستر	"
ناقص بھی کاملوں سے کچھ کم نہیں ان سے	سیکھا ہے کاملوں نے کسب کمال کرنا	"
بے ادبوں کی ادب آموزیاں	ان کے بگڑنے نے سنوارا مجھے	"
زمانہ اس سے کرتا ہے آج خار کشی	جو محو سرو صنوبر تھے خانہ باغوں میں	"
وہ مانگ تانگ کے پیتے ہیں او کہہ سے پانی	بھری تھی جن کے لئے مشکبو ایاغوں میں	"
وہ عطر فتنہ سے بستا تھا جن کا پیراہن	میسر اب انھیں روغن نہیں چراغوں میں	"
انھیں یہ گردش ایام کا گرا نزلہ	سمائی بوئے گل و مل تھی جن دماغوں میں	"
بلبلوں کا تھا جہاں صحن چمن میں انبوہ	آج چڑیا بھی وہاں زمزمہ پرواز نہیں	"
جو بنائے تھے کبھی ایوان کسریٰ کا جواب	گردش افلاک سے گرد بیاباں ہو گیا	"
اب دیکھے قبر میں کوئی ان کے بدن کا حال	ملبوس تن بچاتے تھے جو گرد راہ سے	اکمل
چار اینٹیں ہوئیں کس کی نہ محل عبرت	متقیر سے آج سلاطین کے تعمیر بن ہیں	بحر
جائے عبرت ہے کسی کی ایک سی گزری نہیں	آج اگر تقدیر سیدھی ہے تو کل معکوس ہے	"
خاک میں وہ چار بالشت حکومت مل گیا	چار تختوں کے لئے وارا ہے کیکاؤس ہے	"

عبرت

موت کے ہاتھوں پڑے ہیں خاک پر بچھڑے ہوئے / دیکھ یہ رستم ہے یہ سہراب ہے یہ طوس ہے	بحر
چشم عبرت سے نظارہ کیجئے باغ و بہار / گل کے خرمن آج ہیں کل ڈھیر ہیں خاشاک کے	"
یہ بات سچ ہے کہ دنیا مقام عبرت ہے / کہ خواب دیکھتے ہیں جب خیال کرتے ہیں	"
چشم عبرت سے حبابوں کو ذرا دیکھو بحر / ... محل کرتے ہو بنیاد و عبرت	"
دار فانی میں ... تھا اپنی مسند پہ / جن کو تکیہ تھا کہ بوریا نہ ملا	"
ان کو دیکھا کہ ایک دن برباد ہے / فغفور سنگین عمارت ایک مرمر از گئی	"
دیکھ لینا چیز ہم ساتھ نگ زمانے کا انقلاب / عبرت کا ہے مقام لحد بادشاہ کی	"
تکیہ فقیر کا ہے نہ ماں پہ کچھ یاد آیا / خانہ دہم کا ہو ایک دری کا ٹکڑا	"
فرش مرقد نہ ہو ... / جان دیتے ہو عبث پختہ عمارت کیلئے	"
لوح مرقد کو بھی ہو گا نہ میسر پتھر / کیا جلد ہے روانہ ملک عدم حباب	"
ہے چشم دور بیں کے لئے جام جم حباب / ہو گئی تو ...	"

عبرت

کل تھے جہاں شگفتہ وہاں خار رہ گئے
بجتے تھے ہوتے کہیں کہیں آثار رہ گئے
وہ لب جو زندہ کرتے تھے مردوں کو کیا ہوئے
سحر آفریں وہ چشم فسوں کار کیا ہوئے
ہوتا تھا جن کے رنگ ادا پہ چمن نثار
وہ گلفشانی لب گفتار کیا ہوئے
محشر خرام وقد بالا کہاں گئے
وہ فتنہ خیز شوخی رفتار کیا ہوئے
افسوس اب وہ مجمع احباب کیا ہوا
افسوس اب محبت اغیار کیا ہوئے
مثل شمع سحر اٹھ گئے وہ لوگ
دم بھر میں جن کے دم سے تھی رونق محفل ہزار حیف
فریاد و بیکسی کی صدائیں ہیں اب بلند
تھا جن سے پر چمن شور عنادل ہزار حیف
بیکار ہیں پڑے ہوئے وہ ہاتھ خاک پر
کھلتے تھے جن سے عقدہ مشکل ہزار حیف
کیا ہو گئے وہ قصر وہ ایوان کدھر گئے
وہ عیش وہ نشاط کے ساماں کدھر گئے
ویرانیوں نے ڈھیر لگائے ہیں خاک کے
وہ گل کہاں ہیں اب وہ گلستاں کدھر گئے

حسرت

توفیق ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

ہوگئی توڑ کے کوٹھے کو گریزاں دولت
اسپ چوبی پر نہ چڑھنا ہو جسے انجام کار
وائے اے حکام دنیا کچھ خبر اس کی نہیں
طاق کسریٰ نہ رہا قصر فریدوں نہ رہا
ذرا تو سوچ اے غافل رہیگا شادماں کب تک
انھیں سوکھے ٹکڑے بھی ملتے نہیں ہیں
پھولوں کی سیج جن جنھیں آرام ہی تھا
نہ ایوان شاہاں نہ گور غریباں
خدا کا ہے کیا قہر ہندوستاں پر
نیند آتی تھی نہ کل جنھیں آغوش یار میں
جیتے سب شان بھی مرکر بجائے تخت و تاج
زندگی تک جلوہ اہل دول ہے دہر میں
جز مشت خاک خاک نہ ہاتھ آئی بعد مرگ
رکھتے نہ تھے جو قاقم و سنجاب پر قدم
چادر گل شمع بالیں کس لئے تسلیم اب
وہ تکلف اب کہاں جب ہوئے پیوند خاک
وائے قسمت بعد مردن گور اہل قصر پر
یہ لب گور سکندر سے صدا آتی ہے روز
آنکھوں کے سامنے سے جو ہٹتے نہ تھے کبھی
رہتے تھے جو نگاہ تمنا میں رات دن
سوتے ہیں فرش خاک پر اہل غرور و ناز
بچھتی تھی جن کے واسطے ہر سو بساط عیش
بزم نشاط کیا ہوئی ساماں وہ کیا ہوئے
وہ جلوہ ہائے حسن خود آرا کہاں گئے
تھا جن سبھی قدوں پہ گماں سرو ناز کا
آشفتگان دام ہوس وہ کہاں گئے
کیا ہو گئے وہ خاک نشینان کوئے دوست
کرتے تھے تیغ کند حوادث سے جو حلال
بوسیدہ ہڈیوں کے سوا جن میں کچھ نہ تھا
دلدادگی وضع کیا ہوئی نقشہ وہ کیا ہوا
وہ خواب عیش طالع بیخواب اب کہاں
وہ بزم عیش انجمن ناز اب کدھر
وہ صورتیں جو سامنے تھیں خواب ہوگئیں

اب جواہر کی جگہ ڈھیر ہیں کنکر پتھر
ہاتھی گھوڑا پالکی اس کو مقرر چاہئیے
کل جہاں بستے تھے اس جا آج ویرانہ ہوا
کار بیجا ہے جو تعمیر در و بام کریں
کرے گا خون اپنے وقت کا ناقدرداں کب تک
جو کھاتے تھے روٹی کبھی گھی چپڑ کر
کب ان کو گور میں ہے میسر پلنگ خواب
فلک نے مٹائے نشاں کیسے کیسے
تبہ ہو گئے خانماں کیسے کیسے
وہ آج سو رہے ہیں اکیلے مزار میں
خاک رکھتا ہے سکندر زیر پا بالائے سر
پھر نہ دیکھا ہم نے جلتے قصر قیصر میں چراغ
مانند گردباد چلے اس جہاں سے ہم
مرقد میں آج ان کو نہیں بوریا نصیب
کیا دھرا ہے غیر مشت استخواں تربت میں آج
پھول ہیں دو چار بالائے لحد دو چار شمع
گنبد مدفن تو کیا اک سنگ تربت بھی نہیں
تختہ تربت ہی سر پر چتر شاہانہ رہا
پنہاں وہ اب نظر سے ہیں مثل نظر دریغ
دم بھر میں ان کو کھا گئی کس کی نظر دریغ
ہیں محو خواب طالع بیدار ہر طرف
وہ سو رہے ہیں خاک پہ ناچار ہر طرف
وہ میزباں کہاں گئے مہماں وہ کیا ہوئے
آئینہ ہائے دیدۂ حیراں وہ کیا ہوئے
پھرتے تھے جو چمن میں خراماں وہ کیا ہوئے
وابستگان زلف پریشاں وہ کیا ہوئے
آوارہ گرد کوہ و بیاباں وہ کیا ہوئے
بے مہر غیرت مہ تاباں وہ کیا ہوئے
اے بیکسی مزار غریباں وہ کیا ہوئے
کیا ہو گئے وہ لوگ زمانہ وہ کیا ہوا
وابستگی عالم اسباب اب کہاں
وہ دیدۂ بازی رخ احباب اب کہاں
وہ بیٹھکیں وہ مجمع احباب اب کہاں

بحر ″ ″ ″ برق بیتاب بیان پرتو ″ تسلیم ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ توفیق ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
سرمست ساغر مئے عشرت وہ کیا ہوئے	سرشار جام بادۂ عرفاں کدھر گئے	توفیق
جو بیٹھے تھے مسند دولت پر کیا ہوئے	پھرتے تھے جو تباہ وہ پریشاں کدھر گئے	″
احباب کے سوا نہ بہلتا تھا جس کا جی	بے گور و بے کفن ہے وہ تنہا پڑا ہوا	″
دیکھ احوال سکندر کہ جہاں سے غافل	لے گیا بعد فنا دست تہی خالی	″
زندگی میں تھے بہت جان کے حافظ لیکن	گور دارا پہ کسی نے نہ نگہباں چھوڑا	تجمل
جس جگہ تخت نشیں ہوتے تھے دارا جمشید	آشیاں زاغ و زغن کے ہیں ان ایوانوں میں	″
دارا کا ہے پتہ نہ سکندر کا ہے نشاں	لاکھوں اسی طرح سے زمیں تلے ہوئے	″
مثل دارا و سکندر کے سلاطین جہاں	کیسے دنیا سے لئے دل میں سب ارمان گئے	″
مر کے دنیا سے گیا ہے ہاتھ خالی کس طرح	کیا سکندر کی وہ ساری بادشاہی کیا ہوئی	″
جائے عبرت ہے جہاں یہ سوچ تو دل میں تراب	کس طرح آئے یہاں سب کس طرح مرنے لگے	تراب
کفن اس کو بہت اپنے تکلف سے دیا تو	وہاں سے جو یہاں آیا ہوا سر تا قدم ننگا	″
چند گز تو یہ کفن قبر میں لے جانا ہے	توشہ خانہ میں یہ پوشاک کی کثرت ہے عبث	″
قبر کے واسطے کافی ہے کئی ہاتھ زمیں	یہ زمینداری و تعمیر عمارت ہے عبث	″
کل تھا جس کے یہ جو سرپیچ مرصع باندھے	آج دیکھا اسے اک بگڑی سڑی ہے سر پہ	″
خاک میں گل گئے آتی ہے کفن سے بدبو	سیج پر پھولوں کے سوتے تھے جو نت عطر ملے	″
دن میں جو بدلتا تھا کئی طرح کے پوشاک	افسوس ہے لاش اس کی پڑی خاک پہ ننگی	″
ڈھونڈھتا تھا خیمہ کے لئے وسعت میداں	کیا سخت عذاب اس پہ ہوں گور کی تنگی	″
اک قدم جو بے سواری چل نہ سکتے تھے کبھی	کام وہ کرنے لگے اس وقت میں سائیں کا	″
جو رکھتے تھے بہت سامان دنیا	وہ مرتے وقت بے سامان اٹھے	″
کسی کو جو کبھی تنہا نہ گھر میں رہنے دیتے تھے	وہی تنہا اسے اب گور میں دھرنے کو آئے ہیں	″
کیا ہی آغوش لحد میں ہیں بری حالت سے	جو بہت ناز سے تھے گود میں دایہ کے پلے	″
بستر قاقم پر جس کو تنک نہیں آتی تھی نیند	بیخبر سوتے پڑا دیکھا اسے اب خاک میں	″
رہرو آگے بڑھو قافلہ کا کوچ ہوا	یہی کہتا ہے جرس سنو ذرا اس کی صدا	″
بچھی وہ وقت خزاں جا کے راغ میں کرسی	دم بہار جو تھی صحن باغ میں کرسی	ترکی
کون اپنے ساتھ اوٹھا کر لیگیا اورنگ و شمع	کچھ نہیں شاہوں کی تربت پر سوائے سنگ و شمع	تعشق
وہ کفن سے منہ چھپائے سو رہے ہیں زیر خاک	چین آتا تھا نہ جن کو شب کو بے اورنگ شمع	″
غم آنے نہ پاتا تھا کل جس مکان میں	اسی گھر کو بیت الحزن دیکھتے ہیں	″
کاش یہ جمشید کو معلوم ہوتا جام میں	کاسۂ سر کاسۂ دست گدا ہو جائیگا	″
تھا کبھی دور اسیران قفس اے صیاد	اب تو ایک پھول کو محتاج ہے گلشن کیسا	″
خزاں اک ایک کا سر توڑ کر گلچیں سے کہتی ہے	یہ وہ شاخیں ہیں کل جن پر نشیمن تھا ہزاروں کا	ثاقب
جتر منزل ہے کہیں باقی نہ سنگ آستاں	آہ شیریں تیرا خسرو کوہکن کوئی نہ تھا	″
عزیز مردم دیدہ سے تھے یہی احباب	چلے جو آنکھ مری خاک سے چرائے ہوئے	″
تھی جن میں خوئے لطف و کرم کیا ہوئے وہ لوگ	ہوتے تھے جو ستم سے پشیماں کدھر گئے	توفیق

عبرت

شعر	شاعر
ہو گئے ہمراہیاں عضو عضو تن جدا / [illegible] کارواں زیر زمیں	ثاقب
رہ گیا یوسف بے کارواں [illegible]	″
کیا رہا ہے اور کیا رہ جائے گا / [illegible]	جنوں
[illegible]	″
[illegible] عبرت [illegible] سکندر [illegible]	″
[illegible]	″
[illegible]	جلیل
[illegible]	″
[illegible]	وحید
[illegible] تخت شاہی [illegible] قیصر و فغفور [illegible]	″
[illegible] جن مکانوں [illegible]	

عبرت

چلے جائیں گے خالی ہاتھ سارے
کوئی مفلس نہ اہل زر رہے گا — جوہر

سکہ شاہی کا تھا جاری جن کا ہفت اقلیم میں
بے نشاں ایسے ہوئے ان کا نشاں کچھ بھی نہیں — جلالی

زمانہ میں کیا کیا نہیں انقلاب
مگر چشم عبرت بھی ہم سر نہیں — جمیل

سکھاتی ہے عبرت غریب کی موت کا
عبرت ساماں دکھاتی ہے ہر مزار — حفیظ

روتے ہیں راہگیر یہاں سے گزر کر
خاور سے باختر تک جن کے نشاں تھے برپا — حالی

کچھ مقبروں میں باقی ان کی نشانیاں ہیں
تھی زیب جن کی ہمیشہ رخ روشن کی تجلی — حسرت

دیکھ کوئی اب گور میں ہے ان کی کیا صورت
کہاں ہیں رستم و سام و دارا — ہوشیار

ہوئے سب کے سب خاک زیر زمیں
جو کہتے تھے شاہ وہ بن مسند نشیں — ,,

گدا بن گئے آج دیکھو ادھر — درد
چشم عبرت سے مزار ہیں ہم

نقش لوح مزار بن گئے ہیں جا کر — ,,
منعم اپنے قصر لاکھوں مل گئے
جز حسرت لے گیا کیا فائدہ تعمیر سے — سعید

جن مکانوں میں فرش مخمل تھا	اب وہاں نقش بوریا دیکھا	جوش
خاک میں وہ آج سوتے ہیں کفن پہنے ہوئے	کل معطر جن کے بر میں خلعت شاہانہ تھا	جرار
کوئی اتنا تو حریصوں کو سنا دے جا کر	ہاتھ خالی لے جاتا ہے سکندر اپنا	,,
کل جنہیں فرش پہ پھولوں کے نہ نیند آتی تھی	خاک پر سوتے ہیں وہ زیر مزار آج کی رات	,,
گور اسکندر پہ دیکھا ہم نے یہ مصرع رقم	کام کچھ آتی نہیں ہے شوکت شاہانہ آج	,,
کل جہاں کرتے تھے طاؤس چمن طنازیاں	فاختہ کرتی ہے کو کو ہے وہاں ویرانہ آج	,,
قصور قیصر و فغفور جائے عبرت ہے	کہ چشم غول سے ہر طاق پر بجائے چراغ	,,
وہی قصر سلیماں اب ہے بازی گاہ غولوں کا	پری زادوں کے مجمع روز رہتے تھے جہاں پر یوں	,,
میسر شامیانہ ہے نہ ان کی گور کو چادر	کیا تھا جمع جن لوگوں نے اسباب جہاں برسوں	,,
نظر عبرت سے کرنی چاہئے اہل بصیرت کو	کہ ہیں نقش فنا نقش و نگار قصر شاہانہ	,,
سحر ہوتے ہی باقی شمع روشن ہے نہ پروانہ	نگاہ یاس کرتا ہے مکاں پر صاحب خانہ	,,
جاؤں مرقد پہ سکندر کے تو اتنا پوچھوں	کیا ہوئی شان تری کیا ہوئی شوکت تری	,,
نہ بے افسانے جن کو فرش گل پر نیند آتی تھی	انہیں کے حال کی اب لب پہ یاروں کے کہانی ہے	,,
ہزاروں زندگی میں باغ جو تقسیم کرتے تھے	نہ خاک آج وہ محتاج ہیں پھولوں کی چادر کے	,,
مر گئے لیکے سینہ پہ ارماں کیا کیا	حسرتوں سے بھری گور غریباں کیا کیا	جوہری
خاک میں حیف ملی حشمت شاہاں کیا کیا	اہل ساماں ہوئے یاں بے سروساماں کیا کیا	,,
اے خزاں تو نے یہ کیوں کھولی بہار گلشن	چہچہے کرتے تھے مرغان خوش الحان کیا کیا	,,
ہائے کیا کھوئی خزاں نے صحن گلشن کی بہار	آشیاں زاغ و زغن کے ہیں بجائے عندلیب	,,
ہوئے بے نشاں اہل نام و نشاں	مٹے نام ان کے نشان کی طرح	,,
دفن یاں ہو چکیں ہر ایک جگہ لاش پہ لاش	یاں پڑے زیر زمیں غافل خواب ایک پہ ایک	,,
رہتے تھے جن کی سواری میں علم پرچم نشاں	بے نشاں ایسے ہوئے نام و نشاں کچھ بھی نہیں	,,
ہو گر گدا کے حال گئے شاہ و شہریار	کچھ فوج کام آئی نہ کچھ عزّ و جاہ آہ	,,
ہم اوج چرخ جہاں میں بنے تھے جنکے مکاں	اب ان کا کچھ نہ نشاں مزار باقی ہے	,,
رکھو عبرت سے زمیں پر پاؤں ہر سر گام پر	قبر قیصر تربت جم مرقد فغفور ہے	,,
نہ وہ قاروں ہے نہ دارا ہے نہ اسکندر ہے	نہ وہ دولت ہے نہ عظمت ہے نہ نفرت باقی	,,
کیا یاد فنا نے سب کو برباد	نہیں ہے نامیوں کا اب نشاں تک	جویا
مال و دولت حشمت و باغ و مکاں رہ جائیگا	ساتھ جانے کا نہیں سب کچھ یہاں رہ جائیگا	,,
بٹھاتے بھی نہ تھے اپنے برابر جو غریبوں کو	برابر جا کے سوتے ہیں وہ گور غریباں میں	,,
یونہی رکھا ہے گا اب بکھیڑا	فقط حسرت ہی لیجائیں گے یہاں سے	,,
جسے کل خلق کرتی تھی سلام آج اس کا لیتی ہے	اگر سمجھو تو یہ بنیاد ہے دنیا کی ثروت کی	,,
دیکھ آج کدھر گیا فلاطون	تریاق بنایا جس نے سم کو	,,
خسرو کو فنا نے کر دیا خاک	برباد کیا قضا نے جم کو	,,
خواب تھی کروٹ یہاں کی بعد مرنے کے کہو	لے گیا کچھ بھی نہ دنیا سے سکندر ہاتھ میں	,,

بہت تو عبرت ہو گی ابنائے جہاں کو دیکھ کر	آئینہ لیکر سر قبر سکندر رکھ دیا	رشک
چشم عبرت سے تماشا دیکھتے ہیں روز ہم	عالم ایجاد و فانوس خیالی ہو گیا	״
کیوں نہ ہو شاہ و گدا کا بعد مردن ایک حال	جز کفن کیا خاک دنیا سے تونگر لے چلا	״
آج جو شہر بسایا گیا وہ کل اجڑا	روز جیتا ہے بگڑتا ہے گھروندا کیا	״
کس کا دنیا میں دلا تا بعدم ساتھ رہا	گو رنگ شمعوں کا جاہ و حشم ساتھ رہا	״
قصر شاہانہ تو ہے اے رشک عبرت کا مقام	خاک اب اڑتی ہے رہتا تھا جہاں روزانہ عیش	״
خاک میں مل گیا شاہوں کا تجمل یہیں مرگ	ٹھوکریں رہرو کی کھاتے ہیں سر جاہ طرف	״
نہ نیند آتی تھی جن کو فرش گل پر بھی نزاکت سے	زمیں پہ آج کیسے پاؤں پھیلائے ہوئے وہ آج سوتے ہیں	״
ہیں اندھیرے میں ہزاروں بادشاہوں کے مزار	مقبروں میں نہ شمع وہ چار جلتے ہیں کہیں	״
دیکھ کر خالی مکاں کیا کیا ہمیں عبرت ہوئی	گر کبھی احباب سوئے طاق کر لے گئے	״
زندگی بھر تو بڑے عیش سے گذری اے رشک	اغنیا کا پس مردن کوئی مدفن دیکھے	״
خاک میں مل گیا اب جاہ و حشم شاہوں کا	کہیں مرقد کا نشاں تک نہیں نوبت کیسی	״
جز کفن ساتھ نہ جائے گا پس مرگ غافل	ہاتھ خالی گئے دنیا سے خزانے والے	״
زندگی تک ہے یہ فرق اعتباری چند روز	مر کے یکساں رتبۂ شاہ و گدا ہو جائے گا	رند
نشاں تک تاجداروں کے نہیں تھے یہ نوبت ہے	جو چشم غور سے دیکھو تو دنیا جائے عبرت ہے	״
زمانہ دیکھو عبرت ہے سوتے ہیں شاہ فلک	مزاروں میں پہنے کفنی پڑے ہیں	״
یہ آج صاحب طبل و علم ہے کل وہ ہے	ہے اپنے نام کی نوبت ہر اک بجا جاتا	״
عبرت کی ہے جگہ جنہیں کل تک غرور تھا	محتاج آج حیف وہ گور و کفن کے ہیں	ریاض
منعمو اس کو آج ہیں مقبرہ کی حاجت کچھ نہیں	زر بچا رہا ہے کیوں تو وہ شامیانے کے لئے	سحر
در در جائے عبرت خانۂ قصر ستم میں	گر سامنے نہ ہے ہر دم مزار کی صورت	״
خاک پر بیٹھے ننگے سر تا کسل	نہیں سوائے تخت و تاج اچھا	״
رہنا نہ تھا تو ناحق گھر کیوں یہاں بنایا	خاکی پہ عیش کی ہے پختہ مکاں بنایا	״
گور میں خاک نشیں تخت نشیں یکساں ہیں	قصر و منظر ہی تنگ ہے یہ امارت تیری	״
مقبروں میں دیکھتے ہیں جو نظارہ آنکھوں سے روز	یہ برادر ہیں یہ خویش یا فرزند ہیں	سوز
تپ ٹھوکر مار کے پوچھیں دھکا سے یار	سوجھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں	״
کیا جانے کس کی خاک ہے رکھ بوجھ نقش پا	یوں دھر قدم کر کہ نہ دبے دوش نقش پا	سودا
ہماری خاک پہ بجز نقش پا	کوئی نہ آ خاک بسر گیا	״
گورستان تاریک سر قدیم رہیں اب تو سکوت	بولتا تھا جن کا طوطی وہ لب آواز ہیں	مرد
زمانے والدار پر راحت جنہیں ملتی نہ تھی	ٹھوکریں کھاتے ہیں غافل دیکھ ان کے سر پڑے	سخن
شکایت کر رہی ہے آسیا بھی اس زمانہ کی	جو دانا ہیں سمجھتے ہیں وہی تقریر پتھر کی	״
خاک میں مل گئے اورنگ نشینان جہاں	صرف اب نام کو ہے خاک کا تودا باقی	سعید
چل بسے جمشید و دارا تخت و افسر رہ گیا	ہر گدا کی ٹھوکروں میں کاسۂ سر رہ گیا	״
جز کفن لے نہ گیا گور میں منعم کچھ بھی	جب تھے جمع کیا تھا سر و ساماں چھوٹا	״

عبرت

[illegible]

جاہ و حشم

عبرت

کیا طلب جو سروران جہاں کے نشاں ملے	عاشق
ہو سکندر یا دارا خاک میں [illegible] ملے	
غافل جو دارا پرستش دل سے [illegible] پیوند خاک ہو گئے	=
کہتے ہیں خاک زیر قدم [illegible] جواں کیا کیا	=
فقیر ہو گئے کتنا وہ سال کرتے ہیں	=
جواب جن کا تھا وہ دہن خاموش	=
نہیں ہوتی قبر جن کی زبان و لب [illegible]	=
اب نزار پائے ہیں [illegible]	=
کاسۂ سر [illegible] عبرت کا کمال	=
جو شادی [illegible] اب کہاں [illegible] عیش و ملال	=
اب وہ [illegible] صحبت اٹھ گئی	=
عاشق اس دنیا کو [illegible] یہ آج سب عبرت سرا	=

جاہ و حشم پہ ناز تھا جن کو جہان میں
وہی انسان ہے جو بھولے نہ اپنے ساز و ساماں پر
فلک نے خاک میں ان کو ملا دیا
غافل اس بحر میں تو دیدۂ عبرت وا کر
اے کوزہ گرو کاسۂ گل خاک نہ سمجھو
دیدۂ عبرت سے گورستان کی جانب کر نگاہ
بد کو ہیں بد نیک کو ہیں نیک سب زیر فلک
پیوند زمیں ہو کے اعزہ مرے ہوئے
عنقا کا جب فسانہ سنا ہو گیا یقین
کہہ رہی ہے منعموں سے سینہ کوبی کی صدا
تھا یہ سر جن کو قصر عالی و اورنگ و شمع
جب آئے ہاتھ تھے خالی چلے بھی خالی ہاتھ
دیدۂ عبرت سے تو میخانۂ ہستی کو دیکھ
دیکھ لے شکل مآل ہستی موہوم یہاں
ہے یہ قبر شاہ وہ گور فقیر
کہاں وہ قصر فریدوں وہ تخت گاہ کہاں
سایہ درخت کا بھی نہیں ان کی قبر پر
واقعی رنگ جہاں ہے چلتی پھرتی دھوپ چھاؤں
عبرت کا محل ہے یہ فضائے چمن دہر
دیکھ غنچہ کو ہے آخر خشک گل پژمردگی
اے ظفر خالق نے سب اس میں جتا کے اونچ نیچ
جن ناموروں کے کہ جہاں زیر نگیں تھا
تو نے اے منعم اگر تعمیر اچھی کی تو کیا
بہار گل ہے دو دن پھر اڑے گی خاک گلشن میں
پڑا رہ جائے اب کچھ نہیں جس وقت دم نکلا
نہ کچھ بھی ساتھ اپنے لے گیا منعم بجز حسرت
گرچہ برنگ گل ہنسے باغ جہاں میں ایک دم
کچھ نہ ساتھ لے گئے قیصر و جم جہاں سے
تھے جو رفیق و آشنا ڈھونڈھیں انہیں کہاں ظفر
بجتے تھے جس میں کل تک شادی کے شادیانے
عروج زیست میں دو دن مقام عبرت ہے
ایک دن اس خانۂ تن کو بھی ہے عاشق شکست
نشاں ان کے فقط باقی ہیں جن کے ظرف عالی تھے

اب ڈھونڈھیے تو ان کا ہے نام و نشاں کہیں	شاد
نگاہ عبرت آلودہ کرے گور غریباں پر	شیفتہ
مٹے جاتے تھے جو نام و نشاں پر	مشفق
جوں حباب ایک نفس زندگی فانی ہے	شہید
ہر کاسۂ سر ہے یہ فلاں ابن فلاں کا	•
خاک پر سوتے ہیں کیا کیا قصر و ایواں چھوڑ کر	شہیدی
منہ سے کہہ کانوں سے سن گنبد کی یہ آواز ہے	•
اب سو کہ یہاں پاؤں کو پھیلا کے چھپتے	•
نام آوروں کا خلق میں پیدا نشاں نہیں	شاد
کل وہ ماتم خانہ ہے جو آج نوبت خانہ ہے	شبیر
ہیں وہ زیر خاک سینہ پر ہیں انکے سنگ و شمع	صابر
نہ لائے یاں کے لئے ہے چلے نہ واں کے لئے	•
ایک قطرہ کاسۂ سر میں نہیں فغفور کے	•
آئینہ ہر سنگ ہے غافل ہماری گور کا	•
دیکھ لے اے چشم عبرت کچھ نہ کچھ	طاہر
نشان تک نہیں باقی قصور و ایواں کا	•
زربفت کا نصیب جنھیں شامیانہ تھا	•
الحذر اے چشم عبرت ابلق ایام سے	نظیر
ایام بہار گل شاداب کہاں تک	•
پیری پہ ہنستا ہے تو کیا اے جواں بیفائدہ	ظفر
یہ جو کی نیچی زمیں اور آسماں اونچے کئے	•
اب ڈھونڈھیے تو انکا ہی کہیں نام و نشاں ہیچ	•
لوگ سب ہے جائیں گے اک دو برس میں توڑ کے	•
خزاں جس وقت اے باد سحر دو دن کے بعد آئی	•
بکھیڑا سب ہے جو تیرے ساتھ اے غافل یہیں تک ہے	•
ظفر یہ دولت و حشمت ہیں کی سب ہیں یہیں چھوٹی	•
شبنم گل کی طرح پھر روتے ہی ہم چلے گئے	•
چھوڑ کے یاں کا سب ہمیں جاہ و حشم چلے گئے	•
دیکھے ہیں ہزار ہا حسرت و غم چلے گئے	•
نشان خدا دیں ہیں ماتم کے آج ساماں	•
غذائے مور سلیماں کے استخواں دیکھا	عاشق
جو مکاں ٹوٹا ہوا دیکھا ہوئی عبرت مجھکو	•
ہوئی عبرت جو دیکھا طاق کسرےٰ جام جم خالی	•

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
اے بیکسی کہاں ہیں وہ سرمایۂ غرور	ملتا نہیں نشان اب ان کے تبور کا	عاشق
جب چلے دنیا سے خالی ہاتھ تھے	یوں تو ہم نے عمر بھر پیسہ اکٹھا کیا	"
جہاں پر چہکتے تھے مرغان باغ	وہ ہے مسکن کرگس و بوم و زاغ	علم
سروں پر تھے جن کے جواہر کے تاج	جو لیتے تھے شاہان سرکش سے باج	"
جو ہے تخت شاہی پہ مسند نشیں	وہ ہیں خواب ناز آج زیر زمیں	"
جو سر آج زینت دہ تاج ہے	وہ کل اک نگینہ کا محتاج ہے	"
جہاں کل جواہر کے انبار تھے	کروروں درم اور دینار تھے	"
وہاں کیا ہے اب خاک ہے سنگ ہیں	عجب کچھ زمانہ کے نیرنگ ہیں	"
وہ گلشن کہ جس میں ہزاروں تھے پھول	وہاں دیکھئے آج ہیں ببول	"
چشم عبرت کیوں نہ روئے خوں کہ ہنگام خرام	ہر قدم کس کس کا آ جاتا ہے مدفن زیر پا	علیشی
آج ان کے مقبروں کا بھی نشاں ملتا نہیں	جن کے آگے کل نشان و نوبت و نقارہ تھا	عرش
دیکھ کر حال خرابات جہاں کو اے عرش	ہے یہ انسان کو لازم کرے عبرت پیدا	"
تماشا انقلاب دہر کا عبرت سے کر غافل	گدا کے پائینتی مدفن ہے شاہوں کا سرہانے	"
چشم عبرت بیں سے اے غافل جہاں کی دید کر	تخت و تابوت ایک ہے شاہ و گدا کیواسطے	
وہ تخت کہاں، کہاں ہے وہ تاج	جم بھی گزرا جہاں سے، کئے بھی	عالم
مقبروں میں کبھی ہوتا ہے گزر جب اپنا	رونا آتا ہے مجھے دیکھ کے عبرت کیا کیا	علی احمد
اہل بینش کو ہے طوفان حوادث مکتب	لطمۂ موج کم از سیلیٔ استاد نہیں	غالب
اے تازہ واردان بساط ہوائے دل	زنہار اگر تمہیں ہوس نائے و نوش ہے	"
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو	میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے	"
سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں	خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں	"
بنانے پر عمارت کے عبث مرتے ہیں یہ منعم	کہ خشت گور تک باقی نہیں فغفور و قیصر ہے	غافل
یوں صفحۂ جہاں سے مرا نام مٹ گیا	حرف غلط کو جیسے مٹائیں کتاب سے	"
صرف تعمیر مکاں رہتا ہے اب منعم عبث	خاک میں تو بھی ملے گا اور یہ تعمیر بھی	"
کل کسی اور کے ہے قبضہ میں	عمر کو تو جانتا ہے آج اپنا	فیض
عبرت کا ہے مقام کہ جو تھے شاہ جم جناب	قاقم کی جا نصیب انہیں بوریا نہیں	فدا
کل جن کے آستاں پہ تھا اقبال کا ہجوم	کشتہ بھی آج ان کی کوئی گور پر نہیں	"
عالم تھا جن کے طنطنۂ جور سے خراب	اب زیر خاک خاک بھی کچھ شور و شر نہیں	"
مخمل کے فرش پر جنہیں کم خواب آتا تھا	زیر زمیں نہیں ہے بچھونا بھی ٹاٹ کا	"
آج پژمردہ ہے ہر رنگ گل دو روزہ	کل جسے ہم نے یہاں تازہ و خنداں دیکھا	"
آسماں فرسا تھا جن کے فر و شوکت کا علم	اب زمیں پر نام کا ان کے نشاں ملتا نہیں	فلک
کہاں ہیں وہ کہ جن کی ربع مسکوں پر حکومت تھی	کہاں ہیں وہ خدائی کا جنہیں دعویٰ تھا نخوت تھی	فصیح
کہاں نمرود ہے شداد ہے فرعون خود سر ہے	کہاں سہراب ہے رستم ہے دارا و سکندر ہے	"
ہوئے کیا وہ جو کہدیتے تھے منہ سے کر دکھاتے تھے	ہیں منہ میں موت کے سب منہ جو نیزے سے بچاتے تھے	"

عبرت

شعر	شاعر
کہاں ہیں وہ کہ جن کے پاس لاتعداد دولت تھی	فصیح
کہاں ہیں وہ زیادہ رستم سے جن میں طاقت تھی	قیس
ہیں کیا کہوں جو قیصر و خاقان سے گئے	قدر
لاکھوں جہاں سے ساتھ یہ ارمان لے گئے	"
اس خاک نے کیا نامیوں کی خاک اڑا دی	فضلی
ڈھونڈھو تو کہیں گور میں بہرام نہیں ہے	"
منعم نے کیوں جہاں میں بنائیں عمارتیں	"
ویرانے میں مکان بنایا ہزار حیف	"
چشم عبرت بیں سے دیکھ اسے عندلیب	"
ہے قبا بے گل کا عالم آخری پہ خاک کا	
کسی شمع پہ کوئی باغ و مکان ہو اے	
قبر میں ایک نہ کام آئے گا بیکار ہیں سب	
نیرنگ دہر دیکھ یہ عبرت کا ہے مقام	
ہے آشیاں بوم ہماؤں کی گور پر	
جو نامور تھے زمانے میں ناتواں کا	
نہ نام ہے نہ نشاں فرزار و دیکھتے ہیں	
نشانوں کا سب جلوس رہا زندگی تلک	
وہ دستے کیا تھا ایک ہے جاہ و حشم تھے	

کیا کیا

عبرت

کیا کیا نہ حسرتیں لئے او آسماں چلے
چمن زمانہ کا غافل محل عبرت ہے

گلستان جہاں کا دیدہ کیجیو چشم عبرت سے
جو نقش قدم ہے اس زمین پر

دارا نہیں سکندر و نوشیرواں نہیں
کہاں وہ شکلیں کہاں وہ باتیں کہاں وہ جلسے کہاں وہ محفل

آج افسانے سنا کرتا ہے بہر خواب نازنہ
زیر فلک بھلا تو روتا ہے آپ کو میر

سب ہے یکساں جب فنا یکبارگی طاری ہوئی
ہمارے دیکھتے زیر نگیں تھا ملک سب جن کے

آتا نہ تھا فرو سر جن کا کل آسماں سے
کن آنکھوں دیکھیں رنگ خزاں کے کر باغ سے

کیا کیا جہاں اثر تھا سو اب واں عیاں نہیں
منعم امل کا طول یہ کس جینے کے لئے

تھا ملک جن کے نگیں صاف مٹ گئے
اک محو تماشہ ہیں اک گرم ہیں قصہ کے

بزم عشرت پہ جہاں کی گوش وا کر جائے چشم
کارواں در کارواں یاں سے چلے جاتے ہیں لوگ

کیا کیا ہوئے ہیں اہل زباں ڈھیر خاک کے
تیر جنگل پڑے ہیں آج جہاں

کیا خاک میں ملایا ہم کو سپہر گردوں نے
منعم کا گھر تمادی ایام میں بنا

نام آج کوئی یاں نہیں لیتا ہے ان کا
ملا ہے خاک میں کس کس طرح کا عالم یاں

ذرا گورِ غریباں کی کر سیر کہ دنیا میں
دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں

کل چمن میں گل و سمن دیکھا
نہیں تجھ کو چشم عبرت یہ نمود میری ورنہ

خاک آدم ہی ہے تمام زمین
تجھے گر چشم عبرت ہے تو آندھی اور بگولے سے

ہر مشت خاک یہاں کی چاہتی ہے کچھ تامل
یاں سرکشاں جو صاحب تاج ولوا ہوئے

اے حب جاہ والو جو آج تاجور رہے

یہ بھی نہ کچھ کھلا کدھر آئے کہاں چلے
جو آگیا ہے تو یاں سے تو مت گزر گستاخ

کہ ہر اک سرو قد ہے اس چمن میں نخل ماتم کا
آئینۂ حال رہرواں ہے

عنقا کی طرح نام ہے باقی نشاں نہیں
یہ سب کا سب خواب کا تھا ساماں چھپا لیا یوں دکھا دکھا کر

دیکھ لینا بے خبر کل تو بھی اک افسانہ ہے
کس کس طرح عالم یاں خاک ہو گیا ہے

ٹھیکرا اس مرتبے میں کیا سر فغفور کا
کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان ملک گیروں کا

ہیں ٹھوکروں میں انکے آج استخواں زمیں پر
کل سب چلے ہیں رخت سفر اپنا باندہ کر

جن کے نشان فیلوں پہ ان کا نشاں نہیں
جتنی گئی اب اتنی تو مدت نہیں رہی

تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے
یاں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسانہ تھا

آج یاں دیکھا کیا جو کچھ کل افسانہ ہوا
ہر طرف اس خاکداں میں دیکھے ہیں گرد گرد

کیا کیا مکان دیکھتے ناگاہ ڈھے گئے
لوگ کیا کیا نہیں تھے کل بستے

ڈھونڈھے نشان تربت پاتے نہیں ہمارا
سو اب ایک رات ہی واں مہماں ہا

جن لوگوں کے املاک یہ سب زیر نگیں تھا
نکل کے شہر سے ذرا سیر کر مزاروں کا

ان ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہ ہوا ہوگا
تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا

آج دیکھا تو باغ بن دیکھا
کہ کیسے یہ خاک میں گئے تجھ سے تاجداراں

پانوں کو ہم سنبھال رکھتے ہیں
تماشا کر غبار افشانی خاک عزیزاں کو

بے سوچے راہ نہ چل اک گام پہ کھڑا رہ
پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے

کل اس کو دیکھیو تم نہ تاج ہے نہ سر ہے

تعلق
قائم
"
قدرت
قرباں
گویا
"
میر
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"
"

جن کے ہمراہ چلا کرتی تھیں فوجیں اے تہر
صنادید عجم کے ہر جگہ آثار شکستہ
بنے ہیں وہ محل زاغ و زغن اور بوم کے مسکن
کمہار اپنے گدھوں پر جاکے مٹی واں سے لاتے ہیں
ہچکتا بھی نہیں جاکر کوئی اب آہ کھنڈروں میں
کس و ناکس کی ٹھوکر کھائیں جب خود سر نگینوں کے
مکان عاقبت کی فکر کر رہنا ہے واں چل کر
مکاں کا شوق تیرا جب مری نظروں میں پورا ہو
چلا جائے گا خالی ہاتھ خالی ہاتھ آیا تھا
زمیں پر ٹھوکریں کھاتی پھرے گی کھوپڑی اکدن
فقط دو گز کفن ملتا ہے بہر آخری منزل
جو قہر جہاں پناہ کہلاتے تھے
دیکھے ان کے ہی کاسۂ سر ہم نے
رقص اور سرود روز رہتے تھے جہاں
آثار مکاں کے تو کچھ باقی ہیں
رہتے تھے جہاں صاحب عالم اور شاہ
نیرنگ زمانے دیکھتے ہیں اگر
آثار صنادید ہیں کیا عالی شاں
گویا کہ زبان حال سے کہتے ہیں
میرا ہے مال اور میرا ہے مکاں
میرا میرا اسی طرح سے کرتے
اے راہرو ملک بقا ئے کامل
ساز و ساماں کی گٹھریاں باندھ نہ تو
جامہ زیبی کا شوق نادانی ہے
جب آئے تھے تو آئے تھے عریاں اے تہر
لے تہر عبث ہے ہوس عزت و جاہ
دیکھے بہت صاحب عالم ہم نے
کچھ سوچئے جناب نہ حیرت سے دیکھئے
جو کل تھے مسند جمشید کے پر
کل جو کہلاتے تھے شاہ ہفت کشور خلق میں
جن کے نشاں بلند تھے کل اس زمیں پہ آج
جو سر کہ جام جم کا تھا بانی مبانی آج
بگولے خاک اڑاتی پھرتی ہے آج انکے صحرا میں

وہ ہیں قبروں میں پڑے رایت و پرچم سے الگ — ہر
زبان حال سے کیا کہہ رہے ہیں سن تو کانوں سے — ،،
بھرے رہتے تھے جو ہر وقت شاہی مہمانوں سے — ،،
عمائد تھے جبیں فرسا کبھی جن آستانوں سے — ،،
مکاں تھے یاں بھری رہتی تھی ڈیوڑھی پاسبانوں سے — ،،
تباہو ہی توقع کیا رکھے کوئی مکانوں سے — ،،
تجھے لینا ہے یاں کیا بوالہوس آرام خانوں سے — ،،
کہ تو یاں سے چلے اور سر پہ رکھکر لے چلے گھر کو — ،،
نہ کالے ہاتھ کر بے سود دلالی میں دولت کی — ،،
جز اے سربلندی میں یہی تقدیر تیری ہے — ،،
بھری رکھی رہے گی یونہی سب صندوق الماری — ،،
خاطر میں خدا کو بھی نہیں لاتے تھے — ،،
یا نو نہیں پڑے تھے ٹھوکریں کھاتے تھے — ،،
انکو بھی نہیں پوچھتا افسوس وہاں — ،،
لیکن آثار اب مکینوں کے کہاں — ،،
ہیں آج شغال و بوم کی جائے پناہ — ،،
آثار صنادید پر عبرت سے نگاہ — ،،
لیکن مسمار و منہدم اور ویراں ہے — ،،
دنیا میں عبث ہے فکر تعمیر مکاں — ،،
میرے زن و فرزند میری عزت و شاں — ،،
غافل تری اک روز نکل جائیگی جاں — ،،
تنہا چلنا ہے تجھ کو سوئے منزل — ،،
یہ ٹھاٹھ یہیں پڑا رہے گا غافل — ،،
چھوڑ دو تم اس کو ہوس رانی ہے — ،،
جب جاؤ گے تو قبر میں عریانی ہے — ،،
رہتا نہیں حال ایکساں شام و پگاہ — ،،
اب بھیک بھی مانگے نہیں ملتی واللہ — ،،
ہر ایک شے کو دیدۂ عبرت سے دیکھئے — مخدوم
ہے اڑتی خاک انکی کو بکو آج — میکش
بے نشاں ہیں آج وہ نام و نشاں چھوڑے ہوئے — ،،
ڈھونڈھو تو نام کو بھی نہ باقی نشاں رہے — ،،
مٹی صبا اڑاتی ہے اس سر کے جام کی — ،،
رہے تھے تخت جم پہ جو مسند نشیں برسوں — ،،

عبرت

منعم لازم ہے [illegible] حرص و مغاں — مرہم
سرفن رکھیں سکندر کی طرح گھمنڈ
تم تجھ بیرون ہیں گھمنڈ — ،،
قارون کا رہا دم مرون زیر زمیں
کچھ مال کام آیا نہ زیر زمیں — ،،
[illegible] ہوا ہو جائیگا اے عندلیب
چارون میں سب [illegible] کیا گلشن ایجاد کو — ،،
جاتی ہے دیکھ [illegible] مکان میں خموشاں سے — مصحفی
صدا آتی ہے [illegible] ہزاروں میں
قیامت کو اٹھیں گے [illegible] نہیں تو کس — ،،
چمن افسوس کی گر جا نہیں سودہ ہیں
[illegible] لادو گل دست [illegible] سب زمیں — ،،
آہستہ پاؤں رکھ گل آدم ہے کسی کا قرار ہو
نیو قدم [illegible] خاک [illegible] ہیں — ،،
آہستہ رکھ قدم [illegible] دو گام
پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں [illegible] دور کے چلنے والے — ،،
ان سے کہہ دو نہیں [illegible]
[illegible] بہت دور کے چلنے والے
کرتا ہوں اگر دیدۂ عبرت سے تماشا
تاج سر سلطان ہے [illegible]

اے

عبرت

جنس

[illegible] زیر خاک [illegible] ہے دل مادر میں [illegible] زندگی
[illegible] سلیمان اکبر اور سکندر [illegible]
[illegible] قصر و ایوان [illegible]
بچا نہ پیلے اٹھا کے در و بام و فرش پہ [illegible]
غافلوں کو ہے در و دیوار سے [illegible]
عبرت کے واسطے یہ قدرت نے [illegible]
کھینچی ہیں [illegible] غفلت سے بھی اک عبرت جہاں میں
[illegible] ساماں [illegible] جہاں میں [illegible]
جاہ سے دیکھا تو ویران آیا [illegible]
اس عمارت کو ذرا [illegible]
دیکھ اے غافل [illegible] کفن کا جیب [illegible]
[illegible] ہے قطع کیا [illegible]
عبرت کی جا ہے لاکھوں کا [illegible] نہیں
[illegible] جہاں اہل دل کا پتا نہیں

ناسخ

اے مصحفی میں روؤں کیا پچھلی صحبتوں کو
آفاق میں کل عالم تصویر تھا جن پر
خیمہ بینا کے لئے عالم ہے سارا درسگاہ
سیر و تفریح نہیں ہے فقط آبادی میں
ایک دن خاک تری گرد سرِ راہ ہوگی
ہڈیاں بھی اہل دولت کی نظر آتی نہیں
آج اے منعم لباس زیست میلا ہوگیا
ہیں کہاں وہ لوگ اگلا کارخانہ کیا ہوا
جانے والے جز لحد کیا چھوڑ کے جائینگے یہاں
جسم خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر
مکاں تھے عرش سے جن کے ہوائے تند دنیا سے
تنہا لحد کے اندر ہوں گے گدا کی صورت
سوتے ہیں زیر خاک شاہ و گدا
جانے والو سفر قبر کی سختی دیکھو
منعمو وہ بھی سنا دار فنا میں تم نے
او مئے غفلت کے ماتے آ ذرا تو ہوش میں
غربت یہ کہہ رہی ہے پس مرگ قبر پہ
کسرے کا وہ محل نہ فریدوں کا طاق ہے
پیوند خاک سینکڑوں خوشرو جواں ہوئے
ہم نے سنا ہے یہ لب نوبت سے بارہا
چشم عبرت سے جو دیکھا رتبۂ شاہ و گدا
استخوان سر فغفور سے کہتا ہے مجھے
مٹایا اے فلک کس نے یہ نام قیصر و کسرے
کبھی بال ہما کرتے ہیں شاہوں کی مگس رانی
جن غافلوں کو خلعت شاہی پہ ناز تھا
اے فلک خلعت زرتار جو کل پہنے تھے
ایوان و محل تھے جن کے مشہور
کسریٰ سے بھی بلند تھیں جنکی عمارتیں
کنج لحد میں خاک پہ سوتے ہیں آج وہ
نہ اب مہر سلیماں ہے نہ وہ تخت رواں باقی
ہمت عالی سے جن کے کانپتا تھا اک جہاں
شور تھا عالم میں جن کے کر و فر کا آج وہ
کل ہے اک دو گز زمیں رہنے کو بعد از قبض روح

شعر	شاعر
بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں	مصحفی
ویران نظر آتے ہیں وہی قصر و محل آج	"
علم و حکمت کا سبق ہم کو کہاں ملتا نہیں	محب
عبرت انگیز ہیں احوال بھی ویرانے کے	"
بستر گل پہ بھی وہ پانوں نہ دھرنے والے	"
خاک اڑاتی ہے زمیں اس کا خزانہ کیا ہوا	منیر
فخر جس پر تھا وہ اجلا کارخانہ کیا ہوا	"
اس نئی دنیا سے پوچھو وہ زمانہ کیا ہوا	"
یادگار رفتگاں گرد سفر ہونے کو ہے	"
ایک جھٹکے میں جدا گرد سفر ہونے کو ہے	"
نشان تک نام کو باقی نہیں ہے انکی تربت کا	"
جتنے ہیں اس جہاں میں جاہ و جلال والے	"
بوریا ہے نہ چارپائی ہے	
بار جاں پھینک کے رہرو سوئے منزل آیا	ماہر
ہوئے نہ قبر میں جو حال سلیماں دیکھا	"
دیکھ گورستاں میں سوتے ہیں یاران شباب	مست
جز بیکسی ہے کون ترا غمگسار آج	محبوب
شاہوں کا یاں نشاں نہ رہا نام کے لئے	ماہ
کیا کیا زمیں پہ جور ترے آسماں ہوئے	"
جو نامور جہاں میں ہوئے بے نشاں ہوئے	"
ٹھوکریں کھانے کے لائق تاج قیصر ہوگیا	"
حسرت تاج میں اب ٹھوکریں کھاتے ہو عبث	"
نہیں ملتا نشان طاق ایوان اسکا کیا باعث	"
کبھی ہے ٹھوکروں میں تاج سلطاں اسکا کیا باعث	"
سوتے ہیں منہ چھپائے ہوئے وہ کفن میں آج	"
آج وہ زیر زمیں تن پہ کفن رکھتے ہیں	"
دروازہ ہے گور ان کے گھر کا	"
عبرت کی جا ہے گور میں اب انکا گھر ہوا	"
کل تک جنھیں تھا فرش میسر حریر کا	"
ہر ایک نامی کا دنیا سے مٹا نام و نشان کیسا	"
پست ہیں کنج لحد میں دبدبہ کچھ بھی نہیں	مقبول
دفن ہیں زیر زمیں باقی رہا کچھ بھی نہیں	"
آج کو قبضہ میں سارا ربع مسکوں ہوگیا	ناسخ

جن کے سروں پر آب مگس راں رہے ہما
دیدۂ ظاہر سے ہے اے غافلو پنہاں تو کیا
پا شکستہ جو ہے کرتا ہے جہاں میں سلطنت
ٹھوکر لگا کے چلتے ہیں جس کھوپڑی پہ لوگ
چمکتی ہے جو ریت اکثر نشاں ہے مہ جبینوں کا
باغ میں گلبن ہیں گلدستے مزاروں کے تمام
ہوئے سیل فنا سے قصر عالی بے نشاں لاکھوں
جس جگہ تھے قصر و منظر بن گئے گوریں تمام
آبلوں کو دیکھ کر عبرت کرو اے غافلو
جب نہایا میں تو آیا غسل میت کا خیال
ہے مکاں گور تنگ سونے کا
صبح جب دیکھی کفن کا دھیان مجھ کو آ گیا
موت کو یاد کرے تار کفن آئے نظر
ہوش میں آتا ہے انسان مرگ انساں دیکھ کر
دنیا سے جیسے آئے تھے ویسے ہی ہم چلے
اے خود آرا اٹھ گیا دنیا سے خالی ہاتھ کیوں
جو جیتے جی نہیں بیٹھے ہیں کنج غربت میں
بزم عشرت میں ہیں طبلے غافلو طبل رحیل
نامور ہوتے ہیں ہو جاتے ہیں اکثر بے نشاں
اسی صندوق میں کل ان کی لاشیں بند ہوتی ہیں
سوچ اے منعم عمارت کا تو ہے مذکور کیا
نقش ہستی محو ہوتے ہیں بہ رنگ نقش پا
گور رستم کو جو دیکھا کھول کر
قصر اے منعم بناتا ہے تو اوروں کے لئے
خیمہ بنوانے میں ہیں مصروف جو یہ اغنیاء
جمع کیا کرتے ہو معماروں کو تم اے غافلو
پسند آتا ہے گر تجھ کو عروج اکدم کا اے منعم
عبث ان غافلوں کو رات دن فکر عمارت ہے
کرتے ہو تعمیر اوروں کے لئے قصر رواں
خشت تک زیر زمیں دور روز بالائے زمیں
لاکھوں ہی نامور ہوئے دنیا میں بے نشاں
کل تلک آراستہ دیکھی ہے جس جا بزم رقص
کل جہاں چاؤش کرتے تھے صدائے دورباش

ان کا لحد میں آج کوئی استخواں نہیں — ناسخ
دیدۂ عبرت سے دیکھو گلشن شداد کو — ،،
یہ صدا آتی ہے ہر دم نوبت تیمور سے — ،،
کس بادشاہ کا یہ سر پر غرور ہے — ،،
جسے ہم روندتے پھرتے ہیں یہ سب خاک انساں ہے — ،،
خاک میں کیا کیا ہی گل رخسار پنہاں ہو گئے — ،،
تری عبرت کو منعم ایک باقی قصر گردوں ہے — ،،
شہر جو آباد تھے شہر خموشاں ہو گئے — ،،
اشک خوں روتے ہیں آنکھیں غریب آثار کی — ،،
قطع جب ہونے لگے کپڑے کفن یاد آ گیا — ،،
کیا کروں گا پلنگ سونے کا — ،،
گور یاد آئی کیا جس دم نظارہ شام کا — ،،
اس لئے ہوتے ہیں موئے بدن پیر سفید — ،،
یاد آتا ہے وطن گور غریباں دیکھ کر — ،،
یاں تک کہ لاش کو بھی میسر کفن نہیں — ،،
لے گیا ہوتا یہ آئینہ سکندر ہاتھ میں — ،،
انھیں کی خاک بنی گرد باد صحرا میں — ،،
یہ مجیروں کی صدا بانگ درا سے کم نہیں — ،،
پھر کن کہتے ہیں جن کو گورکن سے کم نہیں — ،،
یہ غافل آج کیوں بے فائدہ زر بند کرتے ہیں — ،،
گور بھی ملتی نہیں دنیا میں کیکاؤس کی — ،،
کچھ خبر ہے راہ چلتے میں کسی پامال کی — ،،
ایک مشت استخواں پوشیدہ ہے — ،،
جانتے ہیں ہم برابر تجھ کو اور مزدور کو — ،،
جانتے ہیں تنگ شاید چرخ کی خرگاہ کو — ،،
قبر پر جا بیٹھتے ہیں چھوڑ کر تعمیر کو — ،،
ہوا ایک قصر تن محکم محل کی پائیداری سے — ،،
کریں عبرت کہ کیا کیا قصر و ایواں ہو گئے خالی — ،،
ہو تم کو ملی قسمت مگر معمار کی — ،،
جز لحد دنیا میں کچھ تعمیر کی حاجت نہیں — ،،
اک گور میں ہیں کیسے سکندر بھرے ہوئے — ،،
آج واں کوئی بگولوں کے سوا رقصاں نہیں — ،،
غیر شیر و گرگ آج اس جا کوئی درباں نہیں — ،،

عبرت

فرش خاک پر یہ وہ ہیہات سوتے ہیں پڑے
روز و شب رہتے تھے جن کے مسند زر زیر پا
جائے عبرت ہے یہ دنیا غافلو ڈرتے رہو
تاج تھا جس سر پہ وہ [illegible] تخت و افسر کی
کیا جام گدائی چھوڑ کر یاں سے [illegible]
[illegible] جنھیں خواب سواب
فرش مخمل پہ [illegible] وہ [illegible] روز دراز
بستر خاک پر [illegible] خاک
[illegible] داغ نہ انجام [illegible] خاک
جمشید نہیں [illegible] جام [illegible] خراب
کیسے کیسے دور فلک نے [illegible] کیقباد [illegible]
[illegible] اور فوج ہاتھی [illegible]
جب چل بسے تو کوئی [illegible] ساتھی
دنیا کے امیروں میں [illegible]
[illegible]
کیا تخت [illegible]
[illegible]

ذرا عبرت

عبرت

شاہ کیا کیا ہو گئے ہیں اس زمیں کے تخت پر
جو نظر رکھتے تھے چرخ ہفتمیں کے تخت پر — ہمدم

ماہ سے کیا کیا بنے نقش ہم سے مل گئے ہیں خاک میں
کہے جی کیا احوال اک دن اپنی تربت خاک کا — "

جس سے دم بھر جدا وہ بنج زمانے کے ہاتھ سے
گلیوں میں پھرتے ہیں وہی خوار ارمغوں — "

آئینہ میں ہے جہاں کے کر تو نظر اے ہمدم
اب کہاں ہے سکندر و دارا کہاں کاؤس و جم — "

ہیں کہاں اسکندر و دارا و ایران کے امیر
کل کے بیٹھے خانہ آباد ویران ہے — "

آج کیوں نازاں ہے تاج و تخت پر اپنا کوئی
ہو گئی سل بھی جو پھر کاسہ سر اندر کوئی — نجیب

ہمدم

ذرا عبرت سے نقصان و کمال ماہ کو دیکھو / جو پہلے سر پہ چڑھتے تھے وہ اب ڈھل کر نکلتے ہیں — نظم
گلستاں ہو کہ خارستاں یہ دونوں جائے عبرت ہیں / یہ مقتل نیزہ بازوں کا وہ مدفن تاجداروں کا — "
ہوا میں ان کے ذرے ہوں تو ہوں جو نامور گزرے / پتہ روئے زمیں پہ تو نہیں ملتا مزاروں کا — "
ذرا سن تو سہی کیا شور ہے شہر خموشاں میں / جو غافل ہیں یہاں آکر سبق لیتے ہیں عبرت کا — "
کل تلک منہ ڈھانک کر سوتے ہیں دم گھٹتا تھا جنکا / آج داماں کفن منہ پر ہے دہرایا ہوا — "
یہ اڑ کے تاج سلیماں سے خاک کہتی ہے / بسیرا اب سر بال طیور میں نے کیا — "
عبرت مجھے ہوتی ہے پلٹنے پہ صدا کے / اک بات اٹھاتا نہیں کہسار کسی کی — "
کوئی خبر نہیں دیتا ہے خاک جم کی مجھے / میں خشت گر سے کبھی کوزہ گر سے پوچھتا ہوں — "
لحد میں مال و زر کچھ کام آئیگا نہ منعم کے / جسے خود کھود کر گاڑا ہو امید اس سے کیا رکھے — "
گواہی دیرہے ہیں روز محشر دست و پا میرے / یہ حال اپنوں کا ہے غیروں سے پھر امید کیا رکھے — "
شاہان سرفراز کا آنا تو ہے نشاں / کچھ گرد آسماں پہ چھائی ہوئی تو ہے — "
مت نظر کر نشاط دوراں پر / وا اگر تیری چشم عبرت ہے — نشاط
عبرت کی جا ہے دیکھ ذرا آنکھ کھول کر / آخر کہاں وہ اپنے پرائے چلے گئے — نواب
گر تو مرتا ہے تو بیکار ہے یہ دولت و جاہ / دیکھ دنیا سے گیا لے کے سکندر کچھ بھی — "
کل تک جو شمع محفل عیش و نشاط تھے / جلتا نہیں چراغ ہے آج ان کی گور پر — نسیم
نازاں نہ تخت و تاج و علم پہ ہوں بادشاہ / مٹ جائیں گے تمام یہ نقش و نگار عمر — واسطی
فلک شکوہ بناتے تھے یاں جو قصر بلند / یہ مٹ گئے کہ نشان مزار تک نہ رہا — "
اعضا دکاں کے خاک کے نیچے نہیں نشاں / رکھتے نہ تھے قدم جو تکبر زمین پر — "
چشم عبرت سے زمانے کا تماشا کرلے / پھر ہے اے راہرو منزل فانی سونا — "
جن امیروں کو بڑا طبل و علم پہ تھا غرور / مٹ گئے ایسے کہ اب طبل و نشاں کچھ بھی نہیں — "
ہوئی عبرت مجھے دیکھی جو سحر شبنم کو / مٹ گیا جو جو کہ گلشن ایجاد آیا — "
جہاں یہ واسطی عبرت کدہ ہے / تماشا جمگھٹا میلا نہ سمجھو — "
مسند ہے نہ تکیہ نہ مسہری نہ بچھونا / انجام تہہ خاک ہے یہ اہل دول کا — واہی
بناتے ہیں عبث منعم عمارت دہر فانی میں / کہاں ایوان جمشیدی کہاں قصر فریدوں ہے — "
نام آور جتنے تھے وہ خاک میں سب مل گئے / بہر عبرت ٹوٹی پھوٹی کچھ عمارت رہ گئی — "
خواہش اسباب کی بس عالم اسباب میں تھی / سو رہے بعد فنا خاک میں بستر کے عوض — وزیر
آنکھ جب پڑ جائے گی آنسو رواں ہو جائیگا / اک بلا مجھ کو مزار کشتگاں ہو جائیگا — وحشت
آئینہ ہے چراغ سکندر کی گور پر / ہے جام جم کی خاک پیا اور جم بنے پیر فلک — وقار
ٹھوکروں سے پاؤں کی پامال ہیں وہ آج دیکھ / جن کا سر کل زینت اکلیل و افسر ہو گیا — ہرچند
کسریٰ کے طاق پر یہ لکھا تھا بہ آب زر / اس منزل خراب کے ساکن گزر گئے — ہوس
اہل دنیا کو جگایا خفتگان خاک نے / بند آنکھیں دیکھ کر وا چشم عبرت ہو گئی — ہوش
آخر اک دن تختہ تابوت ہونا ہے نصیب / آب زر سے تھا لکھا خاقان چین کے تخت پر — ہمدم
چین سے کیا سوتا ہے منعم بچھا کر یاں پلنگ / عاقبت ہے گور میں سونا زمیں کے تخت پر — "

عدم

سخت ہے راہ عدم انساں کو بے اعمال نیک
واہ کیا سیدھی عدم کی راہ ہے
کرو جو غور عدم تو وہ ایک ہستی ہے
رفتہ رفتہ لحد میں پہنچے ہم
وہ شہر مقرر ہے کچھ اس شہر سے بہتر
ہموار راہ ہے کوئی رہزن کا ڈر نہیں
عدم کی راہ سے ہموار کوئی راہ نہیں
دلا ملک عدم کے خوف سے کیوں دم نکلتا ہے
دم واپسیں ظلمت قبر محشر
کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی
جاتا ہے جو ہستی سے عدم کو نہیں پھرتا
ملک عدم کی آمد و شد کا ہے کیا شمار
کیسی ہموار ہے راہ عدم آباد آسیر
کارواں عدم آباد رواں ہے خاموش
عدم کو چلے جاتے ہیں آگے پیچھے
ہستی سے رواں قافلے رہتے ہیں شب و روز
نہ پستی و بلندی ہے نہ ایسے بھیڑ کے رستے
جہاں ہوگا ترا جانا کہوں کیا حال میں اسکا
عدم میں جا کے کہوں گا سرائے ہستی سے
یارو جو شہر عدم سے آئے ہیں اس ملک میں
کون ادھر کی یہاں خبر لائے
تراب اس طرف خبر کون لائے
ہم نہیں واقف عدم میں کیا تھی دلچسپی مگر
پوچھئے کس سے کہے کون عدم کا احوال
جاتا ہے عدم کو اک زمانہ
ملک عدم میں بیٹھ رہے جا کے سب عزیز
اکدم کی مسافت ہے پہنچ جائیں گے جلدی
کس طرح طے کریں گے الٰہی رہ عدم
کھلتا نہیں عدم سے خرابات دہر میں
شام کو آئے چلے وقت سحر سوئے عدم
کڑی تھی اس قدر منزل عدم کی

شعر	شاعر
مرد بے توشہ کو تکلیف سفر کیونکر نہ ہو	امیر
اک سر مو بھی نہیں زنہار کچھ	،،
نہاں ہوا جو ادھر ہو گیا ادھر پیدا	،،
راہ غربت کٹی وطن آیا	،،
دنیا سے عدم جا کے پھر آتا نہیں کوئی	،،
بہتر کوئی عدم کے سفر سے سفر نہیں	،،
نہ کچھ مسافت منزل نہ راہ کی گردش	انور
مسافر سینکڑوں جاتے ہیں رستہ خوب چلتا ہے	،،
عدم کے ہیں رستے کٹھن کیسے کیسے	اکبر
کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک	امیر
بے نشہ شہر ہے کوئی دلچسپ ادھر بھی	،،
ستر جہاں میں آئے بہتر چلے گئے	،،
چین سے سوتے چلے جاتے ہیں جانیوالے	،،
خاک اڑتی ہے نہ آواز درا آتی ہے	آزاد
ہر اک شخص کا بس یہی راستہ ہے	افسوں
مسدود عدم کا کبھی رستہ نہیں ہوتا	آتش
عدم کی راہ سب راہوں سے ہے بے پیچ سیدھی	،،
وہاں پر بس کوئی اپنا نہ بیگانہ ترا ہوگا	بختاور
لباس عاریتی بر میں تھا اتار آیا	برق
کیوں پھرے جاتے ہیں وہ الٹے ادھر کس کے	تراب
جو یہاں سے گئے نہ پھر آئے	
نہ آیا ادھر پھر ادھر جو گیا ہے	
روز دنیا سے ادھر اک قافلہ جاتا رہا	تسلیم
ایک بھی ملک سے نہیں جا کر پھرتا	،،
ہر چند کہ راستہ نہیں ہے	،،
ایسے گئے پھر نہ ادھر سے ادھر پھرے	،،
کچھ دور یہاں سے عدم آباد نہیں ہے	،،
کوئی نہ راہبر ہے کسی کا نہ ساتھ ہے	،،
کیوں ہوشیار آئے تھے کیوں بے خبر چلے	،،
رات بھر کے لئے تعمیر مکاں کیا کرتے	،،
کہ پہنچے خاک میں مل کر یہاں تک	،،

عدم

شعر	شاعر
اسیر نہ کر کہ اپنے سے بھی راہ عدم / رک جا ہے نہیں عمر رواں ہو نہیں سکتا	نسیم
دور جانا ہے کہ ہے قصد عدم / یاراں اب ہم کو رخصت پہنچے	نقش
پھر یاں اب ہم کہ چلے عدم آباد بھی / جانفزا اس درجہ ہے کیا جہاں زیر زمیں	ثاقب
جا رہا ہے جان دے کر کنبہ سے کی بستی ہے	=
عدم آباد کی بستی ہے کہیں اپنی بستی ہے	=
بلندی سے بلندی ہے آخر بہار باغ ہستی ہے / عدم سفر ہے آخر غربت کو ترستی ہے	حبیب
وطن کو آنکھ اپنی روح ہے رو رو سوئے عدم / جاتے ہیں جاتے نہیں آتا نہیں ہوتی	=
ہزاروں قافلے چل کے کوئی خبر ہے اسکی / وہاں سے آیا نہ کوئی راہ عدم سے نکلے	=
پھر وہ قافلے اس راہ سے گزرے / سینکڑوں قافلے سب گزری	=
رفتگان عدم نہیں آتی / نہیں آتی خبر ساتھ قدم	
افسوس نہیں ہے راہ عدم	

بھیس ا

عدم

پوچھو ناسخ سے یہ نا واقف کہ عدم میں کیا ہے
بات کیا کہتی نہیں کیا جانے جو دن رات سفر کرتے ہیں
جو گیا یاں سے وہ بس شہر خموشاں میں رہا
جب آنکھ بند ہوئی پھر کیا ہے دو قدم
اک دم میں پہنچے ہیں لاکھوں راہ عدم کرتے ہیں طے
عدم کو جاتے ہیں ادھر کا ادھر دیکھے جاتے ہیں
عجب ہے کوئی ادھر کا [illegible]
عدم آباد کی بستی ہے وہاں کے جانے والوں سے
ذرا کہو سے کوئی جاکر عدم کے جانے والے ہیں
چلو تم آگے آگے ہم بھی آتے ہیں
جاتے ہیں پیچھے سے میری سفر کا
کیا چین سے بیٹھے ہیں کہ ارادہ ہے سفر کا
عدم کے رہنے والے بھی یقین لا مکانی ہیں
نہ پیغام زبانی ہیں
خدا جانے وہ کیا عجیب عالم ہے
کہیں جب جانے ادھر تو جو پھر واپس نہیں آتے

کیا نشستان عدم

ناسخ
پھر اعدم سے نہ کوئی ہمدم کہ حال یاروں کا پوچھئے ہم
عدم سے آکے عدم کو اگر نہ پھر جاتے
=
پہنچ جاتے ہیں بند آنکھیں کئے منزل پہ سب رہبر
خالی قصر وایواں کیا ہمیں بھی ہے وہاں جانا
منزل راہ عدم دیکھئے طے کیونکر ہو
=
رہرو ملک عدم کی نہیں آتی جو خبر
ساتھ نہ کوئی جائے گا ہوں گے رواں جدا جدا
کیونکر کٹے گی راہ عدم کی سفر ہے سخت
جوہری راہ عدم میں نہیں ڈر رہزن کا
نسیم
کسی سے راہ میں ہوتا نہیں کسی کا ساتھ
بے شک کوئی جا لائق تفریح وہاں ہے
چلے تو ہیں مگر اہل عدم جو پہچانیں
ناسخ
در پیش رہ ملک عدم ہے تمہیں حیرت
کیا جانیے کیا لطف ملا ملک عدم میں
گئے عدم میں تو یاران رفتہ پوچھیں گے
=
نہیں معلوم یہ ملک عدم ہے کس تماشے کا
آتا کوئی جو ملک عدم سے تو پوچھتے
وطن چھٹے تو کہو کس طرح قرار آئے
علائی
زینت زیر زمیں گرچہ نہ ہوتی دلکش
رہروان عدم آباد کے جانے والے
دم ادھر چھوٹا اور عدم پہنچا
بحیہ
سفر ملک عدم کا ہے وفور ضعف ہے ہمدم
کہاں چلے ابھی اے ساکنان ملک عدم
یارب مسافران عدم کی خطا معاف
=
ہے عبث جستجوئے اہل عدم
عدم نے ہر طرف ہستی کا ناکا روک رکھا ہے
مسافران عدم کا کہیں نشاں نہ ملا
مسافران عدم کا شمار ہو کس سے
ملک عدم میں خیر سے جانا محال ہے
اس کے پھر آنے کی امید کسی کو بھی نہیں
ملک عدم وہ ملک ہے جاکر وہاں سے پھر
کچھ ہو تو عدم میں راحت
ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ

جلیل
عجیب دلچسپ ہے وہ عالم کہ جو گیا ہو گیا وہیں کا
حرار
یہاں ٹھہر کے غریب الدیار کیا کرتے
"
عدم کی کیا ڈگر ہے صاف کچھ آڑ نہ دلدل ہے
جوش
سرائے دہر سے چل کے جہاں تباہ وگدا ٹھہرے
"
ساتھ کوئی نہیں کوچ سفر کی آواز
"
راستہ بند ہے کیا ڈاک کے ہرکاروں کا
جوہری
راہ عدم کا جوہری ہوگا سفر الگ الگ
"
اٹھتے نہیں ہیں نبتے ہیں رنج وطن میں پاؤں
"
جس کو دیکھا ہے یہاں بے سروساماں دیکھا
"
ہر ایک دم میں رواں رہرو عدم سو سو
"
کرتا نہیں رخ کوئی ادھر جا کے عدم سے
حیرت
بہت ہوا ہمیں عرصہ عدم سے آئے ہوئے
"
کچھ فکر بھی کرتے ہو کبھی زاد سفر کی
"
جو یار گئے پھر نہ ادھر سے ادھر آئے
"
کہ تم بھی جامۂ ہستی وہیں اتار آئے
"
جسے ہم دیکھتے ہیں وہ اسی جانب رواں ہے
"
چرچا ہمارا ہوتا ہے اہل وطن میں کیا
"
عدم سے آئے تو دنیا میں اشکبار آئے
ذاکر
یوں عدم کو کبھی اپنا نہ پرایا جاتا
"
ایسے جاتے ہیں کہ پھر لوٹ کے آتے بھی نہیں
"
ہے قریب اتنا فاصلہ کیا ہے
"
اور انبار غم رکھکر چلے سر پہ خدا حافظ
"
ذرا تو ٹھہر کہ ہم بھی ہیں چلتے ساتھ کے ساتھ
راسخ
مفلس گئے غریب گئے بے ٹکٹ گئے
"
پہلی منزل میں سب چلیں گے آپ
"
گماں ہے باب امکاں پر در شہر خموشاں کا
سعید
رواں ہوا جو ادھر کو وہ کامیاب ملا
سخن
چلے ہی جاتے ہیں یہ کارواں خدا کی پناہ
"
منزل کڑی ہے اور ہے کھٹکا بھی راہ کا
"
قافلہ یاروں کا جو ملک عدم جا پہنچا
سرور
اے غافلو کہو یہاں آنا کہاں رہا
سودا
ہستی تو ہم عذاب دیکھا
"
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

کیا شبستان عدم بھی ہے تماشے کی جگہ
نقد طاعت سے تہیدست چلے سوئے عدم
لحد سے اٹھ نہیں سکتا ہے حشر تک مردہ
ملک عدم کا حال کسی نے نہ کچھ کہا
جاتا ہے کوئی واں تو پھر آتا ادھر نہیں
کیا جانے جس مقام کی مطلق خبر نہیں
وہ راہ راہ عدم ہے جو بادشاہ چلے
مسافران عدم کی خبر ہو خاک ہمیں
عدم کے جانیوالے قبر میں رہتے ہیں مدت تک
قبر انساں ہے در شہر عدم
الٰہی کیسی مشکل ہے عدم کی راہ آساں کر
ساکنان عدم آباد کی پرسش مجھ سے
سایہ کی طرح آئے یہاں اور ڈھل گئے
دیکھئے پہنچیں گے کب تک تا در ملک عدم
کیا پوچھتے احوال ہو تم ملک عدم کا
عدم کے جانیوالو آج تک پھر کر نہیں آئے
وہاں کیا تماشا کوئی ہو رہا ہے
عدم کا قافلہ چپ اس طرح ہے رواں
عجب منزل شوق ملک عدم ہے
ملک عدم بھی ہے کوئی دیوار قہقہہ
ہیں وجود اور عدم قریب قریب
ہے ملک عدم بھی کیا ہی دلچسپ
عدم کے جانے والوں سے نہ پوچھو
ملک عدم کو جاتے ہیں لیکن کوئی بشر
راہ عدم کو سینکڑوں جاتے ہیں پر خموش
کیا دور ہے عدم کہ جو جایا نہ جائے گا
ملک عدم سے جا کے پھر آتا ہر ایک شخص
امن ہو گا غم و آزار سے شاید اس میں
لوگ جاتے ہیں ادھر سے تو چلے سوئے عدم
وادی ملک عدم میں نہیں خطرہ مکیں
یا الٰہی کیا عدم کوئی تماشا گاہ ہے
ہمصفیران عدم آباد سے پوچھے کوئی
خاک خوش آئیں گے سنانے عدم آباد کے

ملک ہستی سے جو جاتے ہیں وہاں آتے ہیں
ہم کو اس راہ میں چوروں سے خطر کچھ بھی نہیں
عدم کی راہ تھکاتی ہے پہلی منزل میں
آیا نہ پھر وہاں سے جو بہر خبر گیا
ہرگز پھر اس کے حال کی آتی خبر نہیں
پھرتا کوئی تو پوچھتے ہم ماجرائے گور
برہنہ پا و تہیدست و بے کلاہ چلے
دہان گور سے کس کو جواب ملتا ہے
بہت دلچسپ ہے شاید تماشا پہلی منزل کا
جو سوار آیا یہاں پیدل گیا
کہ اکثر راہرو تھک تھک گئے اس منزل ہستی میں
نقش ہستی ہیں اگر اپنی مثالوں تو کہوں
ملک عدم ازل سے ہمارا وطن ہوا
قافلے چلتے گئے سب پہلی منزل میں رہے
اک ہو کا سا عالم ہے نہ دیوار نہ در ہے
کس سے پوچھتے احوال کچھ شہر خموشاں کا
ہزاروں عدم کو چلے جا رہے ہیں
کسی کے کان میں بانگ درا نہیں آتی
چلے جاتے ہیں کارواں کیسے کیسے
آیا نہ پھر ادھر جو مسافر ادھر گیا
ان میں کچھ فاصلہ بعید نہیں
کوئی نہ پھر ادہاں سے جا کر
وہیں جاتے ہیں آئے تھے جہاں سے
واپس سرائے دہر میں آیا نہیں ہنوز
ہے کارواں مگر جرس کارواں نہیں
اک دم کے دم میں پہنچیں گے قرباں وطن میں ہم
ہوتا نہ واں مکان جو آرام گاہ کا
جو ترقی پہ سدا ملک عدم ہے تہ خاک
پھرتے دیکھا نہ کوئی ہم نے ادھر سے ہرگز
قافلہ ہے کہ یونہی پیش چلا جاتا ہے
جاتے ہیں عالم جو پیر و جواں چھوڑے ہوئے
آشیاں کس شاخ پر ہیں کس چمن میں گھر بنے
پھرتے ہیں آنکھوں میں جلسے عالم ایجاد کے

عزیز ، ، ، ، ، ، عالم ، عاشق ، فوق ، فروغ ، ، ، فدا ، ، ، قدر ، قطب ، ، ، قربان ، ، ، لائق ، ، ، مکیں ، میکش ، ، ، ،

عدم

کچھ خبر آدم کی آتی ہے نہ آدم زاد کی
یا الٰہی کیسی بستی ہے عدم آباد کی
کس قدر ہے قریب ملک عدم
دو قدم پہ نشاں ہے منزل کا
جنازہ کی بلندی گور کی پستی یہ کہتا ہے ہمدم کا
رہ ملک عدم ہے یا کوئی رستہ ہے عدم
جاتے ہیں آنکھ بند کئے تمام و عدم
اس راستہ میں کب ہوتی رہبر کی احتیاج
ہستی میں آ کے مجھ پہ یہ حال عدم کھلا
جاتا ہے دور اور میں آیا ہوں دور سے
کہاں جاتے ہیں سفر کیا ہے منزل کیسی
عدم و ملک عدم کچھ پکار رہے ہوتے
کس سے پوچھیں کہ ہم وہاں عدم
کہاں ہم سے کہاں مقام ہوا
قالب میں روح کہتی ہے کسی کے نام سے
دنیا سے اب سفر ہے مجھے اس دیار کا
اندھیری کوٹھری ہے موت اسکا راز نہاں ہے
سچ کہتے ہیں ہم ملک عدم ملک خموشاں ہے
عدم سے

۵۸ ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، ،

عدم

عدم میں یار ہم نے آبادی کی نہ دیکھی / نہ کوئی دور دراز اس میں اک بستی سب کی — نیرنگ

اک خدا ہی جانے کیسی عدم کی راہ ہے / اک مسافر کی خبر ملتی نہیں — =

علم

آسودہ ہیں وہ علم و ہنر میں کہ جو ہیں / رکھتے ہیں بس جاہ کے اور شان کے خواہاں — اکبر

تحصیل علوم کر کے دولت ہے بجا بھی / اخلاق درست کر کے زینت ہے بجا بھی — =

گر علم نہیں تو زور و زر ہے بیکار / مذہب جو نہیں تو ادبیت بھی نہیں — آزاد

نہ جائے مر کے بھی اہل ہنر کا جوہر طبع / گزشتہ ہو کے بھی ہے قاطع مرض و اولاد — =

سب کمال و علم و ہنر سے شرف ہے / انسان ورنہ کم نہیں جانور و دواب سے — اسیر

دولت سے رونق اور ہے دنیا میں علم کی / سونے کی لوح کتنی ہے زیبا کتاب پر

عدم کے رہنے والو تم کو اتنا تو بتانا تھا / گزرتی کیا ہے تم پہ حال خوش ہی یا پریشاں ہے — مہر

سفر ہوگا دشوار ملک عدم کا / گناہوں سے گر یونہی تر دامنی ہے — مضطر

کیا ہی بک بک تھے مضطر دنیا میں ہم جب آئے / اب جائیں گے عدم کو دوش و بال باندھے — "

عدم بھی ہے تماشا گاہ شاید / جو پیہم قافلہ ہستی رواں ہے — "

کہاں قافلہ رہروان ملک عدم / کوئی تو بات کرو اک فرا ٹھکانے کی — مصحفی

اک یار بھی آیا نہ ادھر ملک عدم سے / کیا قافلہ رستہ میں کہیں بیٹھ رہا ہے — "

کیا تماشا نظر آتا ہے وہاں حیران ہوں / لوگ کیوں سوئے عدم یاں سے چلے جاتے ہیں — "

یاران عدم سنتے نہیں بات کسی کی / کس طرح ہم ان قافلہ والوں کو پکاریں — "

مسافران عدم کی خبر نہ پوچھو کچھ / کہ گم ہوئی ہیں بہت کارواں میں کتنے — "

عدم کی بستی بسی رہتی ہے خدا رکھے / کہ واں سے کوئی ہے آتا تو کوئی جاتا ہے — محبوب

عدم سے آئے ہیں جائیں گے پھر عدم اک دن / اس ابتدا کو ہم انجام کار سمجھے ہیں — ماہر

راہ بیتے ہیں وہی راہرو ملک عدم / چار ہل کو انہیں جس راہ لگا دیتے ہیں — "

راہی ملک عدم رہرو ہیں دھڑکا دل میں ہے / قافلہ خاموش جاتا ہے خطر منزل میں ہے — "

ممکن نہیں کہ زیست میں اہل عدم ملیں / میں خود ہوں بے نشاں تو ملے کچھ نشاں مجھے

لوگ کیونکر عدم کو جاتے ہیں / کہ قدم کا کہیں نشان نہیں — منت

راہ عدم میں چھوٹ گیا جسم و جاں کا ساتھ / اک بھیڑ ہے مسافروں کی ریل پیل ہے — منیر

کس طرح راہ عدم مجھ سے دلا طے ہوگی / اب تو عصیاں کا مرے دوش پہ انبار ہوا — نواب

نہ لایا عدم کی خبر کوئی اب تک / یہاں سے گئے کارواں کیسے کیسے — "

عدم کی بہت سخت تھی راہ لیکن / روانہ ہوئے ناتواں کیسے کیسے — "

جو گیا عالم فانی سے نہ آیا پھر کر / خوب دلچسپ مگر شہر خموشاں ہوگا

عدم کا قافلہ کیا جانے کس طرف کو گیا / ذرا بھی گرد نہیں راہ میں غبار نہیں — نظم

عدم کا خواب بھی نرگس کو خواب نوشیں تھا / کہ آنکھ کھول کے دیکھی بہار کی صورت — "

میں تو سمجھا تھا عدم سابق بھی ہے لاحق بھی ہے / ہائے پھر ہستی کی تہمت کیوں لگا کر لے چلا — "

سراغ اہل عدم کے قافلوں کا پھر ممکن ہے / صدا سے بے صدا امر کارواں میں ہے درا ہوتا — "

عدم میں کون سا آرام دنیا سے زیادہ ہے / وہیں سے لوگ آئے ہیں وہیں پھر جانے والے ہیں — نوح

رہ عدم کا پتہ کیا چلے کسی کو دغا ز / کہ خاک بھی نہ کسی جا نظر غبار آیا — وقار

منزل ملک عدم دیکھئے کیونکر طے ہو / راہ دشوار ہے اور زاد سفر کچھ بھی نہیں — "

آخر اک دن عدم کو جانا ہے / بنتی بایوں سفر ہوا تو کیا — ہمدم

ہستی سے ہے عدم تک اک دن ضرور جانا / آئے دور سے ہم پھر اب ہے دور جانا — "

یہاں ملک عدم کا سفر ہے کیا در پیش / جو لوگ اپنے لگے کو پیچ اور مقام میں ہیں — "

بس وہ ہوا ادھر میں کا گزرا جو اس جہاں سے / آیا جو یاں پھر اس نے پائی خبر نہ واں کی — "

عدم کی راہ ہے دشوار تر ادیر خطر شاید / جو یاں اسباب چھوڑے جاتا ہے ہرگز را پنا

نہیں معلوم ہے ملک عدم کو بددعا کس کی / ہزاروں بستیاں بستی ہیں پردہ دیوانہ رہتا ہے — ہنر بر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
قدر جانیں علم کی ارباب علم	کیا کہے گا مرد جاہل مرحب	امیر
افسوس ہے انسان نہ ہو علم کا جویا	وہ مال ہے یہ صرف سے جو کم نہیں ہوتا	آتش
رکھ اب خیال علم کا ہر وقت اے عزیز	بے شک پنھائیگا یہ تجھے زیور تمیز	افضل
گو اس جہاں سے سعدی وہ عرفی گذر گئے	پر علم سے وہ نام زمانہ میں کر گئے	"
علم کی تحصیل میں اے مہرباں سستی نہ ہو	دھیان دیکر خوب دل سے تم سبق اپنا پڑھو	"
علم سے مطلب ہے ہونا ماہیت سے آشنا	ہے وہ جاہل جو دوئی میں پڑکے بھی الجھا رہا	افسوں
ہو بے عمل کے علم کا کیا فائدہ عیاں	شکر کے نام لینے سے میٹھا ہو منھ کہاں	"
صاحب علم سے حاصل ہو جہاں کی دولت	علم ہر قوم کو ہے باعث خیر و برکت	اثہری
علم ہر قوم کو پہنائے لباس تزئین	علم ہر جسم کو دے فخر کا زیبا خلعت	"
ایشیا کو تھا اسی علم نے گلزار کیا	اب ہے یورپ کو اسی علم سے حاصل عزت	"
کام سورج سے لئے علم نے ایسے ایسے	دیکھکر ہوتا ہے عالم انھیں محو حیرت	"
الغرض علم کو تم اپنے عمل میں لاؤ	منتقل طور سے دکھلاؤ مآل محنت	"
گزرے ادھر فلک سے نہ کس طرح شان علم	جب علم کا مکان بنے لامکان علم	احسن
دیکھو کمال علم کہ وہ کس جگہ نہیں	چھایا ہوا زمین پہ ہے آسمان علم	"
نظروں میں اہل دہر کی جاہل سمائے کیا	ذی رتبہ ہے وہی کہ جو ہے رتبہ دان علم	"
اپنے بھی قصہ ہائے گزشتہ کو بھول جاؤ	سن لے جو گوش دل سے کوئی داستان علم	"
جاہل خدنگ طعن سے ہوتے ہیں دلفگار	کیا چڑھ گئی ہو دیکھو عزیزو کمان علم	"
ادنےٰ سا بھی ہر کام ہے اب علم کا محکوم	بے علم ہے جو قوم سو حال اسکا ہے معلوم	اسمٰعیل
اے علم ہے تجھی سے نقش و نگار ہستی	ہے گلشن جہاں میں تجھ سے بہار ہستی	اوج
تو آفتاب بنکر ہر سمت ہے منور	تیری ہی یہ تجلی پھیلی ہوئی ہے گھر گھر	"
اسرار سر قدرت تو نے کئے ہویدا	شان جمال مطلق ہے تجھ سے آشکارا	"
مخلوق کے دلوں پر تیرے ہیں سکے بیٹھے	چاروں طرف جہاں میں بجتے ہیں تیرے ڈنکے	"
کشت امید انساں نزہت فزا ہے کیا کیا	باغ مراد تجھ سے پھولا پھلا ہے کیا کیا	"
تو بوئے گل کی صورت پھیلا ہوا ہے ہر سو	ہر ہر دماغ میں ہے تیری بسی ہوئی بو	"
آنکھوں کو نور تجھ سے دل کو سرور تجھ سے	شان جمال مطلق کا ہے ظہور تجھ سے	"
مشکل جو مسئلے تھے حل کر دئے ہیں کیسے	ہر فن کے تو نے کھولے دشوار فہم عقدے	"
اے علم تجھ سے کیا کیا انساں نے فیض پائے	حاصل ہوئے ہیں رتبے کیا کیا بڑے ہیں پائے	"
جو مٹ گئے ہیں انکا تجھ سے ہے نام باقی	ہے یادگار ہستی اب تک کلام باقی	"
کیا رتبہ ہے عالموں کا اللہ غنی	یہ لوگ ہیں نائب رسول مدنی	بحر
پے دنیا ہے زیور علم واعظ	وہ مصحف کو حمائل جانتا ہے	"
کشتیٔ حفظ ہے ارباب ہنر کی تعلیم	پار اتر جائینگے استاد بھی شاگرد کیساتھ	"
انتظام کار عالم منحصر ہے علم پر	اٹھ گیا جب علم دنیا سے تو پھر اندھیر ہے	برتر
علم کے آب ہی سے نار ہوا بجھتی ہے	کبھی ہوتے نہیں دیکھا دل جاہل ٹھنڈا	بختاور

علم

شعر	شاعر
علم ہی کرتا ہے بختاور دلوں میں روشنی / گل ہوا رہتا ہے ساری عمر جاہل کا چراغ	بختاور
دن اس کے بہت امن و اماں سے گزرے / جس کے حصہ میں یہاں علم کی دولت آئی	پرتو
بے مشقت نہیں ہوتے ہیں یہ حاصل ناداں / ہنر و علم پدر سے نہیں حصہ تیرا	"
علم سے پایا بشر نے آفرینش پر شرف / ورنہ انساں جانور سے کم نہیں	تسلیم
جو علم نہ رکھے ہو تمیز اس کو کہاں سے / جاہل کی نظر میں ہیں کئی ہیں سبھی ردی	تراب
علم و عرفاں ہو تو البتہ ہے وہ سب سے شریف / بدتر از حیوان ہے گر جہل سے مقرون ہے	"
جاہل کو خبر علم کے درجہ سے کہاں ہو / پوچھ مرد خبردار سے	"
خوبی ہنر تکمیل آدمی کا علم	"
ہوا فقیر کو گر علم کیمیا تو کیا	تاجر
فروزاں نہ ہو جو چرخ پہ آفتاب / ہے شخص بے علم زیر نقاب	"
وہ کیا تیغ ہے جس میں جوہر نہیں / وہ شب تار ہے جس میں اختر نہیں	"
جو ہے بے عمل پڑھ کے اہل صفا / کہا اس کو قرآں میں حق نے گدھا	کتابیں

کتابیں گدھے پر اگر لاد دو	خبر وہ حقیقت سے اصلا نہ ہو	تائب
ناخدائے کشتئ عالم نہ کیوں ہوں اہل علم	علم کہتے ہیں جسے نبیوں کی وہ میراث ہے	ثاقب
دولت دنیا تو بس دنیا ہی میں رہ جائے گی	علم کی دولت مگر عقبے میں بھی کام آئے گی	״
اس کے سایہ سے جو بھاگا وہ خدا سے بھاگا	علم کہتے ہیں جسے دامن رحمت ہے وہی	״
نادان اہل علم کا افلاس ہے غنا	رہتے ہیں ان کے دل میں خزانے بھرے ہوئے	״
جو جاہل ہے قیامت تک وہ عالم ہو نہیں سکتا	کہ عرفان خدا بے علم حاصل ہو نہیں سکتا	״
عالم بے عمل نہیں شاخ خزاں رسیدہ ہے	سایہ سے جس کے راہرو مثل صبا رمیدہ ہے	״
جو عالم بے عمل ہے اس کی باتوں پر اثر کیا ہو	وہ چشمہ ہے تو کھاری ہے وہ گوہر ہے تو جھوٹا ہے	״
بے عمل عالم سے جاہل ہے بھلا	پھول وہ کیا جس میں رنگ و بو نہیں	״
علم پر جبکہ عمل ہی نہیں پھر کیا حاصل	یوں تو شیطان سے بڑھکر نہیں عالم کوئی	״
ایسے عالم سچ ہے اپنے وقت کے بوجہل ہیں	علم دیں پڑھتے ہیں جو عالم فریبی کے لئے	خاطر
حیات جاودانی کا وسیلہ علم ہے خاطر	قیامت تک رہا کرتا ہے زندہ نام عالم کا	״
ہرگز صراط علم سے غافل نہ بچ کے چل	اس راہ سے رسول ملے اور خدا ملے	رمز
زر کا بھی کچھ لطف جاہل کو نہیں	ہے بڑی دولت جو استعداد ہو	سحر
چاہئے تحصیل زر سے بیشتر تحصیل علم	آبرو انساں کو بے فضل و ہنر ملتی نہیں	״
کرو نہ نالۂ موزوں ہزار کی صورت	بغیر علم نہیں اعتبار کی صورت	״
ہے لطف عجب خرچ میں ہے دخل زیادہ	زائل کبھی یہ علم کی دولت نہیں ہوتی	سعید
انساں گہر ہے علم و فن اسمیں ہے آب و تاب	بے آبرو ہے آدمی کو علم گر نہیں	شیر
اس کو بے عزت کہے گا اک زمانہ یاد رکھ	دوڑ میں علم و ہنر کے پیچھے جو رہ جائے گا	صدر
علم کے پانی سے ہے سرسبز دنیا کا چمن	پانی پہنچے گا نہ جس پودے کو وہ مرجھائیگا	״
فیض تعلیم کو ہے شرط گذارش اپنی	کرمس سرو پہ کرتی اثر اکسیر نہیں	صابر
سخت وضعوں کو نہ تعلیم سے نرمی ہو نصیب	لاکھ آتش سے نہ بے آب ہوئے زر نکلے	״
شرافت ہے انسان کی علم سے	لیاقت ہے انسان کی علم سے	ضمیر
ہو فقر کی خواہش کہ امیری کی طلب ہو	بے علم جہاں میں کوئی دولت نہیں ملتی	ظہیر
اطلبوا العلم کے معنی سے ہوا یہ آشکار	ہے تلاش علم جادہ منزل مقصود کا	״
عالم وہ کیا عمل نہ ہو جس کا کتاب پر	بے فائدہ ورق تو ہے جاہل الٹ گیا	ظفر
صلاحیت بجز تعلیم پیدا ہو نہیں سکتی	کبھی غلہ نہیں ہوتا کسی کو غل مچانے سے	عاصی
جو بحر علم میں غواص ہو تو اے غافل	ضرور ہاتھ ترے دُرّ آبرو آئے	فصاحت
کہتے ہیں جسے علم وہ ہے ایک ہی نقطہ	اس علم سے آگاہ اگر ہیں فقرا ہیں	فیض
عزت سے اگر جینا ہے تو علم پڑھو تم	یاں تک کہ مرو بھی تو اسی ہی میں مرو تم	فوق
بے علم کے ہنر کی ترقی بھی ہے محال	رہبر کی ہے تلاش ہر اک راہرو کو فرض	قاسم
مرکر نہ جائیں صاحب جوہر کی قوتیں	جب تو قوی ہے کشتۂ فولاد کا مزاج	قدر
آساں نہیں غبی کی طبیعت ذکی سی ہو	مشکل حصول علم ہے کودن کے واسطے	تعلب

کمال

علم

ثانی نہیں ہے اس کا علم و ہنر کی دولت

سب دولتوں میں اس کو عالم میں ہے فضیلت

پڑھتا ہے جو وہ پڑھ کر سیکھ پائے گا اہمیت

عالم سے ناز اپنے علم و ہنر کو دیکھ

انسان کی مرتبوں کو اس کے ہے نشاں ہے

اور اس کے جہاں میں کیا نام ہے

اس علم سے گلستاں ہے اک تازہ بوستاں ہے

دل ہے وہی ہیں جن کی ہر دم ادھر نظر ہے

دانا ہیں اپنی ہمت سے علم کی ہے

جگر

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
جس کو ہے فوق سب پر وہ فوق علم کا ہے	زینت ہے جو گلے کی وہ طوق علم کا ہے	کمال
کچھ اس میں شک نہیں ہے یہ خیال سچا	نادانو جہل شئے سے بہتر ہے علم شئے کا	"
بس چاہیئے برابر الفت مطالعہ سے	بڑھتی ہے دیکھنا کیا قوت مطالعہ سے	"
جس کو حاصل ہو قوت تقریر	کیوں نہ اسکی ہو عزت و توقیر	"
علم حاصل کرو تم اے بچو	جی ہٹاؤ نہ پڑھنے سے بچو	"
دولت علم کا بڑا ہے اثر	خاک ہے اس کے آگے دولت و زر	"
دولت و زر کو کچھ کمال نہیں	دولت علم کو زوال نہیں	"
علم سے کوئی شئے نہیں بہتر	باعث آبرو ہے علم و ہنر	"
بغیر علم و ہنر آدمی کی کیا وقعت	غرور حسن پہ اپنے یہ خوبرو نہ کریں	محب
علم کا اس سرزمیں پر قدرداں ملتا نہیں	عالموں کا تو یہاں نام و نشاں ملتا نہیں	"
فلک پر قوت تعلیم نے عالم کو پہنچایا	پڑے غار مذلت میں سر غافل کے ٹکڑے ہیں	"
ہے شکایت یہ زمانہ کا ستم اٹھتا نہیں	جانب علم و عمل لیکن قدم اٹھتا نہیں	"
نتیجہ تربیت تعلیم کا ہے	نہ اچھا ہے نہ ہے کوئی برا دل	"
دولت علم گر نہیں ہے پاس	مفلس بے نوا گدا ہے دل	"
خدا نے دی جسے دنیا میں علم کی دولت	وہ اپنے سامنے قاروں کو بھی گدا سمجھا	"
بے علم و فضل شیخ کے جبہ سے فائدہ	ہے بار پشت خر یہ حماقت کی جھول کا	"
سالک منزل حقیقت ہوں	بدرقہ علم رہنما ہے دل	"
زر و جاگیر سے کیا دل کو حاصل	بغیر علم تو ہے بے نوا دل	"
انسان علم ہی سے پہنچتا ہے تا بہ عرش	اس راہ میں نشان کئی نقش پا کے ہیں	"
جس ملک میں تعلیم کا آتا ہے قدم	جاتا ہے وہاں سے بھاگ جہل اظلم	"
انسان ہے بے علم و ہنر کے بیکار	ہر کار میں تعلیم ہنر ہے درکار	"
ممکن نہیں بے علم ترقی کا وجود	تعلیم سے کھل جاتی ہے راہ مسدود	"
پتھر ہے وہ دل جسمیں نہیں صدق و صفا	بے علم و ہنر ہیچ ہے انساں کا وجود	"
بے محنت علم کس نے عزت پائی	بے جوہر علم کس نے وقعت پائی	"
اب چھوڑیئے للہ جہالت اپنی	بے علم و ہنر کے نہیں عزت اپنی	"
گو عقل بشر گوہر تابندہ ہے	بے علم کہاں آدمی بنندہ ہے	"
ہوتی نہیں دولت سے بشر کی عزت	بے جوہر ذاتی نہیں ممکن وقعت	"
گر نہیں علم تو تجھ سے نہیں طاؤس حسیں	او مرے ناز سے بن ٹھن کے سنورنیوالے	"
غلامی کا ذریعہ علم کو سمجھے تو کیا سمجھے	ہم اس کو زور بازو سے خدا اطلس ہما سمجھے	"
جو سمجھے دولت جاوید ان علمی خزانوں کو	مآل اندیش ہیں وہ قوم کی سچی بقا سمجھے	"
ہے یہی علم تو اک حضرت آدم کی شرف	ورنہ انسان کو حیواں پہ شرافت کیسی	"
بے ریاضت نہیں آتا ہے کوئی علم و ہنر	اپنی غفلت کا گلہ کیجئے قسمت کیسی	"
عہد طفلی ہی میں پڑھنا ہے تو پڑھ لے ناداں	ورنہ ایام جوانی میں تو فرصت کیسی	"

اشعار (ترچھی تحریر)	شاعر
علم — [illegible]	محب
متاع علم ہے دنیا تو کیا ملال ہے [illegible]	"
خاک ہے اس کے سامنے کیمیا جانے [illegible]	"
بد نصیبوں کو کہاں دولت تعلیم نصیب [illegible]	"
علم رکھتے ہیں وہی جنکی ہے قسمت اچھی [illegible]	"
[illegible]	"
[illegible]	"
[illegible] خاک وہ	"

علم

شعر	شاعر
ہر دلعزیز علم سے ہوتا ہے ہر بشر / نادان ہے جو علم سے کرتا ہے درگزر	ہنر
تحصیل علم کی کرے طفلی میں ہر بشر / عہد شباب خواب سا جاتا ہے بس گزر	"
عالم کی عقل میں نہیں کوئی فتور ہو / باد مضر سے دور چراغ شعور ہو	"
چرچا جہاں ہو علم کا وہ جائے خوب ہے / جو رائے علم سے لے وہ رائے خوب ہے	"
ہر شہر و ہر دیار میں ہے چاہ علم کی / خوف و خطر سے پاک ہے بس راہ علم کی	"
لازم ہے ہر بشر کو کہ سیکھے اسے ضرور / جاہل بھی جو پڑھے لکھے ہو دنیا میں ذی شعور	"
بے علم جو بشر ہے تو مٹی خراب ہے / بے سمجھ بوجھ دل میں خدا کا عذاب ہے	"
بے علم زیست ہوتی ہے انسان کی حرام / بے علم ہو بھلا نہیں دنیا میں کوئی کام	"
بے علم ہو خراب بشر اس جہان میں / بے علم ہو بھلا نہیں اس جہان میں	"
بے علم ہو بھلا نہیں اس ذرہ بھی خبر / بے علم جو بشر وہ حیوان سے بدتر	"
رکھتا جو علم کو ہے وہ انسان ہے / انسان نہ اس کو کہئے وہ حیوان ہے	"
بہرہ ہے جس کو علم سے وہ نیک نام ہے / ہوتی ہے جس کی چار سو مشہور عام ہے	"

علم و ہنر

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
خاک وہ تعلیم ہے جس سے نہ ہوں عالی دماغ	پیٹھ پر لاتے ہیں یورپ سے کتابیں لاد کے	محب
علم سے انساں خلیفہ ہے خدا کا برملا	اشرف المخلوق ہے قبضہ میں ہے ارض و سما	"
بے حصول علم نطق و عقل سب بیکار ہیں	بے مدد علم و ہنر کے عقل سے ہوتا ہے کیا	"
تربیت تعلیم سے انسان ہوتا ہے ملک	اور علم و فضل و دانش ہی سے ملتا ہے خدا	"
زباندانی نہ ہو جس میں نہ سمجھو آدمی اس کو	تفاوت نطق کے باعث سے ہے انسان و حیواں میں	"
جہاں دیکھتے ہیں جہالت کی باتیں	نگر علم و تہذیب کم دیکھتے ہیں	"
مثال بدر ہوتے ہیں وہی کامل زمانہ میں	در علم و عمل پر جو رگڑتے ہیں جبیں برسوں	"
جسے ہے پائداری وہ ہے حسن خُلق و علم و فضل	کہاں رہتا ہے قائم مثل گل رنگ حسیں برسوں	"
علم دائم زندگی ہے جہل ہے انساں کی موت	آب حیواں اور ہے زہر ہلاہل اور ہے	"
ثبات و صبر و طلب محنت و ریاض دوام	یہ علم و فضل کے رستے ہیں سب بنائے ہوئے	"
نسل پر کیا فخر ہے علم و ہنر پر فخر کر	آدمی تو سب یہ پیدا ایک آدم سے ہوئے	"
علم بھی دولت ہے پھر زر پر عبث کرتے ہیں لوگ	چاہتے ہیں آپ سا زردار ہو داماد بھی	"
دبیگی جہل و تعصب سے کیا شعاع علوم	دبا گہن میں کہاں آفتاب رہتا ہے	"
ہوے جو کتابوں سے دولت کے سائل	وہی باب علم و ہنر تک نہ پہنچے	نیر
آدمی کو علم ہو تو خضر کی حاجت نہیں	بچکے چلتا ہے یہ اکثر راہ ناہموار سے	منت
کیا عجب ہے ہو اگر کشف القلوب	روشنئ چشم باطن علم ہے	"
ہنر و علم بھی حقیقت میں	دولت لازوال ہے صاحب	مضطر
تلوار کی جس طرح ہے خوبئ جوہر	یا آب ہے جس طرح سے خوبئ گہر	مہر
انسان کا اے عزیز جوہر ہے علم	اخلاق ہے آب اور ادب ہے زیور	"
تم اختیار کرو علم و فضل کی تحصیل	شرف ہو تاکہ تمھیں اس سے حاصل اور تفضیل	"
ہر اک طرح کی ترقی کی علم ہی ہے سبیل	یہ چیز وہ ہے کسی کو یہاں نہ قال و قیل	"
زک آکے کوئی بھی عالم کو دے نہیں سکتا	یہ وہ خزانہ ہے چور اس کو لے نہیں سکتا	"
اقبال اگر گل ہے تو گلشن ہے علم	دولت ہے اگر لعل تو معدن ہے علم	"
اے مہر نہیں زوال جس دولت کو	اس دولت بے بہا کا مخزن ہے علم	"
بہتریں ہے مشغلہ کوئی تو ہے تحصیل علم	اس خزانہ کی جو ہے کنجی کتاب اس کا ہے نام	"
پڑھ کتب وہ کہ تجھ کو راہ دکھائیں	آدمی سے تجھے فرشتہ بنائیں	"
علم کا شوق بہتریں ہے شوق	مغتنم ہے اگر رہے یہ ذوق	"
ابتدا اس کی سیر باغ جہاں	انتہا شوق علم کی عرفاں	"
ابتدا انتہا ہیں دونوں خوب	چیز ہے علم دلکش و مرغوب	"
نسب سے مال سے زر سے فضیلت ہو نہیں سکتی	نگر علم و ہنر ہی سے ہر انساں کی شرافت ہے	"
جو کوئی کسب کرے تو اسی کو ہو حاصل	کسی کا ورثہ نہ ہے علم نے ہنر میراث	ہمدم
منظور جس کو دونوں جہاں کی ہو بہتری	وہ جان و دل سے اپنے کرے چاہ علم کی	ہمد[illegible]
انساں کی قدر ہوتی ہے علم و ہنر سے خوب	جس کو ہے علم کوئی نہیں اس بشر سے خوب	[illegible]

علم وہنر عطا ہے بس انساں کے واسطے — یہ خلعت خدا نہیں حیواں کے واسطے — ہنر

خدا نے جس بشر کو دی لیاقت — ہوئی تحسیں کے قابل اسکی عادت — ″

لیاقت والے نے جب چشم وا کی — نظر آئی اُسے صنعت خدا کی — ″

لیاقت باعث عزت ہے بے شک — لیاقت موجب شوکت ہے بے شک — ″

جو ہو عمدہ لیاقت اس کو حاصل — بشر ہو بارگاہ شہ میں داخل — ″

لیاقت سے وزیر شہ بشر ہو — کرم کی مہر کی ہردم نظر ہو — ″

لیاقت سے ہو حاصل مال و دولت — لیاقت سے ہو حاصل جاہ و حشمت — ″

لیاقت سے ملے شیریں کلامی — لیاقت سے ہو حاصل نیک نامی — ″

لیاقت سے نہیں ہے جو خبردار — وہ مردم کی نظر میں ہے بدو خوار — ″

رہے انساں لیاقت سے جو غافل — نہ ہو کچھ زندگی کا لطف حاصل — ″

دنیا ہے مکر۔ مکر کو ہے شرط وقفیت — شیطان کا بھی کام نہ بے علم چل سکا — یکتا

کرے عمل جو نہ پڑھ کر ہمیشہ اس سے بچو — کہ بند پانی میں بوئے فساد آتی ہے — ″

اثر کیا خاک ہو باتوں میں اسکی — وہ جاہل ہے جو عالم بے عمل ہے — یم

عمر ناپائدار

نہ جان کا ہے بھروسہ نہ عمر رفتہ کا — یہ بے وفا ہوئی کس کی وہ آشنا کسکی — آصف

آئے گی نہ پھر کے عمر رفتہ — ہم مفت میں جان کھو رہے ہیں — امیر

گزرا ہوا زمانہ پھر آتا نہیں کبھی — وہ کونسا ہے دم جو دم واپسیں نہیں — ″

جہاں سے مجھے لائی تھی میری عمر — وہیں سیر دکھلا کے پہنچا گئی — ″

بڑی بے وفا عمر رفتہ تھی ہائے — مسافر کو رستہ میں لٹوا گئی — ″

لائے تھے مثل شرر تھوڑی سی عمر — آنکھ ادھر کھولی اُدھر ہم مرچلے — ″

سنتی نہیں ہائے عمر رفتہ — اک عمر سے ہم پکارتے ہیں — ″

نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہیں ہے کچھ اعتبار اسکا — کہ راہ لیگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ مجھے بتاکر — ″

ہیں وہ ناداں جنھیں دو روزہ جینے پہ ہے ناز — دیر کتنی ہے اجل آج نہیں کل آئے — احمد

یوں بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہوگئے تمام — کشتی میں جیسے ساکن کشتی رواں رہے — ″

دو روزہ زیست غنیمت ہے ذکر حق کرلے — بدن میں جان دہن میں زباں رہے نہ رہے — ″

بڑھتی ہے عمر جتنی ہوتی ہے عقل افزوں — ہردم نیا مزہ ہے اس بادۂ کہن میں — احسن

کشتئ عمر کا انجام ہمیں یاد آیا — کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہیں بیٹھ گئی — ″

نہ کیونکر عمر کا رشتہ ہو کوتاہ — اٹھایا کرتے ہیں ہم پیچ پر پیچ — اسیر

عمر رواں رواں ہے کوئی جانتا نہیں — یہ طرفہ کارواں ہے کہ جسمیں درا نہیں — ″

کثرت اندوہ وغم میں سچ ہے گھٹ جاتی ہے عمر — پیچ ہو جس میں وہ رشتہ مختصر کیونکر نہ ہو — ″

عمر رواں کی ہوگی روانی کبھی نہ دور — وہ کون ہے جو روک سکے اس سمند کو — ″

جو ہے سوار اس پہ وہ پا در رکاب ہے — کتنا سمند عمر رواں میں شتاب ہے — ″

عمر ناپائدار

خضر کہتی ہیں ... دیکھو ... ہوتا ہے کیا
عمر کہتی ہے کہ آگے برق سے دو گام ہوں
فروغ عمر تھا گویا فروغ جلوۂ برق
ٹھہرنے پائے نہ دم بھر بھی ہم شرر کی طرح
عمر یک خرام ... کہیں نقش پا
دکھلائی ... دیا نہ ...
[illegible]
عزیزو یہ عمر زلیخا نہیں بس ہے
شیشۂ ساعت کی صورت خاک چھانی عمر بھر
موت نے جب آکے ٹکرایا تو چکنا چور ہے
عمر گذری کھیل ہی میں یا کود میں
کاش ہستی کی فکر ہست و بود میں
دن وہ دن ہے کہ خالق کی بھلائی میں کٹے
رات وہ رات ہے جو خالق کی رضا میں گزرے
سراسر کھیل بچوں کا حیات و موت ہے اپنی
ادھر سے اس نے منہ کھولا ادھر سے اس نے منہ ڈھانکا
آج ہے روز ولادت اور کل روز حساب
مرنے جینے کی اسی میں کوئی ساعت ہو تو ہو
ہے سراغ عمر رفتہ کی تلاش
چلے ڈھونڈیں مصر کے بازار میں
سیل فنا ہے بحر جہاں میں کیلئے نجات
کشتی عمر نوح کا لنگر نفس میں تھا

ذوقی
"
"
ثاقب
"
"
"
"
"
"
کیفی نو

جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہیں
یہ صدا آتی ہے رفتار سمند عمر سے
عمر گزشتہ کا کہیں لگتا نہیں پتہ
اک دم میں جا ملوں گا عزیزانِ رفتہ سے
ہے مغتنم یہ آمد و شد دم کی چند روز
دم ہیں دنیا سے مجھے ملک عدم تک لے گیا
نہ کی آہ کچھ عمر رفتہ کی قدر
انیسؔ دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ
کرنے نہ پائے سیر جہان خراب کی
کرتا ہے قطع منزل ہستی کو آن میں
روزق نشیں بحر فنا ہے ہر اک بشر
عمر گریز پا کی ہے کیا کیا محافظت
رکا نہ یہ فرس بدلگام عمر رواں
دم بھر ہے بحر ہستی میں عمر رواں کی چال
چار دیوار عناصر کی خرابی کیا کہوں
دیکھتی بھی نہیں منہ پھیر کے پس ماندوں کو
دشوار ہے ٹھیروں سفر ملک عدم میں
آئے دنیا میں چلے پھر عدم آباد کو ہم
جینے کو عبث ہر دم ہشیار سمجھتے ہیں
کیا جلد اپنی عمر دوروزہ گزر گئی
ملا کر چلی خاک میں سیکڑوں کو
عبث اپنے سے امید رفاقت
ہم سفر تھا میں ترا لیکن جہاں میں کو بکو
بحر ہستی میں دما مہ دم کا ہے مثل حباب
کٹی عمر دوروزہ مثل شیشہ بزم عالم میں
چار دن میں یہ زمانہ بھی گزر جائیگا
حیات کا ہے تعشقؔ بھلا بھروسہ کیا
نہ ہو سست کیوں دمبدم تار عمر
دار فانی میں زیست دوروزہ کیلئے
لے گیا شوق عدم کیا تیز دنیا سے مجھے
رہتا ہے رواں قافلۂ عمر شب و روز
جز یک نگاہ اسکا وجود و عدم نہیں
چلا ہے کیا ہی سبک کارواں عمر رواں

سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں
وہ بھی گھوڑا ہے کوئی جس کو کہ کوڑا چاہیے
بالائے آسماں نہیں زیر زمیں نہیں
کیا عرصہ ہے زمانۂ ماضی سے حال کا
کشتئ عمر کی ہے روانی ہوا کے ساتھ
آفریں ہے توسن عمر رواں کی چال پر
عجب جنس کو رائگاں کر دیا
چراغ لیکے کہاں سامنے ہوا کے چلے
کیا طے سمند عمر نے منزل شتاب کی
اس راہوار عمر کی رفتار دیکھنا
ظاہر میں گو مقیم ہے لیکن رواں ہے
گھیرے ہوئے ہیں چاروں عناصر فصیل سے
اگرچہ دورۂ آفاق بھی دہا نہ ہوا
چلتے ہوئے سفینے یہ موج ہوا کے ہیں
الٹے پاؤں پھر گئی عمر گریزاں دیکھکر
ڈھنگ سیکھی ہے تو اے عمر گریزاں کس کا
رک جائے کہیں عمر رواں ہو نہیں سکتا
اتنی ہی عمر دوروزہ تھی سفر ہونے دو
اس عمر دوروزہ کو بیکار سمجھتے ہیں
مثل نگاہ شوخ ادھر آئی اُدھر گئی
نہ کام آئی عمر گریزاں کسی کی
وفا ممکن کہاں عمر رواں سے
ٹھوکریں کھانے کو اے عمر گریزاں رہ گیا
کیا سمجھ کر کیجئے اس عمر فانی پر گھمنڈ
نہ سر پیدا کیا ہم نے لیا احساں نہ ساماں کا
ابھی روئیں گے جوانی کو لڑکپن کیسا
ہوا حباب میں ہے یا ہے جسم زار میں روح
یہ رشتہ کو محکم کسی کا نہیں
عمر گریز پا تجھے کیا کیا نہ چاہیے
رہ گیا پیچھے بہ مشکل گرد افسانہ مرا
آواز نفس کم نہیں آواز درا سے
عمر رواں بھی مثل شرر جلد باز ہے
نشان پا نہیں پیچھے کہیں غبار نہیں

آزاد
آتش
"
"
اشک
امانت
انیس
"
انور
اثر
بحر
"
"
پرتو
تسلیم
"
"
"
"
"
"
"
"
تعشق
"
تراب
ترکی
توفیق
"
"
"

کچھ تو لحاظ ساتھ کا منزل میں چاہیے	ہم ناتواں ہیں تیز نہ عمر رواں چلے	جلیل
جیتے جی اپنی کہیں عمر رواں رکتی ہے	ہے تماشہ کہ سفر میں ہوں سفر سے پہلے	″
ہے عمر رواں میں شمع کا رنگ	گھر بیٹھے گزرتی ہے سفر میں	″
پیدل تو کیا کبھی نہیں سنتا سوار کی	منہ زور کیا یہ عمر رواں کا سمند ہے	جنوں
مرکب عمر رواں بھی ہے نہایت چالاک	تیز رو ایسے کسی نے نہیں توسن دیکھے	جوش
غافل بہ ہوش باش کہ یہ حال عمر ہے	جس طرح برق تھی ادھر آئی ادھر گئی	″
کبھی لڑکپن کبھی جوانی کبھی ضعیفی ہے اور پیری	بشکل ریگ روان صحرا یہ عمر ہر دم کھسک رہی ہے	جوہری
سیکڑوں حسرت و ارمان و تمنائیں ہیں	اور یہاں زیست کی دم بھر نہیں مدت باقی	″
سمند عمر کی میں تیز رفتاری کا قائل ہوں	قدم رکتا نہیں دم بھر بھی اس منہ زور توسن کا	جرار
عمر رفتہ پہ بار بار افسوس	ایک افسوس کیا ہزار افسوس	جویا
عمر رواں نے مجھ کو کہاں لاکے دی دغا	اس ناتواں کو چھوڑ گیا کارواں کہاں	″
چلی جاتی ہے تو اے عمر رفتہ	یہ ہم کو کس مصیبت میں پھنسا کر	جرأت
ہزار افسوس اے نوائے زندگانی	چلی تو خاک میں ہم کو ملا کر	″
وہ دل نہ وہ دماغ نہ وہ آرزو رہی	اے عمر رفتہ لائیں تجھے ہم کہاں سے اب	حفیظ
شمع ساں ساشب کے مہماں ہیں ہم	صبح ہوتے ہی پھر کہاں ہیں ہم	حسن
لیکے رخصت حسن کوئی دم کی	سیر کو یہاں کی ہم بھی آئے تھے	″
تجھ پہ بھولے عبث کوئی اے عمر	تو کی جس سے بیوفائی کی	حالی
کرتی نہیں ذرا بھی توقف جہان میں	کیا جانیے یہ عمر گریزاں کہاں کی ہو	حیرت
شکوۂ مہر و وفا اے دل ناداں کس کا	ساتھ دیتی ہے بھلا عمر گریزاں کس کا	″
کوئی ہے شہسوار ایسا جو دنیا میں اسے روکے	بلا کی تیزیاں ہیں توسن عمر گریزاں میں	″
کیا جانیں چھپکے جاتی ہے کیونکر یہ بے وفا	دیکھا کبھی نہ عمر گریزاں کو راہ میں	″
یہ جان لو کہ منزل مقصد کو لے لیا	ایسی جو چال توسن عمر رواں کی ہے	″
تیری اس چال سے ہوگا تن بیجاں محتاج	تو کرے گی ہمیں اے عمر گریزاں محتاج	″
چھوڑ دینگے ہم ایک دن دنیا	عمر ناپائیدار کے باعث	″
جاتی ہے عمر رواں موج رواں سے آگے	لیتے ہیں عالم ہستی سے کنارا دریا	″
ابتدا سے ہے رواں مرکز اصلی کیطرف	خوب ہم نے تجھے اے عمر گریزاں دیکھا	″
پانی پہ نقش کیا ہے ایسا	جیسے ناپائیدار ہیں ہم	درد
گل کو نہ ہے ثبات ہم کو ہے اعتبار	کس بات پہ چمن ہوس رنگ و بو کریں	″
جان کچھ تجھ پہ اعتماد نہیں	زندگانی کا کیا بھروسہ ہے	″
پیری چلی اور گئی جوانی	اے درد کہاں کی زندگانی	″
نفس کی آمد و شد سے عیاں ہے گویا ہم	ہر آن عمر کے طے کر رہے ہیں زینوں کو	دل
اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات	ہنسکر گزار یا اسے رو کر گزار دے	ذوق
ایکدم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب	فکر امروز نہ ہے نہ غم فردا ہم کو	″

عمر ناپائیدار

گزرتی عمر ہے یوں دور آسمانی میں / کہ جیسے جائے کوئی کشتی دخانی میں	ذوق
عمر رواں کا توسن چالاک اس لیے / مجھ کو دیا کہ جلد کرے یاں سے ایڑ تو	″
داغ خوشی میں سالگرہ کی بھی غم رہا / کیونکر بڑھا ہیں گے عمر کے وہ دن جو گھٹ گئے	داغ
عمر گزشتہ ماضی تمنی کا / حسرت عمر گزشتہ	″
ضعیف ہے عمر بکرو ہے کرچی میں / کیا فائدہ عمر سامعہ آواز دریغ	سودا
چاہیے جو ہے سامعہ نزع ہستی میں / بہت بچا ہے رہنما کشتی ہے نزع ہستی میں	″
مثل شمع گزشتہ عمر کا ہم آن سے تھوڑا / چراغ سحر ہیں پائندہ جہاں میں	″
جو پائندہ ہو ہر چیز ہے پائندہ ہو سو کہاں سے / جو عمر گزشتہ کو وہ ڈھونڈ ہو سو کہاں سے	″
بہت تنگ زمانہ میں بہت عمر کا عرصہ / بس میں عمل نیک کیا چاہے سو کرلے	″
کھینچ کر تیغ جو چرخ بڑا ہے پیچھے / عمر کے کیا جلد کھٹے جاتے ہیں	″
رات دن عمر کی گھٹتی ہے / زندگی آپ ہی آپ کہتی ہے	

عمر ناپائدار

ہوس سیکھے نہ کیوں عمر جاوداں کی | یہ عمر مختصر بھی اپنی کہاں کی — شفق

کسے خواہش ہے عمر جاوداں کی | کہاں تک ٹھوکریں کھائیں یہاں کی — ″

عمر رفتہ کی بہار سے کچھ جلا تے نہیں | جو نفس جاتے ہیں واپس پھر کے وہ آتے نہیں — ″

عالم ارواح کے نزدیک ہوتے جاتے ہیں | سانس اپنے [illegible] آتے اور جاتے نہیں — ″

دنیا سے ہے سفر [illegible] ساتھ ہے | داغ [illegible] عمر کی ساتھ ہے — ″

پہلے مر جائے [illegible] عمر رواں کی صحبت ہیں — ″

زندگی دو روزہ کی [illegible] عمر رواں دیکھ — ″

جوانی کی [illegible] عمر رواں لوٹے | دکھاتی چال اپنا ہے [illegible] ہے دم کا — ″

مانند حباب اپنی بہت تیز رواں ہے | کشتی حیات اپنی چھپا اول چلے — ″

عمر کے باقی جو ہیں اب بے خبر دو چار دن	کھیل میں ضائع یونہیں یہ بھی نہ کر دو چار دن	سرور
کرو جہان میں عمل نیک غافلو	کیا اعتبار زندگی مستعار کا	سطوت
قلیل عمر پہ سنگیں مکاں بناتے ہو	ثبات کونسا ہے سنگ میں شرر کیلئے	سحر
پہنچے جو تازیانہ تار نفس لگے	کوسوں سمند عمر گریزاں نکل گیا	″
ڈھونڈھے جس شے کو ممکن ہے ابھی تو مل لے	ایک یہ عمر گزشتہ ہاں مگر ملتی نہیں	″
ہماری زیست کے ایام ایسے جلد کٹے	کہ جیسے کوند گئی دیدۂ حباب میں برق	سفیر
کشتی عمر بحر فانی میں	ہوتی جاتی ہے غرق روز بروز	سراج
رواں ہے عمر کی کشتی فنا کے دریا میں	بدن میں جان ہے کوئی دم حباب کے مانند	سعید
اس میں تو تیزیوں کے سوا اور کچھ نہیں	کیوں روح کو ہے توسن عمر رواں پسند	سخن
احباب میری سالگرہ سے ہے شادماں	غمگین ہوں میں کہ عمر میں اک سال گھٹ گیا	شفق
آج کا کام شفق کل پہ نہ چھوڑو زنہار	عمر کا عالم فانی میں بھروسہ کیا ہے	″
دم ہے کہ ہوا کا ایک جھونکا	ہے توسن عمر میرا چالاک	شہید
نہ سمجھے عمر کا ہم کچھ مبادی و مقصود	کہ یہ چلی ہے کہاں اور کہاں سے آئی ہے	″
کس گرم و تند رو ہے نوائے ناقۂ حیات	رفتار ہے تری شتر بے مہار تیز	″
ہیہات عمر رفتہ کا لگتا نہیں ہے	پریشاں ہوں میں کاروان ہستی بچھڑ کر	شاد
نہ دیکھی کبھی گرد عمر رواں کی	بہت تیز چلتا ہے گھوڑا ہمارا	شایق
ترارا بھرتے ہی پہنچا عدم میں	سمند عمر کیا چالاک نکلا	صبا
روکیں سمند عمر کو ہم کس مقام پر	کیا اختیار اس فرس بے لگام پر	″
ہر دم رواروی میں ہے یہ توسن حیات	ہر وقت اپنا پاؤں ہے گویا رکاب میں	صابر
اگر اذاں سنی تھی چلے تو ہوئی نماز	ہم عرصۂ حیات میں کیا آئے کیا چلے	″
ہوس کیا کریں دولت و جاہ کی	کہ ہستی نہیں عمر کوتاہ کی	طاہر
بے سود ہے اب عمر گزشتہ کا تاسف	ہیہات گیا وقت پھر آیا نہیں جاتا	ظہیر
انساں کی زندگی ہے تو دو نفس تلک	ساماں کرتا ہے جینے لاکھوں برس تلک	ظفر
نہیں پائیدار اپنی تعمیر ہستی	کہ ٹھیرے وہ کیا جس کی بنیاد کم ہو	″
یہ جو دم کی آمد و شد ہے اسی میں اے ظفر	دمبدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہیں ہم	″
ہر دم نفس رواں ہے بسوئے ہستی و عدم	یہ ہی سفر ہے اور سفر کس کا نام ہے	″
عمر جاتی ہے گزر اور نہیں ہوتی معلوم	اس مسافر کا کچھ انداز سفر اور ہی ہے	″
نفس کی ہے یہ جو آمد و شد بغور کر سیر اے غافل	یہ دیکھ طے ہو رہی ہے کیونکر رہ وجود و عدم چھپا چھپ	″
عمر رواں کی کشتی اک دم نہیں ٹھہرتی	ہیں یاں مقیم جتنے یہ ہیں سفر میں بیٹھے	″
نہیں اے ہمدمو چلتا یہ دم آہستہ آہستہ	رواں ہے کارواں سوئے عدم آہستہ آہستہ	″
گم ہے نشان وقت جو غفلت میں کھو دیا	اے عیش ڈھونڈھتا ہے کہاں تو سراغ عمر	عیش
دن گزرتے ہیں ماہ آتے ہیں	ماہ جاتے ہیں سال آتے ہیں	عاشق
طفلی گئی شباب گیا پیر ہو گئے	یہ دن بھی کاٹ دینگے جب اتنی گزر گئی	″

چھاؤں جس طرح ڈھلتی پھرتی ہے — اس طرح عمر کی روانی ہے — عاشق

ہو جائے مغفرت تو ہوں دریائے غم سے پار — بہتے سفینے اپنی جو عمر رواں کے ہیں — ،،

زمین پر پاؤں رکھا ہو تو ہو نقش قدم کوئی — ہوا رکھیں کہ بجلی نام اس عمر گریزاں کا — عاصی

کشتیٔ عمر ہے یوں شام و سحر پانی میں — جس طرح بلبلہ کرتا ہو سفر پانی میں — علی احمد

مثل حباب آنکھ کھلی وقت واپسیں — ہم نے تو عمر ایک نفس میں تمام کی — عزیز

پیک نفس نے یہ خبر دی عزیز — قافلۂ عمر رواں ہو گیا — ،،

بحر ہستی میں عمر کا ساغر — شکل جام حباب ہوتا ہے — عالم

شہسواروں سے بھی اس کی باگ رک سکتی نہیں — یہ سمند عمر غافل اس قدر چالاک ہے — غافل

یہ نفس کی ہے روا رو کہ ہیں خوف دل کو سو سو — یہ ہوا میں شمع کی لو کبھی گم کبھی عیاں ہے — ،،

تیری فرصت کے مقابل اے عمر — برق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں — غالب

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے — اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے — ،،

میں مر مٹا تلاش میں لیکن ملا نہ کھوج — یارب چلی گئی مری عمر رواں کہاں — فیض

عرصہ نہیں کچھ اس کے طلوع و غروب میں — کیا آفتاب عمر سریع الزوال ہے — ،،

تو کسی کی نہ ہوئی ہے نہ ہماری ہوگی — خاک پیچھا کریں اے عمر گریزاں تیرا — فدا

عمر سب کھوئی یونہیں الفت رزمیں فرخ — ہائے افسوس کبھی یاد خدا تو نے نہ کی — فرخ

ہے خود بخود رواں فرس عمر اے فروغ — مہمیز کی نہیں اس توسن کو احتیاج — فروغ

پوچھ نہ قائم کہ گئی کیونکر عمر — جس طرح ہو کچھ بسر کر گیا — قائم

جو عمر مقرر ہے سانسوں سے ہوا پر ہے — وقف رہ صرصر ہے فرماں میرے دہقاں کا — قدر

تو سمجھتا ہے کہ میری عمر بڑھتی جاتی ہے — وہ تو کم ہوتی چلی جاتی ہے ہر اک دم کے ساتھ — ،،

اے عمر رواں کہاں گئی تو — تنہا مجھے گور میں سلا کر — ،،

ڈاک انفاس گرامی کی رواں ہے ہر دم — زندگی بھر نہیں یہ پیک ٹھہرنے والے — نیر

اگرچہ اس کا بھروسہ نہیں کسی کو بھی — مگر یہ عمر رواں دم میں سکو لائی ہو — ،،

استاد بھاگنے میں ہے اے پیک عمر تو — شاگرد تیرے چال کی رفتار سیل ہے — ،،

دولت عمر کے سالگرہ سے کیونکر — باندھ لے گا نٹھ میں کس طرح خزانہ کوئی — ،،

بحر جہاں کی مچھلیوں میں ہم ہیں لے فلک — عمر اپنی کو تہی و درازی ہے شست کی — ،،

گھٹتی ہے بات کرنے میں گھڑیاں ہزار حیف — رو کے سے کوئی رکتی ہے عمر رواں کہیں — ،،

طفلی گئی شباب مٹا پیری آگئی — ہونا جو تھا ہوا وہ جو گزرا گزر گیا — منتہی

رواں ہر دم جو یہ عمر رواں ہے — یہ کس جانب روانہ کارواں ہے — میکش

توسن عمر کی روانی کو — سرعت نبض تازیانہ ہوا — ،،

چھوڑے گی اپنے بعد نہ تنہا یہاں مجھے — ہمراہ لے کے جائے گی عمر رواں مجھے — ،،

کشتیٔ عمر رواں کیوں نہ رواں ہو دن رات — اپنا ہر مد نفس جنبش دریائی ہے — ،،

چھوڑ دم جھانسوں کو غافل اپنے دم کی لے خبر — ختم دو سانسوں میں یہ عمر رواں ہو جائیگی — ،،

ہستی میں کچھ نہ پتہ نہ ٹھکانا نہ عدم میں ہے — جائے گی ڈھونڈھنے کہاں عمر رواں مجھے — ،،

عمر ناپائدار

حباب لب جو ہے ہستی ہماری — کہ دم مارتے ہی ہوا زندگی ہے — مصحفی

نظارہ کروں دم کی کب جلوہ گری کا — کہ دم کو وقفہ ہے چراغ سحری کا — ،،

یہاں عمر کو رہنے کی تاب ہے کب خوشی — بحر جہاں میں زندگی بھی ہے وقفہ حباب کا — ،،

صد سالہ زندگی بھی ہے پٹ اڑا ہوا — جاتا ہے مثل برق یہ رفتار گرم ہے — ،،

کشتی سمند عمر کی رفتار کس قدر — جاتا ہے جلد قافلۂ عمر آرمیدہ ہوں — ،،

مہلت نہیں مجھے کہ کیا عنان کی طرح — رو کے کوئی سوار اسے اب رواں کی طرح — محب

عمر رواں تو جاتی ہے زندگی کے دن — بڑھ گیا جوبن تو گھٹے، اک سال اور سالگرہ نے گھٹا دیا — ہم

ہستی عمر رواں ہے چشمک برق جہاں — کب تک ہے یہاں کسے کا قیام — عش

کون کہہ سکتا ہے شب و شباب کی — حالت نہ پوچھ میرے غفلت کے خواب کی — مہر

وہ کروٹیں تھیں عالم غفلت — ٹھہری ایک بھی چشمک ساں برق آنکھوں میں

کیجیے گلہ کیا اے عمر تیری تو شتابی سے

دیر افسوس.

عمر ناپائیدار

[illegible]

دیر افسوس کرتے رہئے گا	عمر جاتی رہی شتاب بہت	میر
طائر عمر کو نظر میں رکھ	غیب سے ہاتھ یہ شکار آیا	"
دیر بھی کچھ لگی نہ مرتے ہیں	عمر جاتی رہی شتاب بہت	"
دیکھا پلک اٹھا کے تو پایا نہ کچھ اثر	اے عمر برق جلوہ گئی تو شتاب کیا	"
اس عمر برق جلوہ کی فرصت بہت ہو کم	جو کام پیش آئے تجھے اسمیں ہو شتاب	"
یہ جو مہلت ہے جسے کہتے ہیں عمر	دیکھو تو انتظار رہا ہے کچھ	"
گرم رفتن ہے کیا سمند عمر	نہ لگے جس کو ہوا کا گھوڑا	"
عمر کا سرنگ چلتا ہے	ابلق روزگار کے سے رنگ	"
رفتگاں میں جہاں کے ہیں ہم بھی	ساتھ اس کارواں کے ہیں ہم بھی	"
کیا راہ چلنے سے ہے اے میر دل مکدر	تو ہی نہیں مسافر ہے عمر بھی گزریں	"
پنجروزہ عمر کیجئے زاہدی یا عاشقی	کام کچھ چلتا نہیں اس تھوڑی سی مدت میں ہا	"
بوئے گل یا نوائے بلبل تھی	عمر افسوس کیا شتاب گئی	"
سوار ہوتے ہی بھاگا چراغ پا ہوکر	سمند عمر میرے اختیار میں کیا تھا	"
مہلت عمر دو روزہ کتنی کرے فضولی کا ہے پر	آئے جو ہیں دنیا میں ہم تو جیسے کہیں مہمان گئے	"
گزر جاتا نہ دم کے ساتھ کیونکر بحر ہستی سے	لگا نا کشتی عمر رواں پر بادباں میرا	ماہر
بیاں ہو ہستی بنیاد قصر تن کیا خاک	حباب سمجھے ہیں جو استوار سمجھے ہیں	"
بحر عالم میں نہ کچھ مٹتے ہوئے دیر لگی	نقش بر آب خط مہر سلیماں دیکھ	"
توسن عمر سے رہو ہوشیار	دے نہ پٹکے یہ رخش ہے چالاک	مجروح
نشست وقت ہے یوں اپنی بحر ہستی میں	کہ جس طرح سے کوئی کشتی رواں پر ہو	سکین
نہ جو روکے رکے عمر رواں میں وہ روانی ہے	کرو کچھ فکر عقبیٰ موت اکدن پیش آنی ہے	مہر
اے مہر گیا قافلہ عمر رواں	کس سوچ میں بیٹھے ہو اٹھو میری جاں	"
گھڑیال گھڑی گھڑی نہیں بجتی ہے	آواز جرس کی آرہی ہے ناداں	"
خاصیت عمر جبکہ ٹھہری گزراں	اے مہر گزر جائیگی یہ عمر رواں	"
مدراحت میں بسر ہوئی تو کیا سود ہوا	اور رنج میں گزری تو ہوا کیا نقصان	"
اچھی بری سب تری گزر جائے گی	ہے حق کی رضا جیسی گزر جائے گی	"
اے مہر بہت گزار چکی عمر رواں	تھوڑی سی رہی یہ بھی گزر جائے گی	"
اعمال ریاضت اور عشق و عرفاں	سامان نجات میں سے کچھ بھی نہیں یاں	"
روتی ہے تری جان کو گھڑی نوحہ گری	اے عمر گزشتہ تجھے ڈھونڈھوں میں کہاں	"
عمر عزیز چشم زدن میں بسر ہوئی	گویا ہماری ہستی موہوم خواب تھا	"
جو کرنا ہے کرلے کہ نہیں دم کا بھروسا	سمجھا ہے جسے عمر چراغ سحری ہے	"
ہستی عمر رواں ہے چشمک برق جہاں	کوئی کہہ سکتا ہے کبتک ہے یہاں اسکا قیام	"
کیا بھروسہ دم کا ہے آیا نہ آیا اے عزیز	وقت فرصت مغتنم ہے کام آئیں گردہ کام	"
گھٹتا تا عمر کو ہے ہر نفس جو آتا جاتا ہے	سمجھ اس رمز کو بہرہ خرد سے ہے اگر کچھ بھی	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
سرائے دہر میں ہم مثل برق آکے چلے	تڑپ کے کاٹ دیا وقت مسکرا کے چلے	نظم
جانیوالواں میں ادھر گئے تو سبھی تھے لیکن	سب کے آگے تجھے اے عمر گریزاں دیکھا	״
برق سے تیز کہیں ہے روش عمر رواں	جس نے ایک سانس لی وہ سیکڑوں منزل آیا	״
کسی گڑھے میں گرا دے نہ تجھکو توسن عمر	وہ تیز گام ہے تو شہسوار بھی تو نہیں	״
دم شماری میں گزر جاتی ہے انساں کی عمر	اس میں تقدیم ذرا بھی نہیں تاخیر نہیں	״
رات دن قافلۂ عمر ہے سرگرم سفر	دل دھڑکتا ہے تو آواز درا آتی ہے	״
نہ تھمی عمر رواں لاکھ پھڑکتا رہا دل	سچ کہا ہے کہیں مٹی میں ہوا آتی ہے	״
دولت بے بہا ہے عمر عزیز	کوئی دولت بھی اپنی کھوتا ہے	نظامی
خوش عبث ہوتے ہو نادان ماہ نو کو دیکھکر	ایک مہینہ عمر کا ہوتا ہے کم ہر ماہ میں	ناسخ
وادی ہستی میں آتے ہی عدم کی راہ لی	ساتھ اپنے توسن عمر رواں پیدا ہوا	״
ہوگئی بالکل ہماری عمر غفلت میں بسر	عرصہ اپنی زندگانی کا مگر اک خواب تھا	״
یہی کہتی ہوئی جاتی ہے چلی عمر رواں	میرے دامن سے نہ باندھے کبھی صرصر دامن	״
بیاں کیا ہو سکے عمر رواں کی مجھ سے چالاکی	کہ اس توسن سے لگا ہے نہ ترکی کو نہ تازی کو	״
غبار راہ ہم سمجھیں نہ کیونکر جسم خاکی کو	رگ جاں توسن عمر رواں کو تازیانہ ہے	״
اشارہ آمد و رفت نفس کا ہے یہی ہر دم	بدن میں جو دم آیا ہے مقرر اسکو جانا ہے	״
ہمارا ہر نفس اک بادباں ہے	روانہ کشتی عمر رواں ہے	״
عاقلاں ہیرو نقط نشوند	ہے حیات اپنی یہ حیات نہیں	״
قافلہ عمر کا ہے پا بہ رکاب	زیست کا کیا ہے اعتبار افسوس	نصیر
کرتی ہے روح یہ نفس گرم سے صلاح	ایسے چلو یہاں سے کسی کو خبر نہ ہو	نشاط
نظر آنے کی پھر نہ رکھیو چشم	آنکھ کھلنے تک آشنا ہیں ہم	״
ہے رخصت جاں حال میں تلا نہیں سکتا	رہوار بہت تیز ہے ٹھیرا نہیں سکتا	نسیم
مانند موج جاتی ہے کیوں عمر اے وقار	انسان کو ہر نفس جو فنا کا سفر نہیں	وقار
کیوں رات دن رواں نہ رہے شہسوار عمر	کرتا نہیں قیام کہیں راہوار عمر	واسطی
جا گرم کرنے پائے نہ ہستی میں واسطی	کیا جلد بجھ گیا ہے چمک کر شرار عمر	״
بہت منہ زور ہے تھمتا نہیں ہے شہسواروں سے	رکے گا روکنے سے توسن عمر رواں کیونکر	״
ملے آرام کیونکر ساکنان ملک ہستی کو	نہیں ممکن کہیں عمر رواں کا قافلہ ٹھیرے	״
یہ مجھ کو جشن سالگرہ سے الم ہوا	اک سال زندگی کا میرے اور کم ہوا	״
روکوں میں کس طرح کہ یہ منہ زور ہے بہت	قابو میں میرے توسن عمر رواں نہیں	״
نہ دیکھا نقش قدم کا صدائے پا نہ سنی	سمند عمر سا کوئی سبک خرام نہیں	وزیر
نوجوانان چمن کو دیکھ چک اے عندلیب	عمر جاتی ہے چلی ہر دم جوانی کی طرح	ہوش
ہمارے ارّہ دم سے کٹے ہے نخل حیات	کب اس کی کاٹ کا رکھتا ہے اور آرا منہ	ہمدم
ہم زیست سمجھتے تھے اس آمد و شد دم کو	یہ آرہ تو ہستی کا شجر کاٹنے دوڑا	״
اپنی مثل حباب ہستی ہے	دم کے ہنسنے پہ موت ہنستی ہے	״

عمر ناپائدار

گزری ہے جو گھڑی سو ہوتی ہے عمر میں کم
نکلتی گھڑیال کی صدا میں
یہ بات ہے گزر گئی اپنی
کیا شتاباں گزر گیا شباب کے مانند
عمر عہد شباب ہے نہ رکھ غافل اعتبار
اک دم بھی اپنے دم نہ رکھ اعتبار کا
کیا اعتبار ہستی بے اعتبار کا
چشمک زدن میں ہے مآل آخر
بہار عمر ہے اک نظر میرا شرار
شرر کو دید جان کا ہے تیری عمر کی دیوار کو
پائداری کب ہے سدا سکندر سے باندھ
دل میں منصوبہ نہ منعم ... شباب
توسن زندگی و عہد شباب دونوں
جلد رو برق وار ہیں دونوں شرر کی طرح ختم
گلشن جہاں میں شرر نظر آن کر ذرا
غائب ہوئے نظر سے عمر کٹی جاتی ہے
صبح و شام و سحر ... اور سال پہ سال
ماہ پر ماہ چلے جاتے ہیں اور سال پہ سال
قافلہ عمر دو روزہ ہے جہاں میں اس پر
ہوس خام ہے ہم کو تم کو
آہ کیا کیا ہیں کیا چلے جاتے ہیں دن
کام بن آتا نہیں ... کب آتے ہیں دن
جو گئے وہ عمر کے ہیہات
روانہ ہو گئی

روانہ ہوگئی کیوں عمر کرکے کوتاہی
یہ کیا ہوا جو نہ ٹھہرا شباب کیا باعث — ہزبر

جہاز عمر کا کب بادباں ہے
ہوا ہے دم سے ہی ہر دم رواں ہے — ہرچند

مفت ضائع کرو نہ عمر عزیز
پھر نہیں وقت جا کے آنے کا — یکتا

دم آخر ہی جان جو دم ہے
کیا بھروسہ ہے جا کے آنیکا — ،،

عید

رسم نے ملنے کی کھوئی عید کی ساری خوشی
تین دن تک پاؤں رہ جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے — امیر

آنکھیں ہیں اور لطف ہے اب آکے دیدکا
برسوں جو آفتاب رہا چاند عید کا — ،،

لگایا تو گلے سے پر لگائی تیغ بھی اس نے
ملا تو عید کے دن وہ مگر چیں بر جبیں ہوکر — ،،

حجام میرے دل کا دکھادے جو آئینہ
ان سے زیادہ دوں اسے انعام عید کا — ،،

رہ گیا اپنے گلے میں ڈال کر باہیں غریب
عید کے دن جس کو غربت میں وطن یاد آگیا — ،،

جب تک کے روز عید مسرت فزا رہے
جب تک کہ کعبہ قبلۂ اہل صفا رہے — ،،

جب تک کہ کعبہ مرجع اہل خدا رہے
بالائے فرق سایۂ بال ہما رہے — ،،

پوچھتے ہیں وہ مجھ سے عید کے دن
کہو کیا مل گیا گلے مل کے — ،،

میرے قتل کا دن ہے کیا عید کا دن
گلے تیغ کے کیوں قضا مل رہی ہے — ،،

شاد دل غم میں رہے عید محرم میں رہے
کچھ سپیدی بھی مرے جامۂ ماتم میں رہے — ،،

آج جشن عید ہے اس طرۂ دستار پر
آسمان گرد ے نچھاور ماہتاب و آفتاب — ،،

ہونے نہ پائے غیر بغل گیر یار سے
اللہ یونہیں روز گزر جائے عید کا — ،،

وہ مست ہوں کہ میں نے شب قدر کی جا
روزے تمام ہوں کہیں دن آئے عید کا — ،،

خط عذار یار کا کیا وصف کیجئے
نوروز کا یہ زائچہ خطبہ ہے عید کا — ،،

کھینچا نہ ہاتھ قتل سے قاتل نے شام تک
تکبیر کہتے کہتے کٹا روز عید کا — ،،

پیری میں مجھ سے خنجر قاتل گلے ملا
دیکھا ہے چاند تیسری تاریخ عید کا — ،،

اس غمکدہ میں کٹ گئی یوں اپنی زندگی
قیدی پہ جیسے روز گزر جائے عید کا — ،،

اتراتے ہیں جو لوگ پہنکر لباس کو
ہنستا ہے چاک پیرہن صبح عید کا — ،،

باطن میں غم ہے عشرت دنیا سے ظاہری
پہنے ہوئے لباس محرم ہے عید کا — ،،

اٹھ اٹھکے بیٹھنے سے ہوئے کشتہ ہم امیر
خنجر پھرا گلے پہ ملاقات عید کا — ،،

خزاں میں مجھکو رلاتی ہے یاد فصل بہار
خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں — اقبال

پیام عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلال عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے — ،،

آؤ لگ جاؤ گلے آج ہے عید رمضان
ہاتھ پھیلائے گلے ملتے ہیں سب پیر و جواں — آزاد

ہر شب شب برات ہے ہر روز روز عید
سوتا ہوں ہاتھ گردن مینا میں ڈالکے — آتش

کوئی ہے ناز سے بسمل کوئی انداز پہ قرباں
وہ زیب انتزائے عید الفطر قربانگاہ عالم تھا — احسان

ہلال آسا گھٹا نہ فکر ترقی و تنزل سے
جہاں میں عید کے دن مجھ کو ایام محرم تھا — ،،

عید

بنے ہم ماہ نو غم سے ہوئی ہے عید غیروں کی
وہ ہم آغوش اعدا ہیں ہم آغوش الم ہم ہیں — احسان

بنا کی ہے ہلال عید کی کاہیدگی ہم نے
جہاں میں رنج و راحت شادی و غم دونوں توام ہیں — ،،

فنا کے غم نے اے احسان گھٹایا ہے مہ نو کو
کسی کو عید کے دن ہوں اسے ایام ماتم ہیں — ازل

ہم ہیں جیب جو مجروح ہم تیری دید سے
کیا غرض ہیں ہم کو ہلال عید سے — ،،

عید ہے ہم ہیں تیرہ اردوں کی بھلا
عید کیا فرقت میں ہے یاروں کی بھلا — ،،

غم سے ہیں بیدم ہم ہماری عید کیا
غمزدہ ہیں ہم ہماری عید تھی — ،،

وہ جو ملتے ازل تو عید تھی
ہم سے ہو ملے ہم بغل تو عید تھی — سیت

تیغ ابرو دشمن جاں سے تو جاناں لے
حیف ہے گر عید میں بھی نہ دلبر کو دل — ،،

عید قرباں ہے طواف خانۂ جاناں لے
آج گر قسمت سے دل کو ہو یقیں جاناں لے — ،،

عید ہے اے گرتی ... گلے میں جاں لے

تہنیت عید

مصرع	مصرع	بحر
تہنیت عید کی لکھتا ہوں تو رشک آتا ہے	میں نہ پہونچوں پہ در دوست پہ پہنچے یہ کارڈ	بحر
عید رمضاں ہو مبارک دوستو	گل مبارک تم کو ہو اے بلبلو	بہار
عید آئی شاد ہیں برنا و پیر	عید آئی خوش ہیں نادار و امیر	،،
عید کی کیونکر نہ ہو سب کو خوشی	ہوتی ہے باعث خوشی کا عید ہی	،،
واہ کیا دن دلکشا ہے عید کا	واہ کیا دن جانفزا ہے عید کا	،،
عید آئی عید آئی کہتے ہیں	شاد اس دن طفل و برنا رہتے ہیں	،،
عید کی سب کو خوشی ہوتی نہ کیوں	عید وہ ہے لاتی ہے بہجت فزوں	،،
اب مناتے ہیں خوشی لو عید کی	کیوں نہ ہو ہم کو مسرت دید کی	،،
دید کس کو دید یاراں مرحبا	دوستان غمگساراں مرحبا	،،
گیا گلے ملنے کی ہوتی ہے خوشی	پوچھنا کیا عید رمضاں کی خوشی	،،
عید آتی ہے کہ آتی ہے خوشی	جب صبا آتی ہے لاتی ہے خوشی	،،
عید آئی شکر خالق کیجئے	اب زکوٰۃ مال صاحب دیجئے	،،
خوش جو ہو رب جہاں رب غفور	تم کو بھی ہوگی مسرت بالضرور	،،
عید کا دن ہے خوشی کے واسطے	عید ہے بس خرمی کے واسطے	،،
عید کی بچو مناؤ تم خوشی	دو کسی کو تم نہ رنج و غم کبھی	،،
خوش رکھو ماں باپ کو بچو سدا	دل میں رکھو مرتبہ استاد کا	،،
خدمت استاد تم پر فرض ہے	کوئی اس خدمت سے کیا بہتر ہے شئے	،،
تم کو کرتا ہے نصیحت یہ بہار	کرتے رہنا طاعت پروردگار	،،
خوش ہیں سب بچوں سے بوڑھوں تک جہاں آئی ہے عید	کر رہی ہیں سیم تن اٹھکھیلیاں آئی ہے عید	،،
ابر ہو مے ہو گھٹا گھنگھور ہو مطلوب ہو	پھر در و دیوار سے سن لو کہ ہاں آئی ہے عید	،،
تم خفا دشمن خفا اور دوست ہیں نا آشنا	کچھ انوکھی رنگ کی ہم کو یہاں آئی ہے عید	بدر
چھوڑ دو غیروں کے جھگڑے خاک ڈالو ان کے سر	دو گھڑی مل بیٹھ لو اے جان جہاں آئی ہے عید	،،
یہ گلے ملنا ترا اے مہ جبیں اعجاز ہے	خود بخود دل کہہ رہا ہے بیگماں آئی ہے عید	،،
ہو گئے ہو بدر تم کاہش سے کیوں مثل ہلال	لوگ خوش ہو ہو کے کہتے ہیں یہاں آئی ہے عید	،،
لہلہاتا باغ میں ہے ہر شجر آئی ہے عید	کر رہی ہے شوخیاں باد سحر آئی ہے عید	،،
ہو گئے بیخود دلی جب سے خبر آئی ہے عید	سچ ہے یہ اپنے لئے اک درد سر آئی ہے عید	،،
وصل کا وعدہ وہ سچے دل سے لکھ دینگے تجھے	کہیو تو آتنا زباں سے نامہ بر آئی ہے عید	،،
عید کی خوشیاں کریں جو گھر میں ہوں گھر بار ہو	ہم سے بے وطنوں کو کیا صاحب خبر آئی ہے عید	،،
ہم تو کچھ ایسے گئے گزرے کسی کے جور سے	ہر کسی سے پوچھتے ہیں کیوں کدھر آئی ہے عید	،،
یاد آتا ہے کسی کا ہنس کے یہ کہنا کہ آج	بدر تم مل تو گلے دل کھول کر آئی ہے عید	،،
ہجر کے مارے ہوؤں کا خوب درماں آج ہے	یار ہے خنجر بکف اور عید قرباں آج ہے	،،
سر ہتیلی پر لئے پھرتے ہیں شوق قتل میں	جب سے سن رکھا ہے ہم نے عید قرباں آج ہے	،،
بھول کر بھی ٹس سے مس کرتا نہ اے مرغ سحر	ورد ہے سب کی زباں پر عید قرباں آج ہے	،،

عید

کاٹ ڈالے سیکڑوں سر اس نے بے جرم و خطا
آشنانہ فرما کر کے صاحب عید قرباں آج ہے
تم نہیں پاتے تو خنجر ہی ملا دو حلق سے
ہم رگ جاں مان جائے عید قرباں آج ہے
اس کا نخرے کرنے والے سے پوچھے ذرا اپنے کوئی
کون خوش قسمت ہے جس کی عید قرباں آج ہے
ہو نہ ہو لبے بدلے تک آج ہی ہو گئے حلال
صاف صورت کہہ رہی ہے عید قرباں آج ہے
کب دیکھئے میکدہ میں ہو عید
کب ساقی سے ... کی ہو عید
عید کی صبح کیا سہانی ہے
جا بجا جس سمت شادمانی ہے
اگلے وقتوں میں عید ہوتی تھی
اب تو اک رسم ... باقی ہے
سارے بچے خوشی سے ہیں پھولے
عید نا ... سرخ پانی ہے
عرض اک دھوم ہے خدا کے گھر
مومنوں کی برات جاتی ہے
ہم نے بھی عیدگاہ میں جا کر
آج تقدیر آزمانی ہے

جوہر قابلی

عید

ہمیشہ ہم نے یہ دیکھا ہے بادہ فروشوں میں
کہ چاند عید کا انتیسویں کو ہوتا ہے — داغ

میں خوش میرے احباب بھی خوش ہیں پیالے داغ
گھر میں عید تو باہر بھی عید — "

سچ کہتے ہیں عید سے پہلے ہیں قتل مرا اہل تماشا کے لئے
سب گلے ملنے لگے جب کہ وہ جلاد آیا — "

قتل عاشق سے جہاں عید منا [illegible] تھی
اب وہاں ماتم ارباب وفا ہوتے ہیں — "

فکر ہے تہنیت عید کا اس شاہ کے آج
دور میں جس کے ہے ہر صبح صباح دولت — ذوق

مژدہ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگ چمن
رنگین ہے قبا غنچہ کی رنگین منڈیل — "

گل کی رنگین ہوئے آراستہ ہیں آج بدل کر پوشاک
[illegible] — "

فصل ہے باغ تک باغ سے تا بیع خیل
نظر آتا ہے بہ رنگ لب ساغر جو ہلال — "

ٹپکا پڑتا ہے لب بست سے شوق تقبیل
عید کے دن سب ملیں گے اپنے اپنے یار سے — تمکین

ہم گلے مل لیں گے رو رو کر در و دیوار سے
ماہ نو ہیں منتظر سارے تمھاری دید کے

مت چھپاؤ منہ او بشارت لانے والے عید کے
ورنہ کب

مصرع	مصرع	شاعر
جو ہیں قابل بھی دستگیری کے	عید کے دن انھوں نے ٹھانی ہے	جوگی
عید ہے یار سے گلے مل کر	دل کی حسرت ذرا مٹانی ہے	"
روزے اس کے ہیں عید اس کی ہے	پیٹ میں جس کے دانہ پانی ہے	"
گھٹا افلاس کی ہو جب چھائی	عید کیا خاک پھر منانی ہے	"
آج الٹ جائے محفل رنداں	عید کیا روز روز آنی ہے	"
عید کے روز تو خدا کی پناہ	رند ہر ایک جم کا ثانی ہے	"
عید کے روز سب ہیں خوش جوگی	لیکے بیٹھا تو نوحہ خوانی ہے	"
کہتے ہیں آج عید مگر کس کی عید ہے	جن کے دلوں کے مد نظر کچھ خرید ہے	حیدر
ہوگی انھیں کی کہتے ہیں آج عید ہے	ہم کو تو عید یار ستمگر کی دید ہے	"
ابروے یار چاند ہے رخ اس کا عید ہے	جس دن نظر پڑے وہی روز سعید ہے	"
دیکھا نہیں ہے چاند جو ابروے یار کا	بے دید کس طرح سے کہیں آج عید ہے	"
جو عید عاشقاں ہے میسر ہمیں بھی ہو	پھر تو یہ ہم بھی جانیں کہ ہاں عید عید ہے	"
یاں جاں بلب پڑے ہیں کسی کے فراق میں	اللہ رے ستم کہ وہاں جشن عید ہے	"
دل پارہ پارہ ہوگیا ابرو کی یاد میں	جب سے کہ چاند دیکھا ہے وحشت مزید ہے	"
اس مہر وش کو دیکھتے گرچہ نہ دیکھ کر	حیدر بھی دل سے کہتے کہ عید سعید ہے	"
عید اور نوروز ہے سب دل کیساتھ	دل نہیں حاضر تو دنیا ہے اجاڑ	حالی
مہ صیام گیا اور روز عید آیا	خوشی کا عید کے حق ہر کوئی بجالایا	"
کیا خدا کا ادا شکر روزہ داروں نے	کہ اپنے صبر کا انعام ہم نے بھر پایا	"
رہین منت ساقی ہیں بادہ خوار تمام	کہ تیس روز کے پیاسوں کا روزہ کھلوایا	"
گئے ہیں ایسے مساجد سے مختلف خوش خوش	کہ جیسے طفل ہو مکتب سے چھوٹ کر آیا	"
شگفتہ آتے ہیں اس طرح عید گاہ سے لوگ	کہ گنج گویا انھوں نے خرابہ میں پایا	"
حسین جامہ میں پھولے نہیں سماتے ہیں	کہ دن خدا نے نمائش کا ان کو دکھلایا	"
عزیز دوست گلے ملتے پھرتے ہیں باہم	خدا نے سیکڑوں روٹھوں کو آج منوایا	"
ادھر ہے فصل بہار اور ادھر ہے عید الفطر	سماں نشاط کا ہے شہر و دشت پر چھایا	"
صدمہ ہجر و کاہش غم سے	عید بدتر ہوئی محرم سے	داغ
یاس ہو تو امید پھر کیسی	دل نہ خوش ہو تو عید پھر کیسی	"
ملو داغ سے بھی کہ ہے عید کا دن	گلے آج خلق خدا مل رہی ہے	"
پھولا رہے شاہی کا چمن عید مبارک	اے شاہ دکن شاہ زمن عید مبارک	"
اس وقت مسافر بھی پکاریں بدل آہیں	جب دل سے کہیں اہل وطن عید مبارک	"
اے داغ تو بھی نشہ صہبا میں ڈوب کر	وہ شعر تر سنا کہ رہے یادگار عید	"
باہم ہوں جس طرح سے بغل گیر مسلمین	اس طرح ہیں نشاط طرب ہمکنار عید	"
تیر قضا کا طائر غم بھی نشانہ ہے	آیا ہے دام شوق ولی میں شکار عید	"
پرتو فگن ہیں نیر اقبال بادشاہ	چمکا ہے روزگار میں کیا روزگار عید	"

ورنہ کب ہے عید بیکس بے وطن بے یار کی
ہوک اک اٹھتی ہے دل میں سر میں اٹھتا ہے غبار
پھر بھی تم کو ہو مبارک عید رنگیںؔ خستہ جاں
وہ گلشن جہاں میں نمایاں بہار عید
غنچے چٹک کے ہوتے ہیں کیسے نثار عید
کیا عید کی خوشی ہے گلستان دہر میں
مہندی کے بدلے خون تمنا لگائے ہیں
روتے ہیں ملکے عاشق و معشوق دیکھئے
کیا تہنیت کا شور ہے دیکھو تو صبح سے
لڑکے خوشی سے کہتے ہیں عیدی کو دیکھکر
کیسے نکھر رہے ہیں حسین ماہتاب سے
ہم مست عید ہیں ہمیں کیا مے کی احتیاج
ہم کو دیار غیر میں کیا عید کی خوشی
یوں ہوئی عید تو کیا عید تو ہاں جب ہوتی
خوشی سے روز روز عید قرباں جانتا ہے وہ
ہماری عید تو جب ہے کہ دیکھیں تیرے ابرو کو
دم بسمل اے بت عشق گر خوشی عید کی سی ہوئی مجھے
عین سے عید عبادت کو بتا دیتی ہے
دال سے راہبر داد و دہش ہوتی ہے
عید کی عین سے احباب وطن عیش کریں
دال سے ہے انھیں دلدار انہیں دیگری
تم کو اے اہل وطن عید مبارک ہوئے
خوب دوگانے پڑھو اور یگانوں سے ملو
آکے غربت میں ہوئے ہم ہیچکارہ دوستو
عید کے دن بھی محبان وطن سے ہیں بعید
ناآشنا سے عید مبارک کی ہے صدا
عید کرتے ہیں وہاں لوگ خوشی سے باہم
ہیں پھنسے عید کی رسموں میں ہمارے ساتھی
قتل کر ڈالے بلا سے پر لگا لیوے گلے
عید کو بھی گر نہ ہو تیرا وصال
صد شکر اس کو آج تمنائے دل ملی
کہتی ہے تجھ سے عید کہ اے فخر روزگار
ڈر تھا کہیں مزاج منغض نہ ہو حضور

شعر	شاعر
جس کو غربت میں تمنا ہو کسی دلدار کی	رنگین
عید ہے لوگوں کی مجھ کو موت کا ہے انتظار	״
اور یہ کہنا کسی کا ہو تیرے ورد زباں	״
مرغان خوشنوا نے کیا ہے نکھار عید	شوق
اتراتی پھر رہی ہے نسیم بہار عید	״
اس عید پہ نثار ہے فصل بہار عید	״
کیا کیا کئے حسینوں نے ہائے سنگھار عید	״
کیا کیا لٹا رہی ہے دُرِ شاہوار عید	״
ڈنکے بجا رہی ہے نسیم بہار عید	״
دیکھو ہمارے پاس بھی ہے یادگار عید	״
جوبن برس رہا ہے غضب ہے سنگھار عید	״
ساقی چڑھا ہوا ہے غضب ہے خمار عید	״
اہل وطن کو شوقؔ مبارک بہار عید	״
کہ گلے میرے وہ آ کر مرا پیارا ملتا	ظفر
محبت سے جو کرتا جان قربان الٰہی ہے	״
ہلال عید کو اے مہ جبیں دیکھا تو کیا دیکھا	״
خم تیغ تیرا جو سامنے نظر آیا مثل ہلال تھا	״
یا سے پھر یاد الٰہی کو جتا دیتی ہے	غلام جیلانی
عید آ کر ہمیں دیندار بنا دیتی ہے	״
یا سے یاران سفر رنج و الم بیش کریں	״
کیوں نہ یہ رنج سوا اور وہ خوشی بیش کریں	״
یار و احباب سے وادید مبارک ہووے	״
جشن یہ صورت جمشید مبارک ہووے	״
تیغ حسرت نے کیا دل کو دو پارہ دوستو	״
آنکھیں کب دیکھیں مجنوں کا نظارہ دوستو	״
ہیں بے مزہ نشاط جہانگیر کے مزے	لایق
ہے بجز غم کے نہیں کوئی ہمارا غمخوار	لاعلم
ہم گرفتار بلا اور مصیبت ہے ہزار	״
منتظر اس بات کا ہیں عید قرباں میں رہا	״
خاک ڈالوں عید پر اے مہ جمال	״
مت سے گرچہ عید کو یہ انتظار تھا	״
کیا کیا نہ تیرے دید کو دل بیقرار تھا	״
ہر روز دور آنے میں کیا مجھکو عار تھا	״

عید

شعر	شاعر
عشرت نصیب اب ہے کو ایک دن کے واسطے / یوم سعید شوال بھی جا خدمت گزار تھا	لاعلم
خوشیاں منانے پھرتے ہیں سب لوگ عید کی / اور مجھکو آرزو ہے فقط تیری دید کی	״
عید آئی ہے تو کیونکر جانئے آئی ہے عید / گلے ملنے تو ہم بھی جانتے آئی ہے عید	״
تمام عمر کی حسرت و ارمان نکل گئی / گلے بھی ملنے پائے نہ یہ عید یوں ہی گئی	״
عید کے دن منہ چھپا کے بیٹھنا منظور ہے / گلے لگ جا پیارے عید کا دستور ہے	״
اے احباب پیارے عید ہو اب بعد سال / آج تک جا پیارے عید اب ہے کمال	״
ہوئی ہے پھر تو ہم کو بھی ملنے چال / بہتر اچھی عید ہو جو بہت جلد چال	״
چل رہی ہے عید بھی ہو جائے کہیں نہیں / یہ یار روز عید ہو اب ٹھیک غم کہیں نہیں	״
جام شراب دید ہو اب وطن کو یاد ہے / مبارک باد احباب کو یہ عید خاص ہے	״
دل ملا ہو بے ملے ہلال عید اس دل ناشاد سے / عید کی تیاریاں ہوں جس کی مبارک باد ہے	״
سلطان ہوں ناامید اس کی مبارک باد ہے	خوشی بھی

عید

کیا کام مجھ کو عید سے اور عیدگاہ سے
میری تو عید ہو گئی تیری نگاہ سے — نظیر

ہم سے تو آج بھی نہ ملا وہ نگار آہ
ہم عید کے بھی دن رہے امیدوار آہ — "

عید کے دن شکوہ جور و جفا جاتا رہا
تم گلے سے لگ گئے سارا گلہ جاتا رہا — "

کہتے ہیں عید ہے آج اپنی بھی عید ہوتی
ہم کو اگر میسر جاناں کی دید ہوتی — "

مبارک ہو ہر روز شادو کامی و عید ارونکو
منائیں عید بیٹھے سے لگائیں اپنے یاروں کو — لااعلم

ہو وہ پوری دل کی جو امید ہو
مہرباں تم کو مبارک عید ہو — "

اب چاہئے ہے چاند نکل آئے ... ایجاد کا
عید آئی کھل گئے زباں بلبلوں کی مبارک باد کا — "

خوشیاں

خوشی بھی باعث افسوس ہو گئی افسوس	ہلال عید سے ابروے یار یاد آئی	لااعلم
میں ایکدن بھی دوست سے اپنے نہ مل سکا	امید عید کی تھی سو وہ بھی نکل گئی	"
سحر عید کی کچھ مجھ کو خوشی ہے تو یہ ہے	کہ عزیزان وطن یاد کرینگے مجھکو	"
عید قرباں ہے یہی دن تو ہے قربانی کا	آج تلواروں کے مانند گلے مل قاتل	"
کھٹکا خزاں کا ساتھ رہا ہر بہار کے	لیکن بہار عید ہمیشہ بہار ہے	"
عید آئی ہے نظر عید مناؤ صاحب	شرط اسلام کی ہے کیجیے بغل گیر مجھے	"
شکر خدا ہے پیش نظر جلوہ عید کا	مشتاق دل بہت تھا مرا جس کی دید کا	"
اب دیر کیا ہے آؤ گلے مل لو شوق سے	ساعت بھی نیک دن بھی مبارک ہے عید کا	"
عید کی ساری خوشی دل کی کلی کھلنے سے ہے	اور کھلنا اس کلی کا یار کے ملنے سے ہے	"
آج لگ جاؤ آج ہے عید رمضان	ہاتھ پھیلائے گلے ملتے ہیں سب پیر و جواں	"
اے عید زہے نصیب تیرے	جو تجھ سے ملے حبیب تیرے	"
آ عید میں خیر مل لوں تجھ سے	کر عفو اگر خطا ہو مجھ سے	"
عید قرباں ہے آنے والی	دل کوئی نہیں خوشی سے خالی	"
جس دن قسمت سے عید آئی	ہو گی دربار تک رسائی	"
پیاری عید تو ہے وہ دلبر	جس کا چرچا گھر گھر در در	مصور
جان ہے سب کی پران ہے سب کی	سچ پوچھو تو مان ہے سب کی	"
ہو مبارک عید تم کو دوستو	عالم غربت میں ہیں تم سے دور	مدار
عید آئی گلشن عالم میں یا آئی ہے بہار	کھل رہے ہیں دل کے غنچے اور چہکتے ہیں ہزار	مسلم
آج جشن عید قرباں ہے بط مے ہو حلال	ساقیا ہو بادۂ خونیں سے سبزہ لالہ زار	"
لو آگئی عزیز و عید الضحیٰ مبارک	ملنا گلے سے باہم عشرت فزا مبارک	محوی
قربانیوں کا کرنا نام خدا مبارک	عمرہ کا اور حج کا ہونا ادا مبارک	"
عید الضحیٰ جو آئی ہر سو ہے شادمانی	خوش ہیں وہی خدا کی جن پر ہے مہربانی	"
کیوں کر ہو خوشی نہ سب کو عید الضحیٰ جو آئی	ہے میٹھی عید کی سی اس میں بھی دلربائی	"
جب واشربوا کلوا کی ہم کو ہوئی ہدایت	تو عید کی خوشی میں واجب ہوئی دو رکعت	"
ظاہر سے ہم کو مطلب اللہ جانے باطن	سب سے ملاپ لیکن لازم ہے عید کا دن	"
عید الضحیٰ کا محوی کر کے فقط بہانہ	رسم یگانگت کا کرتے ہیں ہم ترانہ	"
جو حکم دینا ہے دیدو کہ عید قرباں ہے	تمھارا چاہنے والا نثار ہو کہ نہ ہو	ناز
دل اگر فارغ نہیں ناساز ہے ساز نشاط	عید کے دن رنج ہوتا ہے دل محبوس کو	ناسخ
اے عید تو ہی حاصل ماہ صیام ہے	اے عید تو ہی ثمرۂ قعد و قیام ہے	نامی
اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل	تیوہار ایک بھی تو نہیں ہے ترا عدیل	"
ہاں بے نوا بھی عید منا لیں بلا ہراس	ان کے دلوں سے آج تو ہو جائے دور یاس	"
ہے آج وہ دن کہتا ہے اسلام جسے عید	ہر شخص کے لب پر ہے یہاں نعرۂ توحید	"
گلرو چمکتے پھرتے ہیں جوں ماہ و مشتری	ہے سب کے روز عید کی دل میں خوشی بھری	نظیر

خوشیاں مناتے پھرتے ہیں سب لوگ عید کی	اور مجھ کو آرزو ہے فقط تیری دید کی — لاعلم
عید کے دن شکوۂ جور و جفا جاتا رہا	تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا — ؍؍
ہو مبارک دوستوں کو شادیٔ ایام عید	اتفاق باہمی ہے جانفزا انعام عید — ؍؍
خیر و خوبی سے خوشی عید کی جاوید رہے	تندرستی رہے اللہ کی تائید رہے — ؍؍
حوریں جنت کو مبارک ہوں فلک کو تارے	باغ کو گل ہوں تمہیں عید مبارک ہو٘وے — ؍؍

عیش

دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور	جام جہاں نما نہ کبھی جام جم ہوا — آصف ح
بزم جمشید ہٹی محفل پرویز لٹی	ہے زمانہ میں وہی عیش کا ساماں اب تک — ؍؍
بسکہ ذاکر العیش نصف العیش ہے	یاد ایام فراغت ہی ہی — اسمٰعیل
عیش کا دہر میں مکاں دیگا کبھی نہ آسماں	گرگ سے ماہ مصر کا پوچھتے ہو پتہ عبث — امیر
عیش کا نام ہی سنا ہے امیر	ڈھونڈ مارا جہاں بھر میں انھیں — ؍؍
قدر راحت کی بس رنج ہے دنیا میں امیر	تب چلوں باغ کو جب قیدیٔ زنداں ہوں — ؍؍
راحت کو ڈھونڈھتا ہے عبث تو جہان میں	اس کا زمیں میں ہے نہ پتہ آسمان میں ہے — ؍؍
خوگر جور نج کے ہیں وہ راحت طلب نہیں	جسم گلیم پوش کو دینی ہے شال رنج — ؍؍
عشرت قبول نہ کر کبھی اختیار میں	آئے ہنسی تو قہقہ دیوار دیکھ کر — ؍؍
غافل نہ مثل برق ہو شادی سے خنداں زن	یاران غم سے ہے گل آدم خمیر کی — آتش
غضب ہے منزل ہستی میں آسائش طلب ہونا	ہجوم خواب سے رہرو نے ہے آخر خلل پایا — ؍؍
آدمی کی بے شعوری ہے طلب راحت کی یاں	داغ ہیں یہ خانۂ چرخ کہن میں آبلے — ؍؍
جو عاقل ہیں انھیں راحت کی فکر اصلا نہیں ہوتی	خیال عیش رکھنا ہر گھڑی ہے کام جاہل کا — احد
دن رات ہے امیروں کو آرام سے غرض	ساقی سے مدعا ہے دیا جام سے غرض — آزاد
کیا خاک ہو امید کمینوں سے عیش کی	کب مروحہ بنا پر زاغ سیاہ کا — اسیر
جانتا ہوں راحت دنیا کو سرتا پا الم	فربہی پر مجھ کو ہوتا ہے یقیں آماس کا — ؍؍
نکلا جو دم تو راحت و آرام ہے اسیر	آوارگی ہے جسم کی روح رواں تلک — ؍؍
یہ باغ دہر میں ہے مجھ کو ناپسند خوشی	چلے جو زور کروں سد باب خندۂ گل — ؍؍
جمع ہوتے نہیں دو عیش کبھی زیر فلک	مے سے لبریز کبھی کاسۂ طنبور نہیں — ؍؍
کرتے ہیں فکر عیش جہاں خراب میں	ہے جستجوئے چشمۂ حیواں سراب میں — ؍؍
خانۂ عیش کو دیتا ہے لب گور صدا	ایک دن شہر بھی ہوگا وہ جنگل ہوگا — ؍؍
عشرت ارباب غافل کو نہیں رنگ ثبات	بیشتر ہو جاتے ہیں مفلس تونگر خواب میں — ؍؍
چاہتی ہے مرغ عیش اہل دنیا ہو شکار	خاک پر تار شعاعی کا بچھا کر دام صبح — ؍؍
بے محل راحت جو ہو انسان کو ہوتا ہے رنج	پائے خوابیدہ نہ کیوں پائے اذیت خواب میں — برق
ہر کوئی دنیا میں ساز عیش کا بھرتا ہے دم	آدمی کا رشتۂ جاں تار ہے طنبور کا — بحر

عیش

دار فنا میں آس نہیں روز عیش کی — بحر
عیش ہوا جو کوئی گھڑی منتظم ہوا
دل خوش جہاں پر نہ بجز اپنا — ؍؍
نشاط و عیش جہاں ہے اور سراب شراب
گر سبز گلستاں ہے ادھر ادھر گئی — ؍؍
عشرت سے موج آب ادھر سے ہوا عیش
بیجا حباب سر میں بھرے سے ثابت ہوا ہیں — ؍؍
فریاد و عندلیب سے ثابت ہوا عیش
ہر گل ہے داغ آہ چمن ہے ہوا عیش — ؍؍
ہوتی رنج کر گئی
اے بحر قطع زیست ہوئی سنائی صدائے عیش
گھبرا کے وہ بیجا خدا سے طلب کرتا ہوں — ؍؍
ساز عشرت جو میں دنیا میں کچھ بھی پایا نہیں
کان بجتے ہیں برابر کہ یہاں نصیبوں کیلئے — ؍؍
عیش ہے دار فنا میں خوش نصیب
سولی پہ نیند آئے راحت ہوا گر تقدیر میں — ؍؍
آسائش بیجا سے مسرت نہیں ہوتی
ہو جا میں اگر پاؤں تو راحت نہیں ہوتی — ؍؍
عشرت میں برتری کی پرورش کیونکر ہو
جب پدر گردوں ہے دنیا دوں مادر ہے
گلزار دہر میں نہیں مقام عشرت
بلبل پہ جفائے باغباں ہے

عیش دنیا

عیش

ناپائدار عیش کے سامان ہیں عزیز
[illegible]
ساغر شراب ہے کہ بھروسہ ہے گلستاں ہے
[illegible]
عجب کیا [illegible] آرام گور میں
مرنے کے بعد [illegible]
دنیا میں [illegible]
[illegible]
عیش دنیا [illegible]
[illegible]
[illegible] عیش
[illegible]
صبح عیش [illegible]
[illegible]
[illegible]

عیش دنیا کی طرف رخ نکرو اے زندو
غم عیش سے وابستہ ہے اور عیش ہے غم سے
سخت تر ہے عذاب دوزخ سے
رہتے ہیں ظالم ہمیشہ شاد و خرم دہر میں
راحت وہ ہم نے پائی قفس میں کہ عمر بھر
خوب گوریگی مری رنج لحد میں تنہا
ساری کمائی لٹ گئی عیش و نشاط میں
پایمالی کے سوا کیا ہے مآل عشرت
نہ دیکھی عیش کی صورت کبھی بے رنج دنیا میں
توام زبسکہ سختی و نرمی جہاں کی ہے
رنج دیتا ہے خوشی کے بعد انساں کو فلک
اے فلک شادی و ماتم کو ہم اکساں سمجھے
ریاض دہر میں یکساں ہے شادی ماتم
مژدہ دیگر گور میں کہتے ہیں یہ ہم سے تنگ
لحد میں جا کے ان اٹھکھیلیوں سے ہوگا چھٹکارا
بڑے ناداں ہیں جو بھولے ہوئے بیٹھے ہیں عقبیٰ کو
بشر جنت میں ہے جب تک نشاط زندگانی ہو
گزرتے ہیں گھڑیوں میں عشرت کے دن
میرا طریق عیش جدا ہے جہان سے
خوش و ناخوش بسر ہو جائے گی یہ زندگی لیکن
موسم شیب میں بیفائدہ ہے لعب شباب
حاصل تو ہوا وصل نہیں رات پر افسوس
یاں فکر معیشت ہے وہاں دغدغۂ حشر
بہار چند روزہ پر عبث دل شاد کرتے ہیں
منزل دنیا نہیں جائے نشاط
موسم عیش کو جاتے ہوئے کچھ دیر نہیں
اس خرابات میں یہ عیش محل کس کا ہے
توام زمانے میں ہے غم و عیش ہر جگہ
ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے
جس عیش میں یاد آئیں غم و رنج کے صدمے
مآل عیش وقت نزع غافل تلخ کامی ہے
اسے او شوکت عہد جوانی دیکھنے والے
ہو آل کار جس کا رنج و غم

دیدۂ غول ہیں اس میکدہ کے جام تمام
لازم ہیں غم و عیش بس عیش پہ غم
جستجو عیش جاودانی کی
کم نہیں ہوتا کبھی خندہ لب سوفار کا
بھولے سے بھی نہ یاد کسی دن چمن رہا
زندگی ہوگی نہ مرنے کا تقاضا ہوگا
باقی کفن کو تار نہیں اب بساط میں
پھول کھلتے ہیں گلستاں میں بکھرنے کیلئے
ہنسی کے ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو بھی نکلتے ہیں
پیدا بدن میں گوشت نہ بے استخواں ہوا
نکمہ میں دہر کے بیکار ہے راحت کی حرص
غم سے غمگین کبھی راحت سے نہ مسرور ہوئے
بہار گیا ہے نہ دیکھیں تھا خزاں کیلئے
منزل مقصود کو پہنچے ہوئی راحت نصیب
جئینگے جب تلک دنیا میں کھیلے گی قضا سر پر
جہاں غفلت سرا ہے عیش اک خواب پریشاں ہے
مثال حور پہلو میں عروس نوجوانی ہے
نہیں کاٹے کٹتے مصیبت کے دن
چلتا ہوں چھوڑ چھوڑ کے ہر رہ گزر کو میں
جسے آرام کہتے ہیں یہ یاں ہوگا نہ واں ہوگا
کب ثمر بوئے ہے جو نخل خزاں پر آیا
اک پل میں شب عیش و طرب ہوگئی آخر
آسودگی کہئے جسے یاں ہے نہ وہاں ہے
مری دانست میں وہ عمر کو برباد کرتے ہیں
کیوں بچھاتا ہے بساط انبساط
دن ہے بجلی کی چمک رات ہے اک یا گھٹا
برق ہے رخنۂ در سایۂ دیوار گھٹا
رنجیدہ ہے کوئی تو کوئی شادماں کہیں
دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے
وہ غم ہی نہیں دسترس عیش بس غم
نہایت خوش مزہ ہر چند لذات جہانی ہیں
رہیگا محو عشرت تا کجے بے رکھ دے آئینہ
اے عزیز ایسی خوشی اچھی نہیں

بحر
بازغ
بیدم
تسلیم
"
"
ثاقب
"
"
جنون
"
"
"
جرار
"
"
جوہری
داغ
سخن
سودا
"
"
سرور
"
سحر
شاد
شہید
صا[illegible]
ظہیر
عز[illegible]

بھنور میں لذتوں کے پھنسکے تو کل ابھرا ہی	بچے رہتے اگر انساں تو بیڑا پار ہو جاتا	محب
دیکھ پچھتائے گا جب اترے گا اس مے کا خمار	نشۂ عیش میں غافل ہے عبث تو اے دوست	"
دور عشرت ہے برق کی چشمک	بلبلہ سے ہے کم بقائے قدح	محو
عہد عشرت اک سرکتی دھوپ ہے	دور ساغر ایک چلتا آفتاب	"
ہائے کچھ عیش کو ثبات نہیں	دور چلتا ہوا ہے ساغر کا	"
رنج و راحت کی قدر عالم میں	شاہ کیا جانے کیا گدا جانے	نہتی
فرصت عیش اپنی یوں گزری	کہ مصیبت پڑی تمنا پر	میر
کیا جانوں لوگ کہتے ہیں کس کو سرور قلب	آیا نہیں یہ لفظ تو ہندی زباں کے بیچ	"
بیٹھ کر مسند پہ صنم خوگر راحت نہ بن	چلنا ہے اس گھر جہاں تکیہ نہیں بستر نہیں	میکش
خالی نہیں فریب سے عیش اس جہان کا	ساغر شراب کا ہے کف شیشہ باز میں	نظم
لذت عشرت ہوئی بے تلخکامی کب حصول	ذائقہ میں دیکھ لو رکھتی ہے تلخی ہر شراب	ناسخ
ہے بروں کو عیش اچھوں کو ہے دنیا میں رنج	توڑتا ہے گل کو گلچیں چھوڑتا ہے خار کو	"
روز مولد سے نہیں عیش و طرب قسمت میں	رمز یہ ہے کہ بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا	"
بحر جہاں میں غم ہے کسی کو کسی کو عیش	ماہی کو خار اور صدف کو گہر ملا	واسطی
ہیں جہاں میں طالب امر محال	جو یہاں کرتے ہیں راحت کی طمع	"
شادی و غم چمن میں توام ہے	آنکھ ہے پھول اشک شبنم ہے	وقار
نہ ہنس رلائے گا تجھ کو خمار بادۂ عیش	ہے نشاط تو اس بزم میں مدام نہیں	منیر

عیب و ہنر

اصل کا عیب نہ ہو نقل سے ہرگز زائل	مردم زنگ کی کھنچتی نہیں تصویر سفید	اسیر
کس طرح بے آزمائش ہو عیاں عیب و ہنر	ایک ہے بخل و کرم جس شہر میں سائل نہیں	"
کلفت دنیا چھپا دیتی ہے مردوں کے ہنر	زنگ کر دیتا ہے پنہاں جوہر شمشیر کو	"
جو عیب پوشش کی ہے وضع پردہ درگی کہاں	کہ شام صادق و کاذب نہیں سحر کی طرح	"
قدرتی جو چیز ہے پاکیزہ ہے وہ عیب سے	زنگ سے ہوتا نہیں آئینہ زانو سیاہ	"
عیب اصلی صحبت کامل سے بھی جاتا نہیں	کب مٹی ظلمت حروف سورۂ والنور سے	"
بے لباسی سے ہیں ارباب ہنر صاحب قدر	جوہر تیغ عیاں ہوتی ہے عریانی سے	"
پیدائشی جو عیب ہے ہوتا نہیں وہ دور	اینٹھن نہ جائے کوئی جلائے رسن ہزار	"
ہنر نے رنگ کیا بوئے مشک کا پیدا	ہزار ہم نے چھپایا پہ آشکار ہوا	"
ہم ہنر پیشہ دیکھتے ہیں ہنر	عیب بیں ہوگی بے ہنر کی نظر	"
عیب بیں عیب سمجھتے ہیں ہنر کو بھی اسیر	آگ کا نام یہ نافہم دھواں رکھتے ہیں	"
مطلب کسی کے عیب سے کیا ہے ہنر پسند	چنتے ہیں پھول ہم شجر خاردار کے	"
کیا جانے کوئی صاحب جوہر کا مرتبہ	سمجھے وہ قدر تیغ کی جس کو نگاہ ہو	"

عیب و ہنر

جس میں ہو جوہر ذاتی اُسے کیا حاجت کسب
پیرنا کوئی سکھاتا نہیں مرغابی کو — اسیر

ہے عجب دھوپ چھاؤں کا عالم
ہنر اس کا جو ہے وہ اس کا نقص — آزاد

دست ہنر میں ہے وہ کلید کشود کار
ہے کشود کار کوئی فتح باب ہے — "

گر ہے کسی کے عیب چھپائے گا
جو راز اور عیب ہمیشہ چھپائے گا — فرحان

ستار اس کے عیب جو ہو ذی شعور
طلبگار راحت جو رکھے ضرور — "

وہ کوئی ہنر یاد رکھے
بڑھ کے بد آپ سے نہیں پاتا — "

جب کہ انسان غور کرتا ہے
ہر حال پہ پڑتی ہے خدا پر نظر اپنی — جو

یہ مرتبہ حاصل ہے کہاں بے ہنری سے
بے لباسی میں بھی تلوار کا اسلوب ہے جوہر — "

اپنے جوہر کو میں اپنے لئے زیور سمجھا
ہے ہنر اصل نجابت بھی ضرور — برق

کب بہ کشش تلوار کی ہے جب جوہر دار میں
بے ہنر انسان کو انسان ہوتا ہے وبال — "

شمع انگشت بہ دنداں منہ میں زباں لال ہے
سبھی بجھکیں

عیب و ہنر

اہل زمانہ دیکھتے ہیں عیب ہی کو بس
کیا فائدہ جو شیفتہ عرض ہنر کریں — شیفتہ

کیا کہیں اپنا حال اے شائق
کوئی ہم ہنر کو پسند نہیں آتا — شائق

ہے ہنر شرط آدمی کی آدمیت کے واسطے
بے ہنر حیوان ہے صاحب ہنر [illegible] — ظفر

[illegible]

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کبھی بھٹکیں نہ گرد عیب دنیا میں وہ بختاور	کمر اپنی جنھوں نے بہر تحصیل ہنر باندھی	بختاور
عیب جوئی غیر کی کرتا بُرا ہے مدعی	خود نظر کرتا نہیں اپنے برے اعمال کو	تراب
یا ور نظر جو تم کو عیبوں پر اپنے ہوتی	ہرگز نہ تم سے ہوتی غیروں کی عیب بینی	”
لباس عاریت سے ہوتے ہیں اہل ہنر عاری	ہمیشہ انگلیاں رہتی ہیں باہر آستینوں سے	توفیق
بے کار ہے تیر جو ہو بے پر	ہے فخر ہنر سے آدمی کا	ترکی
کمر چست کر بہر کسب ہُنر	کرتا ہو فضائل سے تو بہرہ ور	تائب
کہ اموال سے ہمیشہ ہے زوال	ہنرور کے کیسہ میں ہر دم ہے مال	”
جو کوئی بات نہ پوچھے تری تو کیا شکوہ	ہنر نہیں کوئی تجھ میں یہ عیب کیا کم ہے	ثاقب
گلۂ بخت غلط شکوہ فلک کا بے سود	جب بجز بے ہنری مجھ میں ہنر خاک نہیں	”
کفش دوزوں کی نہیں کچھ قدر زر دوزوں سے کم	خواہ ادنے خواہ اعلے ہو ہنر ہو کوئی ہو	”
خانہ سازی میں جو ہُد ہُد نے ہنر پیدا کیا	ایک مُشت پر ہے لیکن تاج شاہی مل گیا	”
مردیک چشم کا رکھ لیتی ہے پردہ عینک	عیب غیروں کا چھپاتے ہیں چھپانیوالے	”
کسوٹی پر لگا کر دیکھ پہلے اپنے عیبوں کو	شگاف خامہ کو ناخن پر اکثر آزماتے ہیں	”
ہاتھ میں ہوتا اگر کچھ بھی ہنر	رہتے عزت سے نکل جاتے جدھر	حالی
اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے	جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے	”
نہ کچھ پوچھے حال علم و ہنر کا	ہیں زردار سب بس زمانے کے قابل	حیرت
اگر کچھ ہنر ہے تو انسان ہے	ہنر گر نہیں ہے تو حیوان ہے	”
کیوں نہ ہر ذی ہوش سمجھے راہ بخشش کی اسے	اہل تقوے کی عبادت ہے چھپانا عیب کا	خاطر
یہ ہوا آئینہ سازی سے سکندر کی عیاں	جو کرے کسب ہنر وہ نامور ہو جائے گا	خلیل
عیب نکلا جو ہنر پیدا کیا	ہم نے کھویا جس قدر پیدا کیا	داغ
بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر	ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں	ذوق
دنیا میں ہے غرور تکبر ہنر کے ساتھ	ہے کونسا ہنر جو کریں بے ہنر دماغ	رشک
رمز گر اہل قدر کی ہے تلاش	ذات میں اپنی کر ہنر پیدا	رمز
عیب سے مجھ کو بچایا ملے رمز	عیب گویوں کو دعا دیتا ہوں	”
کسی ہنر کسی فن میں نہیں کمال مجھے	مثل ماہ نہ ہوگا کبھی زوال مجھے	راسخ
ہنر سے دور ہے بد اصل کی خلقت کو آئینہ	خمیر تنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہیں ہوتا	سودا
بشر کے عیب و ہنر گفتگو میں کھلتے ہیں	ہر ایک شعر سے ظاہر ہے ولولہ دل کا	سحر
ہنر کی عیب کی صورت یہ ہے زمانے میں	کہ اب تو عیب نہیں عیب کو ہنر کہنا	سعادت
کیا بڑا عیب ہے یہ خلق ہنر و دشمن ہے	کھٹکا آنکھوں میں جو اہل ہنر و فن دیکھا	سعید
کبھی چھپ سکتے ہیں گو لاکھ چھپائے کوئی	خود ہی کھل جاتے ہیں سب عیب و ہنر آپ سے آپ	سراج
چھپائیں اپنے اور غیروں کے عیبوں کو کریں ظاہر	خدا ہنرور کرے منہ کالا ایسے نکتہ چینوں کا	ہنرور
ہے خردمند وہی جو کہ ہنر کو سیکھے	بے ہنر صحبت ارباب ہنر سے نکلا	شاداں
یہ وہ دولت ہے جسکو کچھ زوال آتا نہیں مطلق	بشر کو چاہئے حاصل کرے علم و ہنر پہلے	شفق

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
نعمت اپنے واسطے کسب ہنر کی چاٹ	بس مال و زر وہی جنھیں ہے مال و زر کی چاٹ	عالم
کثرت عیب نے اپنے یہ چھپایا ہے عزیز	کہ جو دیکھے تو وہ جانے کہ ہنر کچھ بھی نہیں	عزیز
دیکھتے ہیں جو ہنر عیب کو کب دیکھتے ہیں	عیب کے دیکھنے والے تو ہنر دیکھا چلے	غریب
کیا منہ ہے جو ارباب ہنر سے کریں باتیں	جز عیب کوئی ہم سے ہنر ہو نہیں سکتا	فیض
رات دن کرتا ہے فرخ تو جو دولت دولت	سوچ تو دل میں ذرا تجھ میں ہنر ہی کیا ہے	فرخ
لازم ہے اپنے عیب و ہنر میں کرے تمیز	جائے بشر نہ دوستوں کی واہ واہ پر	قلق
عیب کو پہلے ہنر سے دیکھتے ہیں لوگ قطب	ہیں مہ نو کی طرف ہر ہر بشر کی انگلیاں	قطب
ٹھوکریں ان کے لئے اہل ہنر ہیں جتنے	ہے تری چال تو کچھ اے فلک پیر نئی	مصحفی
دیکھ دل میں تو اپنے عیب و ہنر	کس قدر صاف آئینہ ہے دل	محب
جو دیکھا چشم بصیرت سے تو ہوا معلوم	نہیں برے ہیں جہاں میں کوئی خراب نہیں	”
بہت داغ اوروں کے ہم دیکھتے ہیں	مگر اپنے عیبوں کو کم دیکھتے ہیں	”
خالی نہیں ہے عیب سے کوئی بجز خدا	مجھ میں یہ عیب ہے کہ مرے پاس زر نہیں	منتہی
عیب بھی جائے ہنر ہوتا ہے اپنے حال پر	بہر شانہ کس قدر زیبا مگر دندانہ ہے	”
اپنی فلاح کے لئے سیکھے کوئی کمال	آسودہ حال رہتے ہیں کسب ہنر سے لوگ	مفتون
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں	عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے	میر
کیوں نہ اس عیب بیں کا ہوں ممنوں	جو بتائے رہِ صواب مجھے	منت
نظر عیب بیں کی ہے عیبوں کے اوپر	ہنرور ہمیشہ ہنر دیکھتے ہیں	مہر
رائے خلقت کی بری یا اچھی	ہے فقط عیب و ہنر پہ مبنی	”
جو عیب جس میں ہو نہیں جاتا کسی طرح	چھٹتا نہیں ہے چاند کا دھبا کسی طرح	نساخ
عیب پر اپنے کر نظر پہلے	پھر اٹھا آنکھ دوسرے کی طرف	ناصر
لاکھ جوہر جو ہوں کسی میں تو ہوں	مجھ میں ہے عیب اک زمانے کے	ناثر
بے ہنر کیوں نہ ہو گلزار جہاں میں بے قدر	کوئی بھولے سے بھی چھوتا ہے گل بے بو کو	نظامی
قلم کو پرچم دولت فقط ہنر سے ملا	وگرنہ گھاس ہے اک خشک دشت و صحرا کی	”
شعر گوئی میں جو کی اوقات صرف	اس سے ہم کوئی ہنر ہی سیکھتے	نور
باغ جہاں میں اہل ہنر میں کشمکش آہ	چلتے ہیں سنگ نخل ثمردار کی طرف	نصیر
ہنر کے نور سے ہوتی ہے دور ظلمت جہل	ہزار عمر فدا کیجئے اک ہنر کے لئے	نشاط
آدم کی تو اولاد میں ہر فرد بشر ہے	انسان ہے وہی جس میں کہ جوہر ہے ہنر کا	نواب
ہنر سے ہے نام بشر تا قیامت	زمانہ میں ہے جام اگر جم نہیں ہے	واسطی
ہے جہاں میں ہنر شناس بہت	آدمی کے لئے ہنر ہے شرط	”
کسی کو جوہر ذاتی نظر نہیں آتا	وگرنہ کون ہے جس کو ہنر نہیں آتا	وقار
وہ عیب نہیں عیب جو ہو ساتھ ہنر کے	اس عیب کو بھی بلکہ ہنر پھر نہیں لگتا	”
جو رونا ہے تو اب اس بات کا ہے	ہنر کوئی نہ سیکھا واہ ہم نے	واہ
جگ[1] میں نیں[2] اہل ہنر اپنے ہنر سوں[3] بہرہ یاب	کوہ کن کوں[4] فیض کب پہنچا ہے جوئے شیر سوں	ولی

عیب و ہنر

لازم ہے آدمی کے لئے جاننا ہنر

کسب ہنر نہ ہو تو وہ انسان کیا ہوا

[illegible]

[1] دنیا ۱۲ — [2] نہیں ۱۲ — [3] سے ۱۲ — [4] سے ۱۲

غرور

کبر سب خاک میں مل جائے گا مغروروں کا
ہے دلیل جبن ظاہر سر میں رکھتے ہیں غرور
جب منعم مغرور نے کی بات نہ ہم سے
ذرا سی بات پر اہل تکبر پھاڑ کھاتے ہیں
طاؤس کی طرح ہیں خراماں یہ اہل کبر
جب ہوا مغرور انساں روشنیٔ دل کہاں
سمجھتا ہے یہ اپنے دل میں مغرور
ایک ہی اصل ہے یہ کبر یہ نخوت کیسی
رکھ زمیں پر قدم آہستہ ذرا اے مغرور
غضب ہے ملکے تکبر سے چاہتا ہے یہ زہد
جھومتے چلتے ہیں کیوں رستہ میں یہ نخوت فروش
بڑھ کے بولے گا جو دنیا میں وہ پائے گا سزا
بس اسی روز پہ یہ کبر یہ نخوت نمرود
آخر مآل عجز ہے تیرے غرور کا
کبر چھوڑو سرکشی اچھی نہیں اے اہل کبر
کھینچتا ہے دور آپ کو کیوں ماہ و آفتاب
کھینچے ہے اور آپ کو کیا سرکشی سے یہ
چرخ کے ہاتھوں سے اٹھ سکتے نہیں اہل غرور
موسم پیری میں کبر نوجوانی کب تلک
غرور بھر جہاں میں ہے عین بے مغزی
عجب ناداں ہے جو مغرور ہے عمر دو روزہ پر
ہو گر بیناں کبر سے معلوم کیا تجھ کو نہیں
غرور اچھا نہیں ہے اے صنوبر قامتو اتنا
زوال دولت اقبال ہو جاتا ہے نخوت سے
اوج دنیا پر نہیں ہے سرکشی لازم امیر
احباب کی نظر میں ترا عیب ہے ہنر
یہ کج نہاں نو دولت خدا جانے ہیں کیا سمجھے
عبث اے دوست تجھ کو ہے تکبر چار عنصر پر
عمل نیک بھی مغرور کا ہے قابل حک
زائل اندوہ کرے گا سہرا انساں سے غرور
کیا دولت دو روزۂ دنیا کا اعتبار

اک ذرا گور غریباں میں گزر ہونے دو — امیر
فہم زن سے بھی کہیں مردوں کی ہو دستار کج — ״
چپ ہو رہے ہیں ہم صورت دیوار سمجھ کر — امیر
درندے ہیں یہاں بھی کچھ نہیں موقوف جنگل پر — ״
انساں ہو کے مرتے ہیں حیواں کی چال پر — ״
بزم میں آتے ہی گل کر دیتی ہے صرصر چراغ — ״
زمیں ہے آسماں ہے اور میں ہوں — ״
میں اگر خاک ہوں پھر کچھ بھی یہ اکسیر نہیں — ״
مور چپ دب کے سلیماں سے نہ فریاد کریں — ״
کہ مثل طاعت ابلیس رائیگاں ہوں میں — ״
کہدو ہشیاروں سے چھوڑیں مست کی رفتار کو — ״
دار موجود ہے منصور کی سرتابی کو — ״
چھین لی ایک ہی پشہ نے خدائی تیری — ״
اے باغباں خزاں بھی ہے پیچھے بہار کے — ״
رزق پشہ ایک دن مغز سر نمرود ہے — ״
ہوتا ہے بیچ غرور بہت سیم و زر کے وقت — امیر
ملتا نہیں ہے چرخ ستمگار کا دماغ — ״
عاقبت گر گر زمیں میں آہ گڑ جاتی ہے برق — ״
چونک غافل شب گئی دن آشکارا ہو گیا — ״
ہوا جو قطرے میں شامل ہوئی حباب ہوا — ״
بدن میں چار دن ہے اعتدال اس چار عنصر کا — ״
ایک پشہ سے ہوا احوال کیا ضحاک کا — ״
کہ کو کو کہہ رہی ہیں قمریاں کسریٰ کے ایواں پر — ״
بجھادے شمع کو جھونکا نسیم صبح گاہی کا — ״
رہروؤں کی ٹھوکریں کھاتا ہے سر فغفور کا — ״
مغرور اے امیر نہ ہو واہ واہ پر — ״
ہلال آسا مدار ان کا ہے بالکل خود نمائی پر — ״
ہوا سے خاک کی دشمن تو آب آتش کا دشمن ہے — ״
چھپ رہا باغ ارم دہر میں شداد کے بعد — ״
تیغ میں بال جو ہو گا تو کہاں بل ہو گا — ״
ملتا نہیں ہے کیوں ترا اے چرخ دماغ — ״

بیجا ہے اسپ و خیمہ و خرگاہ پر غرور	خر لوٹتے ہیں تربت بہرام گور پر	امانت
پاؤں نخوت سے جو رکھتے تھے سرِ افلاک پر	ہاتھ اٹھا کر زیست سے وہ سو رہے ہیں خاک پر	"
بے محل اپنی عمارت پر ہوا جس کو غرور	بنتے بنتے قصر کی تعمیر آدھی رہ گئی	"
تعجب نخوتِ اہلِ زمیں پر مجھکو آتا ہے	یہ اس پر کیوں بگڑتے ہیں کہ جس میں مر کے گڑتے ہیں	اکبر
مت بول بڑا بول نکل جائے گا اک روز	یہ بولتا تن میں جو ترے بول رہا ہے	"
زمیں کے تلے جن کو جانا ہے اک دن	وہ کیوں سر کو تا آسماں کھینچتے ہیں	انیس
باپ دادا پر عبث اترا رہا ہے بوالفضول	عاق کر دیتے ہیں اکثر ناخلف اولاد کو	انجم
کام قاروں کے نہ آیا مال و زر	منعمو بیجا ہے دولت پر گھمنڈ	"
بادشاہ ہفت کشور ہے تو کیا	کر نہ دو دن کی حکومت پر گھمنڈ	"
عقل میں جب فتور ہوتا ہے	مال کا تب غرور ہوتا ہے	"
باور خود بیں کا نخل مدعا ہوتا نہیں	حجت قاطع ہے اس پر ماجرا شداد کا	انور
کہیں نہ لطمۂ بادِ اجل فنا کر دے	بہت نہ سر کو اٹھائیں حباب پانی میں	"
موت آجائے تو آجائے بلا سے لیکن	دل میں انسان کے پندار نہ آنے پائے	"
تھا لباس قاقم و سنجاب پر جن کو غرور	بے سر و ساماں گئے اس عالم اسباب سے	"
نظر عیبوں پہ اپنے چاہیے اے اشک دانا کو	خرابی آئی جب انساں یہ سمجھا میں کامل ہوں	اشک
قدم رکھ زمیں پر نہ ظالم اکڑ کر	فلک پیس ڈالے گا تجھکو رگڑ کر	اثر
نہیں جن کو جاہ و حشم کا تجبر	وہی لطفِ جاہ و حشم دیکھتے ہیں	اسمٰعیل
اظہار شیخیت سے نشان بے ہنری کا	جو اہلِ ہنر ہیں کبھی دعویٰ نہیں کرتے	"
کیا جو کبر تو شیطاں کے ہاتھ کیا آیا	وہی عزیز ہے عزت جسے خدا نے دی	"
گئی کس کے سر سے ہوائے غرور	یہ آندھی جب اٹھی نہ زائل ہوئی	بحر
غرور کر کے نگاہوں سے گر گئے مغرور	بلند جتنے ہوئے اتنے اور پست ہوئے	"
غرور خوب نہیں مشتِ خاک کے حق میں	ہوا سے مل کے پریشاں غبار ہوتا ہے	"
اتنا مغرور کیوں باغباں ہے	یہ چمن چار دن میں خزاں ہے	"
تفاخر آلِ تمغا پر عبث اولادِ آدم ہے	نہیں ممکن مقدر کا نوشتہ فردِ باطل ہو	"
اتنا ہوا ہے کبر پہ بھولو نہ گلرخو	دو روز کی بہار ہے یہ عمر بھر کہاں	"
مہ دو ہفتہ کا عالم مقامِ عبرت ہے	غرور چاند سے چہرے پہ خوبرو نہ کریں	"
سارے جہان کو ہے غرور اپنی شان پر	ہر ایک شخص کا ہے دماغ آسمان پر	"
کوسِ رحیل یہ ہے وہ ہیبل رہ عدم	شاہوں کو کیوں گھمنڈ ہے نام و نشان پر	"
کیا دم کا بھروسہ یہ ہوا ہے نہ بہت پھول	ہے مثل بگولے کے تری نشو و نما خاک	"
کس چیز پہ اغماض مجسم ہیں زری پوش	سر ڈالیں گریباں میں ہے زیرِ قبا خاک	"
اکڑ کے چلتے ہیں رکھ رکھ کے ٹوپیاں ٹیڑھی	امنگ پر ہیں زمانے کے نوجواں کیا کیا	"
جائے حیرت ہے جو نفرت دہو خود بینی سے	نظر آتا ہے اس آئینہ میں چہرا الٹا	"
دو شالہ اوڑھ کر غرانہ تو ہم چرم پوشوں سے	درفش کاویانی سے بڑھا رتبہ فریدوں کا	"

غرور

اے فلک قدر نہ کرتا کبھی زنہار گھمنڈ / کر جھکا ہے بہت اونچوں کو نگوں سار گھمنڈ	بحر
لعل میں لعل رہا ہے نہ صدف میں موتی / نیکوئی کرے زنہار گھمنڈ	"
اپنی دولت پہ بگولے نے پریشان ہوا / سر اٹھایا جو بگولے نے تو کیا سزاوار گھمنڈ	"
خاک ہو خاک سے پیلے کو سب نہ چلا / ایک پشہ سے بھی نمرود کا بیکار گھمنڈ	"
جب نہ اتنی بھی ہے قدرت تو ہو کیا بیکار گھمنڈ / منہ چڑھ نالہ ارسطوں سے نہ دیکھیں صور پھنکے	"
سب نکل جائے گا اے چرخ ستمگار گھمنڈ / سکتے ہیں جو لوگ یہ حال ان کا ہے	"
زور و زر رکھتے ہیں جو لوگ یہ ان کا ہے گھمنڈ / بار تو اونچ ہے تو سو بار ٹوٹا	"
اگر اکبر ہے اگر آراستہ دولت ہے گھمنڈ / دانے بھرے سے لئے یہ زمیں چلو	"
ذکر و موتیوں سے ہیں نہ چیز گھمنڈ / اے امیر وراہ دنیا میں نہ چھیڑ اس سے اڑ گیا	باقی
پاؤں میں پھر لگی تو سر سے ہے زیرِ خاک / ڈالی ہے جو آج ہے وہ کل ہے گھمنڈ	امانت
دو دن سے باغ دہر میں زر دار کا گھمنڈ / اٹھائیں ہے تو نے تکبر سے چھوڑ دے	"
اے دل وہ چال چل کہ عدو کو بنا دے دو	غرور جب

غرور

شعر	شاعر
مالداروں کو ہے دولت پر گھمنڈ / خوش جمالوں کو ہے صورت پر گھمنڈ	جوش
زاہدوں کو ناز ہے اپنے زہد پر / جوش کو خالق کی رحمت پر گھمنڈ	=
اتنی جلدی جاسے کی مثل حباب دم بھر میں / ہوا بھری ہوئی نخوت کی جس کلاہ میں ہے	حفیظ جعفری
ہیں اونچی ٹوپیاں جن کی غرور سے دیکھیں / حباب بھی جو ہے سر بھی اسی کلاہ میں ہے	=
اوج و عروج جاہ پہ بیجا ہے یہ غرور / دیکھی زمیں میں انہوں نے جو تھے آسماں مزاج	جوہری
مثال باد و آتش ہو نہ سرکش / خمیر جسم ہے آب و گل سمجھ اے	=
بنانگ کل وہ کیوں پھولے باد نخوت سے / گرہ میں مفلس اٹھل کے سمجھو زر ہو جائے	=
غرور اے منعم زیبا نہیں ہے دولت و زر پر / بھروسہ چاہیے انسان کو اپنے مقدر پر	=
بقا جہاں کو نہیں عمر کو ثبات نہیں / عبث غرور اے منعم کو دولت و زر پر	جلیل
دو روزہ حسن پر پھولے ہیں کیا گل / بڑے کم ظرف ہیں اترا رہے ہیں	ناسخ

غرور خوب نہیں تخت عارضی پہ فلک	کہ ہر کمال کو آخر زوال ہوتا ہے	بیدل
کبر کہتے ہیں جسے خصلت شیطانی ہے	عجز سے جانے کو تا عرش بشر خاک ہوا	برق
سرکشی اچھی نہیں ہر وقت شیشہ کی طرح	سامنے محتاج کے جھک جائے گردن چاہیے	״
تراب آدمی کی صفت عجز ہے	نہ کرنا کبھی کبریائی کی بات	تراب
جس کو کچھ اپنے علم و ہنر کا غرور ہے	جاہل اسی کو کہیے وہی بے شعور ہے	״
فقیر کو ہے تکبر امیر سے واجب	کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے	״
امین ہیں کب وہ ضغطۂ گور و عذاب سے	کبر و غرور سے جو دکھاتے ہیں دبدبہ	״
گھمنڈ وہ نہ کرے پالکی اور ہاتھی پر	نگاہ جس کی ہو دنیا کی بے ثباتی پر	״
عبث ہے فوج پہ مغرور اپنی شاہِ زماں	غرور دلہا کو ہوتا نہیں براتی پر	״
آدمی غرہ عبث کرتا ہے اپنی ذات پر	اصل جس کی قطرۂ پیشاب ہے یا خون ہے	״
یہ مٹی ایک دن ہو جائے گی بحر تلاطم میں	حباب آسا اٹھاتا ہے عبث مغرور سر اپنا	تجمل
تمام عمر نہ مغرور ہوش میں آیا	ہمیشہ مست زمانہ میں بے شراب رہا	״
کہتا ہے بدر ہو کے سر آسماں ہلال	نخوت نہ چاہیے کبھی اپنے کمال پر	״
چل تکبر سے نہ آگے ترے پیچھے مغرور	موت کھینچے ہوئے شمشیر فنا آتی ہے	״
لحد کو دیکھ اے منعم نہ بھول اس شان و شوکت پر	یہاں بھی جسم اگر آیا تو بے طبل و علم آیا	تسلیم
سمجھتے کیا ہیں جوانی گنوا کے جو ناداں	اکڑ کے چلتے ہیں پیری میں نوجواں کی طرح	״
گرمیٔ تقریر گر حاصل نہیں کس کام کی	شمع کیوں کرتی ہے اس آتش زبانی پر گھمنڈ	״
ایک دن کی زندگی پر کیوں نہ اترائے حباب	سر تو رکھتا ہے مگر سر میں نہیں رکھتا دماغ	״
جہاں میں اہلِ نخوت ہم نے دیکھے محض بے معنی	حباب اتنا ابھرتا ہے مگر حکمت سے خالی ہے	״
اپنی خود بینی نے ہم کو کھو دیا مثلِ حباب	کھول کر جب آنکھ دیکھا کچھ نہ پایا آپ کو	״
ہوا ثابت حباب بحر کے بے جا ابھرنے سے	کہ ہیں معنی سے دم کے بھرنے والے بیشتر خالی	
نسب کا تفاخر نہ کر زینہار	بشر بے ہنر ہے مثال غبار	تائب
کل فلک سے ہمسری کرتے تھے جو اہل غرور	آج وہ زیر زمیں ہیں سر اٹھا سکتے نہیں	تہور
سرنگوں ہو گیا فوارہ نکل کر باہر	آسماں گردن سرکش کو اٹھا دیتا ہے	توفیق
یہ جان لے جھکے گا سر اک روز خاک پر	گردن کشی جو صورت مینا کرے کوئی	״
ہو کر بلند ہوتا ہے فوارہ سرنگوں	جھکتا ہے وہ ضرور جو گردن فراز ہے	״
گردنِ شیشہ جھکی اور کہا جب قلقل	سچ تو کہتے ہیں بڑے بول کا سر نیچا ہے	ثاقب
جاتی رہے گی ظاہر و باطن کی روشنی	غافل چڑھا نہ آنکھ پہ شیشہ غرور کا	״
جو چوکیں سرکشی سے اہلِ نخوت بعد مردن بھی	لحد میں کیوں کھڑا ہی دفن ہو مردہ فرنگی کا	״
کبر سے نازل ہوا دنیا میں دوزخ کا عذاب	پر فرشتوں کے جلے جس سے یہ ایسی آنچ ہے	״
نہ ہوا اتنا بھی اے نو دولتوں مغرور دنیا پر	نہیں معلوم کیا انجام تم کو کبر و نخوت کا	جنول
زیرِ گردوں کب رہی مغرور کی گردن بلند	بنگیا جام گدائی کاسۂ سر شاہ کا	
نہ ہو اے منعمو مغرور مال و دولت و زر پر	کہ دیکھو یاس کا عالم ہے کیا قبرِ سکندر پر	

تاکجا اے اہل دنیا تاکجا	دولت و جاہ و تجمل پر گھمنڈ	جلیل
صاف رکھ دل کو تکبر سے مدام	ہوگا روشن جہاں میں تیرا نام	حیرت
ہے تکبر مایۂ شر و فساد	پاک رہنا اس سے اے عالی نہاد	״
بندگی چاہیئے حیرت کہ وہ ہے بندہ نواز	اس کے دربار میں ہوتا نہیں منظور گھمنڈ	״
جتنے ناداں ہیں انہیں کا تو ہے دستور گھمنڈ	پر خردمند سے رہتا ہے سدا دور گھمنڈ	״
دہر میں چشم حوادث سے بچے رہتے ہیں	جب تلک کرتے نہیں قیصر و فغفور گھمنڈ	״
اہل ایماں کیا کرتے ہیں اس سے نفرت	رہتا ہے بادۂ نخوت سے جو مخمور گھمنڈ	״
جو گئے زیر زمیں دل میں تکبر کو لئے	ان کے ہمراہ ہوا خاک میں مستور گھمنڈ	״
غرور حسن بیجا ہے سمجھ لو	نہیں رہتا سدا جوبن کسی کا	״
غرور جاہ بے جا ہے مآل کار سوچو تو	یہی اعمال دنیا سے بشر کے ساتھ جاتے ہیں	״
جنہوں نے آپ کو سب سے سمجھ لیا ہے بڑا	بڑائی دیکھ نہیں سکتے غیر کی زنہار	حالی
کچھ بھی ہوا غرور کی جس سر میں بھر گئی	مثل حباب دم میں وہ برباد ہو گیا	خلیل
دیکھیے جس کو یہاں اُسے اور ہی دماغ ہے	کرمکِ شب چراغ بھی گوہر شب چراغ ہے	درد
کس ہوا میں ہم ابھرتے ہیں عبث مثل حباب	یہ تو ثابت ہے کہ مشتِ خاک بے بنیاد ہے	رند
حواس خمسہ میں اس کے فتور ہوتا ہے	جنوں سمجھا ہوں جس کو غرور ہوتا ہے	״
غافل غرور و کبر کو اس میں جگہ نہ دے	بھر جائے گا یہ کاسۂ سر ار ہوس سے	״
مثل حباب چند نفس کی نمود پر	جو تھا وہ اپنے وقت کا افراسیاب تھا	رشک
راہ میں اتنا نہ تن تن کر چلو اے غافلو	جھکے پیری میں قد موزوں کہاں ہو جائیگا	״
اہل نخوت کی نمائش بھی ہے مانند حباب	جان کی خیر ہے جب تک کہ ہوا رہتی ہے	״
دماغ پیر گردوں میں بھرا ہے بادۂ نخوت	بچشم غور دیکھا تو اک مینائے خالی ہے	رعنا
مئے خودی سے ہے دنیا میں ہر بشر مدہوش	ہرن ہو نشۂ دولت تو چوکڑی بھولے	راسخ
زمیں پر چلیں آج کیوں ہم اکڑ کر	اسی میں تو رہنا ہے اک روز گڑ کر	رنجور
غرور و کبر رہا کس کا بحر فانی میں	اٹھایا سر تو فنا صورت حباب ہوا	رحمت
جھکا نیکو تیرے جھکا آسماں ہے	چلا کر نہ رحمت زمیں پر اکڑ کر	״
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار	سوجھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں	سوز
خدا کی بندگی کا سوز ہے دعویٰ تو ہر اک کو	ولے دیکھا ہے بندہ ہی اپنی خود نمائی کا	״
مغرور ہو نہ ہستی ناپائیدار پر	دو دن کی زندگی کا بھلا اعتبار کیا	سخن
عبث اے منعمو مغرور ہو دنیائے فانی پر	گیا جس دم جہاں سے کچھ نہ تھا دست سکندر میں	״
اکڑ اکڑ کر کیوں نکلتے ہو غرور و کبر و نخوت سے	زمیں پر غافلو رکھو قدم آہستہ آہستہ	״
دماغ جھڑ گیا آخر ترا اے نمرود	چلا نہ لشہ سے کچھ بس تری خدائی کا	سودا
عجب ناداں ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطانی	فلک بال ہما کو پل میں دیتا ہے مگس رانی	״
نازاں نہ ہو تو اس پر گر تجھ کو سنگ میں سے	گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا	״
اے میاں دیکھ نہ بھائیگا خدا کو غرور	کیا کروں ہائے زمیں سخت فلک ہے دور	״

غرور

دماغ خلق پر از کبر ہے میں حیراں ہوں
مشت خاک میں اتنا غرور کس کا ہے
مشت خاک ہے کبر اہل جہاں سے مجھے یہ اب
دہشت سے ہوئے [illegible] نقش پا
افتادگی نہ ہوئے [illegible] اس پہ اے ناداں
تو کر غرور تو زنہار [illegible] مہر و ماہ بلند
جو مرتبہ تیرا [illegible] شکل مہر [illegible] رہا
غرور جس نے کیا ہو رد عتاب رہا [illegible] آج تک خراب رہا
معلم الملکوت کو نہیں لازم غرور
بیٹھ کر کرسی پہ انساں کو نہیں [illegible] جانے کیلئے
پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے جانے کیلئے
نہیں ہے آدم خاکی غرور کے لائق
غرور و کبر ہے رب غفور کے لائق
مت بنا ہے غرور سے منعم
تو خدا کو جواب کیا دے گا
بیجا ہے کبر چاہیے بندے کو بندگی
زیبا ہے اور بیجا ہے کبر گر خدا گھمنڈ
فرعون غرق نیل ہوا ہے غرور سے
کرتا نہیں پسند کسی کا خدا گھمنڈ
دنیا میں حق نے دی ہے فضیلت بڑی گھمنڈ
کس کا تھا [illegible] ہے بجا گھمنڈ

باغ جہاں